نئی تاریخ چترال

مرزا غلام مرتضےٰ

مترجم: وزیر علی شاہ

مَاشَاءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ؕ

نئی تاریخ چترال

اُردو

علامہ مرزا محمد غفران مرحوم کی شاہکار تصنیف فارسی کی بنیاد پر اور ہز ہائینس سر
محمد ناصر الملک مرحوم کی مزید تاریخی معلومات کی بنا پر
جس میں عہد قدیم کے حالات کے علاوہ حکمران خاندانوں
کے حالات ۱۳۲۰ھ سے ۱۹۶۱ء تک
درج ہیں

مؤلف:۔ لفٹننٹ مرزا غلام مرتضیٰ فرزند مصنف
مترجم:۔ مسٹر وزیر علی شاہ گورنمنٹ خزانچی چترال

صحت نامہ تاریخ چترال

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۴	۸	چترال کر کے	چترال فتح کر کے
۵۹	۳	افضل ابن محترم شاہ	شاہ افضل ابن محترم شاہ
۹۷	۹	فرخ سیر اور اسکے ہمراہیوں کو قتل کر دیا گیا	فرخ سیر کے ہمراہیوں کو قتل کر دیا گیا۔
۱۰۵	۹	گوہر امان کے نیا بین بھی دوستانہ تعلقات قائم تھے	گوہر امان کے پاس روانہ کر دیا جو انکے فیما بین دوستانہ تعلقات قائم تھے
۱۰۷	۷	شہزادہ تحمل شاہ کی نعش بروز میجا کر دفن کر دیگئی	شہزادہ تحمل شاہ کی نعش بروز میجا کر دفن کر دیگئی۔ اور اس کے حقیقی شہزادہ مقدم شاہ و تحمل شاہ و اتالیق پچی کو بھی مہتر شاہ افضل کے لڑکوں نے قتل کرا دیا۔
۱۱۲	۲۳	اسماعیلی مذہب فروخت نہ ہوسکا۔	اسماعیلی مذہب فروغ نہ ہوسکا۔
۱۴۲	۱۵	شاہ امان الملک کے	شاہ امان الملک کے نے۔
۱۳۸	۱۳	نورہ خان دیر پر حملہ کرینگے۔	نورہ خان دیر کی حمایت کرینگے
۱۴۳	۵	انسانیت سوز استبداد کا خاتمہ کیا۔	انسانیت سوز استبداد کا مظاہرہ کیا۔
۱۴۴	۲۴	بادشاہ نے سید عبدالرحیم کو ارکاری میں اور اس کے بھائیوں کو علاقہ مستوج میں جائیدادیں عطا کیں اور عزت سے نوازا تھا۔ ان کی اولاد ابتک علاقہ خذر گلگت ونہزہ کے علاقوں میں اسماعیلیوں کے پیرو پیشوا اور امام اسماعیلیہ کی طرف سے چیف لکھی ہیں	۔یہ عبارت عزت سے نوازا تک ٹھیک ہے مگر اس کے بعد سید غلام علی شاہ حسن آباد کا ذکر تھا۔ کہ اس کی اولاد علاقہ خذر گلگت ونہزہ میں پیری کرتے ہیں۔ اور امام کی طرف سے چیف لکھی ہیں۔ (نہ کہ عبدالرحیم وغیرہ کے اولاد)
۱۴۹	۱۱	جنہوں نے مقامی باشندوں کو مغلوب کر کے ان کی	جنہوں نے مقامی باشندوں کو مغلوب کر کے انکی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
		کچھ قوموں سے تعلق رکھتے ہیں۔	کچھ زمینوں پر قبضہ کر لیا تھا اور باقی زمینوں کے بدلے ان سے مالیہ و خدمت وغیرہ لیتے تھے۔
۱۵۸	۷	اہل چترال کی جانب سے سب اپنے ساتھ لیکر شغور پہنچا۔	اہل چترال کی جانب سے بھی پورا اطمینان نہیں تھا اس لئے سب اپنے ساتھ لیکر شغور پہنچا۔
۱۶۰	۱۴	سردار نظام الملک سے شہزادہ شجاعت ملک کی نسبت نیک خیالات۔	سردار نظام الملک کے شہزادہ شجاع الملک کی نسبت خراب خیالات۔
۲۴۹	۲۷	یہ فیصلہ بورڈ نے عدلیہ کونسل کے فیصلوں پر کیا	یہ تجویز بورڈ نے عدلیہ کونسل کے فیصلوں پر کیا
۳۰۹	۲۴	لنگر مراد خان اور عبد الجہان خان حاکم ہوا ۱۹۵۰ء میں ایڈوائزری بورڈ کے ممبروں میں شریک ہوا لنگر مراد خان صوبیدار تھا۔ مجاہدین کی معیت میں اسکرود محاذ پر گیا۔ اور اپنی خدمات کے سلسلہ میں لفٹنٹ کا عہدہ پایا اور نئی تنظیم کے بعد تحصیلداری پائی۔	لنگر مراد خان حاکم ہوا اور ۱۹۵۵ء میں ایڈوائزری کونسل کے ممبروں میں شریک ہوا۔ عبد الجہان خان صوبیدار تھا۔ اسکرود محاذ میں اپنی خدمات کے سلسلہ میں لفٹنٹ کا عہدہ حاصل کیا۔ مابعد نئی تنظیم کے بعد تحصیلدار ہوا۔
۳۱۲	۴	مصنف خان زیور علم سے آراستہ تھا۔ اعلیحضرت مرحوم کی ملازمت دفتری میں داخل ہوا۔ اور ریاستی گودام کا اکاونٹنٹ ہوا۔	مصنف خان زیور علم سے آراستہ تھا۔ اعلیحضرت مرحوم کی ملازمت دفتری میں داخل ہوا اور ریاستی گودام کا اکاونٹنٹ ہوا۔
۳۱۲	۴	بتدریج ترقی کرکے کپتان کا عہدہ حاصل کیا مگر دنیا کی دلچسپی کی عادت رکھتا تھا ترقی نہ کر سکے۔ اور قید و بند سے بھی آشنا رہا۔ جب ہز ہائینس محمد ناصر الملک تخت نشین ہوئے تو عہدہ سے موقوف ہوکر گھر چلا گیا۔ پھر حج بھی کیا۔	یہ عبارت آشنا رہا تک بالکل ٹھیک ہے۔ + جب ہز ہائینس محمد ناصر الملک تخت نشین ہوئے تو ان کے عہد میں برتری پائی اور وزیر مالیہ کا عہدہ پایا۔ ہز ہائینس مظفر الملک مرحوم کے عہد میں اپنے عہدہ سے موقوف ہوکر گھر چلا گیا۔
۳۲۳	۸	شاہ کٹور اول کی اولاد سے محمد شکور و سلطان شاہ نامور لوگ تھے۔	شاہ کٹور اول کی بہن سے محمد شکور و سلطان شاہ نامور لوگ تھے۔
۳۲۷	۲۴	جنگ ناموس ...... ہز ہائینس ناصر الملک کے عہد میں	جنگ ناموس ہز ہائینس ناصر الملک کے عہد میں اختیار

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
		بڑا اعتبار پایا اور اسکو شہزادی نے جو موجودہ ہزہائینس نے جو موجودہ ہزہائینس سیف الملوک ناصر کی والدہ ہیں دودھ پلایا اور تربیت کی ۔	پایا کیونکہ وہ موجودہ ہزہائینس سیف الملوک ناصر کی والدہ کو دودھ پلایا اور تربیت کی ۔
۴۳۲	۱۲	مراد بیگ کی اولاد سے جناب نامی ایک شخص کا نام تاریخ میں بیان ہوا ہے کہ شاہ امان الملک کے عہد سے کونسل عدلیہ کا میر منشی تھا۔ پھر تحصیلداری پائی ۔	مراد بیگ کی اولاد سے جناب نامی ایک شخص کا نام تاریخ میں بیان ہوا ہے کہ شاہ امان الملک کے عہد معتبر شخص تھا۔ اختیار بیگ اس کا نواسہ ہے جو اعلیحضرت کے عہد میں کونسل کا میر منشی تھا۔ پھر تحصیلداری پائی ۔
۴۳۱	۹	اور سخاوت کا عہدہ رکھتا تھا۔	اور سخاوت نشہ و چاردہی کا عہدہ رکھتا تھا۔
۴۳۲	۲۴	حاجی خان کے بڑے لڑکے نے والد کے انتقال کے بعد ۔۔۔	حاجی خان ان کے بڑے لڑکے نے والد کے انتقال کے بعد ۔۔۔
۴۴۳	۱۷	بادشاہ کے مزاج میں تغیر آیا اور مزید اعتبار حاصل کیا ۱۹۱۶ء میں گشرہ کا انتقال ہوا۔ وہ بڑا بہادر شخص تھا۔	بادشاہ کے مزاج میں تغیر آیا اور اسے قید کر دیا گیا ۱۹۱۱ء میں گشرہ نے بادشاہ کے فرزند شہزادہ شہاب الدین خان کی تربیت کا بار اٹھایا اور مزید اعتبار حاصل کیا ۱۹۱۶ء میں گشرہ کا انتقال ہوا۔ وہ بڑا بہادر شخص تھا۔
۴۷۰	۱۲	۱۹۲۵ء میں سید جمال الدین آفندی چترال میں تشریف لائے یہ خاتون محترمہ جو ہزہائینس سر ناصر الملک مرحوم کی دختر زادی ہیں اپنی والدہ ماجدہ کی معیت میں چترال میں سکونت پذیر تھیں ۱۹۲۵ء میں جب سید جمال الدین چترال میں تشریف لائے یہ خاتون جو ہزہائینس سر ناصر الملک کی حقیقی بہن تھی ان کے عقد ازدواج منسلک کی گئی تھی۔	۱۹۲۵ء میں جب سید جمال الدین آفندی چترال میں تشریف لائے تو یہ خاتون محترمہ جو ہزہائینس سر ناصر الملک مرحوم کی حقیقی بہن تھی ان کے عقد ازدواج میں منسلک کی گئی تھی ۔ (باقی عبارت جو کتاب میں درج ہے منسوخ ہے ۔)
۴۷۰	۲۲	پہلی مرتبہ انھوں نے ایک ہندوستانی تاجر حاکم سنگھ جو لالہ ہرکشن لال کا نمائندہ تھا تجارتی تعلقات کی داغ بیل ڈالنے کی غرض سے چترال آیا۔	پہلی مرتبہ انھوں نے ایک ہندوستانی تاجر حاکم سنگھ جو لالہ ہرکشن لال کا نمائندہ تھا کیساتھ تجارتی تعلقات کی داغ بیل ڈالنے کی غرض سے چترال آیا ۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۷۱	۸	جوہر اخلاص وصلاحیت کے طلبگار فیہا ہیں	جوہر اخلاص وصلاحیت کے طلبگار تھے فیہا ہیں۔
۳۷۵	۱۰	اس کی والدہ ہنتر پہلوان خوشنو تقیہ کی بہن تھی۔	اس کی والدہ ہنتر پہلوان خوشنو تقیہ کی بہن تھی۔
۳۹۳	۱۱	ہنتر آمان الملک بن بادشاہ خوشنو تقیہ	ہنتر ملک امان بن بادشاہ خوشنو تقیہ۔
۴۱۱	۲۲	زمین بوئی شہشاد	زمین بوسی شہشاد
۴۱۲	۵	دو عالم ستیتر زیر و زبر کردم	دو عالم را ستیتر زیر و زبر کردم
۴۱۷	۴	تن دادن بکرمان	تن دادہ بکرمان
۴۱۹	۲۶	واعظ را بی صدق دل از باد واز بر میکند شاید نہ در زبانی گداتی بی نوا را	دعظ را بی صدق دل از باد واز بر میکنند ہر کہ جو ہر این جہان از سنگ فرزند میکنند۔

فہرست مضامین نئی تاریخ چترال

باب چہارم

تیرھواں باب

لفٹننٹ مرزا غلام مرتضےٰ خان مؤلف تاریخ چترال

مسٹر وزیر علی شاہ خزانچی
گورنمنٹ آفس چترال مترجم تاریخ چترال

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تمہید

عرض حال

ریاست چترال اپنے محدود رقبہ اور مختصر آبادی کے باوجود ایک مخصوص تاریخی اور جغرافیائی اہمیت کی سرزمین ہے۔ عہد قدیم میں چین اور دیگر ایشیائی ممالک کے درمیان مشہور شاہراہ اس علاقہ سے گذرتی تھی جسے سلک روٹ سے تعبیر کیا جاتا ہے اس طرح یہ خطہ ایک اہم تجارتی مرکز کا درجہ بھی رکھتا ہے اس آمد و رفت کا نتیجہ یہ تھا کہ چترال تہذیب تمدن کے لحاظ سے ہمسایہ علاقوں کے بالمقابل زیادہ تر ترقی یافتہ ہوگیا۔ اور کوہ ہندوکش و قراقرم کی وادیوں میں آباد قوم و قبائل کے لئے تہذیب و تمدن کا نمونہ اور رشد و ہدایت کا اہم مرکز بنا رہا۔ مرور انقلابات و ایام گوناگوں کے باوجود اب بھی یہ مرتبہ حاصل ہے۔

انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں جبکہ ہندوستان اور برِاعظم ایشیا میں برطانوی اقتدار اپنے انتہائی عروج پر گامزن تھا تو برطانوی سیاست دانوں اور فوجی ماہرین نے دفاعی نقطۂ نگاہ سے چترال کی اہمیت کو پوری طرح جانچ لیا اور اپنی شہرۂ آفاق ڈپلومیسی کو کام میں لا کر ریاست کے حکمران مہتر امان الملک سے دوستانہ روابط قائم کرلینے میں کامیاب ہوگئے اور ریاست کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ اس طرح جنوبی ایشیا کی جانب زار روس کے بڑھتے ہوئے اقتدار کا مکمل سدباب ہوگیا۔

ریاست چترال جسے برطانوی سیاست دان برٹش امپائر کا پہلا حفاظتی قلعہ کہتے تھے۔ اب بھی قیام پاکستان کے بعد یہی اہمیت رکھتی ہے۔ موجودہ عالمی سیاسیات اور بین الاقوامی معاملات میں پاکستان نے جو راستہ اختیار کیا ہے اسکی روشنی میں چترال [illegible] دنیا کا اہم ترین خطہ ہے

ریاست چترال دفاعی حیثیت اور جغرافیائی اہمیت کے علاوہ اپنے قدرتی مناظر، سدا بہار ذخائر اور کثرت جنگلات سے معتدل آب و ہوا کے لحاظ سے پاکستان کا دلچسپ ترین خطہ ہے۔ چنانچہ ہر سال ہزاروں پاکستانی اور غیر ملکی سیاح اس ملک کی سیاحت سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

(۲) مگر باوجود اس شہرت و خصوصیات کے اور قدیم اہمیت و جدید حیثیت کے تاریخی حالات سے محجوب و مستتر تھا اگرچہ انیسویں صدی عیسوی میں اس ملک میں مستند اہل قلم موجود تھے لیکن انہوں نے شعر و شاعری اور مذہبی تصانیف کے علاوہ تاریخ سے سروکار نہیں رکھا۔ صرف وہ ایک فاضل ہستی تھے جو مولانا محمد سیرؔ کے نام سے بلند پایہ شاعر تھے جنہوں نے ایک شاہنامہ لکھا ہے جو قریبی زمانہ کے حکمرانوں کے مذہبی حالات سے روشناس کرتا ہے مگر یہاں کے قدیم تاریخی حالات اور بعد کے واقعات سے تاریخ کے ذرائع ناپید تھے۔

(۱) مرحبا از غیب آید و کارے کند کے مصداق بیسویں صدی میں تاریخ لکھنے کا بیڑا ایک ایسی عظیم شخصیت نے

اٹھایا جو مرزا محمد غفران کے نام سے متعارف ہیں۔ انہوں نے مذہبی و ادبی تعلیم پشاور میں حاصل کرنے کے بعد حکمران وقت مہتر امان الملک کے حکم سے اپنے وطن چترال واپس آکر ان کے دربار میں دبیری و منشیری کی ذمہ داری قبول کی اور مہتر افضل الملک کے عہد میں ان کے ایماء سے تاریخ چترال لکھنے پر مامور ہوئے چنانچہ ۱۸۹۳ء میں مہتر نظام الملک کے عہد میں ایک مختصر تاریخ مرتب ہوئی جو موجودہ خاندان کے شاہی کے حالات اور واقعات سے مملو تھا۔ چنانچہ اس کی ایک نقل سرکار انگلشیہ کے حکام کے پاس گلگت پہنچائی گئی۔

(۵) جب مہتر سر شجاع الملک مرحوم تخت نشین ہوئے تو ان کے فرمان سے مصنف نے دوسری جامع تاریخ لکھی اور موجودہ تاریخ چترال اسی کی بنیاد پر ہی قائم ہے مگر پھر بھی اسکے بعض حوالہ جات اور قدیم حالات کے ماخذ تشنۂ تحقیق تھے

(۶) جب ہز ہائینس سر محمد ناصر الملک مرحوم تخت نشین ہوئے تو ۱۹۳۶ء میں کمترین کی التماس پر اس کی مزید ترمیم و اصلاح پر بذات خود راغب ہو کر مصروف ہوئے چنانچہ اپنے خاندان کے عہد حکمرانی سے پہلے کی تاریخ پر تشریح کا آغاز کیا اور مغربی زبان کی کتابوں سے یہاں کے قدیم حالات کا مزید انکشاف کیا اور ان پرانی تصانیف میں جو سکندر اعظم اور دوسرے بادشاہوں کے زمانوں میں مورخین نے قلمبند کی ہیں اور جن پر اس ملک پر کہیں نہ کہیں مختصر روشنی ڈالی گئی ہے اقتباس کر کے اسمیں مدغم کیا اور ریاست کے جغرافیہ میں بھی از سر نو ترمیم کی۔ مگر تقدیر کو کچھ اور منظور تھا چنانچہ مسودہ ابھی پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا تھا کہ آپ ناگہانی طور پر اس دنیائے ناپائیدار سے رحلت فرما گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ اہم کام ناتمام رہ گیا۔

(۷) گیارہ سال کی خاموشی کے بعد مجھے جرأت ہوئی کہ اپنے والد بزرگوار کی زندگی کی کاوشوں کے گرانمایہ سرمایہ اور ہز ہائی نس سر ناصر الملک مرحوم کے تا بمقدور اضافہ معلومات کی کتاب کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دوں تاکہ یادگار رہے چنانچہ باقیماندہ تاریخی حالات ۱۹۳۰ء سے ۱۹۵۴ء تک کو اسمیں شامل کیا۔ چونکہ مسودہ فارسی زبان میں تھا اور فارسی زبان عوام پاکستان کے لئے عام فہم نہیں تھا۔ چنانچہ محب وطن مسٹر وزیر علی شاہ گورنمنٹ خزانچی کی ہمت اور حوصلہ افزائی شامل حال ہوئی اور انہوں نے خود اس کا ترجمہ کرنیکا بیڑا اٹھایا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس تاریخ سے روشناس کیا کیا جائے۔ جوئندہ یابندہ کے مصداق انہوں نے ڈیڑھ سال کی محنت و کوشش سے اس کام کو مکمل کر لیا بلکہ اضافہ معلومات سے بھی مستفید فرمایا۔

مگر اس کا ترجمہ ادیبانہ نقطۂ نگاہ سے اہل فن کا محتاج تھا۔ مسٹر رضا احمد رضوی بدایونی کی خدمت میں بھیجا جو اس وقت دروش چھاؤنی میں انجینئیرنگ محکمہ کے انچارج اور اہل زبان ادیب ہیں۔ انہوں نے انتہائی مہربانی سے اسکے بعض حصوں کو اپنی نظر ثانی اور تصحیح سے شرف بخشا۔ مابعد آزاد کشمیر کے ادیب فاضل سید غلام حسن شاہ کاظمی افسر تعلقات عامہ منگلا ڈیم پروجیکٹ میرپور نے از راہ اخوت قدیمانہ مسودہ اپنے پاس منگوا کر ابواب و عنوانات نیز بعض حوالہ جات پر روشنی ڈالکر ہماری رہنمائی فرمائی۔ ہیں ان دونوں حضرات کا ان کی بے لوث علمی و ادبی خدمات کیلئے شکر گزار بلکہ انہوں نے اپنے مکتوبات میں اس ناچیز بندہ کی ہمت اور قومی خدمت نیز تاریخ کی جامعیت و افادیت پر جن الفاظ

سے تحسین و تعریف فرمائے ہیں۔ انکی قدر دانی کے لئے بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

(۵) تاریخ چترال کے موضوع پر متعدد کتابیں انگریزی و اردو میں بھی موجود ہوں گی جو غیر ملکی مصنفین نے لکھی ہیں جنہیں اغراض و مقاصد کے پیش نظر نکتہ چینی اور قیاس آرائیاں بھی ہیں۔ مگر تاریخی واقعات کے حوالوں میں وہ اس تاریخ کے خوشہ چین ہیں۔ عہد موجودہ کے بعض فضلائے وطن کو اگرچہ یہ تاریخ مرغوب و خاطر خواہ نہیں مگر پھر بھی وطن عزیز اور قوم کی یاد میں تحفہ ہے۔ ایک یادگاری بنیاد ہے کہ جس کی روشنی میں دوسری بہتر تاریخ لکھنے میں کامیاب ہونگے۔

عزیزان وطن سے پوشیدہ نہ ہوگا۔ کہ ریاست قاشقار درحاصل کاشغر خورد سے مشتق ہے قدیم سے شخصی حکومت کی مرکز رہی ہے اور اس شخصی حکومت کے طرز و قوانین ہمسایہ ممالک کی طرح پرانی تہذیب پر جاری تھے۔ ممکن ہے کہ عہد موجودہ کے بعض فضلاء طرز جمہوری کی روشنی میں اپنے قدیم کے بعض دساتیر سے نفور رکھتے ہوں۔ مگر مصنف تاریخ نے اپنی وسعت نظر اور جمیع معلومات کے نتائج اپنی پرانی تہذیب کے جامہ میں پیش کیا ہے جیسے قوم، وطن اور حکمرانوں کے اوقات درج ہیں۔ علاوہ اس تاریخ چترال کے انہوں نے باقی ہمسایہ ممالک و قبائلی علاقوں جیسے دیر سوات باشقار کوہستانات داریل و تانگیر اور یاغستان موجودہ نورستان وغیرہ شامل ہیں۔ وہاں کے متعدد موضوعات پر قلم اٹھایا ہے اور بعض حکمران خاندانوں کے شجرہ انساب پر روشنی ڈالی ہے اور قدیم والیان بدخشاں کا تذکرہ بھی منکشف کیا ہے مگر چونکہ تاریخ چترال سے وہ نسبت نہیں رکھتے اس لئے انکا ذخیرہ علیحدہ محفوظ ہے تاکہ حسب موقع وہ علیحدہ کتاب کی شکل میں شائع ہوسکیں۔

(۶) تاریخ چترال کی طباعت کا مسئلہ عرصہ چند سال سے معرض التوا میں تھا۔ اور سرپرستی کی محرومی سے اس کی کامیابی مسدود تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس دور میں بھی آل تیموریہ چترال کے خاندان میں فیاض ہاتھوں کا وجود باقی تھا کہ اپنے خاندان اور ملک کی تاریخ کی دستگیری میں ہاتھ بڑھا ہیں۔ چنانچہ رفیع المنزلت الحاج خان بہادر مہتر جو دلدام خان سابق وزیر اعظم ریاست نے اس کی طباعت کے اخراجات گراں اپنے ذاتی ایثار سے قبول فرمائے ہیں۔ علاوہ ازیں ہز ہائینس سیف الملک ناصر والی مرحوم والا تبار نے بھی ایک معقول رقم اپنے ذاتی اخراجات سے تاریخ کے لئے عطا فرمائی ہے۔ خاندان شاہی کے دیگر شہزادگان والا تبار اور شرفائے ملک نے اپنی اپنی تصاویر اس میں شامل کرنے کی خواہش فرمائی ہے۔ انہوں نے نقد ور کے اخراجات خود برداشت کئے ہیں

دنیا کو معلوم ہے کہ جس قوم کی تاریخ نہیں۔ ان کی یاد بھی باقی نہیں لہذا جن حضرات نے اس تاریخ کی بقا پر دلچسپی ظاہر فرمائی ہے بحیثیت قوم و وطن کی لازوال قائم کر دی اور جنہوں نے اغماض فرمائے ہیں۔ قوم و وطن کی یاد سے غافل ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

آخر میں تمنا ہے کہ یہ ناچیز خادم قوم و وطن نے عمر مستعار کے لمحات اس کام کے نذر کئے جو سرزمین چترال کی یادگار ہے۔ ہر کے صاحب سے درگذر کر کے دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔ والسلام۔ فقط

مورخہ یکم نومبر
سنہ ۱۹۶۲ء

خادم قوم و وطن
غلام مرتضیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

باب اول

مختصر جغرافیہ و طبعی حالات چترال

ریاست چترال عبارت ہے اس وادیٔ دریائے کنڑ کے شمالی حصہ سے جو حدود افغانستان سے باہر پڑا ہے

وجہ تسمیہ زمانہ قدیم میں اس علاقہ کو کاشغر یا قاشقار کہا جاتا تھا جیسا کہ محمد بابر بادشاہ نے تزک بابری میں اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الابرار میں اور شیخ ابوالفضل نے اکبر نامہ و آئین اکبری میں ذکر کیا ہے۔ آجکل بھی باجوڑ، سوات اور پشاور وغیرہ علاقوں کے لوگ اسے قاشقار کہتے ہیں۔ کاشغر ترکستان اور اس ملک میں فرق یہ تھا کہ کاشغر ترکستان کو بڑا کاشغر اور اس ملک کو چھوٹا کاشغر کہا جاتا تھا۔ خود اس علاقہ کے لوگ اس علاقہ کے لوگ اپنے ملک کو "کہوستان" یعنی اقوام کہو کی سرزمین کہتے تھے۔

یہ قوم اس ملک میں قدیم زمانے سے بستی چلی آئی ہے جس کا تذکرہ شاہنشاہ سکندر اعظم کے زمانے کی اکثر تصانیف میں جابجا ملتا ہے نیز تمام مصنفین نے اس ملک کو کہوستان کے نام سے موسوم کیا ہے زمانہ قدیم کے بعض مورخین نے اس ملک کو بلور کا نام بھی دیا ہے اور کرغز لوگ اب بھی اس ملک کو "بلور" کہتے ہیں۔ تانگیر کے لوگ اس ملک کو "کوئیکے" اور باشندوں کو کوگ کہتے ہیں نورستان کے باشندے اس ملک کے لوگوں کو شگل و منل کہتے ہیں۔ کسی زمانہ میں اسے گلگان بھی کہا جاتا تھا۔ اب بھی دریائے چترال جب پشاور کے حدود میں داخل ہوتا ہے اسے دریائے ناگمان کہا جاتا ہے۔ گذشتہ دو سو سال سے اس علاقہ کو چترال کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے البتہ دیگر علاقہ کے لوگ (دراصل) کی بجائے نام استعمال کرکے تمام علاقہ کو چترال اور یہاں کے باشندوں کو چترالی کہتے ہیں۔

حدود اربعہ اور طبعی حالات

مشرق میں گلگت اور ریاست سوات کے کوہستانی علاقے باشقار وغیرہ۔

مغرب میں زیباک و نورستان یعنی باشگل افغانستان کے علاقے۔

شمال میں وخان و شکاشم افغانستان کے علاقے۔

جنوب میں گبرونگ اور ریاست دیر و باجوڑ کے علاقے۔

یہ ملک چند وادیوں پر مشتمل ہے۔ جو پہاڑوں کے درمیان واقع ہیں اور چھوٹے چھوٹے نالوں کے پانی سے سیراب ہوتے ہیں۔ چترال کی سب سے اہم وادی یارخون کے درہ بروغیل سے شروع ہو کر جنوب میں ارندو تک افغانستان کی سرحد پر پہنچی ہے اور اس کی لمبائی دو سو پینتیس میل ہے اور عرض البلاد گرم ہند پہاڑوں کے سبب مختلف ہے مگر اب موجودہ ریاست پانچ ہزار مربع میل باقی رہ گئی ہے ۱۸۹۵ء سے قبل گلگت ایجنسی کے کچھ علاقے یعنی۔ غذر۔ کوہ اشکومن اور جنوب میں زرست سے چلم تک یعنی زرست۔ سالار۔ بیرکوٹ۔ لیسپنگر۔ نوغدہ۔ بیلم اور بیلم کے مغرب میں لوائے چترائے۔ وادیاں بھی اس ریاست میں شامل تھے۔ مگر بعد میں علیحدہ ہو گئے۔

اہم وادیاں جو مختلف مقامات میں دریائے چترال پر گرتی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

ارندو، دمیڑ، اشرت۔ ارسون، بیوڑی، جنجرت کوہ، شیشی کوہ، بریر، ایون، چترال۔ دروخندرہ، گولین کوہ، اویر۔ تریچ، تورکہو، لاسپور، یارخون وغیرہ۔

مشہور چوٹیاں :۔ تمام ملک پہاڑی ہے اور بیشتر علاقہ سطح سمندر سے چار ہزار فٹ بلند ہے کوہ ہندوکش کے خوفناک سلسلے چترال کو افغانستان سے اور کوہ ہندوراج دیرو گلگت اور باشقر سے جدا کرتے ہیں یہ پہاڑ برف اور یخ سے ڈھکے ہیں چترالی زبان میں شایوقر یعنی کالا یخبند کہا جاتا ہے تمام سال ڈھکے رہتے ہیں۔

نمبر شمار	مشہور چوٹیاں	بلندی	جائے وقوع
۱	ترچ میر	۲۵۲۰۰ فٹ	خاص چترال سے چالیس میل دور شمال میں واقع ہے اور ہمیشہ برف سے مستور ہے
۲	سدا ستراغ	۲۴۵۰۰ "	ارکاری میں سدا ستراغ درے کے نزدیک واقع ہے۔
۳	پال	۲۱۵۰۰ "	مابین مستوغر و مستوج
۴	دون	۲۰۸۰۰ "	ترچ میر کے نزدیک
۵	دشتم	۲۱۰۰۰ "	علاقہ یارخون میں
۶	داسپور	۲۱۴۰۹ "	دارکہبت واقع یارخون کے نزدیک۔

مشہور درے :۔ ان پہاڑی سلسلوں کے درمیان متعدد تنگ درے واقع ہیں جو چترال کو دوسرے علاقوں گلگت وخان، بدخشان، نورستان، دیر، اسمار اور باشقر کوہستان سے ملاتے ہیں۔ ان دروں نے چترال کی تاریخ پر نمایاں اثر ڈالا ہے کیونکہ انہی دروں کے ذریعہ بیرونی حملہ آور یکے بعد دیگرے اس ملک میں داخل ہوتے رہے اور یہاں حکومت کی ہے جس کی وجہ سے حملہ آوروں اور یہاں کے باشندوں کو آپس میں ملنے جلنے کے مواقع ملتے رہے اور ان کے باہمی اختلاط ہی کی وجہ سے یہاں کی تہذیب اور تمدن پر بہت بڑا اثر پڑا ہے۔
مشہور درے ان کی سطح سمندر سے بلندی اور محل وقوع درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	درّے	بلندی بحساب فٹ	جائے وقوع
۱	شندور	۱۲۲۵۰ فٹ	مستوج اور غذر کے درمیان واقع ہے سال میں ایک ماہ سوار کے لئے بند رہتا ہے۔ پیادہ کے لئے ہمیشہ آزاد ہے۔
۲	چپرکہان	۱۴۵۰۰ "	مستوج اور غذر کے درمیان واقع ہے سردیوں میں چار ماہ بند رہتا ہے
۳	طوئی	۱۴۷۰۰ "	مابین یارخون و یاسین۔ سال میں پانچ ماہ بند رہتا ہے۔
۴	دارکوت	۱۵۰۰۰ "	مابین یارخون و یاسین۔ سال میں چھ ماہ بند رہتا ہے۔
۵	بروغیل	۱۲۴۶۰ "	مابین یارخون و وخان۔ سال بھر آزاد ہے۔
۶	کان خون	۱۲۸۰۰ "	مابین یارخون و وخان۔ سال میں نو ماہ آزاد رہتا ہے۔
۷	اوجہیل	۱۸۴۱۰ "	مابین ریچ و وخان۔ سال میں دو ماہ کھلا رہتا ہے۔
۸	کھوتن	۱۸۶۰۰ "	مابین ریچ و وخان۔ سال میں صرف ایک ماہ کھلا رہتا ہے۔
۹	سداسترغ ندہ	۱۸۹۰۰ "	مابین ارکاری و بدخشان۔ سال میں دو ماہ آزاد رہتا ہے۔
۱۰	شاجنالی	۱۴۷۰۰ "	مابین تریچ و یارخون۔ سال میں پانچ ماہ کھلا رہتا ہے۔
۱۱	نقصان	۱۶۵۶۰ "	مابین ارکاری و بدخشاں۔ سال میں چار ماہ بند رہتا ہے۔
۱۲	خطنترہ	۱۷۵۰۰ "	مابین ارکاری و بدخشان۔ سوار کیلئے چار ماہ بند رہتا ہے پیادہ کیلئے ہمیشہ آزاد ہے
۱۳	دوراہ	۱۴۸۰۰ "	مابین لنکوہ و بدخشان۔ سال میں تین ماہ بند رہتا ہے۔
۱۴	لاوری	۱۰۲۰۰ "	مابین چترال و دیر۔ سال میں چار ماہ سوار کے لئے بند رہتا ہے پیادہ آزاد ہے۔

دریا اور ندیاں اس ملک کا اہم دریا دریائے چترال ہے جسے دریائے کنٹر بھی کہا جاتا ہے یہ بروغیل کے نزدیک یخبند پہاڑوں سے نکلتا ہے اور یارخون، مستوج، کوہ، چترال، دروش اور ارندو کی وادیوں میں سے گذرتا ہوا افغانستان کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔

لاسپور، کہو، آدیر، گولین، علاقہ غذر، چترال، دومنی، جنجوٹ، بروز، ایون، بریشیش کوہ، جنجرت کوہ، بوڑی، ارسون، اشرت، دمیڑ اور ارندو کی ندیاں اس میں گرتی ہیں ان ہی چھوٹی چھوٹی ندیوں سے نہریں نکال کر قرب وجوار کے علاقوں کو سیراب کیا جاتا ہے بعض جگہ چشموں کا پانی بھی زراعت اور پینے کے کام میں لایا جاتا ہے گرمیوں میں ان ندیوں میں اکثر سیلاب آتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے ملحقہ علاقوں کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔

جھیلیں اس ملک میں دو بڑی جھیلیں ہیں ایک شندور ہے اسکی لمبائی ڈھائی میل اور عرض ایک میل ہے سردیوں میں جم جاتی ہے اور اس پر آمد و رفت ہوتی ہے اس تالاب کی گہرائی کسی طرف نہیں ہے ساکن ہے دوسری جھیل

قرمبر ہے یہ خون بروغیل میں واقع ہے جو شندور سے بھی بڑی ہے اور اس کا پانی اشقومن کے نالہ میں گرتا ہے۔ تیسری بہت بڑی جھیل بانگ کی جو اب خشک ہو چکی ہے بروغیل میں واقع تھی۔ یہ بانگ ایک وحشت انگیز جھیل تھی جس سے ہر سال خوف رہتا تھا کہ جب برف پگھلے اس میں گر کر بند کھل جائے سیلاب عظیم کا خطرہ رہتا تھا۔ چنانچہ ۱۹۰۸ء میں اس جھیل نے اپنی پوری طغیانی کے ساتھ چترال کی حدود میں سخت خوف و ہراس پھیلا دیا تھا۔ کہ خیر ہوئی کہ سیلاب نہ آیا اور بند بتدریج کھل گیا۔

آب و ہوا اس ملک کی آب و ہوا سرد و خشک ہے بارش سال بھر میں تقریباً ۲۱ انچ سے کم ہوتی ہے اور زیادہ تر برف موسم سرما کے آخری چند مہینوں میں۔ گرمیوں کا موسم اکثر خشک رہتا ہے البتہ جنوبی حصوں میں جولائی اگست کے مہینوں میں بحیرہ عرب سے اٹھی ہوئی ہوائیں کوہستان اشقرو و ہندوراج کے پہاڑوں سے ٹکرا کر معمولی بارش کا سبب بن جاتی ہیں اس وجہ سے ریاست کے جنوبی حصوں میں پہاڑیاں سرسبز اور جنگلات سے آباد ہیں۔ جوں جوں شمال کی طرف جائیں۔ بارش کی مقدار کم ہوتی جاتی ہے اور پہاڑ بھی شجر اور سبزہ سے خالی پائے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ انتہائی شمالی علاقوں میں صرف گھاس کے میدان ہیں اور جلانے کی لکڑی تک نایاب ہے۔ لوگ کانٹے دار جھاڑیاں اور پھلدار درخت استعمال کرتے ہیں۔

زراعت کے لئے پہاڑی ندیوں سے انتہائی محنت و مشقت کرنے کے بعد دور دراز فاصلوں سے نہریں نکالی گئی ہیں اس کے علاوہ چشموں کا پانی بھی جہاں موجود ہو استعمال کرتے ہیں شمالی علاقوں میں خصوصاً موڑکھو اور تورکھو میں پانی کی قلت ہے جنوبی حصوں میں پانی کافی ہے اور بارش حسب موقع ہونے کی وجہ سے لوگ بارانی کاشت بھی کرتے ہیں۔ سردیوں میں خوب برف پڑتی ہے مارچ اپریل تک عموماً بارش بھی ہوتی رہتی ہے دسمبر سے فروری تک سخت سردی پڑتی ہے پانی جم جاتا ہے۔ گرمیوں کا موسم عموماً خوشگوار رہتا ہے۔ چترال بہار کے موسم میں دلکش ترین مقام ہے دو سو سال اس سے پہلے چترال کے مشہور شاعر اتالیق محمد شکور نے بہار کی تعریف میں بہت سے اشعار لکھے تھے جنمیں سے چند شعر یہاں ہدیۂ ناظرین ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم سے خاص چترال پھول و بلبل اور چنار کی کثرت سے مشہور تھا اور محمد شکور اتالیق شاہ سنگین علی کے ساتھ ۱۲۳۳ء میں مغل شہنشاہ سے امداد حاصل کرنے کے سلسلے میں ہندوستان بھی گیا تھا۔ اس لئے وہ لکھتا ہے کہ ؎

مسافر گشتہ دیدم شہر بسیار — ندیدم ہیچ جائے مثل چترار
بہارش پر گل و گلزار باشد — ز گل خوشبو در و دیوار باشد
در ہر پیرزن نخل چناری است — بزیر ہر چناری جوئباری است
بہ شاخ ہر گل بلبل نشستہ — ز صوت خوش ہمہ از خویش رفتہ
ہمہ شام و سحر غوغائے مرغاں — بود اکثر صدائے عندلیباں

پیداوار ملک کی عام پیداوار گندم، جو، مکا، چاول، ادو، ماش، باجرہ، چنا، اور تن وغیرہ ہیں۔ ملک کی اپنی پیداوار باشندوں کے ضروریات کے لئے جنوبی علاقوں میں ایک حد تک کافی ہوتی ہے۔ مگر شمالی علاقوں میں اس کے برعکس ہے کیونکہ بعض جگہوں میں سال میں ایک فصل ہوتی ہے اور وہ بھی خراب ہونے کی صورت میں لوگوں کو قحط سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پشاور و دیر وغیرہ سے بھی غلہ درآمد کیا جاتا ہے

میوے

چترال کے میوے مشہور ہیں اور نہ صرف کثرت سے ہوتے ہیں بلکہ مختلف اور اعلیٰ قسم کے بھی ہوتے ہیں۔ انگور دروش سے مولکھو اور مستوج تک بکثرت ہیں۔ زردالو۔ انار۔ توت۔ بیدانہ و شہتوت۔ انجیر۔ املی۔ سیب ناشپاتی۔ تربوز۔ خربوزہ اعلیٰ قسم کے اور کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ ہر امیر و غریب کے اپنے باغات ہیں جنہیں طرح طرح کے میوے دار درخت لگے ہوئے ہیں چونکہ ان کی برآمد کا کوئی خاص ذریعہ نہیں ہے اس لئے یہ کافی سستے ملتے ہیں میووں کو سکھا کر سردیوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اوپر کے زردالو بہت مشہور ہیں اس لئے ان کو سکھا کر بازار میں فروخت کرتے ہیں انگور اور توت کا عرق اور شربت بھی بناتے ہیں انگور کلاؤ بنتا ہے جو بہترین غذا ہے۔

مواشی

ملک پہاڑی ہونے کے باوجود کم ہیں جو ہیں وہ سبزہ اور چراگاہوں کی قلت کی وجہ سے پست قد ہوتے ہیں۔ گائے۔ بیل۔ بھیڑ۔ بکریاں ہر جگہ پالی جاتی ہیں شمالی علاقوں میں خشکاؤ اور دنبے بھی پالے جاتے ہیں۔ دنبوں اور بھیڑوں کی اون سے گرم پٹی۔ چوغے۔ شوقے۔ بنیان۔ جراب۔ دستانے وغیرہ بنائے جاتے ہیں اور بکریوں کے بال سے فرش قالین۔ رسے بنائے جاتے ہیں۔ کھال پاؤں میں پہننے۔ غلہ بھرنے وغیرہ کاموں میں لائی جاتی ہے دودھ سے گھی۔ پنیر وغیرہ بنایا جاتا ہے۔

جنگلات

چترال کے جنوبی علاقے جنگلات سے پر ہیں۔ مگر بیرونی دنیا کے ساتھ رسل و رسائل کے ذرائع محدود ہونے کی وجہ سے ان سے پورا پورا فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔ عہد شاہ امان الملک مرحوم کے دوران میں جنگلات کی تجارت سے سالانہ ایک لاکھ روپیہ کی آمدنی ہوتی تھی۔ جب امیر افغانستان نے تجارتی لکڑی کو دریائے چترال میں بہا لے جانے پر پابندی عائد کی۔ یہ تجارت بند ہوئی۔ مگر گذشتہ چند سالوں سے ان جنگلات کی تجارتی لکڑیاں براہ دیر پشاور وغیرہ کو برآمد کی جا رہی ہیں۔ دیودار درختوں کے علاوہ جنوبی علاقوں میں بلوط بھی بکثرت ہیں جو جلانے کے کام آتی ہے اور بکریوں کی خوراک ہے

جنگل کے جانور اور درندے

پہاڑوں پر مارخور، توشنو، ہرن وغیرہ جانور ملتے ہیں جن کا شکار کیا جاتا ہے اور ہرن کی ایک قسم روز بھی ہے جس کی ناف سے مشک ملتا ہے مارخور جنوبی جنگلوں میں ارندو سے شغور اور بونی تک پایا جاتا ہے اور توشنو لٹکوہ ارکاری مولکھو و تورکھو، مستوج اور یارخون میں ملتے ہیں خرگوش سارے علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ اور جنگلی درندوں میں چیتا، ریچھ، بھیڑیا، کوک، دیوشن اور دوسرے قسم کے جانور مثلاً خفک، شغال، شوہ، لومڑی وغیرہ بھی ہیں۔

پرندے

اس ملک کے جنگلی پرندے شہباز، بحرہ، شنقار، چرخ، باشہ مشہور ہیں۔ یہ شکاری پرندے نہ صرف اس ملک میں استعمال ہوتے ہیں بلکہ دیر سوات اور پشاور کے علاقوں میں لیجا کر فروخت کئے جاتے ہیں۔ مرغ زریں جنوبی علاقوں میں پائے جاتے ہیں جن کی کھال عجیب خوبصورت ہوتی ہے چکور، کبوتر، فاختہ، ہدہد، بودنہ، صعوہ، تاگ، کنجشک یہ سب اس ملک میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ یہاں کا ایک پرندہ لومڑی بھی ہے جو درختوں میں اُلٹی چڑھتی ہے جس کی شہرت سن کر امیر عبدالرحمٰن خان مرحوم والیٔ کابل نے یہاں کے والی چترال ہز ہائینس امان الملک سے منگایا تھا

وہ بھیجے مگر زندہ وہاں نہ پہونچ سکے۔

معدنیات

اس سے چترال کا سارا علاقہ بھرا پڑا ہے اس ملک میں لوہا۔ تانبا۔ سیسہ۔ ہڑتال۔ سنگ مرمر۔ وجود سلفر مائیکا۔ ہیرے اور دیگر قیمتی پتھروں کی موجودگی کا بھی ماہرین کو یقین ہے ۱۹۳۰ء میں نیبر توڑ کے علاقہ میں انٹی منی بھی پائی گئی جس کی کان کنی میں ایک ہندوستانی کمپنی پہلے کام کرتی تھی۔ اب پاک انڈسٹریل لمیٹڈ یہاں کام کر رہی ہے

علاقہ تورکہو میں ہڑتال کی کانوں میں بہت قدیم سے کام ہوتا رہا ہے لیکن تا حال معمولی پیمانہ پر ہوتی ہے دریائے چترال سے سونے کے ذرات بھی لوگ نکالتے ہیں۔ ایٹم بم کے ذرات ریڈیو ایکٹیو منرل بھی یہاں پائی جاتی ہے مگر بیرونی ملکوں سے رسل و رسائل کے ذرائع محدود ہونے کی وجہ اب تک کان کنی معدنیات پر پوری توجہ نہیں دی جا سکی ہے۔

صنعت وحرفت

چترال ایک زراعتی ملک ہے اگرچہ زمین زیادہ زرخیز نہیں ہے مگر پھر بھی اس ملک کے بیشتر باشندوں کا ذریعہ معاش کاشتکاری ہے۔ چونکہ یہاں کوئی بڑی صنعت نہیں پائی جاتی لہذا دوسری پسماندہ اقوام کی طرح یہاں کے باشندے بھی اپنے پہننے اور روزمرہ کے استعمال کی دیگر اشیاء خود تیار کرتے ہیں مثلاً بھیڑوں کی اون سے گرم کپڑا۔ فرشی قالین۔ جراب۔ دستانے۔ بغاق وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ بکری کے بالوں سے مضبوط فرشی قالین جسے پلاس کہتے ہیں تیار کئے جاتے ہیں۔ کھالوں سے پاؤں میں پہننے کے جوتے [illegible] بناتے ہیں موجودہ زمانہ میں یہاں صنعت وحرفت میں کافی ترقی کی گئی۔ اور ملک کی ضروریات کو پورا کرنے کے بعد ہزاروں گز اونی پٹی پشاور کے علاقوں کو بھی بھیجی جاتی ہے جس سے کافی آمدن ہوتی ہے۔ پہلے تورکہو اور موڑکہو کی بنی ہوئی اونی پٹیاں مشہور تھیں اب شکوہ کے علاقہ میں سوغ مقام کی بنی ہوئی پٹیاں زیادہ مقبول ہیں۔

اونی پٹی سے چوغے اور شوقے ٹوپیاں وغیرہ بنا کر باہر بھیجے جاتے ہیں چوغوں پر چیرہ کاری کی جاتی ہے اس کے علاوہ ریشم کاری اور سوزن کاری کا کام اس ملک کی خصوصیت ہے جو کشمیر سے کسی طرح بھی کم نہیں۔ البتہ مارکیٹ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی قدر کم ہے گلکاری کئے ہوئے اور سادہ قالین اور بھیڑوں کے بالوں سے بنائے ہوئے پلاس سستے اور پائیدار ہوتے ہیں دیودار۔ اخروٹ اور بلوط کے درخت چونکہ یہاں بکثرت ہیں اس لئے ان کی لکڑی سے اعلیٰ قسم کے فرنیچر بنائے جاتے ہیں۔ اور عمارتیں بنانے میں کام آتے ہیں۔

ریاست چترال کی علاقہ وار تقسیم

۱۸۹۵ء سے پہلے ریاست چترال گلگت سے لیکر اسمار اور موجودہ نورستان یعنی استورگسل کا مدلیش و مندوگل و علاقہ لٹ رہ احمد دیوانہ تک پھیلی ہوئی تھی۔ مگر رفتہ رفتہ انگریزی دور میں یہ ریاست شندور سے ارندو ولاوی تک محدود ہوگئی۔ موجودہ چترال چھ علاقوں میں منقسم ہے جو حسب ذیل ہیں اور شروع جنوب سے کیا جاتا ہے۔

۱۔ علاقہ دروش

یہ علاقہ ارندو اور دیر کے سرحدی درہ لاوری سے گہیرت تک پھیلی ہوئی ہے اسمیں حسب ذیل دیہات ہیں

۱۔ ارندو۔ آباد وادی ہے سرحدی علاقہ ہونے کی وجہ سے فوجی اہمیت رکھتا ہے دریائے چترال اس علاقہ کے عین وسط سے گذر کر افغانستان میں داخل ہوتا ہے۔ ارندو اور ڈوک عالم کے مابین رود ارندو واقع ہے اور اس رود کے اندر دونوں جانب چترال کی ملکیت ہے اور ڈوک عالم آخری مقام ہے جسکا نصف حصہ علاقہ افغانستان میں داخل ہے اور باقی نصف حصہ چترال کی حدود میں شامل ہے۔

۲۔ رام رام، کامسے، چیٹر بیٹ:۔ رود ارندو کے اندر واقع ہیں اور اس ندی کے اوپر پہاڑ ہیں۔ ایک وہ عجیب تجیل ہے جسکو ہندو لوگ متبرک سمجھتے ہیں اور تیرتھ کہتے ہیں۔

ارندو کے لوگ گبری زبان میں تکلم کرتے ہیں اور گبرو قوم یہاں کے قدیمی باشندے ہیں اس لئے اس علاقہ کو گبرونگ یعنی وطن قوم گبرو بھی کہتے ہیں ارندو گول کے لوگ گوجر اور افغانوں سے مختلط ہیں اور وہ اپنی اپنی زبانوں میں تکلم کرتے ہیں

ارندو لٹ میں ریاستی زمین نئی آباد ہے جسمیں نارنج ترنج کا باغ بسایا گیا ہے۔ گارو یہاں کا مشہور میوہ ہے۔ ارندو کے کمبل مشہور ہیں۔ ارندو سے ایک راستہ ڈڑڈوڑی مقام سے دیر کی طرف اور ایک راستہ گوندوڑ مقام سے لاویدی کشی تن مقام سے ومیٹر کی طرف پہاڑوں کے اوپر آزاد ہیں اور یہاں وسیع چراگاہیں ہیں۔

۳۔ لنگر بٹ:۔ ارندو سے شمال کی طرف چترال کے بائیں طرف چھوٹا سا گاؤں ہے اور یہاں کے باشندے بانسگلی زبان بولتے ہیں

۴۔ اکرونی:۔ یہاں کے لوگ گوجر قوم سے ہیں۔

۵۔ دمیلشا:۔ دریا کے بائیں طرف واقع ہے اس وادی کے اندر دمیٹر اہم گاؤں ہے آباد اور جنگلات سے پُر ہے لوگ مالدار ہیں اور سبزہ زار چراگاہوں کی کثرت ہے یہاں کے لوگ اپنی زبان میں تکلم کرتے ہیں جو باقی تمام لوگوں کی زبان سے مختلف ہے۔ یہاں سے دریا کے بائیں طرف شاؤ کے اور گرونگل واقع ہیں جو مشہور شکارگاہیں ہیں۔

۶۔ کالوٹی:۔ یہ بھی مشہور چراگاہ ہے دریائے چترال کے دائیں طرف واقع ہے یہاں بھی ریاستی باغ نارنج سے بسایا گیا ہے

۷۔ میر کھنی:۔ ارندو سے اکیس میل شمال کی طرف واقع ہے اور یہاں اشرت کی ندی دریائے چترال پر گرتی ہے یہاں اس وادی کی حفاظت کے لئے سرکاری قلعہ ہے اور یہاں سے لاوری کی طرف راستہ اشرت سے گذرتا ہوا دیر جاتا ہے

۸۔ اشرت:۔ یہ اہم گاؤں اور تجارتی منڈی ہے زیارت سے پانچ میل شمال میں واقع ہے اس علاقہ میں گھنے جنگلات

پائے جاتے ہیں یہاں لوگوں کی زبان تانگیری ہے یہاں سے اوپر بڑا ہموار میدان بھی لوگوں سے آباد ہے اور وسیع جنگل ہے۔

۹۔ زیارت:- یہاں سرکاری پوسٹ اور ریاستی بنگلے واقع ہیں کچھ لوگ بھی آباد ہیں درہ لاوری یہاں سے شروع ہوتا ہے اور اہم مقام ہے۔

۱۰۔ لنغر و ارسون:- میرکھنی سے چار میل شمال میں لنغر گاؤں دریا کے دائیں کنارے آباد ہے یہاں شہزادہ غازی الدین خان کا قلعہ ہے۔ اس ندی کے اوپر مغرب میں ارسون کا درہ ہے جس میں کوش اور باشگلی قوم آباد ہے اور اب وہ مسلمان ہیں اور یہ تاریخی مقام ہے جہاں شاہ کٹور ثانی اور مہتر خیر اللہ خوشوقتیہ کی ایک شدید جنگ واقع ہونے کے بعد مہتر خیر اللہ کا خاتمہ موت پر ہوا تھا۔ اور یہیں پیوند خاک ہوئے تھے۔ یہاں زبان کلاشی اور باشگلی کا رواج ہے ارسون سے تین مشہور راستے صوبہ نورستان کی طرف آزاد ہیں۔ یہ درہ افغانستان کے نورستان سے ملتا ہے اور وہ راستے پاکی تشون، نیر صباڑہ اور گوبسر سے مشہور ہیں اور یہاں گھنے جنگلات ہیں۔

۱۱۔ کالکٹک و بیوڑی:- دروش سے تین میل جنوب میں کالکٹک اور اس کے مشرق میں ندی کے اندر بیوڑی آباد ہیں۔ یہاں رود بیوڑی دریائے چترال میں گرتا ہے اور یہ مقام دیر کوہستان سے ملتا ہے اور یہ لوگ بکریاں پالتے ہیں۔ یہاں لوگوں کی زبان تانگیری اور کالکٹک والوں کی زبان کلاشی ہے۔

۱۲۔ سویر، جنجریت و جنجریت کوہ:- دریائے چترال کے دائیں کنارے سویر و جنجریت آباد ہیں یہاں سے آگے درہ جنجریت کوہ کی وادی ہے اور یہاں کے اصل باشندے کلاش قوم سے اور باقی گوجر لوگ بھی آباد ہیں۔ یہاں گھنے جنگلات اور وسیع چراگاہیں ہیں اور یہاں سے ایک راستہ نورستان کی طرف آزاد ہے۔

۱۳۔ دروش:- دراصل میں یہ درس ہے رفتہ رفتہ دروش سے مشہور ہوا۔ میرکھنی سے دس میل طے کرنے کے بعد دروش پہنچتا ہے اور لاوری سے اکیس میل دور ہے دریائے چترال کے بائیں کنارے پر واقع ہے یہاں پر سرکاری جنٹ کی بڑی چھاؤنی، ہسپتال، ڈاکخانہ، ہوائی اڈہ، ہائی سکول اور بڑا بازار، تجارتی منڈی، ہوادار ریاستی قلعہ دریائے چترال کے بائیں کنارہ پرانا اور نیا قلعہ جس میں گورنر دروش رہتا ہے اور لولو گراؤنڈ وغیرہ واقع ہیں۔ دروش اس علاقہ کا مرکزی مقام اور دارالایالت ہے تاریخی مقام ہے اور مختلف چھوٹے چھوٹے دیہات اس میں شامل ہیں اور وہاں کے لوگ کمشتی قوم سے متعارف ہیں اور ان کی اپنی زبان کاشو ہے دروش بازار میں افغانی اور ہندوستانی تاجر ہیں اور کچھ وطنی لوگ بھی تجارت کرتے ہیں۔

۱۴۔ شیشی کوہ:- یہ وادی نہایت سرسبز و زرخیز ہے۔ اخروٹ، انگور، جوار خاص پیداوار ہیں۔ سبزہ کی زیادتی کی وجہ سے بکریاں زیادہ پالی جاتی ہیں گوجر قوم کی اکثریت یہاں آباد ہے۔ گھی پنیر کی کثرت ہے۔ شیشی کوہ سے پرت گول، دگورین گول اور اسی کوہ کے راستے دیر کوہستان کو جاتے ہیں۔ ڈوکان، دغوچنار، سویا اور روغیل کے راستے وادی گورین کو جاتے ہیں۔ اور یہاں سے گہیرت گول اور جنجریت گول بھی جا سکتے ہیں۔ اس علاقہ کے انتہائی حد پر مدک لشٹ گاؤں واقع ہے جو میدانی اور زرخیز مقام ہے جہاں کے لوگ بدخشی قوم سے ہیں اور اپنی زبان فارسی میں تکلم کرتے ہیں
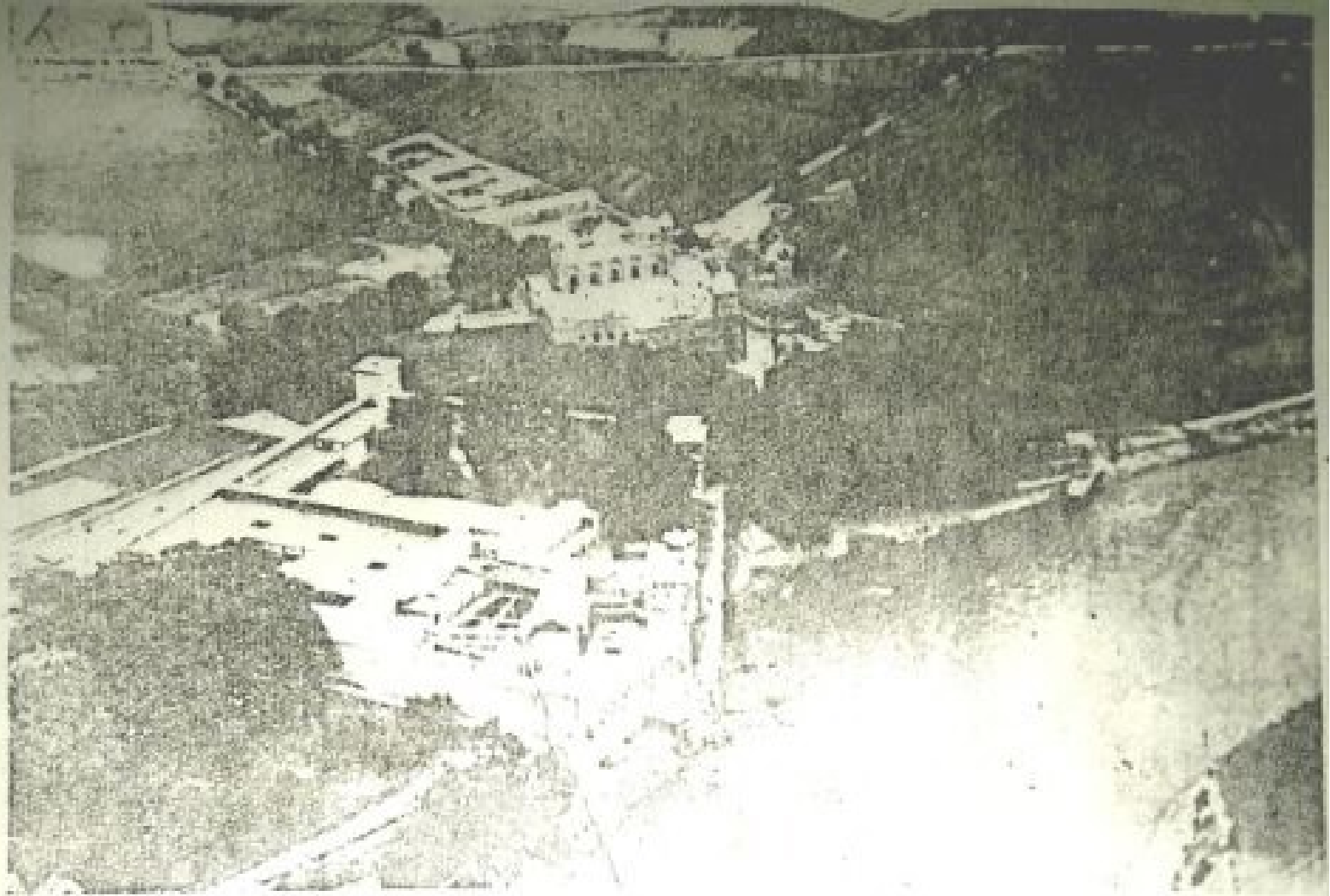
شاہی قلعہ چترال

شاہی مسجد قلعہ چترال

خوش رنگ اور تنومند لوگ ہیں۔ مذہب کے آغا خانی ہیں سرکاری رجنٹ سالانہ گرمیاں یہاں گذارتی ہے ہوا خوب ٹھنڈی ہے یہاں سے وہ کوہستان اور گولین کی طرف راستے ہیں۔

۱۵۔ خیر آباد :۔ دروش سے پانچ میل شمال کی طرف دریائے چترال کے کنارے پر آباد ہے جہاں بابا جی علیہ الرحمتہ کی اولاد صاحبزادگان کا خاندان ہے

۱۶۔ کیسو :۔ خیر آباد سے اوپر دریا کے بائیں کنارے پر یہ گاؤں آباد ہے یہاں انگور بکثرت ہیں اور یہاں کٹور خاندان کی آباد کردہ اراضی ان کی اولاد کے پاس موجود ہے۔ اور یہ باشندے قدیم سے زمیندار ہیں۔

۲۔ علاقہ خاص چترال

یہ علاقہ گہیرت سے لیکر بڑ گول تک اور دریائے خندر کے کنارے بلیہان تک خاص چترال کے علاقے ہیں۔ چترال در اصل پایہ تخت شہر کا نام ہے اور اس طرح سارے ملک کو بھی چترال کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

۱۔ گہیرت :۔ دروش سے دس میل شمال میں یہ چھوٹا سا گاؤں آباد ہے یہاں پر ایک مضبوط پل اور سرکاری ریسٹ ہاؤس بھی ہے۔ کٹور کی آباد کردہ زمین بھی اس کا ملحقہ مقام ہے جو اس کے جنوب میں واقع اور وسیع خیر آباد ہے۔

۲۔ بریر :۔ گہیرت کے سامنے ایک لمبی وادی کے اندر یہ گاؤں آباد ہے جس میں کافر کلاش قوم رہتی ہے اور بت پرست ہیں اور یہ وادی کثرت میوہ جات سے مشہور ہے۔ اخروٹ وانگور بکثرت ہیں۔

۳۔ مشکور :۔ اس وادی کے دہانہ پر مشکور آباد ہے جس کی زمینیں ایون نالہ سے سیراب ہوتی ہیں۔

۴۔ ایون :۔ یہ مشہور قصبہ ہے اور بمبرت نالہ سے سیراب ہوتا ہے یہ مقام اپنی وسعت وسرسبزی اور زرخیزی کے سبب دلکش ترین آبادی ہے۔ یہاں چاول کی خاص پیداوار ہے۔ اور مسجدوں کی کثرت ہے نالہ کے کنارے شاہی جنگلے اور گودام خانے واقع ہیں بڑا دلکش مقام کی نو آباد زمین بھی یہاں واقع ہے جو ایون نالہ سے سیراب ہوتی ہے اور باغات سے خوشنما ہے۔

۵۔ رمبور :۔ یہ وادی ایون نالہ کے اندر شمال میں واقع ہے جس میں کافر قوم کلاش آباد ہے اور کچھ بشگلی قوم بھی یہاں رہتی ہے کلاش قوم بت پرست اور ان کا طرز تمدن وغیرہ بالکل جداگانہ ہے۔ یہاں ایک چشمہ پہاڑ میں موجود ہے جو سخت کڑوا ہے اور بیماروں کو مفید ہے اور بھوک مقام پر پہاڑ میں ایک تالاب ہے ان لوگوں کے اعتقاد میں جو اس کو دیکھتا ہے وہ بے ہوش ہوجاتا ہے اس کی تصدیق ایک برطانوی افسر نے بھی جو وہاں گیا تھا کی ہے۔ رمبور سے گنگروٹ اور منیک کے راستے نورستان کی طرف آزاد میں اور شکوہ اور چترال گول بھی جا سکتے ہیں۔ رمبور کی شہد اور اخروٹ مشہور ہیں۔

۶۔ بمبرت :۔ یہ وادی نالہ کے اندر ایک دلکش ترین مقام ہے جس میں اکثریت کافر قوم کلاش کی ہے باقی بشگلی قوم کے مسلمان اور کہو قوم آباد ہے یہ وادیاں نورستان کی سرحد پر واقع ہیں اور شاوالہ۔ استوئی۔ [illegible]۔ بوگرت اسادیک کے راستوں سے نورستان کی طرف آمدورفت ہوتی ہے آچھولگہ کی وادی بمبرت اور رمبور کے درمیان

واقع ہے جنگلات کی یہاں کثرت ہے اور یہاں ایک گرم چشمہ بھی موجود ہے سبزہ زار اور وسیع میدان ہے۔ بیرت میں شہد و انگور اور خوبانی بکثرت ہیں۔ یہاں کا پانی خوشگوار ہے اور آباد مقام ہے۔

۷۔ **اسپاغ لشٹ**:۔ گبیرت سے دو میل شمال میں واقع ہے قدیم زمانے میں یہاں کثرت سے باغات اور اشجار تھے۔ مگر ما بعد دریا کی طغیانی سے وہ برباد ہوئے شاہی خاندان کی ملکیت ہے۔

۸۔ **بروز**:۔ آیون کے سامنے دریائے چترال کے بائیں کنارے پر یہ گاؤں آباد ہے یہاں انگور عمدہ ہوتے ہیں اور انار بھی بکثرت ہیں۔ دوموش اور گوبس یہاں کے دلکش ترین مقام ہیں۔ دوموش گرمائی مقام ہے جہاں گرمیوں میں پانی نہایت ٹھنڈا اور ہوا خوشگوار ہوتا ہے۔ باغات اور توت بکثرت ہیں۔ گوبس شاہی خاندان کی ملکیت اور آباد کردہ ہے جہاں شاہی قبرستان بھی موجود ہے اور میوے عمدہ بافراط ہوتے ہیں۔

۹۔ **چمرکھون**:۔ چترال خاص سے پانچ میل جنوب میں دریا کے بائیں کنارے پر آباد ہے یہاں کے انار مشہور ہیں۔

۱۰۔ **اورغوچ**:۔ چمرکھون کے سامنے دریا کے دائیں کنارے پر آباد ہے یہاں کے جنگل مشہور ہیں۔

۱۱۔ **چترال خاص**:۔ ریاست کا پایۂ تخت اور بڑا قصبہ ہے تجارتی منڈی ہے۔ قدیم زمانہ میں جب بدخشان اور ترکستان سے تجارتی قافلے آیا کرتے تھے یہ منڈی بارونق ہوا کرتی تھی۔ اب بھی بالائی علاقوں سے اونی کپڑے خشک میوے وغیرہ یہاں لاکر فروخت کئے جاتے ہیں اور پشاور سے کپڑا۔ چائے۔ نمک اور دیگر ضروریات زندگی یہاں لاکر بالائی علاقوں کو بھیجی جاتی ہیں۔ یہاں دریائے چترال کے دائیں کنارے پر شمال میں موجودہ شاہان چترال کا وہ پرانا قلعہ ہے جو [illegible] سے قائم تھا اور [illegible] میں اس کی از سر نو تجدید ہوئی۔ اور اس سے پہلے ریاستی قلعہ وہاں موجود تھا جو اب پرانو بازار کے نام سے مشہور ہے اور یہاں ایک بڑا قلعہ اور بازار موجود تھا جس میں اہل تجارت وحرفت بھی رہتے تھے۔ اور وسیع احاطہ کا شہر تھا۔ پرانو بازار اور نیچی بازار کہنہ سے اب بھی متعارف ہے اب یہاں پولیٹیکل افسر کی قیام گاہ اور دفتر ہے اور اس کے متصل جامع مسجد اور سول ہسپتال واقع ہیں یہ مسجد [illegible] سے یہاں قائم ہے اور پکی اینٹوں سے بنی ہوئی ہے۔

فوجی چھاؤنی دریائے چترال کے کنارے پر اور قیامگاہ عسکر سکاوٹس بھی تھی۔ مگر اب قیامگاہ عسکر سکاوٹس سیلاب سے منہدم ہے۔ فوجی چھاؤنی کے سامنے وہ بڑا پل بھی موجود ہے جو چیوور کی طرف شاہراہ ہے ریاستی قلعہ میں حکومت کے دفاتر۔ مرکزی عدالت کا دفتر اور قلعہ سے باہر باغات۔ مہمان خانے۔ جامع مسجد۔ ہائی سکول۔ بڑا بازار۔ چوگان بازی کا میدان اور سیرگاہ بیچ یہ سب قابل دید مقامات ہیں۔ یہاں سے موٹر کی سڑک زیارت تک اور شمال کی طرف کریم تک موجود ہے۔

۱۲۔ **بیرموغ لشٹ**:۔ چترال سے آٹھ ہزار فٹ بلندی پر پہاڑی مقام ہے جو حکمرانوں کی گرمائی قیامگاہ ہے اور موٹر کی سڑک وہاں تک جاتی ہے۔

۱۳۔ **چیوور**:۔ چھاؤنی کے سامنے دریائے چترال کے بائیں طرف آباد گاؤں ہے چیوور گول سے سیراب ہوتی ہے۔

۱۴۔ دنین: شاہی قلعہ کے سامنے دریا کے بائیں طرف یہ گاؤں واقع ہے۔

۱۵۔ بلچ اور سنگور: چترال سے دریا کے دائیں کنارے پر یہ گاؤں شمال کی طرف واقع ہیں۔ اور چترال سے چھ میل پرگان کوریتی مقام پر دریائے مستوج دریائے تخذ ر پر متصل ہوتا ہے۔ اور دونو دریا ملکر چترال کے نام سے افغانستان میں داخل ہوتے ہیں۔ یہاں سے شمال مشرق کی طرف دریائے خندر پر گیارہ میل تک چند دیہات خاص چترال میں شامل ہیں جو یہ ہیں:۔

دلوموس۔ لشٹ۔ سین۔ شالی۔ بلپھوک۔ یہاں تک جنگلوں میں دیودار اور بلوط کے درخت پائے جاتے ہیں بلکہ بکثرت ہیں یہاں سے آگے یہ سلسلہ منقطع ہے۔

علاقہ چترال چونکہ خژگول تک ختم ہوتا ہے لہٰذا حسب ذیل دیہات شمال مغرب میں دریائے مستوج کے دونوں جانب ہیں شامل ہیں جو کوہ دکوشٹ کے نام سے موسوم ہیں کاری۔ ماج۔ کوجو۔ کوغزی۔ ان دیہات میں انگور اور انار بکثرت بکثرت ہیں اور یہاں کے شمال مغرب میں گولین کا مشہور درہ آباد ہے اور اس کی رود دریائے چترال میں گرتی ہے اور یہ وادی سبزہ اور چراگاہوں کے سبب ایک وسیع اور طویل مقام ہے جس کے اندر بموغ۔ استھنہ۔ اوزغور۔ دومین اور روغ جنالی کے گاؤں ہیں۔ روغ جنالی کے اندر مناظر قدرت کے بے شمار چشمے اور دلفریب سبزہ زار واقع ہیں یہاں تک صنوبر اور بلوط کے درخت اور گنجان جنگل موجود ہیں۔ وسیع چراگاہیں ہیں۔ گوجر لوگ اور یہاں کے باشندے گرمیوں میں یہاں مویشیوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہاں سے تین راستے تشقی کوہ کی طرف اور ایک راستہ بارگام سے لاسپور کی طرف جاتا ہے۔ اور یہاں سے آگے موردی۔ موردی لشٹ۔ مروی۔ برنس تک دریا کے بائیں جانب اور پرپیت۔ پرپش۔ لپستی۔ اویر۔ شوگرام۔ لون۔ گہکیر۔ موردیر۔ خژگول دریا کے دائیں طرف آباد ہیں۔

لپستی دس ہزار فٹ کی بلندی پر پرپیت نالہ کے اندر واقع ہے اور سرحد ہونے کی وجہ سے وہاں کے لوگ ایک فصل پاتے ہیں۔ پرپش مقام میں رود آویر دریائے چترال میں گرتا ہے اور یہاں سے آویر شروع ہوتا ہے جس کے دیہات حسب ذیل ہیں۔

نیری۔ برم۔ بیغ۔ شونگوش۔ رچھاغ۔ موژدین۔ یہاں کا پانی تریچ میر سے اٹھتا ہے اور سخت سرد ہے۔ کیونکہ تریچ میر کا اکثر حصہ یہاں واقع ہے شونگوش اور رچھاغ میں پونگر اوند بھی موجود ہیں۔ لون بالائے کہسار پر آباد ہے بندوگول کے اندر گہکیر آباد ہے بابا ایوب تیموری کی قبر یہاں موجود ہے اور بندوگول کی رود شوگرام میں دریائے کھو پر گرتا ہے۔ قریہ کوشٹ باغ اور میووں سے بھرپور ہے۔ بنیاغ دریائے مستوج اور دریائے کھو کے درمیان واقع ہے اور وسیع میدان ہے جہاں باغ اور میوے لگائے گئے ہیں۔ نو آباد ہے۔

۳۔ علاقہ مستوج یہ ریاست کا وسیع ترین علاقہ ہے اس کا طول دریائے قرمبر تک ایک سو چالیس میل ہے یہ علاقہ چار پرگنوں پر منقسم ہے جو حسب ذیل ہیں:۔

(۱) **کوہ** - اسپیں رشن - ذیت - کوراغ - چرن آدیر - بونی - آدی - جنالی کوچ - میراگرام - سنوغر - پرواک آباد ہیں - رشن میں پولو کا میدان ہے - یہاں سے نالہ کے اندر گولین کی طرف راستہ ہے اور سرسبز مقام ہے چرن آدیر کے اوپر پرسن مقام اب آباد ہوا ہے - بونی سب سے بڑا اور کافی سرسبز گاؤں ہے اور میوے سیب ناشپاتی بکثرت اور عمدہ ہیں - سنوغر میں وسیع پولو گراؤنڈ ہے اور یہاں کی آب و ہوا سارے علاقوں سے زیادہ خوشگوار ہے اور باغات بکثرت ہیں - ان علاقوں میں پہاڑ جنگلات سے خالی ہیں - بونی میں گرم چشمہ موجود ہے جہاں بیمار لوگ حمام کرتے ہیں -

۲ - **مستوج** - یہ وہ مقام ہے جس کے نام سے اس سارے علاقہ کو مستوج سے یاد کیا جاتا ہے اس پرگنے کے خاص گاؤں یہ ہیں مستوج - نیسر - سرغوز - چنار - چوینج - چپاڑی - پارکوسپ - کونشٹ - خاص مستوج علاقہ کا صدر مقام ہے اور یہاں ریاستی قلعہ - سرکاری ڈاکخانہ اور ہسپتال موجود ہیں - یہاں کا ریاستی پرانا قلعہ گرا کر ۱۹۶۱ء میں از سر نو طرز جدید پر تعمیر کیا گیا ہے یہاں کی مشہور چراگاہ اور شکارگاہ درہ چھرکمن ہے جہاں سے غذر جاتے ہیں اور وسیع درہ ہے -

۳ - **لاسپور** - مستوج کے جنوب مشرق میں یہ وادی شندور تک پھیلی ہوئی ہے اس کی لمبائی پچیس میل ہے اس وادی میں حسب ذیل گاؤں ہیں :-

اون شوت - گشٹ - رمان - یئرت - بلیم - ننا ماس - ہرچین - بروک - سور لاسپور - یہاں سے ایک راستہ پچی کھنی کے درہ سے کالام کوہستان کو ایک راستہ تھل کے درہ سے کوہستان دیر کو جاتا ہے - باشقر گول کا دریا چہ یہاں واقع ہے جو دریائے لاسپور کا بھی منبع ہے پچی کھنی ایک برفستانی اونچی چوٹی ہے - برف سے جتنے مستوروج بنے دریائے جن کے رہ بھی یہاں سے دوسری طرف نکلتا ہے پارگام رمان گاؤں کی وادی میں واقع ہے جہاں سے ایک راستہ گولین کوہ کو جاتا ہے - اور یہ بھی چھوٹا سا گاؤں ہے - غنش بار کی مشہور چوٹی ہرچین اور غذر کے درمیان واقع شندور سور لاسپور کے اوپر ایک طویل تین میل کا تالاب ہے ارد گرد سبزہ زار نشیب میدان ہے یہاں بھی پولو گراؤنڈ موجود ہے جہاں چترال اور علاقہ گلگت کے پولو ٹیموں میں مقابلہ ہوا کرتا ہے یہ گراؤنڈ دونوں جانب سے قدرتی طور پر اونچی ہیں اور وسط میں ہموار میدان ہے - شندور کی آخری حد بندی مڑان شال تک اہل لاسپور کی چراگاہ ہے -

۴ - **یارخون** - یہ ایک طویل وادی ہے جس کی لمبائی چپاڑی سے دریائے قرمبر تک ایک سو میل ہے - اس میں حسب ذیل گاؤں آباد ہیں :-

برییپ - پھنشک - میراگرام - امیت - دیوسیر - وسُم - ژدوپو - دوبارگھر - کند - بیچ اوشٹ - دیوان گول - راستیچ - ویزک - خرزک - مرتنگ - پلنگ - پاور - پترنگ گز - اوناوچ - شوسٹ - تنشٹ - کان خون - وبدن کہت -
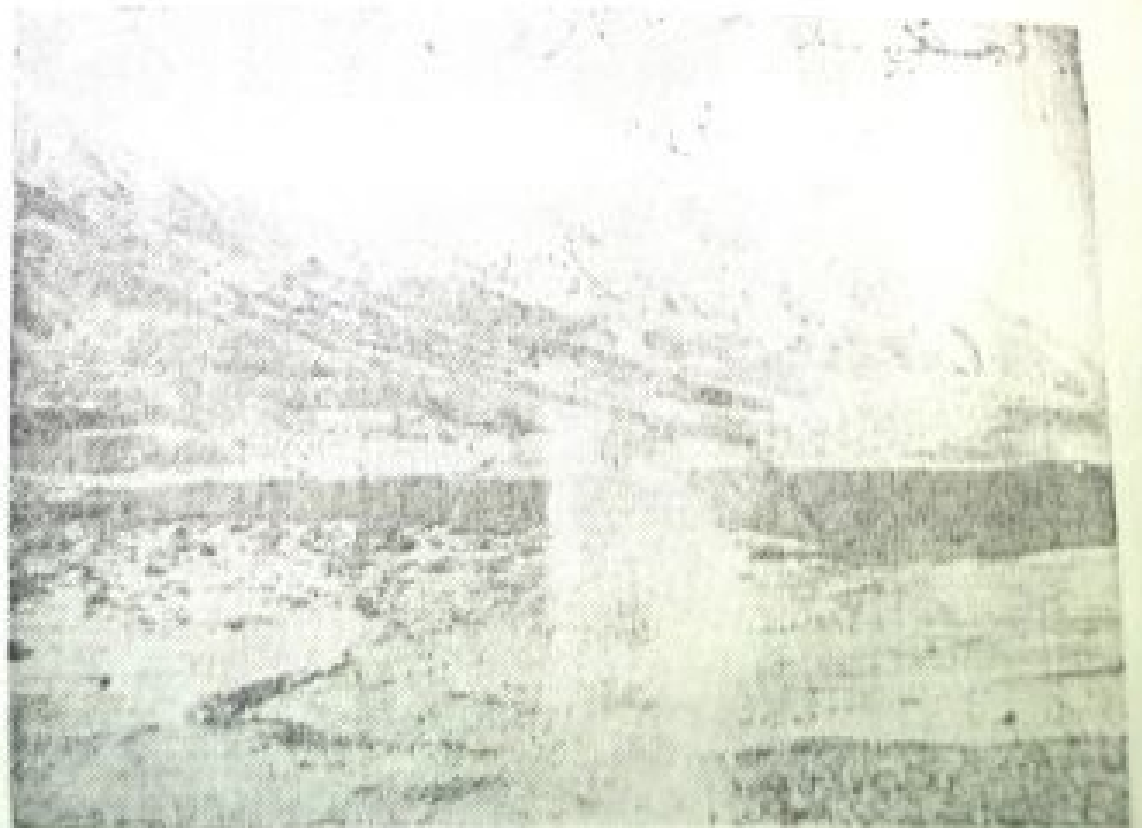
جھیل شندول

جھیل شندول

ویرنگ سے براستہ کتان ٹشٹ اور بنگ سے بنگ گول کے راستے تورکہو کی طرف آزادی سے آمد و رفت کرتے ہیں اور شوست سے شاہ جنالی کے راستہ سے تورکہو کی طرف عبور کرتے ہیں شاہ جنالی تورکہو کی حدود میں شبھہ چراگاہ ہے سال میں پانچ مہینے آمد و رفت کے لئے آزاد ہے۔

گزن ندی اور دریائے یارخون کے جائے اتصال پر بندرگاہ کا وہ مشہور درہ واقع ہے جہاں مہتر امان الملک کے فوج نے میر محمود شاہ والئی بدخشاں کی بے شمار فوج کو زبردست شکست دی تھی۔ اس لئے یہ بندرگاہ تاریخی مقام ہے۔ یہاں سے آگے ایک وسیع میدان ہے جسکو افغان آباد کہتے ہیں۔ شوست کے مقام میں کئی گرم چشمے ہیں اس کے شمال میں بروغیل کا علاقہ ہے۔ اس علاقہ کے برفستانی حصوں سے چتی بوئے اور چن تراق مشہور ہیں جہاں سے دریائے چترال نکلتا ہے اور اس کا طول تیس میل سے زیادہ ہے۔ بروغیل سے دخان کی طرف جو راستہ ہے وہ دروازہ کے نام سے مشہور ہے اور یاسین علاقہ گلگت کی طرف وارکت کا راستہ آزاد ہے۔

چلم آباد، شوا شیر یہاں کے مخصوص دشت ہیں چہت، کتی چلنگی، ایلاق قلاق، قولی سار دشت بروغیل کے مشہور مقامات ہیں۔ بروغیل کا میدان سرسبز ہموار وسیع ہے یہاں دنبے اور خشگاؤ پالے جاتے ہیں وخان سے بھی مال مواشی یہاں لاتے ہیں اور گرمیاں یہاں گذارتے ہیں۔ یہاں بے شمار قدرتی چشمے اور تالاب بھی ہیں سارے میدان گھاس سے سرسبز و شاداب ہیں۔

۵۔ علاقہ موڑکہو

یہ علاقہ ترکول مقام سے اویر شاگرم تک پھیلا ہوا ہے چونکہ یہ علاقہ کہو اقوام کی سرزمین ہے اس لئے موڑکہو یعنی نیچے کے کہو سے مشہور ہے اس سے اوپر توری کہو واقع ہے جس کے معنی اوپر کا کہو ہے۔ خاص چترال کو کلاش حکمرانوں کے قبضہ کرنے سے قبل کہو حکومتوں کا پایہ تخت موڑکہو ہی تھا۔ دراسن یہاں کا صدر مقام اور تاریخی قلعہ ہے۔ اس علاقہ کے دیہات حسب ذیل ہیں۔

نوگرام، زانی، گہرت، ویچون، سہرت، کشم، زینہ دی، مڑک، نشکو، سور وہرت، وادی تریچ۔

نوگرام سے نشکو تک یہ علاقے دریائے کہو کے دائیں طرف واقع ہیں اور یہ سب چشموں سے آباد ہیں۔ یہاں کوئی ندی نہیں ہے۔ دراسن کا قلعہ قدیمی ہے شاہ محترم شاہ ثانی نے یہ بنایا تھا۔ اور یہاں کے گورنروں کا صدر مقام تھا۔ نوگرام میں اتول و چین اور سہرت میں توچہت گرمیوں میں خوشگوار مقام ہیں۔ کشم میں سنگ مرمر پایا جاتا ہے اور یہاں بارش نہ ہونے کی وجہ سے چشموں کا پانی کم ہوتا ہے۔ اس لئے اکثر جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔ روایت ہے کہ یہاں کے پانی کی تقسیم قدیم زمانے میں چینی حکمرانوں نے کی تھی جس پر اب بھی عملدرآمد کیا جاتا ہے۔

تریچ آن یعنی وہ پہاڑ جو یہاں اور تریچ کے درمیان واقع ہے۔ یہاں کے لوگوں کی چراگاہ ہے اور وہاں سے ہر ایک گاؤں کی طرف راستے ہیں۔

سور وہرت یہاں تریچ کی ندی دریائے کہو میں گرتی ہے اور وادی تریچ جنوب مغرب کی طرف شروع ہو کر شاگرام تک ختم ہو جاتا ہے تریچ کے گاؤں یہ ہیں :۔

لونکوہ۔ میرغش، شوتش، عاطہ۔ ورپیش۔ شاگروم۔ وادی تریچ کے بائیں طرف لونبوئی، دیہہ پرنگ۔ ہیتی، موغین

زوور۔ زوندران گرام وادی کے دائیں طرف واقع ہیں۔ یہاں کی وادیاں موں گول اور روش گول ہیں۔ روش گول سے ایک راستہ وخان کی طرف جاتا ہے مگر قریباً ناممکن العبور ہے۔ انغرک یہاں کی مشہور شکارگاہ ہے۔

قاق لشٹ یعنی سوکھا میدان۔ موڑکہو کے سامنے دریائے کہو کے بائیں طرف واقع ہے جس کی لمبائی نو میل اور عرض ایک و نیم میل بنجر غیر آباد پڑا ہے اور بطور چراگاہ کے استعمال کیا جاتا ہے اس کی جنوبی آخری حد مباغ میں ختم ہوتی ہے جہاں اب دریائے کہو سے نہر نکال کر زمین اور باغ آباد ہوئے ہیں۔

۲۔ علاقہ تور کہو

یہاں کا صدر مقام شگرام ہے جہاں پرانا قلعہ ہے اور پولو کا میدان بھی ہے۔ اور یہ خوشنما میوہ دار گاؤں ہے قدیم زمانے میں شیر جو نیلی مقام میں ریاستی قلعہ موجود تھا۔ اب اس کے کھنڈرات موجود ہیں جہاں کٹور ریاست اور خوشوقتیہ حکمرانوں کے جنگی واقعات تاریخ میں گزر چکے ہیں۔ علاقہ تورکہو کے مشہور دیہات حسب ذیل ہیں۔

استارو۔ ویرکوپ۔ رائین۔ شگرام۔ برنس۔ زنگ لشٹ۔ اجنو۔ دریا کے بائیں کنارے پر اور واشیچ دائیں کنارے پر آباد ہیں۔ رائین رود کے اندر سیلپ واقع ہے جہاں چھ گاؤں خرشاندور، تھرلاندہ، اوویر، ملاغز، موژدہ گرام۔ لشاندور مختلف ناموں سے آباد ہیں یہاں خشک گائے زیادہ پالتے ہیں اور گھاس کی کثرت ہے پہاڑی مقام ہے۔

شگرام رود کے اوپر کہت کا گاؤں واقع ہے جو نو ہزار فٹ کی بلندی پر وسیع مقام اور خوشگوار سرحد ہے یہاں وہ تاریخی مقام ہے جو ارموک کے نام سے مشہور ہے جہاں جنگ کے واقعات تاریخ میں مذکور ہیں یہاں سے کہتان راستہ سے یارخون جاتے ہیں۔ زنگ لشٹ کہت سے سیراب ہوتا ہے اور نو آباد ہے باغ و اشجار سے خوشنما مقام ہے مسلسل نئی آبادیات سے کہت تک سرسبز ہے۔ رائین اور ویرکوپ کے درمیان ٹیلے پر عہد قدیم کے قلعہ کا آثار ابھی موجود ہے۔ رائین مقام میں ایک بڑے پتھر پر جس کو قلندر بو تیرو کہتے ہیں عہد قدیم کے نقوش ہیں تحقیقات سے یہ حل کرایا گیا ہے کہ وہ اہل ہنود کے معبد کا نقشہ ہے اور وہ نقشہ مخطط ہے نقشہ کے نیچے راجہ جیپال کا نام کندہ کیا گیا ہے اور تاریخ بھی کندہ ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سات سال بعد از عروج عیسیٰ علیہ السلام لکھا گیا تھا۔ اس علاقہ اور موڑکہو کے بعض مقامات میں قدیم بدھ دور اور دیگر کفار دور کے آثار پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ یہاں کی ایک مشہور شکارگاہ جو زیور گول کے نام سے متعارف ہے ایک وسیع میدان پر مشتمل ہے اور اس کو گرام کہتے ہیں وہاں بھی عہد قدیم کے آثارات پائے جاتے ہیں اور کھنڈرات بھی موجود ہیں۔ یہاں گرم چشمے بھی موجود ہیں جہاں دور دراز علاقوں سے مریض یہاں حمام کے لئے آتے ہیں اور تندرست ہوتے ہیں۔

تورکہو کی آخری حد پر ریچ کا گاؤں واقع ہے اگرچہ سرحد ہے مگر باغ اور میوے یہاں بکثرت ہیں ایس، رواد، سوریچ، ساکوس، سالاندور، موڑدیچ، پارگام، نیالشٹ۔ نسر۔ اہم گاؤں ہیں۔ شاہ جنالی کا درہ اس وادی میں مشہور چراگاہ ہے جو یارخون کی طرف جاتا ہے اس سے اوپر کچ، اور ادجیلی کے درے ہیں جو وخان سے ملتے ہیں۔ قدیم زمانے میں ان دروں سے آمد و رفت ہوا کرتی تھی مگر اب بند ہے۔ تنگ کی ندی بھی

منظر کہت واقع توریکہو
یہ وادی نو ہزار فٹ بلندی پر
واقع ہے
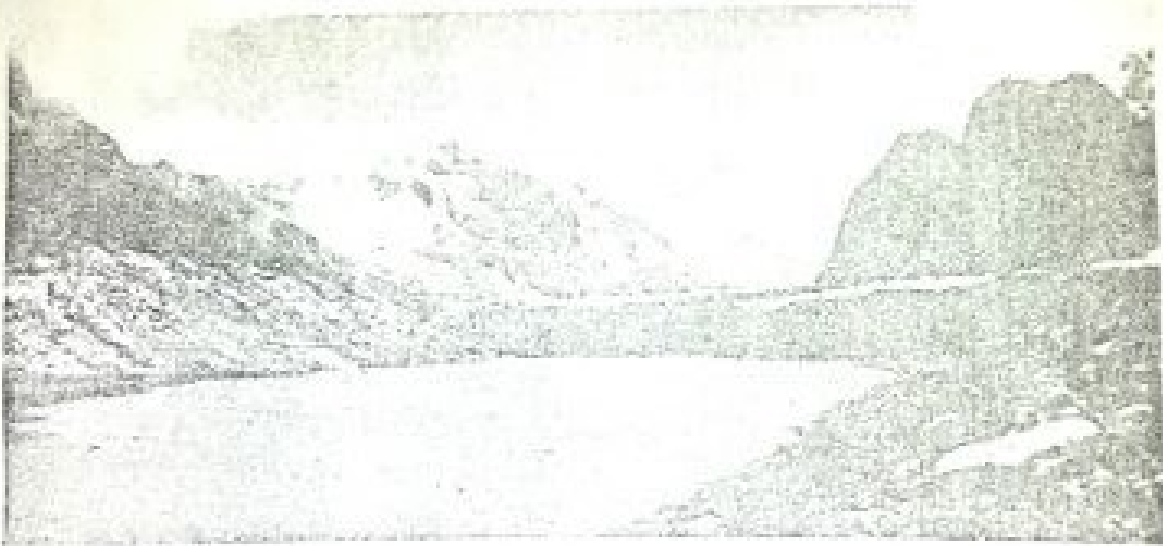
جھیل قزرہ

درہ لواری

یہاں واقع ہے۔

قدیم زمانے میں تورکہو اور موڑکہو کے علاقے یہاں کی تہذیب و تمدن کے مرکز تھے۔ اب بھی ان علاقوں میں وہ پرانی تہذیب باقی ہے۔ یہاں کے باشندے فصاحت کلام اور بذلہ گوئی و تیزی ذکاوت میں مشہور ہیں۔ شاگرام میں ایک پرانی مسجد موجود تھی جو قدیم زمانہ کی یادگار سمجھی جاتی تھی۔ اور وہ پکی اینٹوں سے بنائی گئی تھی۔ روایت ہے کہ اس کا بانی ایک سمرقندی فقیر بزرگ تھا۔

علاقہ خضدرہ یہ علاقہ تین بڑی وادیوں پر مشتمل ہے جن کا ذکر ذیل میں علیحدہ علیحدہ کیا جاتا ہے اس علاقہ کو انجگان بھی کہتے ہیں۔

وادیٔ اوژور:- یہ پہلا درہ ہے اور اس پرگنہ کا پہلا گاؤں برنول ہے اس سے اوپر آٹھ ہزار پانچ سو فٹ کی بلندی پر پرسان گاؤں واقع ہے۔ برنول چترال سے نو میل شمال مغرب میں ہے۔ دنڈیدہ۔ پچھیلی۔ کاسند اور کڑینج اس کے ملحقہ دیہات یہاں واقع ہیں۔

کڑینج مقام میں دریا کے بائیں طرف کمان تنگ سرب انٹی منی کی کانیں موجود ہیں جن کی کھدائی اب جاری ہے اور یہاں سے تنگ وادی شاشتر شروع ہوتی ہے اور دونوں طرف فلک نما پہاڑ دیوار کی طرح کھڑے ہیں اور یہاں میں دریائے خضدرہ تیزی سے بہتا ہے۔ اور یہ مقام شکارگاہ بھی ہے۔ شغور۔ آدی یہاں سے تین میل آگے واقع ہیں۔ جو اس سارے علاقہ خضدرہ کا صدر مقام رہا ہے قدیم زمانہ میں ریاستی قلعہ شغور میں موجود تھا۔ ۱۹۳۶ء میں یہ قلعہ آدی میں منتقل کیا گیا ہے۔ قلعہ کے ساتھ لب دریا پر گیسٹ ہاؤس بھی ہے۔ شاہزادہ محمد مطاع الملک گورنر خضدرہ یہاں رہتے ہیں آدی سے آدیرت کا درہ اور چراگاہ گوخشال تک پھیلی ہوئی ہے اور چترال گول جا سکتے ہیں اسی جگہ اوژیر تو آدیرت کے نالے دریائے شغوہ میں گرتے ہیں۔

شغور سے شمال مشرق کی جانب وادیٔ اوژور شروع ہوتا ہے جس کے اہم گاؤں حسب ذیل ہیں۔

میو برت۔ حسن آباد۔ خرچوم۔ وبجیلی۔ پرشگام۔ ڈونرگرام۔ تدشیل۔ تاشقار۔ برت۔ سوسوم کیارشٹ

حسن آباد اسماعیلی فرقہ کے پیروں کا مرکز ہے۔ سوسوم ایک دل کشا خوشگوار گرمائی مقام ہے جہاں پر حکمرانوں کا گیسٹ ہاؤس اور ایک پولو کا میدان بھی موجود ہے۔

اوژور کے آخری گاؤں تریچ میر کے جنوبی دامن میں واقع ہے یہاں سے تریچ میر کا نظارہ عجیب دلکش معلوم ہوتا ہے اور اس وادی کا نالہ تریچ میر سے نکلتا ہے گیا بسے جوئی کے اوپر آدیر جانے کا راستہ ہے سال میں چار مہینے یہ جوئی بند رہتی ہے اوژور سے دو راستے دیرگول اور مومن شان واقع ارکاری میں اترتے ہیں۔

وادیٔ ارکاری۔ شغور سے تین میل اوپر یہ وادی شروع ہوتی ہے اور اس وادی کا نالہ اسی مقام پر دریائے شغوہ میں گرتا ہے اور اس وادی کے اندر دونوں جانب کئی میل تک لمبی اس کے دیہات واقع ہیں جو حسب ذیل ہیں:-

اندہرتی - مومی - موڑ گرام - شالی - شاہ ارکاری - اشپیر دار کاری - آدیر -
روجی دریائے لٹکوہ کے بائیں طرف ارکاری کے علاقہ میں منسوب ہے یہاں کے مشہور درے یہ ہیں سدا استراغ خشتنرہ - نقصان اور اکرم جو اس علاقہ کو بدخشاں سے جدا کرتے ہیں۔ کوئی صد قلاچی دریائے اکرم کی سرحد پر واقع ہے جہاں سے لٹکوہ اور اوژدہ رجاتے ہیں۔ قدیم زمانے میں بدخشانی افواج ان ہی دروں کے راستوں سے چترال پر کئی بار حملہ آور ہوئی ہیں۔ اس وادی میں منتی و اکرم مشہور شکارگاہیں ہیں۔

وادی لٹکوہ :- اس وادی کو بھی خصوصاً انجگان کہتے ہیں۔ ریاست کا آباد و زرخیز علاقہ ہے سرسبز و شاداب۔ نالوں کے پانی سے سیراب ہے اخروٹ زیادہ ہیں۔ اس وادی کے اہم گاؤں یہ ہیں :-

موزغ - دروشپ - مردن کوہ - چرویل - اتہائے گرم چشمہ دوسری وادی میں ایثر - بوشقیر - یورجوغ - سانک شونک - بگوشٹ - برغین - آدیرک - زگوریت - کندوژال - تیسری وادی میں ترینو - ژیتیر - ژودی - گلوزغ - اغوتی - ایردین - دبرت - پارہ بیگ - گفتی - پرزین - گیدور - یہاں سے آگے درہ دوارہ واقع ہے جو بدخشاں کو جاتا ہے۔

عہد قدیم میں اس علاقہ کا صدر مقام دروشپ تھا جہاں قلعہ موجود تھا۔ اب یہی ریاستی قلعہ مزید استحکام کے ساتھ از سر نو تعمیر کر کے موجود ہے۔ مگر ریاستی کاموں کا دفتر اور گودام گرم چشمہ میں منتقل ہو چکے ہیں۔ جہاں شاہی بنگلے۔ مہمان خانے - غسل خانے - مسجد اور باغات نئے تعمیر اور آباد ہوئے ہیں۔ گرم چشمہ میں متعدد تالاب گندھک کے ابلتے ہوئے چشموں سے موجود ہیں اور بیرونی علاقوں کے دور دراز فاصلوں سے بیمار لوگ بڑی تعداد میں یہاں آتے رہتے ہیں اور حمام کر کے واپس جاتے ہیں۔ یہ گرم چشمہ جلدی امراض وغیرہ کے لئے مفید ہے یہاں رہائشی مکانات اور مسافروں کے لئے مسجد موجود ہے اور اس علاقہ کا ابتدائی سکول بھی یہاں موجود ہے۔ اس گاؤں میں یہاں کے لوگوں کی جو اسماعیلی مذہب رکھتے ہیں ایک زیارت ہے جس کو ناصر خسرو کی زیارت کہتے ہیں مگر قبر وغیرہ کچھ نہیں۔ وہاں یہ لوگ بڑے احترام سے زیارت کرتے ہیں خیر خیرات کر کے دعائیں مانگتے ہیں مکان کے اندر اسماعیلیوں کی متبرک کتاب کلام پیر بھی محفوظ رہتا ہے۔

گرم چشمہ کے شمال میں پارہ بیگ کا وسیع میدان رشقہ زار ہے اور سرد بلخ مقام میں ایک مغلیہ کان موجود ہیں۔ جہاں سے گرم چشمہ تک تیس میل کا فاصلہ ہے یہاں سے شرو زدک کے درے اور شوئے کے درے گرمیوں میں نورستان کی طرف آزاد رہتے ہیں اور آدیرک مقام سے ایک راستہ رسیور کی طرف جاتا ہے اس علاقہ میں شکار کا رواج زیادہ ہے پہاڑوں میں تو بیتو کا شکار بکثرت کیا جاتا ہے۔ مرغابیوں اور مچھلیوں کا شکار بھی یہاں زیادہ پایا جاتا ہے۔ مچھلیاں بہت زیادہ ہیں۔ اس لئے برٹش افسران بھی یہاں شکار کو جانے لگے۔ مچھلیاں بڑی بڑی ہوتی ہیں۔

پارہ بیگ کے باشندوں کی زبان کھوار سے الگ ہے جو افغانی اور فارسی سے مشتق ہے اور یہاں کے لوگ
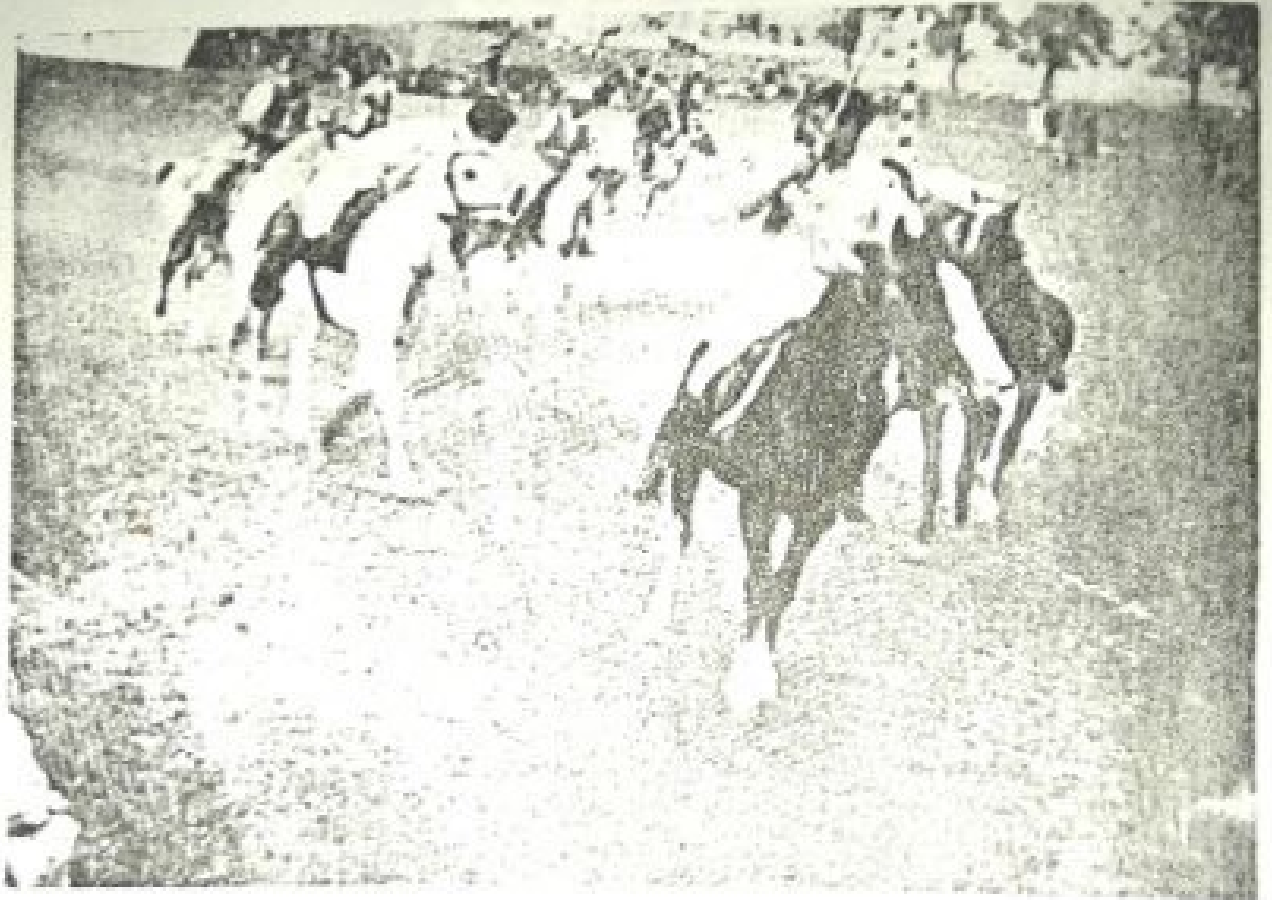
چترال میں پولو کا کھیل

آپس میں اس زبان میں تکلم کرتے ہیں۔ یہ وہ زبان ہے جو منجان و یگان علاقہ افغانستان میں بولی جاتی ہے اس علاقہ سے بسبب مجاورت و ہمسائیگی کے یہاں بھی رواج پایا جاتا ہے۔

ملک کے عام حالات

باشندے اور تہذیب و تمدن اور رسم و رواج

اس ملک کے باشندے ان پناہ گزینوں کی اولاد ہیں جو ہزاروں سال پیشتر شمالی ملکوں اور جنوبی علاقوں حملہ آوروں کے شر سے نجات پانے کے لئے ہندوکش اور قراقرم کی ان تنگ وادیوں میں گھس آئے اور بس کے ہو رہے شمالی ممالک سے آئے ہوئے لوگ چترال، ہونزہ اور گلگت کے علاقوں میں بس گئے اور جنوبی علاقوں سے آئے ہوئے لوگ چترال کے جنوبی اضلاع ارندو۔ دروش۔ باشتقار کوہستان۔ تریت آسمار وغیرہ میں آکر رہنے لگے چونکہ شمالی ممالک بدخشان و ترکستان کافی ترقی یافتہ تھے اور ان ملکوں سے چترال کے دروں کے راستے آمدورفت ہوتی رہتی تھی۔ لہذا چترال کے شمالی اضلاع تورکہو۔ موڑکہو اور مستوج اس علاقہ کے تہذیب و تمدن کے مرکز بن گئے۔ قدیم میں ایرانی سلطنت کے دوران میں بھی یہ علاقے تہذیب کے مرکز رہے ہیں۔ پہلے یہ ساری قوم کہو کے نام سے مشہور تھی اور اس علاقے کو کہوستان کہا جاتا تھا اور اس ملک کی مروجہ زبان کو کہوار کہتے تھے۔

۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے مطابق ریاست ایک لاکھ پانچ ہزار ہے جو سب کی سب مسلمانوں پر مشتمل ہے تین چوتھائی لوگ سنی المذہب ہیں اور باقی ایک چوتھائی اسماعیلی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور سر آغاخان کے پیرو پیرو ہیں اور ان کو اپنا روحانی پیشوا امام مانتے ہیں۔

کہو قوم کے علاوہ جنوبی علاقوں میں کلاش قوم بھی آباد ہے مگر وہ بہت پہلے سے مسلمان ہو گئے ہیں اور کہو قوم سے گھل مل گئے ہیں اس علاقہ کے اقوام میں نورستانی تاجک باشتقاری اور بدخشی بھی معمولی تعداد میں موجود ہے یہ سب کہو قوم میں شامل ہیں۔ مگر قدیم کلاش کافر جو بمبرت رمبور و بریر میں آباد ہیں وہ بدستور اپنے آبائی مذہب پر قائم ہیں۔ بت پرست اور کافر ہیں جن کا مذہب و تہذیب اور رسوم اس کتاب میں موجود ہوگا۔

چترال کے باشندے قد و قامت کے لحاظ سے عموماً خوبصورت اور تنومند ہوتے ہیں۔ پہلے زمانہ میں یہ لوگ گردن تک بال رکھتے تھے مگر اب یہ دستور ختم ہو گیا ہے۔ موجودہ فیشن رواج پایا ہے۔ قدرت نے اس مشکل پہاڑی سرزمین میں زندگی بسر کرنے کے لئے ان کو مضبوط جسم و بدن دیا ہے۔ محنت و مشقت کے عادی ہیں اور بھاری سامان کیکر دور دراز فاصلوں تک آسانی سے آتے جاتے ہیں تھکتے نہیں۔

پولو۔ گھوڑے کی سواری میں بچپن ہی سے ماہر و مشتاق ہوتے ہیں اس لئے یہاں قدیم سے گوئے بازی (پولو)

کا رواج ہے جس سے دلچسپی رکھتے ہیں ہر ایک بڑے علاقوں میں جولانی کا میدان موجود ہے جہاں یہ کھیل بڑے شوق سے کرتے ہیں۔ یہ لوگ بندوق چلانے اور شکار کے بڑے شائق اور اس میں مہارت رکھتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ بچپن ہی سے جنگی کاموں کی عادت کے سبب شجاع بھی ہوتے ہیں۔ جب جنگ میں جاتے ہیں اپنے جوہر شجاعت سے اپنے ملک کے ننگ و ناموس اور آزادی پر کٹ مرنے کے لئے تیار رہتے ہیں تاریخ چترال ان کی بہادری و شجاعت کے کارناموں کی آئینہ دار ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح یہ چھوٹا سا ملک اور مختصر آبادی کئی صدیوں سے اپنے سے کئی گنا زیادہ افغان و تاجک وغیرہ اقوام کا مقابلہ کرتا رہا۔ اور نہ صرف اپنی آزادی کو برقرار رکھا بلکہ ان کو کئی بار شکست دے کر اپنے ملک کے حدود بھی بڑھائے۔ چنانچہ چغانسرائے۔ باشگل۔ کوہستان اندس۔ بونجی اور چترام علاقہ بدخشاں تک دور دراز فاصلے اور قلعے اور برج اب بھی اہل چترال کے ان بہادرانہ کارناموں کی گواہی دیتے ہیں۔

عادتاً اہل چترال امن پسند ہیں ہمسایہ ممالک کی طرح خون ناحق، چوری اور ڈکیتی کے خوگر نہیں ہیں ان سے محترز رہتے ہیں۔ چترالی تواضع کے عادی اور نرم مزاج ہیں۔ پہلے سلام کرنا اور مجلس میں آنے والوں کے احترام میں اٹھ کھڑا ہونا اور ان کو عزت کی جگہ دینا ان کا شیوہ ہے مہمان نواز بھی ہیں اور مہمان کے آنے سے خوش ہوتے ہیں۔ اور اکیلے کھانا کھانا برا سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے بادشاہوں کے تابع فرمان رہتے۔ تاریخ چترال میں ان کے اخلاص و وفاداری کے واقعات گذر چکے ہیں کہ جب ان کے حکمرانوں کو جلاوطنی کے مواقع پیش آئے ہیں۔ یہ لوگ ترک وطن کرکے زن و فرزند سے جدائی اختیار کرکے شدائد غربت میں ان کے ساتھ عمریں گذار دیتے ہیں۔

اس ملک میں پردہ کا رواج عام ہے البتہ دیہاتی عورتیں چونکہ اپنے تمام خانگی امور کی ذمہ دار ہوتی ہیں گھریلو دستکاریاں مثلاً اون بننا۔ اونی کپڑا قالین وغیرہ بنانے کے علاوہ زمینداری کے کاموں میں بھی جایا کرتی ہیں اور مال مویشی پالنے میں بھی مصروف رہا کرتی ہیں۔

تعلیم میں چترال کے لوگ ذہین ہوتے ہیں مگر علم میں محنت کم کرتے ہیں قدیم زمانوں میں یہ لوگ تحصیل علم کے لئے بدخشاں و بخارا جایا کرتے تھے۔ مگر تقریباً ایک سو سال سے یہ لوگ پشاور اور ہندوستان کی طرف جانے لگے ہیں قدیم حکمرانوں کے عہد میں بھی علماء یہاں موجود تھے جو بخارا اور بدخشاں سے یہاں آکر سکونت پذیر ہوئے ہیں۔ مابعد کے حکمرانوں کے عہد میں پنجاب اور پشاور اور سرحد کے اطراف سے بہت سے علماء چترال میں آئے ہیں اور درس و تدریس کرنے لگے ہیں۔ مگر کسی عالم نے اپنی کوئی تصنیف یادگار نہیں چھوڑی ہے۔ صرف دو تین لوگوں کے نوشتہ سندات یہاں پائے جاتے ہیں۔ جو حکام کی طرف سے لوگوں کے پاس ابتک موجود ہیں۔ ۱۹۰۲ء میں چترال میں باقاعدہ تعلیم کا رواج پایا ہے اور یہاں ایک باقاعدہ سکول بھی جاری ہوا تھا۔ اور یہاں سے چند طلبا بغرض حصول انگریزی تعلیم ہندوستان کے علیگڑھ کالج میں بھیجے گئے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ تعلیمی ترقی کے لئے دیہاتوں میں بھی سکول جاری ہوئے اور اب چترال سکول کو مزید منظم کرکے مڈل سکول کا درجہ دیا گیا ہے۔[1]

[1] سنہ ۱۹۶۰ء سے ریاست میں دو ہائی سکول۔ سات مڈل سکول اور تقریباً اسی پرائمری سکول جاری ہیں۔

لوگوں کے طبقے :۔ پرانے زمانے ملک کے باشندے دو تین فرقوں میں منقسم تھے ایک فرقے کے لوگ آدم زادے تھے جو شاہی خاندان اور اس کی قریبی شاخوں سے تعلق رکھنے والے اور پھر وہ تمام جو اقوام معتبر سے یا وہ اشخاص جو بوجہ خدمات کے شاہی دربار سے عزت و رسوخ و جاگیر کے مالک ہوتے تھے اخلاق و تہذیب میں عام دیہاتی لوگوں سے بالاتر ہوتے تھے اسی نام سے موسوم کئے جاتے تھے۔ اور اب بھی شائستہ اور مہذب لوگوں کو اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ باقی عام لوگ یُفت کہلاتے تھے۔ ملک کے دفاع و جنگی امور کے ذمہ دار پہلے یہ فرق تھے جو آدمزادے کہلاتے ہیں۔ مگر رفتہ رفتہ یہ فرقہ بندی قریباً ختم ہے۔ سکوٹس اور باڈی گارڈ میں دونوں فرق کی تخویت رہی ہے۔ تیسرا ذیت و زرخان اور شیر موژ کے فرقے ہیں چونکہ ان کی زمینیں ابتداء سے حکمرانوں اور آدمزادوں کی ملکیت تھیں اور بوجہ قبول کرنے خدمات کے وہ ان زمینوں پر بطور مزارعین کے متصرف تھے۔ خدمت کرتے ہیں۔ چوتھا وہ فرقہ ہے جو خانہ زاد کہلاتے ہیں۔ وہ بطور غلام اپنے آقاؤں کی خدمت کرتے ہیں حکومت کے واجبات سے بری الذمہ ہیں۔ اس ملک کے آدمزادے خاندانوں میں اکثریت بیرونی علاقوں کے باشندوں کی تھی جو تانگیرہ داریل اندہ باشگل وغیرہ کے لوگ تھے۔

زبان :۔ اس ملک کی خاص زبان کھوار ہے جو شندور سے لادری تک بولی جاتی ہے اس کے علاوہ گبری و تانگیرچی و ڈمیلی و کلاشی و باشگلی و فارسی و گوجری و لنگوہی و افغانی زبانیں ہر ایک گاؤں میں رائج ہیں جو آپس میں یہ لوگ تکلم کرتے ہیں۔

کھوار زبان تحریر میں نہیں آئی ہے اور اسی وجہ سے ذریعہ تعلیم نہیں بن سکی مگر کئی صدیوں سے اس ملک کستان کی قومی زبان ہے۔ اسمیں فارسی و ترکی اور قدیم ہندی کے بعض لغات معمولی تغیر کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔ مگر یہ قواعد کے بموجب درست آتے ہیں۔

مصنف تاریخ مرزا محمد غفران مرحوم نے لکھا ہے کہ لٹکوہ کی وادی یارہ بیگ میں جو زبان بولی جاتی ہے چونکہ وہ فارسی اور افغانی سے مشتق ہے۔ بسبب دریافت طلب تھا کیونکہ منجان اور علاقہ افغان میں بعد مسافت ہے اور یہاں کے لوگوں میں وہ کیوں رواج پایا ہے تحقیقات سے معلوم ہوا کہ سلطان محمود غزنوی کے عہد میں افغانی سپاہ نے منجان و یگلان میں رہائش اختیار کی تھی۔ اور وہیں متوطن ہوئے تھے۔ اس لئے یہ زبان منجان میں رواج پانے کے بعد لوگوں میں بھی رائج ہوئی۔ کیونکہ یہاں کے لوگ منجان و یگلان کے لوگوں سے زیادہ تعلق و ہمسائیگی رکھتے ہیں۔ اسی طرح مڑک لشٹ واقع شیشی کوہ میں فارسی زبان کا رواج وہاں کے باشندوں کا مادری زبان ہے جو قریباً دو سو سال اس سے پیشتر بدخشاں سے یہاں آکر آباد ہوئے تھے۔

دوسرا باب

عہدِ قدیم کے حالات ـــــ کافر دور

پہلا دور ابتدائے آبادیاں

تاریخی اعتبار سے اس ملک کے ابتدائی حالات انتہائی تاریکی میں ہیں کیونکہ قدیم زمانے کے متعلق مستند تاریخی کتب نہیں ملتی ہیں جو تھوڑے بہت حالات کا پتہ چلتا ہے وہ یا تو بعض غیر ملکی مصنفین کی کتابوں میں ملتے ہیں جنہیں انہوں نے اس ملک کا تذکرہ کیا ہے یا ان روایات اور داستانوں سے حاصل کئے گئے ہیں جو قدیم زمانے سے اس ملک کے بارے میں مشہور چلی آئی ہیں۔

ملک میں موجودہ آثارِ قدیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع شروع میں جب انسان ان وادیوں میں پہنچا تو وہ زمانہ تھا جبکہ انسان غاروں میں رہا کرتا تھا اور جانوروں کے گوشت پر گذارہ کرتا تھا۔ مگر وہ تیر چلانا اور جانوروں کی کھال پہننا سیکھ چکا تھا۔ نیز آگ بھی جلا سکتا تھا۔ پرانے زمانے کے ایسے لاتعداد غار ملک کے مختلف حصوں میں پائے جاتے ہیں۔ جہاں زندگی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ رفتہ رفتہ انسان نے ترقی کر کے کاشتکاری سیکھی اور باہر نکل کر جھونپڑیاں بنا کر رہنے لگا[1]۔

ہندوکش و قراقرم کے پہاڑی سلسلوں کے درمیان بہت سی تنگ وادیاں ہیں جو شمال میں گلگت سے لیکر اسمار تک پھیلی ہوئی ہیں۔ قدیم زمانہ میں کچھ لوگ شمالی ملکوں اور کچھ لوگ جنوبی ملکوں سے دشمنوں کے حملوں سے بچنے یا تلاشِ رزق میں فرار ہو کر ان وادیوں میں آکر بس گئے اور یہیں کے ہو رہے۔ جو لوگ شمال سے آئے تھے وہ چترال یعنی [illegible] "نگر" میں رہتے ہیں اور جنوبی ملکوں سے آئے ہوئے گبری۔ باشگلی، باشقاری، تانگیری اور بعد میں کلاش جو خروجِ افاغنہ کے بعد اس ملک میں بس گئے ہیں۔ رفتہ رفتہ یہ سب گھل مل کر ایک بڑی قوم بن گئے جسے قدیم زمانہ سے ابتک "کھو" کہا جاتا ہے اور اس ملک کو "کھوستان"[2] کہا جانے لگا۔

اس ملک کی زبان کھوار ہے۔ جو نہایت قدیم سے یہاں مروج ہے چنانچہ سکندر اعظم کے زمانے کے مورخین نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ کھوار زبان میں قدیم سنسکرت۔ ترکی اور فارسی کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ چونکہ زمانہ قدیم سے

---

[1] ۱۹۳۵ء میں جرمن مہم جو ترچ میر کو سر کرنے آئی تھی۔ انکے ساتھ نباتاتی ماہرین نے یہاں کی گندم وغیرہ کا معائنہ کر کے تحقیق کی کہ گندم کے سب سے قدیمی بیج و پودے کا نمونہ اس علاقہ میں پایا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس علاقہ کے لوگ بہت قدیم و پرانے زمانے سے تہذیب یافتہ ہو کر زراعت و کاشتکاری سے واقف ہو چکے تھے۔ (مترجم)

[2] کھوستان۔ یہ کوہستان کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ (مترجم)

پامیرو بدخشاں کی جانب درے آزاد تھے۔ وہاں سے آمد و رفت چترال کے ساتھ جاری تھی۔ اس وجہ سے چترال اپنے شمالی ہمسایوں بدخشان و ترکستان کی تہذیب و تمدن سے روشناس ہوگیا اور خود اپنے ارد گرد دیگر وادیوں اور چھوٹی چھوٹی اقوام گلگت، باشقار، باشگل، تانگیر وغیرہ کی تہذیب و تمدن کا مرکز سمجھا جانے لگا۔ اور انیسویں صدی کے آخر تک اسی ممتاز حیثیت کا مالک رہا۔

دوسرا دور ایرانی سلطنت کا حصہ

سب سے پہلی منظم حکومت جو اس ملک میں قائم ہوئی اور جس کے بارے میں مستند تاریخ موجود ہے۔ وہ حکومت ایران تھی۔ اس سے ماقبل ملک کے اکثر قبیلے مقامی طور پر اپنے علاقوں کا انتظام خود کرتے تھے۔ اور جمہوری طرز پر رہتے تھے جب پانچویں صدی قبل مسیح میں ایران کے شہنشاہ دارائے گشتاسپ کی سلطنت مصر سے لیکر پامیر تک پھیلی ہوئی تھی۔ جس صوبے میں یہ علاقہ شامل تھا اس صوبہ کا مرکز بلخ تھا۔ بلخ زردشتی مذہب کا ایک بڑا مرکز تھا۔ اس علاقے کے لوگ بھی اسی مذہب پر قائم تھے اور اکثر لوگ زیارت کے لئے بلخ جایا کرتے تھے۔

ملک کے اقتصادی اور تمدنی حالات ترقی پر تھے خصوصاً شمالی علاقہ تورکھو، موڑکھو اور مستوج وغیرہ مقامات تہذیب و تمدن کے مرکز تھے۔ کھو قوم گلگت سے جلال آباد تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور اس سارے علاقہ کو کھوستان کہا جاتا تھا۔

ایرانی دور کی ایک خاص یادگار جشن نوروز ہے جو اس ملک کا قومی تہوار ہے اور ہر سال بہار کی ابتداء میں منایا جاتا ہے۔

سکندر اعظم جب ایران کی سلطنت کو فتح کرکے یلغار کرتا ہوا اسمار تک پہنچا تو کھو قوم نے اس کی افواج کا زبردست مقابلہ کیا۔ پھر بھی سکندر کی فوج کا ایک دستہ آگے بڑھ کر چترال تک جا پہنچا۔ لیکن اس ملک میں ان کی کوئی مستقل حکومت قائم نہ ہوسکی۔ اسمار کے نزدیک جس دریا کو سکندر کی فوجوں نے اس حملے کے وقت عبور کیا تھا اس زمانے کی کتابوں میں اس کو "کھواسپس" یعنی دریائے کھو کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کھو قوم اس وقت بھی اسمار کے علاقہ میں موجود تھی۔ سکندر اعظم کے حملے کے بعد اس ملک میں کافی عرصہ تک کوئی بیرونی حکومت نہیں تھی البتہ بدخشاں و کابل کے حالات سے کافی اثر پذیر رہا تھا۔ اسی دور میں بدھ مذہب یہاں رواج پایا۔

تیسرا دور چینی اقتدار

۵۶ء قبل مسیح میں شہنشاہ چین نے مشرقی ترکستان پر قبضہ کرلیا اور رفتہ رفتہ اس تمام علاقے کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ چینی دور کے آثار اب تک اس ملک میں جابجا پائے جاتے ہیں۔ انہوں نے یہاں کے پرگنہ جات "چراگاہوں اور نہروں کی تقسیم کے لئے جو قوانین رائج کئے تھے۔ آج تک ان پر عملدرآمد ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ چینی حکومت یہاں کے ہر قبیلہ کا ایک ایک فرد بیجا کر یا تند میں بطور یرغمال رکھتے تھے۔ جسے رسم ٹیسک کہتے تھے اور ایک دو سال کے بعد ان لوگوں کو واپس بھیجکر ان کے بدلے دوسرے آدمی لیجاتے تھے۔

چوتھا دور کنشک کی حکومت

دوسری صدی عیسوی میں پرش پور (موجودہ پشاور) کے راجہ کنشک نے تمام سرحدی علاقہ جات فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لئے اور اس کے بعد کابل و چترال کے راستے یارقند پر حملہ کر کے اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ بعد میں یہ علاقہ کافی عرصہ تک اسی سلطنت کے ماتحت رہا اور یہاں بدھ مذہب نے کافی ترقی کی۔ کنشک سلطنت کے ٹوٹ جانے کے بعد اس ملک میں پھر افراتفری شروع ہو گئی اور کافی عرصے تک کوئی منظم حکومت ظہور میں نہیں آئی۔

پانچواں دور چینی حکومت

ساتویں صدی عیسوی میں چینیوں نے ترکستان کو بحیرۂ خزر تک پھر اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور اس طرح کوہستان کا علاقہ بھی پھر ان کی سلطنت میں شامل ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں اس ملک کو "بلور" کہا جاتا تھا۔ اور یہاں کا حکمران حکومت چین کو خراج دیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ یہاں کے لوگوں نے حکومت چین سے بغاوت کی تو چینی افواج نے اس ملک پر حملہ کر کے بہت سے معتبروں کو پکڑ لیا اور کاشغر لے گئیں۔ اور ایک قلعہ میں بند کر دیا۔ جب ان کی آزادی کا وقت نزدیک پہنچا تو ایک گائے کی کھال قلعے کے دروازے پر بچھا دی اور قیدی اس کے اوپر سے کود کود کر باہر نکل کر آ گئے۔ جتنی کہ اس کھال میں سوراخ ہو گیا۔ وہ آزاد کر دیئے گئے۔ اور جو باقی رہ گئے بدستور قید میں بند رہے۔ نیز روایت ہے کہ چینی اس ملک سے خراج کے طور پر علاوہ اور دیگر اشیاء کے ایک صندوق مگسوں کا بھی لیا کرتے تھے جس کا مقصد یہ بتایا جاتا ہے کہ وہ اس ملک کے لوگوں پر اپنی دہشت اور دھاک بٹھانا چاہتے تھے۔

چھٹا دور بہمن کوہستانی

ساتویں صدی عیسوی کے آخر میں چترال یا کوہستان میں بہمن کوہستانی کی حکومت مشہور تھی۔ یہ حکمران چینی سلطنت کا باجگذار تھا۔ اور اندرونی طور پر اپنی مملکت کا خود مالک تھا اس کی سلطنت سارے کوہستان۔ بدخشان کے بعض حصوں نیز یاسین۔ گلگت تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہاں اس کے دارالحکومت کا قلعہ موڑ گول میں تھا جو موڑکہو میں ہے۔ موڑ گول کا قلعہ پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا۔ جس میں ڈوز پہاڑ کا پانی مار خوروں کے سینگوں کے ذریعہ قلعہ تک پہنچایا گیا تھا۔ لیکن اس حقیقت سے کوئی بھی واقف نہ تھا۔ لوگوں کا غالب گمان یہ تھا کہ قلعہ کے اندر کوئی قدرتی چشمہ موجود ہے۔ کشم وزیرودی کے درمیان کوہ خراسان کے پہاڑ پر بھی اس کا ایک قلعہ موجود تھا جس کے آثار اب بھی موجود ہیں۔

مذہبی وتمدنی حالت

وثوق سے نہیں کہا جا سکتا ہے کہ بہمن کوہستانی بدھ مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔ یا کسی اور مذہب سے۔ اسلام سے پہلے ایرانی بادشاہوں میں سے دارائے گشتاسپ کے بعد بہمن کی بادشاہت مشہور ہے یہ نام ایران میں پایا جاتا ہے۔ البتہ بہمن بت پرست ضرور تھا۔ اس کے زمانہ میں چترال کوہستان نہایت خوشحال تھا۔ کہتے ہیں کہ اسی زمانہ میں بارمغون میں تنگ گول سے ایک نہر نکال کر قاق لشٹ کے میدان کو آباد کیا گیا تھا۔ قاق لشٹ میں اس کے زمانہ کا پولو کا میدان اب بھی موجود ہے جسے خندان جنالی سے موسوم کرتے ہیں۔

لشکر اسلام کا حملہ ۸۰ھ مطابق ۱۸۵ء

بہمن کوہستانی کے دور میں جب فاتحین اسلام نے آٹھویں صدی عیسوی میں ایران - افغانستان اور ترکستان پر قبضہ کرلیا - اور مشرق کی طرف آگے بڑھنے لگے - تو شہنشاہ چین نے والیان بلور، کوہستان، شغنان، وخان بدخشان کو بادشاہ کا لقب دیکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے آمادہ کیا -

جب فاتحین اسلام اس عہد میں چینی لشکر کو شکست دیتے ہوئے آگے بڑھے تو اس اثنا میں عرب فوج کا ایک دستہ بروغیل کے راستہ سے اس ملک میں داخل ہوگیا - دریائے یارخون کے دہانے پر دکہتان لشٹ) کے مقام پر بہمن کی افواج نے اس کا مقابلہ کیا - زبردست خونریز جنگ کے بعد اسلامی لشکر کو فتح حاصل ہوئی اور مسلمان یلغار کرتے ہوئے موڑگول تک پہنچ گئے - بہمن کے قلعہ کو مسمار کر دیا گیا - بہمن کوہستانی خود بہادری سے لڑتے ہوئے مارا گیا - اس طرح اس کی بادشاہت ختم ہوگئی - موڑگول علاقہ خاص چترال کی حدود میں واقع ہے -

شمالی علاقوں کے اکثر لوگ فاتحین اسلام کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوئے کچھ حصوں میں کفار موجود رہے اور کئی سو سال تک ان کی حکومت قائم رہی - کیونکہ اسلامی لشکر ابتدائی فتح کے بعد یہاں حکومت قائم کئے بغیر ہی واپس چلا گیا - اس کے بعد طویل عرصہ تک اس کے حالات تاریکی میں ہیں مگر اس قدر کہا جاسکتا ہے کہ شمالی اضلاع میں اسلام آہستہ آہستہ پھیلتا رہا - پھر بھی ملک کے اکثر حصے کافر حکمرانوں کے ماتحت رہے اس زمانہ کے قلعوں اور قبروں کے آثار ملک کے مختلف حصوں میں کچھ پائے جاتے ہیں -

سلطان محمود غزنوی

اس دوران میں دسویں صدی عیسوی مطابق ۳۹۱ھ ہجری کے شروع میں سلطان محمود غزنوی کا ایک دستہ فوج اس ملک پر جنوب کی طرف سے یورش کرنے کا قصہ مشہور ہے مگر اس کے نتائج اور اثرات کا حال معلوم نہ ہو سکا - صرف اس قدر معلوم ہے کہ علامہ البیرونی مشہور مورخ علامہ ابوریحان محمد البیرونی عہد سلطان محمود نے تاریخ میں لکھا ہے کہ جلال آباد سے گلگت تک پہاڑوں میں ترکمان قوم آباد ہیں - اس نے کھو قوم کو اس نام سے منسوب کیا ہے گویا سلطان نے پہلے اس پاس کے علاقے ہموار کرلئے تھے - اور قرب وجوار کے خطرات سے فارغ ہوکر پھر اس نے ہندوستان کے لئے کمر ہمت باندھی اور مسلسل حملے کرکے ہندوستان کی اجتماعی ہندو طاقت کو چکنا چور کرکے راہ سے ہٹا دیا - اور اسلام کو پھیلنے کے مواقع بہم پہنچائے - اس سلسلہ میں سلطان محمود کا ایک دستہ فوج کے اس ملک پر یورش کرنے کا واقعہ علامہ البیرونی کی تاریخ سے درست معلوم ہوتا ہے -

مغل حملے

اسی زمانے میں شمال کی طرف سے مغلوں اور گرغز قوموں نے مستوج و دیگر شمالی اضلاع پر حملے کئے اور کافی لوٹ مار مچائی -

کلاش کافر

یہ قوم کلاش کافر اسی دور یعنی دسویں صدی عیسوی میں اس ملک میں وارد ہوئی - یہ لوگ اصل میں بانسگل کے باشندے تھے - جب سیاہ پوش کفار کو افغانوں نے مشرقی افغانستان

سے دھکیل دیا تو وہ باشگل پہنچ گئے اور چونکہ وہ لوگ طاقتور اور تعداد میں زیادہ تھے اس لئے باشگل کے سابق اصل باشندے یعنی کلاش کافر وہاں سے بھاگ کر کوہستان چترال میں چلے آئے۔ اور جنوبی اضلاع دروش اوین وغیرہ تک قابض ہو گئے۔ بعد میں کلاش قوم کے اکثر لوگ مسلمان ہو گئے۔ جو سویر۔ ارسون۔ جنجریت۔ کلکٹک وغیرہ علاقوں میں آباد ہیں۔ لیکن بمبوریت۔ رمبور۔ بریر کی وادیوں میں رہنے والے لوگ ابھی تک اپنے پرانے مذہب و تہذیب پر قائم ہیں۔

ساتواں دور۔ سوملک اوّل

یہ خاندان تراخان سے تھا۔ اور اس کا جدِ اعلیٰ آذر نامی شخص تھا جس نے گلگت سے چترال تک حکومت کی۔ یہ کھو قوم کا پہلا اور آخری بادشاہ تھا جو غالباً ۱۲۱۰ء عیسوی اور ۶۰۰ھ ہجری میں چترال کے بالائی علاقے کا حکمران تھا۔ اس کی بادشاہت شمال میں گلگت اور جنوب میں کاری مقام تک پھیلی ہوئی تھی۔ جو خاص چترال سے سات میل اوپر واقع ہے خاص چترال اور اس کے جنوبی اضلاع میں کلاش کافروں کی حکومت تھی۔ سوملک کا دور "کوہستان" کا خوشحال ترین دور کہا جاتا ہے۔ ملک میں ہر طرح فارغ البالی تھی۔ اس کا دارالسلطنت خاص دراسن تھا جو موجودہ علاقہ موڑکھو میں واقع ہے۔ سوملک سخاوت و فراخدلی میں مشہور تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ اہل ملک کو بڑی بڑی ضیافتیں دیا کرتا تھا اور اسکی انکی عام دعوت کا قصہ اب تک زبان زدِ خاص و عام ہے۔

ترک قبیلہ یورخون کے حملے

اس کے زمانے میں ترکوں کے ایک قبیلے "یورخون" کے نام سے شمالی اضلاع پر حملہ کر کے اسے تاخت و تاراج کر دیا۔ سوملک افواج لیکر ان کے مقابلے کو پہنچا اور موجودہ پرگنہ یارخون کے علاقہ میں اس قبیلے کو تباہ کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس قبیلے کے نام سے اس پرگنہ کا نام بھی یارخون سے مشہور ہو گیا ہے۔ جو یورخون سے یارخون بن گیا ہے۔

سوملک اوّل کے جانشین اور وادی نشین

سوملک اول کے بعد اس کے جانشینوں نے بہت عرصہ تک حکومت کی اس کے لڑکے کا نام بیرگوش تھا۔ جس کی اولاد میں سوملک ثانی مشہور بادشاہ گذرا ہے جسکا پایہ تخت مستوج تھا اور اس کی حکومت گلگت۔ ہونزا۔ اور نگیر تک پھیلی ہوئی تھی۔ سوملک ثانی کے تین لڑکے تھے۔ پہلا ہزابیگ جو ہونزا کا حکمران ہوا۔ دوسرا مدون جو گلگت میں حکومت کرتا تھا۔ اور تیسرا زندن تھا جو چترال کے شمالی حصہ کا حکمران تھا۔ ان کی اولاد اب تک ہونزا۔ گلگت اور چترال میں موجود ہے زندن کی اولاد زندیہ قوم کے نام سے مشہور ہے اور روتو کی اولاد میں سے قریباً پانچ سو نفوس تانگیر میں آباد ہے اور اس کی دوسری شاخ کچی کور کے نام سے دو سو افراد باشقار میں موجود ہیں۔

تاج مغل

۱۳۲۰ء میں ایک مغل سردار (تاج مغل) نے درہ یارخون کے راستے سے چترال پر حملہ کیا اور چترال سے بروغیل تک دریائے چترال کے بائیں کنارے سے پرسان سے علاقہ کو تاخت و تاراج کرتا ہوا شندور کے راستے سے گلگت پہنچا۔ وہاں کے حکمرانوں نے اس کی تابعداری کی اور تراخان حاکم گلگت اس کی اطاعت قبول کر کے اپنی حکومت پر بدستور برقرار رہا۔ اور اس حملے کا بڑا اثر یہ ہوا کہ تاج مغل چونکہ اسماعیلی فرقہ کا داعی تھا مستوج اور گلگت

کے لوگوں نے حاکم گلگت کے ساتھ متفق ہو کر اسماعیلی مذہب قبول و اختیار کر لیا۔ اور تاج مغل نے خوش ہو کر ان کو اسی حال میں چھوڑ کر سرلیقول کے راستے پھر یارکند کا رُخ کیا۔ موڑکہو۔ تورکہو۔ کوشٹ۔ آویر کے علاقوں میں بدستور سومَلِک کی حکومت قائم رہی ۱؎ (سومَلِک کھو قوم سے تھا۔ حاشیہ پر دیکھیں)

بل سنگھ

جنوب میں کلاش کافروں کی حکومت تھی جس کا مرکز موجودہ قصبہ خاص چترال میں بالا حصار واقع اوچشٹ تھا اور حکمران کا نام بل سنگھ تھا۔ بمبرت میں کیترہ ٹیک کے مقام پر ایک اور کلاش حکمران تھا جس کی حکومت دروش و ہانگل کے کچھ حصوں تک پھیلی ہوئی تھی۔

شاہ نادر رئیس کا حملہ اور کفار کی شکست

اسی دوران ۱۳۲۰ عیسوی میں ہی ایک اور سردار جس کا نام شاہ نادر رئیس تھا اس ملک میں وارد ہوا۔ اور دریائے چترال کے بائیں کناروں پر سارے علاقہ یعنی مستوج و کوہ پر قابض ہو کر پھر چترال پر حملہ کر کے کلاش حکمران بل سنگھ کو شکست دی اور اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس نے اپنا دارالحکومت چترال میں قائم کیا۔ اور رئیس خاندان کی حکومت کی بنیاد یہاں رکھی۔ یہ رئیسیہ خاندان کا پہلا حکمران تھا۔

کافر دور کا خاتمہ اور اس کی اہمیت

رئیس خاندان کے اقتدار کے ساتھ ساتھ کوہستان کا کافر دور کا زمانہ ختم ہوتا ہے اگرچہ کافی عرصہ تک بعد میں موڑکہو۔ تورکہو اور گلگت کے علاقہ میں سومَلِک کی اولاد۔ اور جنوبی اضلاع میں کلاش کافر حکمرانوں کی حکومتیں باقی رہیں لیکن بتدریج رئیس حکمرانوں نے ان کو بھی فتح کر لیا۔ مگر اس طرح ان کی ایک بڑی طاقت ہمیشہ کے لئے ختم ہوئی۔ بعد میں جو کفار رہ گئے۔ وہ غلاموں اور محکوموں کی حیثیت میں موجود رہے۔ اسی عہد میں بل سنگھ کی اولاد چترال میں مشرف بہ اسلام ہوئی۔

تاریخ کوہستان میں کافر دور نہایت طویل و اہم ہے جس کی خصوصیات میں اندرونی امن و امان خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ یہ ملک اس دور میں نہایت خوشحال تھا۔ لوگ امن سے اپنی زراعت و دیگر امور زندگی میں مشغول رہتے تھے اگرچہ یہ ملک ایران و چین کی سلطنتوں کے زیر اثر تھا۔ مگر وہ سلطنتیں اتنی دور تھیں کہ سوائے معمولی خراج وصول کرنے کے اس ملک کے اندرونی معاملات میں زیادہ دخل اندازی نہیں کر سکتی تھیں۔ لیکن اس پُر امن زندگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ سست و کاہل ہو گئے اور شراب نوشی و لہو لعب میں مشغول ہو گئے اور جب بیرونی حملہ آوروں نے اس ملک پر یلغار کی تو ان کی کم تعداد

۱؎ سومَلِک کے اجداد بھی حکمران تھے اور اس کی اولاد بھی۔ اور یہ کھو قوم کا پہلا اور آخری حکمران تھا۔ کیونکہ چترال کی قدیم قوم "کھو" ہی ہے یعنی قدیم اہل ملک یہی ہیں اور باقی لوگ یعنی خاندان رئیس اور خاندان تیموری وطن کے لوگ نہ تھے اور کھو قوم سے نہ تھے اجنبی اور بیرونی لوگ تھے باہر سے آئے اور متوطن ہو گئے لیکن مار دھاڑ اور متعدد حملوں کے بعد باہر نہیں چلے گئے بلکہ یہاں کے مستقل باشندے ہو کے رہ گئے اور ان پر حکومت بھی ان کی نسل نے مختلف اوقات میں سنبھالی اور کھو قوم ان کی اطاعت گزار ہو کر رہ گئی۔ لہٰذا ان کو خاندانوں میں تقسیم کر کے خط امتیاز کھینچا جا سکتا ہے لیکن کھو کو غیر ملکی حکمران کا نام دینا یا ایسا تصور کرنا شاید درست نہ ہوگا۔ (مصحح کاظمی)

کے باوجود یہ لوگ ڈٹ کر مقابلہ نہ کر سکے اور حملہ آور یہ علاقہ فتح کرنے میں کامیاب ہوگئے - ورنہ یہ ظاہر ہے کہ سوائے لشکر اسلام کے جس نے بہمن کوہستانی کو شکست دی - دوسرے حملہ آور سردار مثلاً تاج مغل و شاہ نادر رئیس کوئی بڑا لشکر چڑھا کر نہیں لائے تھے -

رئیس کی کامیابی کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس وقت شمالی اضلاع میں اسلام پھیل چکا تھا اور وہاں کے لوگوں نے کافر حکمرانوں کے مقابلہ پر ایک مسلمان حملہ آور کو مدد دینا اپنا فرض سمجھا - تاہم موڑکہو و تورکہو کے کھوَ قبیلوں نے سوملک کے جانشینوں کی سرکردگی میں کافی عرصہ تک رئیسوں کا مقابلہ کیا - بعد میں یہاں بھی اہلِ ملک کی مدد اور ہمدردی کی وجہ سے رئیس حکمران کامیاب ہوگئے - البتہ چترال خاص کے کلاش کافر حکمرانوں کی طرف سے کوئی شدید مقابلہ نہ ہو سکا اور انہوں نے جلد ہی ہتھیار ڈال دیئے -

آثارِ قدیمہ

کافردور کے آثار قدیمہ ملک کے تمام حصوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ کافی تہذیب یافتہ اور فنِ تعمیر و ہنرسازی میں ماہر تھے - موڑکہو میں موڑگول اور تورکہو میں مرپام مقام کے پاس کافردور کے قلعوں کے آثار اب بھی موجود ہیں اور اُن کی کھدائی سے اس زمانے کے زیور اور دیگر اشیاء زندگی برآمد ہوئی ہیں۔ ان کے خاص ہتھیار تلوار، تیر کمان ہوتے تھے -

شاہ نادر رئیس کے حملہ کے وقت ملک کی حالت

جس وقت شاہ نادر رئیس اس ملک پر حملہ آور ہوا۔ اس وقت شمالی علاقہ میں سوملک کی اولاد کی حکومت کی جڑیں کھوکھلی ہو چکی تھیں اور مستوج کا علاقہ اسلام کے زیر اثر تھا - اس لئے شاہ نادر رئیس کا آسانی سے قبضہ ہوگیا - موڑکہو - تورکہو اور آدیر میں سوملک کی اولاد کی حکومت کچھ مضبوط تھی اور وہاں وہ کافی عرصہ تک جمے رہے - گلگت کے علاقہ میں بھی سوملک کے جانشین مضبوطی سے جمے ہوئے تھے مگر وہ مسلمان ہو چکے تھے اور ان کی حالت اچھی تھی وہ لوگ نسبتاً زیادہ تہذیب یافتہ اور فنِ جنگ میں کسی قدر ماہر تھے

کلاش کافر

جنوبی علاقہ میں چترال سے لیکر اندرو باشگل کے کچھ حصوں تک کلاش کافروں کی حکومت تھی جو دو حصوں میں منقسم تھی - چترال میں راجہ بُلاسنگھ کی حکومت تھی جس کا قلعہ اوچشٹ میں بالا حصار، کھلاتا ہے کاری سے لیکر میرو ندہ - ایون تک اس کی حکومت تھی - کلاش قوم کے علاقہ پر ایک اور راجہ کریٹر نوک کی حکومت تھی جس کا پایہ تخت بمبرت میں چترمک کے مقام پر تھا اور یہ بڑی وسیع اور مضبوط حکومت جنوبی اضلاع میں دروش، بیشی کوہ - جنجرت - سویر - نغر - ارسون وغیرہ تک پھیلی ہوئی تھی اس کے علاوہ باشگل کے کچھ اضلاع بھی انہیں شامل تھے۔ اِن دونوں کلاش علاقوں میں کلاش کافر لوگ آباد تھے - جو دسویں صدی عیسوی میں اپنے آبائی وطن باشگل کو چھوڑ کر اس علاقہ میں گھس آئے تھے اور یہاں آباد ہو گئے تھے -

کلاش کفار کا مذہب

کلاش قوم کافر اور بت پرست تھی - انکا مذہب نہایت قدیمی ہے یہ لوگ شروع سے ہی پریوں - جنات اور ارواحِ خبیثہ کی پرستش کرتے ہیں -

بتوں کے اقسام وہ نیز پتھروں اور لکڑیوں کے بت بنا کر ان کو پوجتے ہیں۔ سب سے بڑا بت "مہادیو" اور دوسرے خاص بت "انگو" "کشتے"۔ سجی گور۔ اور جیتنک وغیرہ ہوتے ہیں اور یہ بت فصلوں۔ بارش۔ بیماری و دیگر امور کے لئے مخصوص ہیں۔ ہر موقع پہ یہ لوگ بکریوں وغیرہ کی قربانی کر کے ان بتوں پر انکا خون چھڑکتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں۔ جب ان میں کوئی مرجاتا ہے تو اس کی نعش کو کئی دنوں تک رکھ کر ناچتے اور خوشیاں مناتے ہیں اور اس کی تعریف میں گیت گاتے ہیں۔ اور اگر ان میں کوئی خاندان ثروت والا فارغ البال ہوتا ہے اور زیادہ دنوں تک لوگوں کو ضیافت دے سکتا ہو تو مرنے والے کی یادگار کے طور پر اس کی شکل کا لکڑی کا مجسمہ بنا کر گھوڑے پر سوار کر کے گاؤں میں نصب کر دیتے ہیں اور مردے کو دفنانے کی بجائے بہترین قیمتی کپڑے پہنا کر ایک کوزہ میں پانی اور روٹی کے ساتھ ایک لکڑی کے صندوق میں بند کر کے جنگل کے قبرستان میں جسے "مڈاک ثاؤ" کہتے ہیں۔ رکھ کر واپس آیا کرتے ہیں۔ ابتک یہ رسم جاری ہے۔

کلاش تہوار کلاش قوم سال میں کئی تہوار مناتی ہے جن میں خاص تہوار چار ہیں۔ جیوشی اور پوڑ میں چلمس دسمبر کے وسط میں منایا جاتا ہے۔ یہ دراصل ان کا نیا سال شروع ہونے کا دن ہے جو اوائل دسمبر کے بعد جب دن لمبے ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور سورج برج حمل میں پہنچکر واپس گردش شروع کرتا ہے اس موقع پر یہ لوگ کئی دن جشن منا کر سورج کے برج حمل میں داخل ہو کر نئی گردش شروع کرنے کے ایام میں دعائیں اور قربانیاں کرتے ہیں جسکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ نیا سال خوشحالی اور امن و امان سے گزرے۔

مذہبی رہنما دہار کی پیشگوئی۔ اس وقت ان کا مذہبی رہنما جسے دہار کہا جاتا ہے۔ سرو درخت کی ٹہنیوں کے دھوئیں کو سونگھ کر اور ذبح کی ہوئی بکریوں کے خون کو دیکھ کر بے ہوش ہو جاتا ہے اور اس بیہوشی کے عالم میں آئندہ سال کے بارے میں پیش گوئیاں کرتا ہے اور اپنے ملک کے آئندہ حالات نیک و بد بیان کرتا ہے۔ دوسرا تہوار "جیوشی" یا چلم جوشٹ ہے جو موسم بہار میں منایا جاتا ہے اس موقع پر کلاش کافر کئی دن خوشیاں مناتے اور خوب ناچ رنگ کرتے ہیں اور دعوت و ضیافتوں کا بازار گرم رہتا ہے۔ تیسرا خاص تہوار "پوڑ" ہوتا ہے جو موسم خزاں میں بالائی چراگاہوں سے بکریاں وغیرہ بخیریت واپس آجانے کی خوشی میں منایا جاتا ہے۔ تمام لوگ خوب ناچ رنگ کرتے اور انگور وغیرہ سے شراب بنا کر کثرت سے استعمال کرتے ہیں ابتک تمام انگور کے میوے بھی کھانے کے لئے بند رہتے ہیں۔ جب پوڑ شروع ہوتا ہے۔ انگوروں کے باغ خاص و عام کے لئے آزاد ہوتے ہیں۔ اور باہر کے لوگ بھی آزادی سے انگوروں کے ڈھیروں کے ڈھیر اپنے گھروں کو لے جاتے ہیں۔

بڈالک کی آزادی اس موقع پر کلاش کافروں کی ایک عجیب رسم ہے کہ جب مال مویشی چراگاہوں سے واپس گاؤں میں لایا جاتا ہے اس خوشی میں بڑی دھوم دھام سے ناچ کرتے ہیں اور اس ناچ میں بڈالک کو آزادی ہے کہ وہ جس لڑکی کو پسند کرے شباب کی آرزو اس کے ساتھ پوری کرے چرواہوں میں جو جوان قوی۔ خوبصورت اور چھشیلا ہو۔ انتخاب کر کے اسے "بڈالک" کا خطاب دیتے ہیں۔ اور اس ناچ میں چرواہوں

کا بڑا لحاظ ہوتا ہے چنانچہ بڈا لاک کے علاوہ وہ بھی اس آزادی سے محروم نہیں ہیں۔ کسی قسم کی بندش نہیں ہے۔

کلاش قوم کے عام حالات

اس قوم کی اصلیت کا اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں کہ وہ باشگل کے اصلی باشندے تھے۔ دسویں صدی عیسوی کے دوران وہ اس ملک میں آئے اور متوطن ہو گئے وہ خود یقین رکھتے ہیں کہ سیام سے آئے ہیں مگر وہ حقیقت سے یہ بیان نہیں کر سکتے کہ سیام کہاں ہے چنانچہ پورہ کو وہ بھی سوات کہتے ہیں۔ بعض یورپین مورخین نے یہ ظاہر کیا ہے کہ سکندر اعظم یا اس کے دوسرے جرنیلوں کی سپاہ کے پسماندہ لوگوں کی اولاد ہیں۔ جو باشگل کی وادیوں میں رہ گئے تھے۔ مگر اس کا بھی کوئی مستند ثبوت نہیں ملتا۔ سرجان مالکم کی تاریخ میں یہ لکھا پایا گیا کہ قلاش لغت میں مکڑی کو کہتے ہیں جو نہایت حقیر مانا جاتا ہے یہ لوگ بھی چونکہ فاتحین اسلام کے ہاتھ بہت ذلیل ہوئے اس لئے ان کا نام قلاش ہوا۔ قدیم تاریخوں میں باشگل کے باشندوں کو کفار سیاہ پوش لکھا گیا ہے کیونکہ وہ کالا پوستین پہنتے تھے۔ کلاش کے لوگ ہمیشہ موٹا اونی لبادہ پہنتے ہیں جسے لو کہا جاتا ہے اسی لئے وہ لباس کی مناسبت سے کالالاش کے نام سے مشہور ہیں۔ تخفیف ہو کر کلاش بن گیا ہے۔ بہرصورت اس قوم کے رسم و رواج قدیم طرز پر قائم ہیں موٹا اونی پاجامہ و کرتہ اور اس کے اوپر ایک پٹکہ بندھا ہوتا ہے اس کے نیچے کچھ نہیں پہنا جاتا۔ کلاش عورتیں سر پر لمبی اونی ٹوپی پہنتی ہیں جس پر سیپی مہروں کے پھندے لگے ہوتے ہیں جس سے وہ پہچانا جاتا ہے کہ کلاش عورت ہے۔ شکل و شباہت میں مرد اور عورتیں دونوں مضبوط اور خوش رنگ ہیں۔ عورتوں میں بعض خوبصورت بھی ہوتی ہیں مگر نہایت غلیظ اور گندی ہوتی ہیں۔ ان کے دستور میں عورت کا درجہ نہایت پست اور ذلیل ہے۔ وہ اس برتن میں کھانا نہیں کھا سکتیں جس میں مرد کھاتے ہیں۔ یہ قوم بڑی عیاش ہے سال کا اکثر حصہ مختلف تہواروں کے بہانے ناچ رنگ میں گذارتے ہیں۔ شراب پیتے ہیں۔ ناچ میں ایک دوسرے کے گلوں میں ہاتھ ڈال کر جھومتے ہیں۔ مرد جنگجو طبیعت کے نہیں ہیں۔ اس لئے انہوں نے ہمیشہ حکمرانوں کے حملوں سے شکست کھائی اور اپنی آزادی کھو بیٹھے۔ ان کی بڑی بڑی زمینیں ہوتی ہیں۔ جن پر حکومت کو خراج دیتے تھے اور بیگار کرتے تھے۔ انکساری اور فروتنی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ جب سلام کرتے ہیں خوب جھک کر ادا کرتے ہیں مگر اس کے باوجود بعض معاملوں میں خوب چالاک ہیں اور اپنے مقدمات میں جب پیش ہوتے ہیں۔ عدالتوں کو حیرت میں ڈالتے ہیں۔ نرم پالیسی اور برتاؤ کے عادی ہیں۔ جب ان کا آپس میں کوئی خاص واقعہ پیش آتا ہے تو اس مکان میں جہاں مردے کو رکھ کر ناچتے ہیں جمع ہو کر باہمی مشورہ سے اس کا فیصلہ کرتے ہیں اور آپس میں بڑے اتفاق اور محبت سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کی اکثر خوراک پنیر اور اخروٹ ہوتی ہے مہمان کی بڑی تواضع کرتے ہیں شہد اور گھی سے مہمانی کرتے ہیں

چوپایوں کو ذبح کرنے کی عادت نہیں مردار کھاتے ہیں۔ اور درندوں کا گوشت بھی کھاتے ہیں۔ جیسے ریچھ چیتا اور لومڑی کا گوشت جب مل جاتا ہے خوشی سے کھاتے ہیں۔ ریچھ کے گوشت اور چربی کو مفید جانتے ہیں پیاز کو متبرک مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بہشت میں پیاز بہت ہوتا ہے یہ لوگ بہشت اور دوزخ کے قائل ہیں۔

کافر (کلاشی) لڑکیوں کے ناچ

کلاشی ناچ کی کافر عورتیں

کلاشی دیوتا جسٹک آن

اور کہتے ہیں کہ ہم مرنے کے بعد بہشت جائیں گے اور دوزخ کو بھی دنیا مانتے ہیں۔ جہاں محنت اور تکلیف ہے خداوند تعالیٰ کے قائل ہیں اور حقیقی خدا کے علاوہ وہمی اور خیالی بھی چھ معبود رکھتے ہیں جن میں کسی کو مذہب۔ پیدائش۔ اولاد اور کسی کو بیمے اور درختوں کے مختار کسی کو فاعل نشو ونمائے زراعت وغیرہ وغیرہ مانتے ہیں اور اُن کے آگے قربانیوں سے مرادیں مانگتے ہیں۔ مجموعہ تینوں کو مہادیو کہتے ہیں

وہ بت پرستی کی علاوہ مانوش بھی گھروں میں رکھتے ہیں۔ جو انکی خاندانی دیوتا ہوتا ہے جسکا آن ایک بارخون کی سینگ یا پتھر کی صورت میں گھر کے دیوار اور چھت کے درمیان متصل ہوتا ہے۔ جس پر گنہگاروں کی قسم بھی ہوتا ہے اور اس بڑی تعظیم کرتے ہیں۔

باشگلی قوم

تاریخ سے پایا جاتا ہے کہ یہ قوم مشرقی افغانستان کے باشندے تھے افغانوں نے جب دسویں صدی عیسوی میں ان کو وہاں سے دھکیل دیا تو وہ باشگل پہنچ گئے اور باشگل کے قدیمی باشندے کلاش قوم جو سست اور اقلیت میں تھے۔ ان سے مغلوب ہو کر چترال آئے اور چترال کے جنوبی اضلاع پر قابض ہو گئے۔ اور آج تک یہیں آباد ہیں۔ باشگل بازگل تھا جو ایک گاؤں کا نام تھا۔ رفتہ رفتہ سارے علاقہ کو باشگل کے نام سے مشہور کیا گیا یہ قوم اپنا نسب عرب بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے اجداد طلوع اسلام کے بعد عرب سے بھاگ کر خراسان آئے اور وہاں سے بدخشاں پہنچے جہاں سو سال تک مقیم رہے۔ جب وہاں بھی اسلام کی روشنی کا طلوع ہوا۔ وہاں سے باشگل آئے اور طرح اقامت ڈالی۔ عرب کے لحاظ سے یہ لوگ لانے کے بعد اپنے آپ کو قریش کہتے ہیں باشگل کے شمالی حصے ۱۵۳۰ء میں ریاست چترال کے زیر اثر و ماتحت ہوئے کیونکہ محمد بیگ نے ان کو فتح کیا تھا۔ جو موجودہ حکمران خاندان شاہی کے بانی تھے۔ اور وہاں کے مفتوحہ علاقوں پر خراج مقرر کیا۔ اس طرح تین سو چھتیس سال یہ علاقے ریاست چترال کے ماتحت رہے اور باجگذار تھے ۱۸۶۹ء میں جب یہ لوگ پھر سرکشی اختیار کر کے ریاست کا خراج ادا کرنے سے انکاری ہوئے تو ریاست کی فوج نے شاہزادہ نظام الملک کے ساتھ باشگل پہنچکر ان پر حملہ کر دیا۔ اور قلعہ برگ مٹال کو فتح کر کے ان کے سردار شاملک کو ایک سو پچاس کا فرقیدیوں کے ساتھ گرفتار کر کے چترال لایا اور قلعہ کو آگ لگا کر بیشمار جنس کے ساتھ خاکستر کر دیا اور شاملک کو چترال سے بدخشاں کی طرف خارج کر دیا گیا۔ باقی لوگ بدستور اطاعت قبول کر کے باجگذار رہے۔

۱۸۹۵ء کی حد بندی کے بعد جب سارا باشگل انگریزوں کے عہد میں امیر کابل کے قبضے میں چلا گیا تو چترال کے حصے بھی شامل افغانستان ہوئے اور امیر کابل نے جب باشگل پر قبضہ کر لیا تو بڑی بڑی جنگوں سے ان کو مطیع کیا اور اسلام پھیلایا۔ مگر جو لوگ سرکش رہے وہ وہاں سے بھاگ کر چترال میں پناہ گزیں ہوئے۔ ریاست نے ان کو رہائش و قیام کے لئے

گبور۔ رمبور اور عبیرت میں زمین دی اور یہ لوگ ان دروں میں آباد ہوئے۔ یہ لوگ کافر اور بت پرست تھے قریب تیرہ سال تک اپنے آبائی کیش پر قائم رہے۔ ان کے عقائد و رسوم کافرانہ تھے۔ حق تعالیٰ کے وجود کے قائل تھے مگر دوسرے دیگر اور خیالی معبود بھی رکھتے تھے جنمیں بڑا بت گیش تھا جو سب سے زبردست اور طاقتور مانا جاتا تھا۔ اور اپنی تمام حاجات کیلئے چوپایوں کی قربانیوں سے ان سے التجا کیا کرتے تھے۔ انکا مذہبی پیشوا بھی ہوتا تھا جسے دہلا کہتے تھے۔ اور وہ اپنے مخصوص اختلام سے آئندہ کے لئے پیشگوئی کا کام کرتا تھا۔ اور ان کے احبار کو گیش بت کے اسرار بتاتا تھا۔ مردوں کو دفنانے کا طریقہ کلاش کافروں کے معمول پر تھا۔ اور مردوں کے تماثیل ترتیب بنا کر شستا میں کھڑا کرتے تھے۔ جہاں ان کا قبرستان ہوتا تھا۔ یہ لوگ کافر دور میں بڑے بیرحم اور خونریز تھے مسلمانوں کو لوٹ لیتے اور بے دریغ قتل کرتے تھے۔ اور خون کو اپنے خنجر سے چاٹ کر خوش ہوتے تھے۔ ان کے پاس تیر و کمان کے علاوہ کلہاڑا بھی ہوتا تھا جو ان کے قومی ہتھیار کے نام سے مشہور ہے۔ تیراندازی کے بڑے ماہر، چوری، ڈکیتی، راہزنی کے بڑے بہادر مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں سست اور ڈرپوک تھے۔ قد و قامت میں مضبوط اور قوی اور صورت میں سرخ و سفید ہیں۔ اس لئے انگریز ان کو لال کافر کہتے تھے۔ تاریخ تیموریہ میں وہ سیاہ پوش کافر سے موسوم ہیں۔ کیونکہ وہ ہمیشہ کالا پوستین پہنتے تھے۔ کافر دور میں یہ لوگ ناچ کے بڑے شوقین تھے۔ ٹوپی نہ پہنتے تھے۔ برہنہ سر رہتے تھے۔ اور سر کے بال پریشان چھوڑتے تھے جہاں وہ ناچتے تھے وہ ایک بڑا تخت ہوتا تھا۔ جسے چارسو کہتے تھے۔ لڑکیاں اس ناچ میں شامل ہوتی تھیں اور ان کے راگ میں سریلی آواز ہوتی تھی۔ جس کے خاتمہ پر مرد زور سے تخت پر پاؤں مارتے اور گیت گاتے ہوئے رقص کرتے تھے۔ اور کٹاروں کو ایک ساتھ اوپر اٹھا کر حرکت دیتے اور ان کی چمک دکھاتے تھے۔ عموماً عورتیں ان کے دستور میں ذلیل تھیں اور ان سے خانگی کام کے علاوہ زمینداری اور بار برداری کے تمام کام کاج بھی لیتے تھے۔

۱۹۱۹ء میں ان دروں کے تمام باشگلی کافر دولت اسلام سے مشرف ہوئے مساجد تعمیر کیں اور اسلامی درس و تہذیب سے مستفید ہوئے اور اسلامی ارکان کے بڑے پابند ہیں۔

اس سے پہلے گبور اور عبیرت میں ایک مختصر جماعت مسلمانوں کی آباد تھی۔ گبور کے باشندوں سے جانا اور فاضل پہلے سے مسلمان تھے۔ جانا ششالک کا لڑکا باشگل کے رؤساء سے تھا برگ مٹال کا مشہور قلعہ ان کے آباؤ اجداد کا تھا۔ ششالک جب چترال کا خراج ادا نہ کرنے کی سزا میں بدخشان کی طرف ملک بدر کیا گیا تھا۔ تو ادھر ہی اسلام لایا تھا۔ اور اس کا خاندان مسلمان تھا۔ بیس سال کے بعد واپس آیا اور گبور میں معاش کے لئے زمین پائی۔ اس کا لڑکا جانا مستقل طور پر یہاں رہائش پذیر تھا۔ یہ لوگ معتبر ہیں اور چترال کے شاہی خاندان سے ان کو دودھ پلانے کی خدمات بھی تھیں۔ اور رشتہ داریاں بھی قائم تھیں۔ چنانچہ ششالک کے باپ شیث نے شہزادہ عجبل شاہ بن شاہ کٹور کے لڑکے ملک شاہ کو دودھ پلایا تھا۔ اور اس کا رضاعی باپ تھا۔ ملک شاہ اپنے والد کے قتل کے بعد جب کابل گیا ششالک کی امداد پر باشگل کے راستے آمد و رفت جاری رکھتا تھا۔ شاہ امان الملک کے شہزادہ غازی الملک اور شجاع الملک کے شہزادہ غازی الدین خان کی والدہ گان ششالک کے خاندان سے تھیں اسی طرح

ببرت بیں خیلو اور لنکام معتبر خاندانوں سے تھے اور ان کا بھی شاہی خاندان سے تعلق تھا۔ ببرت کے یہ دونوں سردار اور رمبور کا معتبر شخص کولی ۱۹۱۹ء میں دعوت اسلام پر لبیک کہتے ہوئے اپنے خاندانوں کے ساتھ اسلام لائے۔ اور اسلامی ناموں شیر افضل، نور افضل اور عبدالقادر سے موسوم ہوئے۔

۱۹۱۹ء میں فتح بریکوٹ و باشگل کے موقع پر باشگل کے معتبر لوگوں کی ایک جماعت ستر اشخاص پر مشتمل سابقہ اتحاد و اطاعت کی خاطر چترال آئی تھی اور معاہدہ صلح کرنے کے بعد واپس چلی گئی۔ مگر انہیں سے استان ملک سردار باشگل معہ خاندان کے چند سال تک چترال میں مقیم رہے۔ ارسون مقام کی باشگلی قوم بھی اس کے بعد اسلام لائی۔ یہ سب اسلامی اصولوں کے پابند ہیں۔ باشگل اشاعت اسلام کے بعد جدید الاسلام سے مشہور تھا۔ مگر اب نورستان سے موسوم ہے۔

تیسرا باب

خاندان رئیسہ کا عہد

سنہ ۱۳۲۰ء سے سنہ ۱۵۹۵ء تک
۷۲۰ھ سے ۱۰۰۴ھ تک

سنہ ۱۳۲۰ء میں ایک غیر ملکی سردار "شاہ نادر" جو غالباً ترکستان کا رہنے والا تھا اس ملک میں وارد ہوا اور سابق حکمران سوملک کا فرکی اولاد سے بالائے چترال اور کالاش کافر حکمران بلبسنگھ سے جنوبی چترال فتح کرکے رئیسہ خاندان کی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اس نے اپنا لقب رئیس رکھا۔ چنانچہ اس کے بعد اس خاندان سے جتنے حکمران ہوئے وہ رئیس کے نام سے ہی یاد کئے جاتے ہیں اس خاندان نے تقریباً تین سو سال چترال پر حکومت کی اور آخرکار سنہ ۱۵۹۵ء میں کٹور خاندان نے ان کی حکومت کا خاتمہ کیا۔

رئیس خاندان کے موجودہ حکمران جو ہنوز ہنزہ - دنگیر اور خاص گلگت میں موجود ہیں یہ دعوے کرتے ہیں کہ وہ سکندر اعظم یونانی کی اولاد سے ہیں مگر اس کا کوئی مستند ثبوت نہیں ہے۔ مرزا محمد غفران مرحوم نے فارسی تاریخ چترال میں لکھا ہے کہ میں نے اس خاندان کے متعلق کافی تحقیقات کی۔ تزک بابری میں لکھا ہوا ہے کہ شاہان بدخشان اپنے نسب کو سکندر فیلقوس تک پہنچاتے ہیں۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ شاہ رئیس اور بدخشاں کے شاہی خاندان کا باہمی نسلی سلسلہ و رشتہ ثابت ہو مگر ان کے بھی سکندر اعظم کے ساتھ سلسلۂ نسب ملنے کا کوئی ظاہری ثبوت نہیں ملتا۔ کیونکہ سکندر فیلقوس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ اس کے یونانی سرداروں میں سے کسی کی اولاد سے ہوں۔ مگر چترال کے رئیس اور بدخشاں کے خاندانوں کا کوئی باہمی نسلی رشتہ بھی معلوم نہیں ہوتا۔ رئیسہ خاندان کے حکمران مسلمان تھے اور سنی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے اس خاندان میں آٹھ حکمران چترال میں گذرے ہیں۔

۱۔ شاہ نادر رئیس سنہ ۱۳۲۰ء سے سنہ ۱۳۴۱ء تک
۷۲۰ھ سے ۷۴۲ھ تک

شاہ نادر رئیس سنہ ۱۳۲۰ء میں چترال پر حملہ آور ہوا اور شمالی علاقہ مستوج وکوہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بہ آسانی کامیاب ہونے کی ایک خاص وجہ یہ تھی کہ اس علاقہ کے لوگ عرب فاتحین اسلام اور بعد میں تاتار مغل سردار کے حملے کے بعد مسلمان ہو گئے تھے۔ لہٰذا انہوں نے ایک مسلمان سردار کی آمد کو لبیک کہا اور اس کی مدد کی۔ سوملک کی اولاد میں جو حکمران موجود تھے ان کی طاقت بار بار کے بیرونی حملوں اور خصوصاً مغلوں کے تاخت و تاراج سے کمزور ہو گئی تھی

نیز ملک کی آبادی کا کافی حصہ مسلمان ہو چکا تھا۔ اور مسلمان کفار حکومت کو برباد کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

چترال پر حملہ اور کلاشوں کی شکست

شمالی چترال میں علاقہ مستوج پر اپنا قبضہ مکمل مستحکم کرنے کے بعد شاہ نادر رئیس نے مقامی کہو مسلمان قوم کی مدد سے جنوب میں کلاش کافروں پر حملہ آور ہوا۔ چترال میں بلسنگھ نامی کلاش کافر حکمران تھا۔ اس کی افواج نے حملہ آوروں کا سخت مقابلہ کیا۔ مگر کہو قوم کی اکثریت اور حملہ آوروں کے جدید ہتھیاروں سے مسلح ہونے کی وجہ سے کلاش قوم کو شکست نصیب ہوئی بلسنگھ کافر خود لڑائی میں مارا گیا اور اس کا ایک لڑکا مع بہت سے سرداروں کے مسلمان ہوگیا چترال میں اوچشٹ کے مقام پر "بالاحصار" نامی قلعہ جو کلاش کفار کا مضبوط مرکز تھا مسمار کر دیا گیا۔ اور کلاش قوم کے تمام علاقوں پر فاتحین نے قبضہ کر لیا۔ اور انہیں اپنا غلام و خدمتگار بنا لیا۔ کافی عرصہ تک کلاش کافر وہ تمام خدمات جو ان کے ذمے لگائی گئی تھیں انجام دیتے رہے اور بہت سے کلاش اس علاقہ سے فرار ہو کر جنوبی اضلاع میں چلے گئے۔

شاہ نادر رئیس نے ایون و دروش پر بھی حملہ کیا مگر وہاں کفار نے شدید مقابلہ کیا اس لئے وہاں حکومت قائم نہ کر سکا۔

سوملک والی گلگت سے جنگ

شاہ نادر رئیس نے اپنے ابتدائی حملہ میں شندور کے اس پار علاقہ "درشگوم" پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ مگر بعد میں سوملک والی گلگت نے جو ترا خان کا بیٹا تھا۔ فوج جمع کر کے اس پر حملہ کر دیا۔ اور درشگوم پر دوبارہ اپنا قبضہ جما لیا۔ اور اپنے بہنوئی جس کا نام فرمائیش تھا وہاں کا حکمران بنا کر خود گلگت واپس چلا گیا۔

وفات اور ذاتی صفات

شاہ نادر رئیس کا انتقال ۷۴۲ھ مطابق ۱۳۴۱ء عیسوی میں ہوا۔ اس نے اس ملک پر اکیس سال حکومت کی۔ اس عرصہ میں اس نے چترال کے آدھے سے زیادہ حصے پر قبضہ کر کے ایک مستحکم حکومت کی بنیاد ڈالی۔ چترال خاص کو کلاش کافروں سے چھین کر اسے اپنا دارالسلطنت بنایا۔ تب ہی سے یہ اس ملک کو دارالحکومت چلا آتا ہے۔ انہوں نے یہاں "بانارکہنہ" میں ایک قلعہ بھی تعمیر کیا۔ آجکل اس قلعے کی جگہ پر موجودہ پولیٹیکل کالونی آباد ہے۔ شاہ نادر اس ملک کا پہلا مسلمان بادشاہ تھا اور اس نے یہاں شریعت اسلامی جاری کی۔ شاہ نادر کو آیاش تھنگ کا لقب بھی ملا تھا۔ جس کے معنی گلگتی زبان میں سورج کی کرن ہے۔ شعاع آفتاب سے اس کو تشبیہ دینا از حد رعب کی علامت ہے۔ ان دنوں یہ علاقہ سلطنت چین کے زیر اثر تھا۔ چنانچہ شاہ نادر رئیس اور ان کے وارثین شہنشاہ چین کے ماتحت تھے!

۲- جان رئیس بن شاہ نادر ۱۳۴۱ء / ۷۴۳ھ سے ۱۳۵۶ء / ۷۵۷ھ تک

شاہ نادر رئیس کی وفات کے بعد انکا بیٹا جان رئیس تخت نشین ہوا۔ فارسی تاریخ میں جان کی بجائے جوان رئیس لکھا ہے

تاج مغل کی واپسی

جان رئیس کے عہد میں تاج مغل دوبارہ بدخشان کے راستے چترال میں وارد ہوا۔ جان رئیس نے اس کا شاندار استقبال کیا جس سے وہ بہت خوش ہوا۔

سومَلک والی گلگت کا قید ہونا جان رئیس کی درخواست پر تاج مغل نے یاسین پر حملہ کیا اور سو ملک والی گلگت کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ بدخشاں لے گیا۔ پھر چند سال بعد اسے واپس وطن بھیج دیا۔

وفات اور اسکی حکمت عملی جان رئیس نے اپنا دورِ حکومت باپ کے فتح کئے ہوئے علاقوں کے استحکام میں گزارا اور موڑکھو میں سو ملک اول کی اولاد اور جنوبی اضلاع میں کلاش حکمرانوں سے کوئی جنگ نہیں کی۔ وہ امن پسند اور لائق حکمران تھا۔ پندرہ سال حکومت کرنے کے بعد ۱۳۵۶ء میں ان کا انتقال ہوا۔

خان رئیس ۱۳۵۶ء سے ۱۴۲۰ء تک
۷۵۷ھ سے ۸۲۳ھ

جان رئیس کا جانشین اس کا بیٹا خان رئیس ہوا (فارسی تاریخ میں خون رئیس لکھا ہے) اس کے عہد میں رئیسہ حکومت کافی مستحکم و مضبوط ہو چکی تھی۔ چنانچہ اسے اردگرد کے علاقوں پر قبضہ کرنے کا خیال پیدا ہوا۔

موڑکھو و تورکھو پر قبضہ خان رئیس نے دیکھا کہ موڑکھو و تورکھو کے حکمران کے خلاف لڑائی میں اس کی کامیابی مشکل ہے چنانچہ اس نے سازش سے اپنا مطلب پورا کرنا چاہا اس نے یہاں کی حکمران "یادری بیگ" کو جو سو ملک کی اولاد سے تھا دوستی کا پیغام دیا اور چوگان بازی کے بہانے اسے جوغی علاقہ مستوج میں مدعو کیا اور اس کی خوب خاطر تواضع کر کے اپنی طرف مطمئن کر دیا۔ دوسرے سال پھر چوگان بازی کے لئے اسے خان جنالی واقع جنالی کوچ میں بلایا۔ اور یہاں سے ایک شخص کے ذریعہ جو ژرہ قوم (ماجہ) تریچ سے تھا مروا ڈالا۔ اور خود تورکھو و موڑکھو پر حملہ بول دیا۔ یہاں پہلے ہی سے بہت سے لوگ اس سے خفیہ طور پر ملے ہوئے تھے جلدی اسے فتح نصیب ہوئی۔ یادری بیگ کے خاندان والوں کو چن چن کر قتل کر دیا گیا۔ اور جو باقی بچے انہیں محکوم بنا لیا۔ اس خاندان کے لوگ اب بھی موجودہ حکمران قوم کٹور کیلئے بازگیری کا کام کرتے تھے۔

خاندان گلگت سے رشتہ داری اور ہاشم بیگم تورکھو و موڑکھو پر قبضہ کے بعد خان رئیس کی سلطنت وسیع ہو گئی اور اب وہ ایک بڑا حکمران تصور کیا جانے لگا۔ اور حکمران گلگت سے مطالبہ کیا کہ اپنی لڑکی اس کے لڑکے کے نکاح میں دیدے۔ والی گلگت نے یہ رشتہ منظور کر لیا اور اپنی لڑکی جس کا نام "ہاشم بیگم" تھا اور جو خود حسن و جمال میں لاثانی تھی چترال روانہ کیا قصہ مشہور ہے کہ جب یہ قافلہ چترال کے نزدیک پہنچا تو خان رئیس کا لڑکا (دولہا) جو نہایت بدصورت اور بیوقوف تھا۔ اپنی دلہن کے استقبال کے لئے گیا۔ اسے دیکھتے ہی ہاشم بیگم نے نفرت کر کے واپس جانا چاہا اور حد سے زیادہ خفا ہو گئی۔ مگر جب اسے ناکامی ہوئی تو خود کو پہاڑی راستہ سے نیچے دریا میں ڈال کر ڈوب گئی۔ اور اس کے ساتھ باپ کی طرف سے جتنے لوگ بطور جہیز دئے گئے تھے۔ وہ سب چترال ہی میں رہ گئے۔ چنانچہ اب تک ان کی اولاد جابجا موجود ہے اور وہ پہاڑی راستہ موجودہ قلعہ چترال کے سامنے شاڈوک مقام میں واقع ہے اور اس واقعہ کے نام سے مشہور ہے کہتے ہیں کہ علاقہ گلگت

اس شہزادی ہاشم بیگم کے جہیز میں والئی چترال کو ملا تھا۔ اور آج تک یہ علاقہ تختِ چترال کے وارثین کا حصہ ہے ۱۹۲۰ء تک موجودہ شاہی خاندان کی شاخ کا ایک فرد وہاں حکمران رہا تھا۔

حملۂ امیر تیمور

اسی دوران یعنی خان رئیس کے عہد میں امیر تیمور گورگان نے کافرستان باشگل پر حملہ کیا اور سب سے کفار کو تہِ تیغ کر کے ان کے بت خانوں کو مسمار کر دیا۔

وفات

خان رئیس چونسٹھ سال تک چترال پر حکمرانی کرنے کے بعد ۱۴۲۰ء عیسوی میں اس جہانِ ناپائیدار سے رخصت ہوا۔ وہ نہ صرف ایک جری و بہادر حکمران تھا بلکہ اعلیٰ درجہ کا سیاستدان اور زیرک آدمی تھا۔ اس نے بغیر کسی خونریزی کے تورکہو و موڑکہو کے وسیع علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ گلگت کے حکمران سے رشتہ داری قائم کی اور بدخشاں و دیگر ہمسایہ ملکوں کے ساتھ سفارتی تعلقات بھی بڑھ گئے اور ہمسایہ ممالک میں بھی اس کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس نے اپنے دور میں وہ قلعہ مکمل تعمیر کیا جس کی بنیاد شاہ نادر رئیس نے چترال میں ڈالی تھی۔

شاہ کرم رئیس ۱۴۲۰ء / ۸۲۳ھ سے ۱۴۵۸ء / ۸۶۲ھ تک

خان رئیس کے ہاں کوئی لائق بیٹا نہیں تھا چنانچہ ان کی وفات کے بعد ان کا ایک نزدیکی رشتہ دار شاہ کرم رئیس تختِ حکومت پر بیٹھا۔

مغلوں کے حملے

اس کے عہد میں شمال سے مغلوں کے حملے شروع ہوئے اور بالائی علاقہ جات کے متواتر اور پے در پے حملوں سے برباد و ویران ہو گئے۔ ایک دفعہ مغل حملہ آور شمال سے یلغار کرتے ہوئے جنوب میں علاقہ گہریت تک جا پہنچے۔ ان کے حملوں سے سارا ملک بالکل تباہ ہو گیا۔ اس نے اپنے لڑکوں کو مغلوں کے خلاف مدد مانگنے کیلئے شاہِ بدخشاں کے پاس بھی بھیجا تھا جہاں کئی سال تک رہے۔ تانگیر و داریل میں اسلام۔ اس کے عہد میں تانگیر و داریل کے کوہستانی علاقوں میں اسلام پھیل گیا۔ پہلے یہ لوگ کافر تھے۔

وفات

شاہ کرم رئیس ۱۴۵۸ء مطابق ۸۶۲ھ ہجری میں فوت ہوا۔ اور اپنے آبائی قبرستان ڈنگ واقع کنارہ محلہ مالم چترال میں دفن کیا گیا۔ اس کا عہد مغلوں کے حملوں کی وجہ سے مشہور ہے اور ملک بے چینی و بے امنی سے رہتے تھے خود شاہ کرم کئی بار پہاڑیوں و دروں میں جا کر رہا کرتا تاکہ مغلوں کے تاراج سے بچ سکے۔

شاہ نظام رئیس ۱۴۵۸ء / ۸۶۲ھ سے ۱۴۹۱ء / ۸۹۶ھ تک

شاہ کرم رئیس کی وفات پر اس کا ایک قریبی رشتہ دار شاہ نظام تخت پر بیٹھا۔ اس کے عہد میں بھی مغلوں کے حملے جاری رہے اور ملک پریشانی کی حالت میں رہا۔ شاہ نظام کے دور میں کوئی قابلِ ذکر واقعہ نہیں ہوا۔ چھتیس سال تک حکمرانی کرنے کے بعد ۱۴۹۱ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

شاہ اکبر رئیس ۱۴۹۱ء / ۸۹۶ھ سے ۱۵۲۰ء / ۹۲۶ھ تک

شاہ اکبر بن شاہ نظام جب تخت پر بیٹھا۔ اس کے عہد میں مغلوں کے حملے زور پکڑ گئے اور اہالیانِ چترال اطمینان کا سانس

سکے اس حکمران کا دور امن و خوشحالی کا تھا۔ بیرونی حملوں سے نجات پاکر شاہ اکبر نے اندرونی استحکام کی جانب توجہ دی اس نے مستوج اور دراسن میں مضبوط قلعے بنائے۔ سارا ملک پنیال تک اس کے قبضے میں رہا۔

والیٔ گلگت سے جنگ

شاہ اکبر کے زمانہ میں چلیس خان والیٔ گلگت نے پنیال پر جو خان رئیس کے عہد میں بطور جہیز چترال کے حکمران کو ملا تھا حملہ کیا شاہ اکبر نے اس کا مقابلہ کرکے گلگتی فوج کو پسپا کردیا اور پنیال بدستور اس کے قبضہ میں رہا۔

بابا ایوب تیموری کا ورود چترال

۱۴۹۱ء سے ۱۵۲۰ء تک کے اندر شاہ اکبر رئیس کے عہد میں "بابا ایوب تیموری" بحیثیت درویش چترال میں وارد ہوئے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ہرات کی تیموری حکومت ترکمانوں کے ہاتھوں تباہ ہوچکی تھی۔ اور سلطان حسین والئے ہرات کی اولاد حکومت سے ہاتھ دھوکر آوارہ دشت نکبت دادبار ہوگئے تھے۔ انھیں میں سے ایک شہزادہ بابا ایوب تھا۔ شاہ اکبر رئیس نے ان کے قدوم کو غنیمت جانکر اپنی لڑکی ان کے نکاح میں دیدی اور انھیں چرون و کوشٹ و تونگ نیکر میں کافی جاگیر بخشدی۔

شاہ اکبر رئیس کا قتل

انتیس سال حکمرانی کرنے کے بعد شاہ اکبر ۱۵۲۰ء میں اپنے سرداروں کی سازش سے قتل کردیا گیا۔ شاہ اکبر رئیس کا لڑکا شاہ ناصر صرف چار سال کا تھا اس لئے ان کے بھائی کا بیٹا شاہ طاہر تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ شاہ اکبر ایک مضبوط اور تجربہ کار و سیاستدان حکمران تھے۔ اس نے ملک کے دفاعی انتظامات پر خاص توجہ دی اور قلعوں کی تعمیر کی۔ انکا زمانہ امن و خوشحالی سے گذرا۔

شاہ طاہر رئیس ۱۵۲۰ء (۹۲۶ھ) سے ۱۵۳۱ء (۹۳۸ھ) تک

شاہ طاہر کے دور حکومت میں مغلوں کے حملے بالکل بند ہوگئے۔ اور عام رعایا آرام و اطمینان سے زندگی بسر کرنے لگی۔

راجہ وائیے کلاش حکمران سے جنگ

شاہ طاہر رئیس کے عہد میں جنوبی چترال میں مشہور کلاش کافر حکمران راجہ وائیے فرمانروائی کررہا تھا۔ اس کا دار الحکومت بیرت میں پترک کے مقام پر تھا۔ اس نے اپنی حکومت بڑھا کر ایون۔ دسارے کلاش گوم پر قبضہ جما لیا تھا اور رانشگل پر بھی حملہ کرکے اسکے بعض حصوں پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ دروش۔ جنجرت۔ سویر۔ کلکٹک و شیشی کوہ میں اس کے مضبوط قلعے تھے۔ اور اس کی جانب سے سرداران کلاش وہاں حکمران مقرر تھے۔ راجہ وائیے جو اپنی طاقت و وسعت حکومت پر مغرور تھا۔ چترال میں پھر کلاش حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ چنانچہ شاہ طاہر کے مقابلہ کو تیار ہوا اور لشکر جمع کرکے چترال پر حملہ آور ہوا۔ مگر شاہ طاہر نے اسے سخت نقصان دے کر پسپا کردیا۔ اس کے بعد کلاشوں کو پھر کبھی چترال پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

وفات

شاہ طاہر رئیس گیارہ سال حکومت کرنے کے بعد ۱۵۳۱ء (۹۳۸ھ) میں اس جہان ناپائدار سے داعی اجل کو لبیک

کیا۔ اس کا زمانہ ملک میں خوشحالی اور امن و فارغ البالی سے گذرا۔ رعایا اس سے خوش تھی۔

شاہ ناصر رئیس ۹۳۸ھ ۱۵۳۱ء سے ۹۸۲ھ ۱۵۷۴ء تک

شاہ طاہر کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا شاہ ناصر ابن شاہ اکبر تخت حکومت پر بیٹھا۔ وہ ایک جری و باہمت حکمران تھا اس نے اپنی ریاست کی وسعت کیجانب توجہ دی۔

کلاش کفار پر حملہ اور فتح

شاہ ناصر کی تخت نشینی کے بعد ہی کلاشوں کے مشہور و طاقتور حکمران راجہ وائی کا انتقال ہو گیا اور اس کے جانشین آپس میں لڑنے لگے جس کی وجہ سے کلاش کفار کی طاقت کم ہو گئی اس موقع سے فائدہ اٹھا کر شاہ ناصر رئیس نے لشکر تیار کر کے کلاش گوم پر حملہ کر دیا۔ کفار نے بھی سخت مقابلہ کیا۔ مگر اسلامی لشکر کے مسلسل حملہ کی تاب نہ لا سکے اور ان کو شکست فاش ہوئی چنانچہ شاہ ناصر نے ایون، کلاش گوم۔ اور جنوب میں دروش۔ جنجرت سویر۔ کلکٹک۔ شیشی کوہ وغیرہ پر اور زرست تک قبضہ کر لیا۔ سینکڑوں کلاش کافر مشرف بہ اسلام ہوئے جو کافر رہے ان پر بیگار اور دیگر ٹیکس یعنی قلنگ باقسام بطور جزیہ لگا دیئے گئے۔ (یہ قلنگ ۱۹۵۳ء تک بدستور جاری تھے) اس طرح چترال میں آخری کافر حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور سارا ملک زرست سے شندور و پونیال تک رئیسوں کے قبضہ میں آگیا۔

فتح گلگت کی ناکامی

انہیں دنوں گلگت کے حکمران مرزا خان نے پھر پونیال پر حملہ کر دیا۔ شاہ ناصر جو مہم کلاش گوم سے فتحیاب ہو چکا تھا سنگین علی کی سرکردگی میں ایک کثیر لشکر بھیجکر دوبارہ پونیال پر قبضہ کر لیا اور پیشقدمی کر کے گلگت پر بھی قبضہ کر لیا۔ مرزا خان والئی گلگت فرار ہو کر بلتستان کے حکمران علی شیر خان کے پاس پہنچا اور جلد ہی وہاں سے ایک بڑا لشکر بطور کمک ساتھ لے آیا۔ اور گلگت پر حملہ کر دیا۔ چترالی لشکر جو تعداد میں کم تھا۔ مقابلہ کی تاب نہ لا کر پسپا ہو گیا۔ اور گلگت پر دوبارہ مرزا خان کا قبضہ ہو گیا۔ چترال کی یہ فوج جو سنگین علی کی سرکردگی میں گلگت بھیجی گئی تھی واپس چترال آئی۔

سنگین علی اور فتح باشگل اور اس کے واقعات

سنگین علی بابا ایوب تیموری کا پوتا تھا۔ جو شاہ اکبر رئیس کے دور میں ہرات کی تیموری سلطنت کی بربادی کے بعد چترال آکر یہاں بس گیا تھا۔ شاہ ناصر رئیس سنگین علی کو بلا کر اسے خود تربیت دی۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی بہادری اور عقلمندی کو دیکھ کر اس کو اپنا سپہ سالار بنا لیا اور ملک کا انتظام بھی اس کے سپرد کر دیا۔ اور اپنی لڑکی بھی اسکے عقد میں دیدی۔ سنگین علی نے معرکہ گلگت وغیرہ میں نمایاں بہادری دکھائی۔ وہ شاہ ناصر کا دستِ راست تھا جب ۹۹۳ھ مطابق ۱۵۸۵ء میں سنگین علی کا انتقال ہو گیا تو شاہ ناصر نے اس کے بڑے لڑکے شاہ محمد رضا کو اس کے والد کی جگہ حکومت کا انتظام سپرد کر دیا اور اس کے دوسرے لڑکے شاہ محمد بیگ کو جنگی امور کا ذمہ دار بنایا۔ چنانچہ شاہ ناصر نے محمد بیگ کی سرکردگی میں ایک بھاری لشکر تیار کر کے باشگل پر حملہ کیا۔ اور باشگل کے کفار کو مطیع کر کے وہاں سے حکمران چترال کو خراج دینے لگا۔ جو کئی عہد تک جاری تھا۔

فتح زرست

شاہ ناصر رئیس جنوبی اضلاع میں زرست علاقہ مجبر پر بھی قبضہ کر لیا اور سلطنت وسیع کر کے اسمار تک پہنچائی۔

شاہ بوریائے ولی رحمتہ اللہ علیہ اس عہد میں ایک باکمال درویش شاہ بوریائے ولی باہر سے آکر چترال میں رہتے تھے۔ ان کے بارے میں بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ جنمیں ایک یہ ہے کہ ان کی وفات و تدفین کے ایک ہفتہ بعد دوراہ کے درے پر چترال آنے والے ایک مسافر کو درویش مذکور دکھائی دیئے اور انہوں نے اس مسافر کو دو سیب دیئے اور ہدایت کی کہ ایک سیب شاہ ناصر کو دیدو اور ایک سیب سنگین علی کو۔ جب یہ شخص چترال پہنچا تو اسے ولی موصوف کی وفات کا حال معلوم ہوا تو نہایت حیران ہوا۔ فرمائش کے مطابق ایک سیب شاہ ناصر کو اور دوسرا سنگین علی کے حوالہ کیا۔ اور رستے کا قصہ ان کو سنایا۔ شاہ ناصر نے اپنا سیب بھی سنگین علی کو دے دیا۔ اور اس شخص کے بیان پر متعجب ہو کر قبر کو کھلوا کر دیکھا تو اس میں سوائے کفن کے کچھ نہ تھا۔ شاہ صاحب کا جنازہ غائب تھا۔ سنگین علی نے ایک سیب تو کھا لیا۔ اور دوسرا سیب ان کی قبر کے نزدیک بو دیا۔ اور اس سے ایک درخت نکل آیا۔ جو ابتک موجود ہے اگرچہ عام طور پر سیب کے درخت کی عمر بیس سال سے زیادہ نہیں ہوتی۔ مگر یہ درخت اتنی طویل مدت گذرنے کے بعد ابتک تازہ ہے اور ہر سال پھول پھل دیتا ہے۔ شاہ بوریائے ولی علیہ الرحمتہ کا مزار شاہی بازار کی جامع مسجد کے جنوب میں واقع اور زیارتگاہ ہے (اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم نے مزید اہتمام کر کے اس پر پختہ شاندار گنبد بنایا اور مقبرہ کی تعمیر از سر نو کی گئی)

ملا دانشمند رستاقی شاہ ناصر کے عہد میں ملا دانشمند رستاقی نے بدخشان سے یہاں آکر سکونت اختیار کی اور منصب قضائے چترال پر مامور ہوا۔ اور اس کا بیٹا ملا محمد رفیق بھی عالم تھا۔ باپ کے بعد قضا پر فائز ہوا۔ ان کا خاندان یہاں معزز گذرا ہے۔ ملا دانشمند مدعی سیادت بھی تھا۔ علمائے قدیم کے باب میں ان کے خاندان کا ذکر کیا گیا ہے۔

وفات شاہ ناصر رئیس تینتالیس سال حکومت کرنے کے بعد ۹۸۲ھ ۱۵۷۴ء میں انتقال کر گیا وہ رئیس حکمرانوں میں سب سے زیادہ نامور اور مشہور گذرے ہیں۔ اور ان کے عہد میں رئیسہ حکومت انتہائی عروج پر تھی۔ اور حدود سلطنت اسمار سے گلگت تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور ملک میں امن و امان تھا۔

شاہ محمود رئیس ۱۵۷۴ء سے ۱۵۹۵ء تک
۹۸۲ھ — ۱۰۰۳ھ

شاہ ناصر کی وفات کے بعد رئیسہ سرداروں نے اس کے کمسن لڑکے شاہ محمود کو برائے نام تخت پر بٹھا کر خود حکومت شروع کر دی۔ سنگین علی کے لڑکے شاہ محمد رضا اور شاہ محمد بیگ جو شاہ ناصر کے عہد میں اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔ رئیسہ سرداروں کے اس اقتدار کو اپنے لئے خطرہ سمجھا مگر مقابلہ بے سود تصور کر کے امور حکومت سے کنارہ کش ہو گئے۔ اور موڑکہو میں مقام زانی اور سنگلاندہ میں جا کر رہنے لگے۔ رئیسہ سرداروں میں بے اتفاقی کی وجہ سے ملک کا انتظام حکومت بھی بگڑنے لگا۔ اور طوائف الملوکی کا آغاز ہوا۔ بیرونی اضلاع میں ان کا اثر و اقتدار بہت کم ہو چکا تھا۔ لہذا ملک میں بدامنی پھیل گئی تھی۔

اکبر بادشاہ ہند کے ایک دستہ فوج کی عہدِ رئیسیہ میں آمد

اس عہد کا مشہور واقعہ ہے کہ شہنشاہ اکبر کی افواج جو تاریکیوں اور یوسف زئیوں کی سرکوبی پر مامور تھی۔ ان کا ایک دستہ فوج دروش تک پیشقدمی کرتا ہوا آیا۔ اور موضع لاوی واقع دروش میں راستہ کی دشوار گذار پہاڑی کو عبور نہ کر سکا۔ اور وہاں سے واپس روانہ ہوا۔ اس دستے کے کافی افراد یہاں مارے بھی گئے[1]

محترم شاہ اور خوشوقت کا حملہ اور رئیسیہ حکومت کا خاتمہ

سنہ ۱۰۰۳ھ مطابق سنہ ۱۵۹۵ء سنگین علی کے پوتوں محترم شاہ اور خوشوقت بن شاہ محمد بیگ نے جو سنہ ۱۵۷۰ء سے اپنے علاقہ مولکھو میں خفیہ طور پر اپنی طاقت مستحکم کر رہے تھے۔ رئیس حکمرانوں کی کمزوری اور علاقے کی پریشان کن حالات سے فائدہ اٹھا کر انہوں نے چترال پر حملہ بول دیا۔ چنانچہ شدید لڑائی کے بعد رئیسہ خاندان کے افراد اور ان کے خیر خواہوں کو بڑی تعداد میں تہہ تیغ کیا گیا۔

محترم شاہ اور اس کے بھائی فتح کا نقارہ بجاتے ہوئے چترال پہنچے۔ رئیسوں نے مقابلہ کی سکت نہ پا کر پسپائی اختیار کی۔ شاہ محمود رئیس اپنے سرداروں کے ساتھ فرار ہو کر بدخشان چلا گیا اور چترال سنگین علی کے پوتوں کے قبضہ میں آگیا اس طرح قریباً تین سو سال کی حکمرانی کے بعد چترال میں رئیسہ حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ اگرچہ اس کے بعد سنہ ۱۶۳۵ء میں شاہ محمود رئیس نے دوبارہ چترال پر قبضہ کر لیا۔ اور سنہ ۱۶۶۰ء تک وہ اور اس کے وارث یہاں حکمران رہے چنانچہ ایک بار پھر سنہ ۱۷۱۱ء میں شاہ عبدالقادر رئیس ایک سال کے مختصر عرصہ کے لئے تخت چترال پر متمکن ہوگیا تھا۔ مگر جہاں تک سلطنت کے استحکام کا تعلق ہے رئیسہ دورِ حکومت اس شکست کے بعد عملی طور پر ختم ہوگیا۔ اور کٹوری دور شروع ہوگیا۔

رئیسوں کے زوال کے اسباب

اس میں شک نہیں کہ رئیسہ خاندان کے حکمران حقیقی معنوں میں اسلامی بادشاہ تھے اور انہوں نے ملک کی وسعت و انتظام میں بہت حد

---

[1] اکبری افواج کا حملہ تاریکیوں اور یوسف زئیوں پر سنہ ۱۵۸۲ء سے سنہ ۱۵۸۹ء تک برابر جاری تھا اور شاہی افواج ان سے برسرِ پیکار تھیں۔ اکبر نامہ میں اس کی تفصیل موجود ہے چنانچہ تاریخ چترال فارسی میں مصنف نے برخی از حالات کوہستان باشقر کے عنوان سے یہ حقیقت اکبر نامہ سے نقل کر کے اوس کلپانی و محمد زئی کو بھی تاریکیوں اور یوسف زئیوں کے ساتھ شاہی افواج کے مقابلہ میں ذکر کیا ہے جو زین خان کوکلتاش ان کے تعاقب میں پیشقدمی کرتا ہوا آیا تھا۔ اور پھر اکبر نامہ کے حوالے سے کوہستان باشقر اور بدیع کو زیر قبضہ فرمانروائیاں کاشغر بتایا گیا ہے جس کا نام کوہ بزرگ سے موسوم ہوا ہے اور لکھا ہے کہ کوہ بزرگ وادر مفتین رزبان کاشغر است یعنی کاشغر سے مراد کاشغر کلاں ترکستان نہیں ہے کاشغر خورد چترال ہے۔ تاریکیوں سے مراد پیر تاریک کے مرید و معتقدین ہیں جو تاریخی حلقوں میں ان کا اصلی نام بایزید سروش انصاری ہے حضرت پیر بابا علیہ الرحمۃ و آخوند درویزہ علیہ الرحمۃ کے ایماء سے وہ پیر تاریک مشہور ہوا تھا۔ (مرتب)

تک کامیابی حاصل کی مگر آخری دور میں رئیس حکمرانوں نے عوام کے ساتھ رابطہ کم کر دیا تھا۔ اور ذاتی اقتدار و عیش و عشرت میں اور ہوس ملک گیری میں منہمک ہو گئے تھے تو عوام کے ساتھ تعلقات منقطع ہو گئے۔ ان کی غیر مقبولیت کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ وہ غیر ملک سے آئے تھے اور یہاں کے باشندے ان کو باہر کے آدمی سمجھ کر ان کے ساتھ وہ عقیدت و خلوص نہیں رکھتے تھے جو اپنے ملک کے حکمران کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔ ایک اور سبب یہ تھا کہ انہوں نے ملک کے معزز خاندانوں یا عوام میں رشتہ داریاں نہیں کیں۔ اور چونکہ ان کا اپنا خاندان مختصر سا تھا۔ ملک میں ان کے خاندان اور رشتہ داروں کی تعداد نہایت قلیل رہی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاص چترال ہی میں وہ رہے اور باہر کے اضلاع میں مقامی لوگوں کا اثر و اقتدار بڑھ گیا اور تیموری شہزادگوں کو ان لوگوں کے ساتھ رابطہ و تعلقات قائم کرنے میں آسانی ہو گئی۔ رئیس حکمرانوں نے صرف دارالحکومت میں بیٹھ کر حکومت کی اور بیرونی اضلاع میں اپنے لڑکوں کو حکمران نہیں بنایا۔ اس لئے مرکزی اقتدار دور دور کے اضلاع میں کمزور تھا۔ وہاں مقامی سرداروں کا اقتدار تھا۔ آخر وہ رئیس حکمران سے جب بگڑ گئے اور تیموری شہزادوں سے مل گئے۔ تو رئیسوں کے لئے مقابلہ مشکل ہو گیا۔ چترال میں رئیس خاندان کے خاتمہ کے بعد کچھ قتل ہو گئے اور کچھ جان بچا کر فرار ہو گئے۔

رئیس دور کی خصوصیات

حکمران رئیسہ کا دور نہایت اہم ہے اس کا دور سے چترال کی جدید تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔ اس دور میں چترال میں گلگت سے نورستان تک ایک مضبوط مرکزی حکومت کی بنیاد قائم ہوئی اور حکومت کا جو ڈھانچہ انھوں نے قائم کیا۔ اسی پر ابتک عمل ہو رہا ہے۔ انھوں نے سماجی و معاشرتی رسوم کی بنیاد ڈالی۔ اور رعایا کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے ہر ایک کے ذمہ مختلف خدمات مثلاً دفاع وطن، باجبرداری، زراعت وغیرہ سپرد کیں۔ کالاش قوم جب محکوم بن گئی۔ بیگار اور دوسرے معمولی کاموں کے لئے مخصوص ہو کر رہ گئی۔

اشاعت اسلام

رئیسہ خاندان کے بادشاہوں نے اس ملک میں پہلی اسلامی سلطنت قائم کی۔ وہ خود مسلمان اہل سنت والجماعت تھے اور اس ملک میں اسلام پھیلانے میں نمایاں حصہ لیا۔ انھوں نے یہاں اسلامی قوانین کا اجرا کیا اور جا بجا قاضی مقرر کئے چنانچہ شاہ ناصر کے عہد میں ملا دانشمند رستاقی اور اس کا بیٹا ملا محمد رفیق چترال کے بڑے قاضی تھے اور نورستان کو فتح کرنے کے بعد ملا بابا آدم کو وہاں کا قاضی مقرر کیا تھا۔ رئیس حکمرانوں نے نہ صرف چترال ہی میں بلکہ ہمسایہ علاقوں مثلاً ناگر، واخان وغیرہ کوہستانی علاقوں میں بھی اسلام پھیلایا اور چترال کے کالاش کو فرمان کے جبر میں مشرف باسلام ہوئے

ملک کی حالت

رئیسہ دور میں ملک خوشحال اور فارغ البال تھا۔ یارکند اور بدخشان سے تجارتی مال کی آمد و رفت ہوتی رہتی تھی۔ غلاموں کی فروخت بھی عام تھی ترویج اسلام کے ساتھ یہاں تعلیم بھی شروع ہو گئی تھی اور باہر کے علماء نے جو باہر سے یہاں وارد ہوئے مکاتب شروع کئے اور علم و تدریس کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا۔ اور خود اس ملک کے علماء جو باہر سے علم حاصل کر کے واپس وطن لوٹے۔ تحریر اور سندات لکھنے کا رواج شروع ہوا۔ رئیسہ حکمرانوں کے سندات اب بھی لوگوں کے پاس موجود ہیں۔ مشہور بزرگ شاہ بوریائے ولی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی زمانہ کے کسی غیر علاقہ سے چترال میں سکونت اختیار کر کے یہاں کے عوام کو اپنے فیض سے شرفیاب کیا۔ اور بعد وفات بھی اس سیب کا درخت جو ان کے مزار کے اوپر موجود ہے اب تک انکی زندہ کرامت کا ثبوت دیتا ہوا سرسبز اور پھلدار ہے۔

عہد رئیسہ میں مختلف بڑی بڑی اقوام ملک کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی تھیں جو حسب ذیل ہیں:۔
تورکہو کے خوشے موڑکہو کے حاتم بیگے۔ ماژدے۔ خواجہ خیل۔ دشمنے۔ آویر کے خوشحال بیگے اور مقصودے۔ علاقہ ستوج کے بنگالے۔ زوندرے۔ بونی کے خسروے۔ کوہ کے شغنیے ودرش کے بڈیرے رئیسہ عہد کے اعزاز یافتہ ہیں بڈیرے قوم ان کے زوال پذیر ان کے ساتھ ہی جلا وطن ہوگئی۔ اور شاہ سنگین علی ثانی کو انہوں نے امکاری میں قتل کیا تھا۔

طرز حکومت

رئیس خاندان کے بادشاہ شخصی حکمران تھے مگر اپنے خاندان کے لوگوں اور دوسرے عام معتبروں کے مشورہ و باہمی اتفاق سے حکومت کرتے تھے اور دور کے علاقوں پر اکثر مقامی سرداروں کو حاکم مقرر کرتے تھے ان کی کوئی منظم فوج نہیں تھی جنگ کے موقع پر قبیلوں کے سردار اپنی قوم سمیت آکر جنگی خدمات انجام دیتے تھے۔ دفاع کے لئے بعض اقوام مخصوص طور پر ذمہ دار ہوتی تھیں۔ ان کی حکومت گلگت سے سرحد افغانستان تک پھیلی ہوئی تھی۔ کفار بشگل کو بھی مطیع کرکے وہاں سے ٹیکس وصول کرتے تھے۔ انہوں نے کلاش کا ز حکومت کا خاتمہ کرکے کلاش قوم کو محکوم بنایا۔ اور ان سے متعدد قسم کے خراج اور بیگار لیتے تھے۔

رئیس حکمران شہنشاہ چین کو اپنا اعلیٰ حکمران مانتے تھے اور تاشقرغان کے چینی گورنر کو خراج بھیجا کرتے تھے۔ اور گاہ گاہ اہم معاملات فیصلے کے لئے یارقند کاشغر بھی بھیجا کرتے تھے۔ چنانچہ سابق مذکور ہوچکا ہے کہ قدیم چینی اقتدار کے دور میں قاق لشٹ کی چراگاہ اور موڑکہو میں پانی کی تقسیم کے تنازعے میں یارقند کے چینی حکمران کے فیصلوں پر آج تک عملدرآمد ہوتا ہے۔

رئیسہ قبرستان

اگرچہ اس خاندان کے حکمران سنی المذہب مسلمان تھے مگر ان کے دفنانے کا طریقہ عام مسلمانوں سے جداگانہ تھا۔ رئیسہ قبرستان جو یہاں گولدور میں موجود تھا۔ وہ دخمہ تھا۔ یعنی مردوں کو زمین کے اندر دفنانے کی بجائے ایک تہ خانہ میں رکھتے تھے جو پکی اینٹوں سے بنایا گیا تھا۔ اس دیواروں میں طاق یعنی دروازے بناکر مُردے اس میں رکھتے تھے۔ جب مُردوں کے جسم گل کر ہڈیاں رہ جاتے حدوث مرگ پر دیگر ہڈیاں پیچھے تہ خانہ میں لے اکر اس طاق کو خالی کرکے نیا جنازہ اسمیں داخل کرتے تھے۔ البتہ بچوں کے جنازے چھوٹے چھوٹے طاقوں میں باقی رہتے تھے اس تہ خانہ کے اوپر ایک گنبد بنا ہوا تھا جو پکی اینٹوں کا تھا۔ تہ خانہ کے ایک طاق میں قرآن مجید بھی رکھا ہوا تھا۔ تہ خانہ میں داخل ہونے کے لئے ایک دروازہ تھا۔ جو سطح زمین سے چار زینوں پر مشتمل تھا۔ ان زینوں سے اسکے اندر داخل ہوتے تھے۔ قبرستان کے گرداگرد جو زمین تھی وہ محافظوں کیلئے وقف تھی جو مجاور کہلاتے تھے اور کثرت سے قبرستان کے گرداگرد سنجد اور سیب کے باغ تھے جو پھل اور پھول دیتے تھے۔ امتداد زمانہ کے بعد اب وہاں تودۂ خاک کے سوا کچھ نہیں رہا۔ نہ گنبد ہے نہ تہ خانہ۔ اس قبرستان کی پکی اینٹیں اب بھی موجود ہیں جو زمین کے اندر سے برآمد ہوتی ہیں ان کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ چار سو سال قبل بھی یہاں کاریگر تھے اور یہ ملک ترقی یافتہ ممالک سے تھا۔

---

[1] گزشتہ زمانے جب اس قبرستان کی کچھ ہڈیاں باقی رہ گئی تھیں۔ عصر موجودہ کے ایک نیک نوجوان فرامرز خان نے ان کو جوڑ کر دیا ۲ سے اٹھا کر گولدور کے اوپر دو قبریں بنائی ہیں۔ تاکہ ان کے احترام کیلئے یہ یادگار رہے۔ فرامرز خان رئیسہ خاندان سے نسبت رکھتے ہوئے

گیارہ واسطوں سے شاہ ناصر تک اپنا نسب حسب ذیل بتاتا ہے۔

فرامرز خان بن زبیدولی شاہ بن نعمت شاہ بن غث بن دینار شاہ بن تیغون شاہ بن شاہ نادر بن شاہ قزغن بن شاہ عبدالقادر بن شاہ قزل بن شاہ ناصر رئیس ـــــ رئیس قوم سے کچھ افراد اور بھی چترال میں موجود ہیں۔ مگر عوام میں کچھ امتیاز کے مالک نہیں فرامرز خان کے باپ زبیدولی شاہ نے ریاستی باڈی گارڈ میں صوبیدار کا منصب حاصل کیا۔ اور مجاہدین اسکرؔ میں شامل رہ کر بڑی خدمات کیں فرامرز خان علیگڈھ کالج میں تعلیم کے لئے داخل ہوا تھا۔ مگر مڈل تک تعلیم حاصل کر کے واپس آگیا اور یہاں ڈرائیور بن گیا۔ مگر کچھ عرصہ سرحدی جنگل میں ناظم بخشش کا کام بھی انجام دیا اور محصولات کا میر کاتب رہا۔ پھر اپنی ڈرائیوری پر واپس آیا۔ شاہی موٹر ولاری اور پٹرول پر بھی انچارج ہوا۔ ترک ملازمت کیا اور چلاتے رہے۔ ریاستی لیگ میں بحیثیت صدر نامزد تھا۔ پھر جب چترال میں بنیادی جمہوریت کی بنا پڑی اپنے علاقے کے ممبر اور ممبر سے چیئرمین منتخب ہوئے۔ (مولف تاریخ ۱۹۶۱ء)

چوتھا باب

خاندان تیموریہ کا عروج اور ابتدائی دور

بابا ایوب ۱۵۲۰ء

جن دنوں شاہ اکبر رئیس چترال میں حکمران تھا۔ ہرات میں تیموری حکومت ترکمانوں کے ہاتھوں سے تباہ ہوگئی اور سلطان حسین والی ہرات کی اولاد اپنی مملکت سے جلا وطن ہو کر ادھر ادھر منتشر ہوگئی تو انہیں ایام میں سلطان حسین کا پوتا مرزا ایوب بن شہزادہ فریدوں حسین زمانہ کی گردشوں کا شکار ہو کر ایک درویش کی حیثیت سے سنہ ۱۵۲۰ء مطابق سنہ ۹۲۶ھ میں چترال آیا۔

مثل مشہور ہے کہ مرزا ایوب اور ان کے کچھ ہمراہی ایک ولی کامل شاہ شمس الدین کے بیعت وارد چترال ہوئے ولی مذکور ان کو ایک مقام میں چھوڑ کر کہیں چلے گئے۔ اور ساتھیوں کو ہدایت کر دی کہ وہیں انکا انتظار کریں۔ جب مدت معینہ میں ولی مذکور واپس نہ آئے تو دیگر رفقا وہاں سے چلے گئے۔ لیکن مرزا ایوب اپنے وعدہ پر وہیں قائم رہا۔ جب شاہ صاحب وہاں واپس آئے تو ان کے وفادارانہ استقلال دیکھ کر خوش ہوئے اور دعا دی کہ اس ملک کی بادشاہت تم کو اور تیری اولاد کو بخشدی گئی۔

الغرض حکمران وقت شاہ اکبر رئیس نے اس غریب الوطن شاہزادے کی شایان شان تواضع کی۔ اور اپنی لڑکی کی شادی اس کے ساتھ کر کے لوٹ کوہ (انگبکیر) شوشٹ وچین کے مقامات اسے بطور جاگیر عنایت کئے مرزا ایوب جسے درویشی کی وجہ سے بابا ایوب کہتے تھے نے اس ملک میں مستقل سکونت اختیار کی۔ اور اپنی باقی ماندہ عمر یادِ الٰہی میں گذار کر اس جہان فانی سے رخصت ہوئے انگبکیر مقام میں ان کی زیارت مرجع خاص و عام ہے۔

سنگین علی اول

بابا ایوب کے شاہ اکبر رئیس کی لڑکی سے دو لڑکے تولد ہوئے ایک ماہ طلاق دوسرا شاہ نو۔ ماہ طلاق کا لڑکا خوشحال تھا۔ خوشحال کے ہاں جو لڑکا پیدا ہوا اس کا نام سنگین علی تھا۔ شاہ نو عوام میں عزت و وقار حاصل کئے بغیر چل بسا سنگین علی بن خوشحال جب جوانی کو پہنچا۔ بڑا نام پیدا کیا۔ اور اس ملک میں تیموری خاندان کا اقتدار اس قدر بڑھا دیا کہ فخر الامراء اس خاندان کی حکومت یہاں قائم ہوگئی۔ شاہ ناصر رئیس جو اس وقت حکمران تھا اس کو اپنا داماد بنایا اس کا باپ بھی اس کا بھانجا تھا۔ اس طرح سنہ ۱۵۵۰ء میں سنگین علی اپنی خداداد قابلیت و شجاعت کے شاہ ناصر کے منظور نظر ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں امور ملکی و فوجی کا ذمہ دار اور سیاہ و سفید کا مالک ہوا۔ چنانچہ عہد رئیسیہ کے واقعات میں انکی فتوحات کا بیان گذر چکا ہے۔ سنہ ۱۵۸۵ء میں سنگین علی کا انتقال ہوا اور موضع دراسن علاقہ موڑکھو میں مدفون ہوئے۔

سنگین علی کی اولاد

شاہ ناصر کی لڑکی سے شاہ محمد رضا اور شاہ محمد بیگ اور دوسری بیوی سے رام اور دوست محمد تھے محمد رضا اور محمد بیگ باپ کی طرح لائق اور ان کی زندگی ہی میں امور سلطنت میں ان کے ہاتھ بٹاتے رہے

چنانچہ جب ایک دفعہ محمد بیگ کو لشکر کی سرکردگی میں باشگل کی مہم پر بھیجا گیا اسے فتح کر لیا۔ مولانا محمد سیر فرماتے ہیں ؎

زضرب ناخن حیدر ما محمد بیگ ... جنوز از ہمہ باشگل فغنگ مے آید

سنگین علی نے امور سلطنت کے فرائض اپنی حیات ہی میں عام امور ملکی کا انتظام محمد رضا کو اور جنگی مہمات کا کام محمد بیگ کو سپرد کیا تھا۔

شاہ ناصر رئیس کا جب انتقال ہوا۔ دیگر سرداروں نے کمسن لڑکے شاہ محمود کو تخت پر بٹھایا اور ساتھ ہی محمد رضا و محمد بیگ کو کاروبار سلطنت کے فرائض سے برطرف کر دیا کیونکہ ان کی طاقت سے خائف تھے۔ ملک میں طوائف الملوکی کا آغاز ہوا واحدیہ حکومت کا معاملہ پیش آیا مگر چونکہ رئیسہ کے طرفدار زیادہ تھے محمد رضا و محمد بیگ چترال سے موڑکہو چلے گئے جہاں زانی مقام میں محمد بیگ نے قیام کیا۔ اور محمد رضا سنگلاندور میں رہنے لگا۔ زانی قلعہ محمد بیگ کی بیوی کو ماجہ قوم سے بطور جہیز ملا تھا۔

اولاد محمد بیگ نے محمد رضا کی اولاد کا خاتمہ کیا

محمد بیگ کے چھ لڑکے تھے۔ شاہ محترم شاہ۔ خوشوقت و خوش احمد والدہ بلہ جو ایک ماں سے تھے۔ طارق اللہ و نعمت اللہ دوسری والدہ سے تھے۔ جب محمد بیگ کے لڑکوں نے دیکھا کہ محمد رضا کی اولاد ان کے خاتمہ کے لئے خفیہ سازش کر رہے ہیں تو انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے ان کو ہلاک کرنے کی ٹھانی۔ چنانچہ کچھ دن بعد انہوں نے اپنے چچا محمد رضا کو اس کے دو لڑکوں سمیت سنگلاندور میں قتل کر دیا اور اس کے دو اور لڑکوں کو ریشن دریا خون میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ باقی ایک کمسن لڑکا جو دور شپ علاقہ شکوہ میں تھا ان حالات سے باخبر ہو کر بدخشاں کی طرف بھاگ نکلا اور موت سے نجات پائی۔ محمد بیگ خود بھی اس کشمکش میں مارا گیا۔ محمد رضا کا سب خاندان ختم ہوا۔

اقتدار محترم شاہ و مہم ملک گیری

محمد بیگ کے لڑکوں نے جب چچا اور چچازاد بھائیوں کا استیصال کیا تو اپنے بڑے بھائی محترم شاہ کو متفقہ طور پر خاندان کا بزرگ تسلیم کیا اور ملک گیری کے لئے رئیسہ خاندان کے خیر خواہوں کا استیصال شروع کیا۔ چنانچہ سب سے اول اتالیق ترگ علی کو اوردغ مقام میں قتل کیا۔ اور اس کے لڑکے حاتم بیگ کو دسالاوے کا اپنے ساتھ ملا لیا۔ محترم شاہ نے اپنی بہن کی شادی اس کے ساتھ کر دی۔ یہاں سے فارغ ہو کر موضع کشم کے مقتدر سردار برواز کو پائمال کر دیا۔ تریچ کے خواجہ قوم کے سرداروں کو مغلوب کیا۔ پھر تورکہو میں خوشہ قوم کے سردار لاچین بیگ کو ختم کر دیا۔ لاچین فرہاد کی تلوار سے مارا گیا تھا۔ جو داشمنہ قوم کا سردار تھا۔ عہد کٹوریہ میں اس کی بڑی عزت ہوئی۔ اسی طرح ریشن اور برنس میں بیگال اور خسرو سرداروں کو ختم کرتے ہوئے چترال پہنچا۔

چترال میں شاہ ناصر کے لڑکے شاہ محمود نے جب حالات کا جائزہ لیا تو ان کے سرداروں کو مقاومت کی طاقت نہ تھی اپنے خاندان اور خیر خواہوں کے سمیت راہ فرار اختیار کر کے بدخشاں چلا گیا۔ چترال کے مقامی باشندوں کے خیر خواہ ان کے ساتھ صرف شاہ بوذ قوم کے افراد تھے جو ان کے ساتھ جلا وطن ہو گئے۔

محمد بیگ کے لڑکے اس طرح فتح و نصرت کے نقارے بجاتے ہوئے چترال میں داخل ہو گئے۔ مولانا سیر فرماتے ہیں ؎

رئیسان شد بنداز جہان نا پدید بہ سنگین علی خیل نوبت رسید

آغاز حکومت خاندان محترم شاہ الملقب بہ شاہ کٹور و ذکر فرمانروائے او ۱۵۹۰ء

چترال میں رئیس خاندان اور اس کے حامیوں کو پائمال کرنے کے بعد شاہ محترم شاہ اپنے بھائیوں کے اتفاق سے تخت چترال پر جلوہ افروز ہوئے۔ قدیم زمانے میں کافی اور چترال کے درمیانی علاقوں میں ایک مشہور طاقتور قوم آباد تھی جس کا نام کٹور تھا۔ یہاں کے لوگ ان کی شان و شوکت اور طاقت کو یاد کرتے تھے۔ جب محترم شاہ اور اس کے بھائیوں کی طوفانی اور برق رفتار کامیابی دیکھی تو مرعوب ہو کر ان کو کٹور کا لقب دیا گیا اور اس کا خاندان کٹوریہ سے مشہور ہو گیا۔

اگرچہ بہتر محترم شاہ اس خاندان کے پہلے شخص ہیں جو تخت شاہی پر متمکن ہوئے۔ مگر یہاں تیموریہ اقتدار قائم کرنے والے اس کے دادا شاہ سنگین علی اول تھے۔ جو شاہ نادر رئیس کے عہد سے تمام اختیار کے مالک تھے۔ مرزا ایوب تیموری کے حالات میں چترال آنے کے واقعات پہلے ہی سپرد قلم کئے جا چکے ہیں۔ اب ان کا سلسلہ نسب بھی پیش کیا جاتا ہے شاعر نے کہا ہے ؎

ز نسل فریدوں خسرو شاہ نشاں پدر بر پدر تا بہ صاحبقران

محترم شاہ اول ابن محمد بیگ، ابن سنگین علی اول ابن خوشحال، ابن ماہ طاق، ابن مرزا ایوب، ابن شہزادہ فریدوں حسین، ابن سلطان حسین والی ہرات، ابن غیاث الدین، ابن امیرزادہ بایقرا، ابن عمر شیخ بہادر، ابن سلطان ابوسعید مرزا، ابن امیر تیمور صاحبقران۔ علامہ ابوالفضل نے اکبرنامہ میں امیر تیمور سے قبل کا بھی شجرہ لکھا ہے جو بخوف طوالت درج نہیں ہوا۔

محترم شاہ کٹور کی تخت نشینی پر سارے ممالک رئیسہ جو شمال میں گلگت اور جنوب میں چغانسرائے تک پھیلی ہوئی تھی اس کے قبضہ میں آ گئی۔ اور اس نے یہ وسیع علاقے اپنے بھائیوں میں تقسیم کئے ہر ایک کو علاقہ اور جاگیر بخشدی۔ چنانچہ خوش وقت کو جو تمام بھائیوں میں لائق تھا۔ علاقہ ورشگوم کی حکومت اور جاگیر کے طور پر دینیل اور جہرکن ایون و چترال میں زمینیں دیں۔

خوش احمد کو علاقہ مستوج کی حکومت دی تھی جب بے وقت وہ فوت ہوا تو اس کی اولاد کی پرورش کا متکفل خوش وقت ہوا۔ نعمت اللہ کو تند کی حکومت اور کوشٹ و لون بگیر میں زمین دی۔ بودلہ کو آویرو کوشٹ میں زمینیں دیں طریق اللہ کو موردیر کی جاگیر اور کوشٹ میں زمینیں دے کر سبکو راضی کر دیا۔

قزل بیگ بن محمد رضا بدخشاں میں تھا۔ وہاں سے دو دفعہ کمک لیکر چترال پر حملہ آور ہوا۔ مگر ناکام رہا۔ تیسری دفعہ پھر حملہ آور ہو کر سنوغر کے قلعہ میں چند ماہ محصور رہا۔ بالآخر صلح پر راضی ہو گیا اور اپنے والد اور بھائیوں کے خون خواہی سے دست بردار ہو گیا۔ محترم شاہ نے وہ تمام زمینیں جو اس کے باپ اور بھائیوں کے قبضہ میں ہوا کرتی تھیں فراخدلی کے ساتھ اس کے حوالہ کر دیں اور اس کے ساتھ برادرانہ سلوک و نیک رویہ کا اظہار کیا۔ موجودہ رضا خیل قوم قزل بیگ کی اولاد ہے جو ملک کے طول و عرض میں وسیع جائیدادوں اور زمینوں کے مالک ہیں۔ اسی طرح سب بھائیوں کو خوش و راضی

کرکے شاہ محترم شاہ نے چالیس سال حکومت کی چنانچہ مولانا سیر فرماتے ہیں ؎

بکرہ وند شاہی کہ میخواستند ہمہ رسم شاہی بپا داشتند
زبلم نزمین تا بہ چو یال بر بکرہ وند شاہی بہ زیب و بہ فر

حملۂ شاہ محمود رئیس اور چترال پر تسلط ۱۶۴۳ء

شاہ محترم شاہ کٹور نے چالیس سال حکومت کی تھی کہ شاہ محمود بن شاہ ناصر نے یارکند و کاشغر سے ایک کثیر لشکر کے ساتھ چترال پر حملہ آور ہوا۔ شاہ خوشوقت جو مستوج میں تھا مقابلہ کی تاب نہ لاکر چترال واپس آگیا۔ اور محترم شاہ کا لڑکا سنگین علی ثانی قلعہ مستوج میں محصور رہا۔ یارکند کا لشکر ملک کو پامال کرتا ہوا کوشٹ میں پہنچا جہاں قلعہ کوشٹ کا محاصرہ کرلیا۔ اور سر کرنے کے بعد چترال روانہ ہوئے۔ یہاں ذمین مقام میں ان کے مقابل ایک خونریز جنگ ہوئی۔ جسمیں شاہ خوشوقت کمان کرتے ہوئے مارا گیا۔ جب چترال پہنچے محترم شاہ کٹور مقابلہ کی تاب نہ لاکر اہل و عیال کے ساتھ باشگل چلا گیا اور وہاں سے نورست آیا۔ نرست سے باول پہنچکر قیام پذیر ہوگیا۔ اور اہل و عیال کو اپنے دو لڑکوں شاہ افضل و شاہ فاضل کے ساتھ کافر علاقہ باشگل میں رہنے دیا۔

سنگین علی ثانی جو مستوج میں محصور تھا۔ وہاں سے جان بچاکر اشقر اور وہاں سے باول میں باپ کے پاس پہنچکر دم لیا۔ شاہ خوشوقت مقتول کے لڑکے اور نعمت اللہ مع اہل و عیال دادیل گئے اور خرش احمد کا لڑکا شاہ جہان قزل بیگ اور دیگر معززین کے ساتھ یارکند چلا گیا۔ قصہ مشہور ہے کہ قیام یارکند کے دوران شاہ جہان نے ایک اژدھا کو ہلاک کردیا تھا جسکی وجہ سے یارکند کے لوگوں نے اس کو ڈوڈول کا خطاب دیا۔ ترکی زبان میں اس لفظ کے معنی بہادر ہے۔ اس کے بعد شاہ جہان ڈوڈول کے نام سے مشہور ہوا۔

شاہ محترم شاہ کٹور کا قتل شاہ محترم شاہ نے ایام جلاوطنی کے دوران چند بار چترال پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے حملہ کیا مگر کامیاب نہ ہوسکا تھا۔ جب پھر حملہ کیا۔ رئیسہ سرداروں کے اشارہ پر کلاشک علاقہ دردش میں وہاں کے کفاروں کے ہاتھ قتل ہوا۔ شاہ محمود رئیس کو جب معلوم ہوا تو ان کا جنازہ چترال منگوایا اور یرونہ مقام میں بڑے احترام سے دفن کرایا گیا۔

شاہ محترم شاہ کی اولاد سنگین علی ثانی۔ محمد غلام۔ عبدالغنی۔ شاہ افضل۔ شاہ فاضل۔ مرزا شوکت۔ شاہ غیرت اور گل چیں خان۔

شاہ کٹور کے خصوصی اوصاف محترم شاہ کٹور موجودہ کٹوریہ خاندان کا بانی اور پہلا حکمران تھا جس نے چالیس سال تک چترال پر حکومت کی۔ اور اپنی طاقت سے رئیسہ خاندان کو زیر و زبر کرنے پر کامیاب ہوگیا اس دفعہ کی شکست اس کی اپنی کمزوری نہ تھی بلکہ یارکند و بدخشاں کا وہ زبردست متحدہ مسلح لشکر تھا۔ جو شاہ محمود رئیس کی مدد کو آیا تھا اس کا مقابلہ کرنا یہاں کی مختصر جماعت اور نوزائیدہ حکومت کی طاقت سے بعید تھا۔

شاہ کٹور کے خصوصیات کا یہ پہلا کارنامہ ہے کہ جب یہاں حکومت قائم کی۔ یارکند کی اطاعت و باجگذاری سے بے نیاز ہوا اور خود آزاد حکومت کا خود مختار حکمران ہوا۔ اس سے پہلے رئیسہ خاندان اور اس سے پہلے کافر حکمران یارکند کے تابع فرمان باجگذار حکمران تھے۔

شاہ کٹور کے نام سے انکی اولاد کٹوریہ نام سے منسوب ہوئی اور خوشوقت کی اولاد خوشوقتیہ نام سے اور خوش احمد کی اولاد خوش احمدہ۔ بودلہ (طریق اللہ) اور نعمت اللہ کی اولاد محمد بیگ کے نام پر محمد بیگے کہلاتے ہیں اور محمد رضا کی اولاد رضا خیل قوم سے یاد ہوتا ہے۔ سنگین علی اول کے دو لڑکوں محمد بیگ و محمد رضا کی اولاد پانچ شاخوں میں تقسیم ہو کر علیحدہ قوم مشہور ہوئے۔

شاہ محمود اپنی تسلط کے بعد جب چترال پر قابض ہوگیا۔ تو ملک میں پھر رئیسہ حکومت قائم ہوئی اس نے ہر علاقہ میں حاکم اور نائب مقرر کئے اور تیموریہ خاندان کے شرفا کے ساتھ نیک رویہ اور سلوک جاری رکھا۔ چنانچہ قزل بیگ اور طریق اللہ یہاں موجود تھے۔ اور ان کے اہل خاندان شاہ کٹور کے ساتھ جلا وطن تھے۔ مگر ان کے ساتھ دشمنی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ ان کو امن کے ساتھ یہاں رہنے دیا۔ اور شاہ کٹور کی نعش کو بڑے احترام سے بموز لاکر دفن کرایا۔

شاہ محمود چترال پر دوبارہ تسلط کرنے میں حکمران یارقند کا احسانمند تھا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے امور حکومت میں ان سے مشورہ اور ہدایت لیتا تھا اور بعض اوقات یہاں سے اہل جرائم کو یارقند بھی بھیجتا تھا۔ چنانچہ قاق لشٹ کی چراگاہ کی تقسیم اور دیہاتوں میں پانی کی تقسیم کے معاملات یارکند میں فیصلہ ہوئے تھے۔ جو آج تک ان پر عملدرآمد ہوتا ہے شاہ محمود رئیس کے عہد میں چترال میں رعیت طبقہ کا گروہ موجود تھا جو اس کی ایک سند سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے حکم سے ایک شخص کی بیگار معاف کی تھی جس کی نقل یہاں لکھی جاتی ہے۔ رعیت سے مراد موجودہ رعیت کا طبقہ ہے جو مختلف واجبات حکومت کا متحمل تھا۔

ہو اللہ سبحانہ و تعالیٰ

در ینولا حکم ہمایوں صادر شد کہ جمیع صاحبخلان دربار گردون وقار واقف گردیدہ بدانند کہ حضرت پادشاہ عالم پناہ مراحم خسروانہ شامل حال قرین اعمال بندہ مولی ولی گردانیدہ حکم فرمودند کہ جمیع صاحبخلان بندہ مذکور را از وجہ رعیتی سوا و مستثنی دانستہ مداخلت ننمایند ہریں موجب مقرر شمردہ خلاف نورزند فی شہر رمضان سنہ ۱۰۵۳ھ

اصل سند در سنہ ۱۹۵۳ء ۴ ربیع صفحہ 176ء

مہر شاہ محمود ابن شاہ ناصر

شاہ سنگین علی کا ہندوستان جانا

۱۶۳۵ء میں شاہ کٹور محترم شاہ جب کلکشٹ میں قتل ہوا اور چترال میں رئیسہ خاندان کے حکمران شاہ محمود نے حکومت قائم کی۔ تو شاہ سنگین علی ثانی اپنے خیرخواہوں کی صلاح سے ہندوستان روانہ ہوا۔ تاکہ وہاں مغل شاہنشاہ سے میراث پدری حاصل کرنے کے لئے امداد حاصل کر سکے۔ جو اشخاص ہمراہ ان کے ہمرکاب ہندوستان گئے وہ محمد صفا بن محمد رضا۔ اتالیق محمد شکور بن حاتم بیگ اور مرزا محمد کت بن

شاہ کشور تھا جنہیں سے ہر ایک علم کے ساتھ قلم کا مالک اور یکتائے زمانہ تھا۔ کہتے ہیں کہ اس عہد کا بادشاہ شاہ جہاں صاحبقران ثانی تھا۔ سنگین علی نے لاہور کے ایک امیر شاہ نواز خان کی وساطت سے بادشاہ کے حضور میں باریابی حاصل کی۔ اور پہلی ہی نظر میں بادشاہ کے منظورِ نظرِ عاطفت ہوئے اور ہندوستان کے ایک مشہور اولیا کے مرید بھی گئے۔ اور صحبت باطنی کے خواستگار ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ بادشاہ کے ہمرکاب کشمیر گیا۔ جہاں بادشاہ نے فرمایا کہ یہاں جاگیر لے کر رہو گے یا وطن جانا چاہتے ہو۔ سنگین علی نے اس کے جواب میں یہ شعر پیش کیا ؎

گلشن کشمیر پیش انجگاں داغ است داغ   لالہ با در کوہ و صحرا جنگلی باغ است باغ

انجگاں درہ خندر کا وہ علاقہ ہے جہاں سنگین علی اکثر اوقات رہا کرتا تھا۔ سنگین علی نے اپنے وفور فراست و تیزیٔ ذہن کے باعث بادشاہ کے حضور میں مقبولیت پائی تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ بادشاہ کی مجلس میں ایک امیر نے حاضرین کی فراست حاصل کرنے کے لئے کہا کہ میں نے ایک مچھلی درخت پر چڑھی ہوئی دیکھی ہے۔ سنگین علی نے فوراً کہا کہ غربال یعنی چھلنی میں پانی بھر کر اس کے نیچے رکھتا تاکہ وہ نیچے اتر آتی۔ حاضرین نے اس حاضر جوابی پر تحسین کہی۔

اسی طرح جب کئی سال بادشاہ ہند کے دربار میں گزار کر اپنے مقصد میں کامیابی نہ حاصل کر سکا اور شاہجہان قید ہو کر ۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب عالمگیر تخت ہند پر جلوہ افروز ہوئے تو سنگین علی نے اپنا مقصد ان کی خدمت میں پیش کیا اور میراث پدری پر قبضہ جمانے کے لئے امداد کا خواستگار ہوا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اے شاہزادہ کوہستان خود جانتے ہو کہ یہاں سے لشکر بھیجنا بعد مسافت اور صعوبت راہ کے سبب بہت مشکل ہے اگر مالی امداد سے مطلب حاصل کرنا ممکن ہو مضائقہ نہ ہوگا۔ سنگین علی نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔ بادشاہ کے حکم سے سونے اور چاندی کے کئی بار قطار ان کی تحویل میں دیے گئے۔ اور وہاں سے انصراف رخصت پا کر روانہ ہوئے۔ شاہزادہ جب سوات میں پہنچا تو یہ تدبیر کی چنانچہ دولت کے زور سے ایک طاقتور لشکر ترتیب دیا اور ان کو ساتھ لے کر روانہ ہوا اور درہ کنل کچ کھنی کے راستہ سے لاسپور میں داخل ہوا اور افغان لشکر کے بعض حصہ کو محمد صفا کے ساتھ غذر اور درشکوم کے شونجی گول کے راستہ سے بھیجا کہ اگر اس طرف دشمن مزاحمت کرے صفایا کرے۔ اہل سوات نے سوگند کیا تھا کہ جب تک ملک وطن مالوف تک نہ پہنچائیں گے۔ واپس نہ جائیں گے۔ مگر قدرت الٰہی کا فیصلہ کچھ اور تھا۔ جب وہ لاسپور میں داخل ہوئے وہ کچ کھنی میں اتنی شدید برفباری ہوئی کہ سارا درہ برف سے مالامال ہوا اور واپس جانے کا راستہ مسدود ہو گیا تو لاچار جنگ و پیکار سے دوچار ہونا پڑا۔

شاہ سنگین علی کا چترال پر قبضہ۔ سنہ ۱۶۶۰ء

لاسپور سے روانہ ہو کر قلعہ مستوج پر حملہ آور ہوئے۔ اور بڑی خونریز جنگ کے بعد قلعہ فتح کر لیا اور اس علاقہ کے لوگوں نے اطاعت قبول کی۔ جنگ مستوج کا نقشہ مولانا سیر نے اپنے اشعار میں یوں کھینچا ہے

بانگشت جنگی دران جائے گاہ   کہ شد تیرہ رخسار خورشید و ماہ

یلان سواتی بجوشش آمدند	بہ غیض و غضب پر خروش آمدند
بہ قلعہ نشینان شودند زور	کہ گردید قلعہ بہ ایشاں چو گور
بناچار باہم در آمیختند	نشان قیامت بر انگیختند
شدہ شیر پیکر جوان دلیر	فتادے بہر صف بمانند شیر
چو ہر سو کشادی فرس را عنان	شدے پارہ ہر جا صف دشمناں
بگردید پرخون چو دشت نبرد	دل دشمنانش در آمد بدرد
بر آخر بہ بدخواہ شد چیرہ دست	بہ فوج مخالف در آمد شکست
در فتح بروئے بگردید باز	در آمد بمستوج گردن فراز
عسوران خود را بکشت و بہ قست	بہ مال و دولت در آمد بدست

جب مستوج فتح ہونے کے بعد وہاں سے چترال کی طرف روانہ ہوئے تو درمیان کے علاقوں میں بھی رئیس لشکر نے بڑا شدید مقابلہ کیا مگر سنگین علی کامیابی کے ساتھ پانچ ماہ متواتر محاربوں سے دوچار رہ کر چترال پہنچے اور یہاں بھی گھمسان کی لڑائی ہوئی مگر شاہ ناصر شکست کھائی اور راہ فرار اختیار کر کے بدخشاں و کاشغر کی طرف چلا گیا۔ سواتی لشکر کو انعام و اکرام سے خوشنود کر کے وطن کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ اور شاہ سنگین علی تخت چترال پر متمکن ہو گیا شاہ خوش وقت کا لڑکے اول سے چترال واپس آئے جسطرح شاہ کٹور اپنے بھائی خوشوقت پر مہربان تھا اسی طرح شاہ سنگین علی اپنے چچیرے بھائیوں شاہ عالم و شاہ فرامرد و عصمت اللہ پر مہربان ہوئے اور ورشگوم کی حکومت بدستور انکی تحویل میں دیدیئے۔ خوش احمد کا لڑکا شاہ بیجان جو اسوقت تک یارکند میں مقیم رہا تھا۔ واپس آیا انکو مستوج کی حکومت تفویض کی جب وہ فوت ہوا مستوج پر فرامرد نے قبضہ کیا۔ وہاں کے نوعمر لڑکوں کو چترال و لشیں میں زمین دے کر ان کی پرورش کا سامان کیا اور پھر کبھی حکومت کے دعویدار نہیں ہوئے علاقہ مستوج میں ابھی خوشوقت کے لڑکے بحیثیت نیابت حکومت کرنے لگے۔ اسیطرح شاہ افضل و شاہ فاضل کو بانشقل سے واپس بلالائے۔ اور تمام علاقہ میں قبضہ کرکے حکومت شاہ سنگین علی کو مسلم ہوا۔ شاعر نے کہا ہے

مرد آں باشد کہ شخصش ہمچو خورشید فلک	فیض باریزد بلغرق بس گروہ خاص و عام
ہر کہ از وے بہرہ حاصل نباشد بہر کس	حیف باشد گر بخوانی غیر سود خشک نام

قتل عام بابی کلکٹک

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مہتر سنگین علی ثانی براداشت مصیبہ شکار کے لئے بیدوش گئے وہاں سے جب کلکٹک گاؤں میں پہنچے تو وہاں اپنے والد شاہ محترم شاہ کٹور کے قتل کا واقعہ ان کو یاد آگیا جو حسین ہرکام کی فریب دہی پر وہاں کے لوگوں نے ان کو قتل کر دیا تھا۔ تمام گاؤں کے قتل عام کا حکم دیدیا لیکے

حکم سے سارے اہل قریہ قتل کر دیئے گئے۔ وہاں کے لوگ عہد کفار سے تھے۔ اور یہ گاؤں بڑا گنجان آبادی تھا۔

شاہ سنگین علی کا قتل

چھبیس سال حکمرانی کرنے کے بعد مہتر سنگین علی کٹوریہ حکمرانوں کے غریب خدمتگاروں کے ہاتھ اکاری میں قتل ہوا کہتے ہیں کہ وہ عبادت معہود شکار کے لئے اکاری گیا ہوا تھا۔ اور شیر خیل کے لوگ جو چترال سے شاہ محمود رئیس کے ساتھ جلاوطن ہو کر حدود بدخشاں میں سکونت رکھتے تھے ان کے آنے کی اطلاع پا کر بدخشاں سے یہاں آکر خفیہ طور پر موقع کے منتظر تھے۔ جب اس کے تمام ہمراہی شکار کے کام میں ادھر ادھر منتشر ہو گئے اور بادشاہ تنہا رہ گیا۔ تو انھوں نے اس پر حملہ کر کے اسے شہید کر دیا اور خود بھاگ گئے۔ بادشاہ کی نعش کو وہاں سے اندرہرتی کے مقام میں لا کر دفن کیا گیا۔

شاہ سنگین علی کے اوصاف

یہ بادشاہ صاحب علم و شجاعت و فراست تھا۔ نیک سیرت تھا۔ اور اپنے خاندان میں وہ پہلا حکمران تھا جو ہندوستان گیا۔ اور آخر کار کامیابی حاصل کی اور چترال کر کے اپنی لاج قائم کی۔ اسکی والدہ مختوم خونسا لاچین بن خوش کی صاحبزادی تھی۔ لاچین کا خاندان عہد رئیسہ سے تورکھو میں معزز چلا آتا ہے اس نامور خاندان کی ایک یادگار مقام مختوم آباد کے نام سے یہاں آباد ہے جو انہی افراد کے قبضہ میں ہے۔

شاہ سنگین علی کی اولاد

شاہ مردان قلی بیگ، شاہ محمد شفیع۔ ناصر علی، جہانگیر۔ غنیمت۔ خدر بگیہ شال جوان۔ سلطان بیت۔

محمد غلام بن محترم شاہ اول

سنگین علی کی کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بھائی محمد غلام تخت پر بیٹھا۔ مگر اس نے شاہ خوشوقت کی بیوہ سے شادی کی تھی اور خوشوقت کا لڑکا اس سبب سے اس سے کینہ رکھتا تھا۔ برداشت نہ کر سکا۔ تین سال بعد اسے قتل کرا دیا اور اس کے بھائیوں کا اندیشہ نہ کرتے ہوئے خود تخت پر بیٹھ گیا

شاہ عالم بن خوشوقت

محمد غلام کو قتل کرنے کے بعد تخت پر متصرف ہو کر اپنی طاقت کو منظم کرنے پایا تھا کہ شاہ افضل و شاہ فاضل کے اشارے سے پڑگوری و شترک باشندگان ارغوچ کے ہاتھ دو سال کے بعد قتل ہوا۔

شاہ محمد شفیع ابن سنگین علی ثانی

شاہ عالم کے قتل کے بعد اتفاق رائے سے محمد شفیع کو تخت پر بٹھایا گیا۔ اس نے اپنے بڑے بھائی مردان قلی بیگ کو بالائی علاقوں کی حکومت تفویض کی اور خود چترال میں حکومت کرنے لگا۔ چونکہ وہ خوشوقت کی اولاد سے محمد غلام کو قتل کرانے کی وجہ سے خفا تھا ان کو سنوغ کی حکومت سے دور کر کے شغور سے پار علاقوں کا ذمہ دار کیا کہ ادھر قانع رہیں۔

چند سال کے بعد میر سلطان شاہ والئے بدخشاں شاہ عبدالقادر بن شاہ محمود رئیس کی مدد پر ایک عظیم لشکر کے ساتھ چترال پر حملہ آور ہوا۔ شاہ مردان قلی بیگ قلعہ مستوج میں محصور ہو گیا۔ حملہ آور لشکر چترال پہنچا شاہ محمد شفیع نے ان کا مقابلہ کیا اور بڑی جنگ واقع ہوئی۔ مگر اہل بدخشاں کی کثرت تھی محمد شفیع کو شکست دی۔ وہ بھاگ کر سنت چلا گیا اور چترال پر میر سلطان شاہ کا قبضہ ہوا۔ اس نے شاہ عبدالقادر کو تخت پر بٹھا کر خود واپس بدخشاں چلا گیا۔ کہتے ہیں کہ وہ واپس جانے کے وقت ملک سے لاتعداد قیدی اپنے ساتھ لے گیا۔ اور سارے ملک کو لوٹ مار سے تباہ کر دیا۔

شاہ عبدالقادر رئیس

نے ایک سال تک چترال پر حکومت کی مگر وہ اپنی حکومت کو مستحکم نہ کرسکا۔ مستوج اور دیگر بالائی علاقوں میں شاہ مردان قلی بیگ بدستور حکومت کرتا رہا۔ ایک سال کے بعد شاہ محمد شفیع نے افغان قبائل سے کمک حاصل کرکے چترال پر حملہ کیا۔ اگرچہ رئیسہ لشکر چترال سے دراس کی جنگ میں ایک بڑا معتبر سردار بدخشانیوں کا مارا گیا۔ اور پہلے ہی حملہ میں رئیسہ لشکر نے شکست کھائی اور تتر بتر ہوگئے۔ اور شاہ عبدالقادر بمشکل تمام جان بچاکر بدخشی سرداروں کے ساتھ بدخشاں کی طرف فرار ہوگیا۔ اور ملک پر پھر بدستور شاہ محمد شفیع کا قبضہ ہوگیا۔ 1763

وفات محمد شفیع اور اس کی اولاد

اکیس سال حکمرانی کے بعد انکا انتقال ہوا۔ وہ اپنے والد کی طرح ایک غیور و بہادر حکمران تھا اور ان کی نیک عملی اور شرافت بھی ملک میں مشہور تھی۔ اس کے بیٹے خان بہادر، خان دوران، دنیا خان، سنگین علی ثانی تھے۔

شاہ محمد شفیع و شاہ مردان قلی بیگ نے جب یہاں حکومت قائم کی۔ ان کے عہد میں ایک بڑا کارنامہ یہ ہوا کہ انہوں نے حکومت سنبھالتے ہی اپنے علاقوں میں ترویج دین اسلام کے لئے قاضی مقرر کیا اور نزرست کی زکوٰۃ بھی قاضی کو دی۔ اور اوامر و نواہی کی تبلیغ پر احکام جاری فرمائے۔ ان کی اسناد ابتک قاضی ملا بابا آدم کی اولاد کے پاس موجود ہیں جگو لعمدہ واقع خاص چترال کے اہم ہیں۔ اور یہ سندات انگریزی حکام نے پشاور میں منگا کر ملاحظہ کی تھیں۔ چنانچہ ۱۹۵۰ء میں سنٹرل ریکارڈ آفس پشاور نے افسران چترال آکر یہ دستاویزات اپنے ساتھ پشاور لے گئے۔ اور وہاں ملاحظہ کرنے کے بعد ہر ایک دستاویز کی تصویری نقل شامل کرکے پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ کی معرفت ۱۹۵۴ء میں واپس بھیجدیں۔ اور خواہش ظاہر کی کہ اگر مالک سندات انہیں فروخت کرنا چاہیں تو قیمت سے مطلع کریں۔ مگر مالک دستاویزات فروخت کے لئے تیار نہ ہوئے ان دستاویزات کی نقول تاریخ میں بغرض یادگار درج کی جاتی ہیں۔

پہلی سند خاص منصب قضائے چترال کے لئے ملا بابا آدم کو

۱۔ حکم والی عالی در ینولا صادر شد فرزندان و برادران امیران و وزیران اکابر و اصاغر جمیع ممالک دار السلطنت چترال بجملگی و بکلی واقف گردیدہ بدانند کہ شریعت شعار دی گرامی قدری نمدہ خدام الکرام بابا آدم کہ از وقت کلانان ما تقدم تا بہ ابدیم خواجہ رئیس بودند۔ ما ہم موافق شاہان مرحوم مشار الیہ را حکم کردیم کہ بعد الیوم نیز موافق اوامر و نواہی شریعت غرا بجہت تقویت اسلام تنبیہ بے نمازان بکنند کہ فائدہ و نیکنامی دنیا و آخرت است۔ ہر کہ مابین رئیس مذکور از راہ گمراہی گردن کشی و مزاحمت نماید بہ تعنت پادشاہی کہ موجب غضب الٰہی است گرفتار خواہد گردید۔ باید کہ ہیچ احدی ازین حکم خلاف و انحراف نورزند فقط

مہر شاہ محمد شفیع

سنہ ۱۱۸۱ھ

1169

سند دوم برائے قضائے نزرست و عطائے زکوٰۃ ملا بابا آدم کو

۲۔ در ینولا حکم عالی صادر شد فرزندان کامگار و برادران نامدار حکومت مدار و کیلان و وزیران پایہ سریر خلافت و حکام و عمال و جمیع خصار دربار فیض آثار منفعت مدار و اقتدار کاربران و تمام

متوطنان تنکابہ ترساط از صغیر و تا کبیر جملگی واقف گردیده بدانند کہ مراحم خسروانہ و مکارم پادشاہانہ شامل
حال و قرین احوال مفتی حضور و کاتب منظور رم داعی دوام ملا بابا آدم گردانیده زکوٰۃ جمیع قرایای
تنکابہ ترساط را بشانہٗ الیہ دادم باید کہ مومی الیہ جمیع زکوٰۃ خود ہا دانستہ ساکنان آں زمین و کارندگان
و رعایان آں ممالک زکوٰۃ خود ہا را بہ دیوان مذکور مدہند و از فرموده در نگذرند۔

(مہر) فقط سنہ ۱۱۶۹ھ ۱۱۶ھ
مہر محمد شفیع ابن سنگ علی

تیسرا سند قضا آویر کے لئے ملا بابا آدم کو

۳۔ حکم عالی صادر شد کہ در ینولا برادران صاحب نگین عدالت آئین فرزندان و حاکمان با دین شریعت
تمکین اکابر و اصاغر امین و حضار و سابر شاہ نشین خصوصاً ساکنان و متوطنان تنکابہ آیرو (حال آویر)
ہمگی واقف گردیده بدانند کہ مراحم خسروانہ و مکارم پادشاہانہ شامل احوال ملا بابا آدم گردانیده قاضی
گری جمیع ممالک آیرو را عطا نمودیم باید کہ تمام مردم آیرو بموجب حکم ما ملا بابا آدم را قاضی بالاستقلال
خود ہا دانستہ از اوامر و نواہی کہ موافق شریعت باشد تجاوز ننمایند و در امور شرعیہ باید کہ رجوع بہ
قاضی مذکور نمایند و ہر کہ نائب و گماشتہ او کہ از جانب خود نماید نیز فرمان برداری بہ نائب لیسا زند
از فرموده او نگذرند خلاف و انحراف نورزند۔

گواہ شد۔ اتالیق ابراہیم۔ و یعقوب خان۔ و قاضی خان۔ و میر عبدالرحیم۔ والمان۔ و ملا توکل۔
و ملا میر علی۔ و میر محمد غفار۔ و میر محمد شکور۔ و میر عبدالغنی۔ و جمیع حضار و سابر عید الیوم بیوم حاجت
حجت باشد۔ فقط سنہ ۱۱۷۱ھ مہر شاہ محمد شفیع ابن سنگ علی۔ ۱۱۷ھ (1757)

چوتھا سند شاہ مردان قلی بیگ کے متعلق قضائے اویر ملا بابا آدم کو

(۴) درینولا حکم عالی صادر شد کہ تخت نشین عدالت آئین و فرزندان کامگاران صاحب نام و نگین حکام و
عمال ارباباں و اصحاب احتساب و حضار و دربار دارالسلطنت چترار اتالیق میر محمد شکور و میر حنیفہ و
نظام سرکار خصوصاً ساکنان و متوطنان ولایت آیرو (حال آویر) ہمگی و جملگی واقف گردیده بدانند و آگاہ
باشند کہ عنایت پادشاہی را شامل حال و قرین آمال ملا بابا آدم گردانیده ملائے مذکور را بہمہ مردمان
ساکنان ولایت آیرو قاضی بالاستقلال گردانیدیم باید کہ مردم ایرو شانہٗ الیہ را قاضی خود ہا دانستہ
باحکام شریعت بنزد قاضی دیگر نروند کہ تنبیہ و تعذیر بسیاست پادشاہی گرفتار و سزاوار خواہند شد

فقط سنہ ۱۱۲۸ھ
مہر شاہ مردان قلی بیگ ابن شاہ سنگ علی

۵۔ پانچواں سند شاہ عبدالقادر رئیس کا جنہا ایک سال چترال میں حکومت کی تھی اور نے
اپنے عہد میں پھر ملا بابا آدم کو قضائے آویر دلو نہکیر و کوشٹ و موردیہ موڑ گول تک مامور کیا
درینولا حکم عالی صادر شد کہ فرزندان کامگار فرحت مدار اسراد و زرائی ملک و رائی اکابر و اصاغر

دربارِ حکام و عمال دار السلطنت چترال ساکنان و متوطنان تکانہ ابریز و لان کاریکرز و کاشت و مرد و موژگل (یعنی عالیہ آویر و لونگہکیر و کوشٹ و مور دیہہ و موڑگول) بگی و جنگلی واقف گردیدہ بدانند کہ برائے ترویج و احکام شریعت احمدی و طریق سنت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفر ایائے مذکور ملا بابا آدم را قاضی با لاستقلال والاجلال کردیم باید کہ مردم ساکنان ایں جملہ دیارہا شائد الیہ را قاضی خود دانستہ از اوامر و نواہی او کہ موافق شریعت باشد تجاوز نکنند و ہر حکم کہ از احکام شرع فرماید اطاعت کنند و انقیاد و نمایند از زمرہ نگذرند خلاف و انحراف نورزند گواہ ایں حکم محمد اشرف و ناصر علی و امان بیگ و جعفر علی و عبد الرحیم و عبد المحسن۔ و آخوند ملا عبد الرحمٰن و قاضی و خان و یوسف بیگ را گردانیدہ شد۔ سنہ ۱۱۷۶ھ

مہر عبد القادر ابن شاہ محمود

۱۱۷۶ھ (1762-63)

ڈھائی سو سال پہلے یہاں گاؤں کے ناموں میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ خاندانی سند لکھنے والا شخص یہاں کا مقامی باشندہ تھا۔ اس نے حالیہ مروجہ ناموں کے بجائے آویر کو آبرہ، لونگہکیر کو لان کاریکرو، کوشٹ کو کاشت، موردیہہ کو مُردر و موڑگول کو مُژگل لکھا ہے۔

نیز ان اسناد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان علاقوں میں اور قاضی بھی تھے جس کے لئے تاکید کرتا ہے کہ دوسرے قاضیوں کے پاس لوگ نہ جایا کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ملا بابا آدم زرست سے موڑگول تک قاضی القضاۃ تھا (مولف)

تسلط شاہ فرامرد ابن شاہ خوشوقت ۱۷۱۶ء

شاہ محمد شفیع کے انتقال کے بعد شاہ فرامرد تعزیم پرسی کے بہانے چترال آیا۔ شاہ افضل و شاہ فاضل اپنے والد شاہ محرم شاہ کے قتل کے بعد حکومت سے کنارہ کش تھے اور خاندان میں بے انتہائی مچی ہوئی تھی۔ اور ان کی حقیقی ہمشیرہ شاہ فرامرد کے عقد میں تھی۔ جب دیکھا کہ چترال میں میدان خالی ہے شاہ فرامرد نے تخت پر قبضہ کر لیا۔

فرامرد شندور کے پاس گلگت کے علاقوں میں لوچھی تک حکمران تھا تخت چترال پر قبضہ جمانے کے بعد ملک گیری اور وسعت سلطنت پر توجہ دے کر بڑا اقتدار حاصل کیا چنانچہ گلگت کے علاقہ میں دریائے بلونز کے کنارے لوچھی تک قبضہ کر لیا۔ دوسرے سال بدخشان پر حملہ کر کے جرم تک سلطنت کو وسعت دی۔ جب کفار بانشگل کی سرکشی دیکھی کہ ان کے تابع فرمان نہیں ہیں چترال کے درہ بگوشٹ کی راہ سے کافرستان پر یلغار کی۔ شمالی علاقوں کے اضلاع جیسے لوٹ دہ۔ کام۔ ومرف۔ وائی واقع ہیں پامال اور مسخر کر کے آگے بڑھتا ہوا درہ پیچ کی راہ کنڑ کی سرحد چغا سرائے پہنچا اور وہاں حد بندی کا پتھر نصب کر کے اسمار و زرست کی راہ سے چترال واپس آگیا۔ اس مہم میں اس نے ایک سال تک سفر کیا کہتے ہیں کہ جب شندور میں نوروز دیکھا تھا اس نے سفر شروع کیا۔ جب دوسرے سال واپس آیا پھر وہی موسم تھا۔ اکثر اوقات شاہ فرامرد شندور میں رہا کرتا تھا وہاں کا قیام اس کو بہت پسند تھا۔

اس کی فتوحات میں اہال کوہستانات وادیل و تانگیر کا بڑا لشکر شامل تھا۔ اور حدود سلطنت لوچھی علاقہ بلتستان

اور جرم علاقہ بدخشان تک پھیلے ہوئے تھے۔ اور جنوب میں چغانسرائے تک شامل کافرستان قبضہ میں لایا تھا۔

شاہ فرامرد نے محترم شاہ کٹور کے اولاد و احفاد کے ساتھ انتہائی احترام و تواضع برادرانہ کا سلوک روا رکھا اور ان کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں دیا۔ مگر پھر بھی ان کے دلی جذبات کا اظہار وقت پر موقوف تھا۔

قتل شاہ فرامرد اور انکی اولاد

محترم شاہ کے لڑکے شاہ افضل و شاہ فاضل جو ابتک خاموش تھے اور فرامرد خود اپنے بخت پر خوشنود تھا۔ مگر ان کی کامیابیوں سے یہ لوگ آزردہ دل تھے جو ملک کے لوگ جو فرامرد کی متواتر جنگوں سے تنگ آگئے تھے۔ ان کے خلاف سازش کرنے لگے شاہ افضل و شاہ فاضل کو محمد شفیع کے عہد میں اپنے بھائی شاہ سنگین علی کی خاطر ان کے خاندان میں قتل اندازی ڈالنا جائز نہیں جانتے تھے مگر اس وقت تحمل دشوار تھا۔ اس لئے فرامرد کے قتل کی تجویز کی۔ شاہ فاضل بمعیت محمد یونس خان بن محمد نور رضا خیل اور غلام خرم قوم کا معتبر اس سازش کو سرانجام دینے کیلئے مشغول ہوگئے۔ جہاں مہتر فرامرد بے خبر رہتا تھا۔ رات کو سوتے میں اسے قتل کر دیا مہتر فرامرد کی بیوی جو شاہ فاضل کی بھتیجی تھیں نے اس موقع پر بھائی کو گالیاں دیں۔ جس پر غضبناک ہو کر اسے بھی تلوار سے مجروح کیا گیا اور اپنا کام ختم کر کے قاتل چترال واپس آئے۔ شاہ فرامرد نے سات سال حکومت کی۔ اس کا ایک ہی لڑکا عالمگیر تھا۔ جو اس وقت خورد سال تھا۔ والدہ کے ساتھ شاہ افضل کے خاندان میں رہا۔

شاہ فرامرد کے اوصاف: شاہ فرامرد تاریخ چترال میں ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے کیونکہ انہوں نے بیرونی فتوحات اور وسعت سلطنت میں جو مثال قائم کی ہے اور شہرت پائی ہے تاریخ چترال میں اور کسی حکمران کے زمانہ میں نہیں ملتی ہے بشتاد میں بونی سے لیکر بدخشاں کے جرم تک اور افغانستان میں چغانسرائے اور کافرستان حال نورستان تک کے علاقے اس کے زیرنگیں تھے۔ بگیر کے قلعہ پر کچھ مدت تک قبضہ پایا تھا۔ کوہستان باشقار سے تانگیر۔ داریل تک اس کی حکومت میں شامل تھے اپنے قلیل دور حکومت میں جو عروج اس نے پایا تھا اس کی نظیر اس خاندان کے اور حکمرانوں کو نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اندرونی معاملات میں وہ نرم دل اور انصاف پسند حکمران تھا۔ مگر محاربات کے پے در پے سلسلہ کی افزونی نے رعایا کے لئے مشکلات پیدا کر دی تھیں۔ اور ساتھ ہی اپنے خاندان میں اس کی فتوحات اس لئے پسند نہیں ہوئیں کہ اپنے اقتدار کے عروج میں اس نے دخل اندازی کی اور ملک پر تسلط پایا۔

قزل بیگ بن محمد رضا اس کے عہد حکومت میں کوغزی مقام میں کلاہ شغنیہ قوم کے معتبر شخص کے ہاتھ قتل ہوا کہتے ہیں کہ اس کا قتل فرامرد کے اشارے پر ہوا تھا۔ جب یہ راز فاش ہو گیا تو فرامرد نے باقی الضمیر سے عاجز ہو کر اور سیاستاً کلاہ کو شغنور میں طلب کیا اور قصاص دیا۔ کلاہ کی بہن قزل بیگ کی منکوحہ تھی۔ فقط

پانچواں باب

خاندان کٹوریہ خوشوقتیہ کی باہمی خانہ جنگی اور اولاد محترم شاہ کٹور اول کا اقتدار اعلیٰ

شاہ افضل اول ۱۷۲۴ء سے تا ۱۷۵۴ء تک
۱۱۳۷ھ ۱۱۶۸ھ

۱۷۲۴ء میں شاہ فرامرد ابن شاہ خوشوقت کے قتل کے بعد افضل ابن محترم شاہ اول کو تخت حکومت پر بٹھایا گیا۔ یہ ایک منصف مزاج حکمران تھا۔ شاہ فرامرد کی فتوحات کے نتیجہ کے طور پر جو مملکت اسے ورثہ میں ملی اسے اس نے مضبوطی اور حکمت عملی سے محفوظ رکھا اور رعایا پر شفقت اور نیک سیرتی سے قابو کر لیا۔ مرزا محمد ظفران کے تین اشعار اس کے صبر و تحمل اور اوصاف کے شاہد ہیں۔

زمیں را بود رونق آمد پدید — در خرمی را عیاں شد کلید
ز داد و دہش بخشش مردم بناز — در راحت و امن گردید باز
ہمہ خلق از و شاد و خاطر مدام — چو جود و حیا را بفیشرد کام

بغاوت بانخگل اور اس کا تدارک

شاہ افضل کی تخت نشینی کے کچھ عرصہ بعد درۂ پیچ کے کفار نے ادائیگی مالیہ سے انکار کر دیا تو شاہ افضل نے حکیم بیگ بن سیاہ گوش کو دو سو سپاہ کے ساتھ وہاں بھیج دیا۔ حکیم بیگ خود چغانسرائے میں رہا اور اپنے ایک سردار محب بیگ کو درۂ پیچ کی طرف روانہ کیا۔ مگر کفار بانخگل نے اسے محاصرہ میں لے کر ہلاک کر دیا۔ پھر حکیم بیگ خود باقی فوج لے کر گیا۔ مگر وہ بھی ان کے ہاتھوں شہید ہوا۔ اس کی قبر بھی وہیں درۂ پیچ میں موجود ہے۔ یہ حالات سن کر شاہ افضل خود ایک لشکر لے کر کفار پر حملہ آور ہوا اور ان کی زیادہ اچھی گوشمالی کی۔

اولاد شاہ خوشوقت اور شاہ محمد شفیع کے ساتھ فیاضی

شاہ افضل اپنے بھائی سنگین علی کی اولاد کے ساتھ بہت محبت اور اخلاق کا برتاؤ رکھتا تھا اسی بنا پر اس نے ان کے پوتوں خان بہادر خان و دوران کو جو شاہ محمد شفیع مہتر کے بیٹے تھے۔ دۂ خذرنہ آویز احمد حسن کی حکومت

دیدی۔ اسی طرح شاہ خوشوقت کی اولاد کے ساتھ بھی نیکی و ہمدردی کا سلوک روا رکھا اور شندور کے پار علاقوں ڈزگو پونیال، شاہ عالم بن خوشوقت کے لڑکوں یعنی بادشاہ و شاہ بربش کے قبضے میں رہنے دیا۔ اور شاہ فرامرد کے فرزند عالمگیر کو جو اس کا خواہرزادہ تھا اپنے پاس ہی رکھ کر اس کی پرورش کرنے لگا۔ علاقہ مستوج میں ان دنوں محمد صفا قزل بیگ حکمران تھا مگر اس نے جلد ہی استعفیٰ دیدیا۔ اور یہاں کی حکومت شاہ افضل نے خوش احمد ثانی بن عصمت اللہ بن خوشوقت کے حوالے کر دی۔

والیٔ بدخشاں کا حملہ مستوج پر

اس کے کچھ دن بعد میر سلطان شاہ اشرف والیٔ بدخشاں نے علاقہ چترال پر حملہ کیا اور مستوج تک پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ مگر خوش احمد ثانی نے کافی عرصہ تک محصور رہ کر قلعہ دشمن کے ہاتھ میں نہ جانے دیا۔ اسی اثنا جب محاصرہ نے طول پکڑا۔ اپنا ایک ایلچی یارکند کے نائب الحکومت چین کے پاس روانہ کیا۔ اور نائب الحکومت یارکند نے میر سلطان شاہ والیٔ بدخشاں کو مجبور کر کے اس سے محاصرہ اٹھوا کر واپس بلا لیا۔ تین سال کے بعد جب خوش احمد ثانی بن عصمت اللہ فوت ہوا تو یہ علاقہ اس کے بھائی خیر اللہ کے ہاتھ رہ گیا۔

شاہ افضل کی وفات اور انکی اولاد

تیس سال حکومت کرنے کے بعد آخر کار مہتر شاہ افضل نے اس جہان فانی سے کوچ کیا۔ اور بروز مقام کے شاہی قبرستان میں مدفون ہوا۔ ان کی والدہ کٹور در اخونزادہ باتنگیہ قوم کے شاہ افضل کے تین بیٹے تھے جو ایک ان کے بطن سے تھے۔ ۱۔ شاہ فواز خاں ۲۔ محترم شاہ ثانی ملقب بہ شاہ کٹور ثانی ۳۔ سربلند خان۔

شاہ فاضل ابن محترم شاہ اول ۱۷۵۴ء سے ۱۷۶۰ء
۱۱۶۸ھ سے ۱۱۷۴ھ

بھائی کی وفات کے بعد شاہ فاضل تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ اس نے شاہ افضل کے بیٹوں یعنی شاہ نواز خان و محترم شاہ اور سربلند کو علاقہ دروش و گبر ونگ اور ایون کے علاقے دیئے۔ شاہ محمد شفیع کے لڑکوں کے پاس علاقہ خذرہ، دراسن اور کوشٹ حسب سابق رہنے دیئے۔ ادھر علاقہ خوشوقتیہ کے سارے حصے پر شاہ خیر اللہ بن عصمت اللہ بن شاہ خوشوقت کا اقتدار ہو چکا تھا۔ کچھ عرصہ تک اسی طرح امن و امان سے وقت گذرتا رہا۔

شاہ خوشوقت کی اولاد

یہاں بسبیل تذکرہ یاد کیا جاتا ہے جو اگلے صفحوں میں تاریخ کے اکثر واقعات ان کے حالات سے پُر ہیں۔

شاہ خوشوقت کے تین لڑکے تھے۔ ۱۔ شاہ عالم ۲۔ شاہ فرامرد ۳۔ عصمت اللہ

شاہ عالم کے لڑکے ۱۔ بادشاہ ۲۔ امیر الملک شاہ بربش

عصمت اللہ کے لڑکے ۱۔ خوش احمد ثانی ۲۔ خیر اللہ۔

بادشاہ اور امیر الملک شاہ بربش کی اولاد دو شاخوں میں تقسیم ہوئی یعنی خوشوقتیہ اور بربشے۔ تاریخ میں دونوں

خانزادوں کی اولاد کا علیحدہ ناموں سے ذکر کیا گیا ہے۔

شہزادگان شاہ افضل کی مخالفت

جب شاہ افضل مرحوم کے بیٹے یعنی شاہ نواز خان و محترم شاہ و سربلند خان جوان ہوگئے تو انھوں نے اپنے تخت کا مطالبہ کیا خصوصاً محترم شاہ جو زیادہ تیز مزاج تھا ان خیالات میں پیش پیش تھا۔ شاہ فاضل جب ان حالات سے آگاہ ہوا تو اس نے ان کو علاقہ دروش سے بدر کرنے کی ٹھانی۔ اور اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر شاہ فاضل نے شاہ خیر اللہ خوسوقتے سے سلسلہ جنبانی کی بات شروع کی۔ اور اپنی لڑکی کو خیر اللہ کے لڑکے قوہ کے نکاح میں دیکر اس کے ساتھ رابطہ و اتحاد مستحکم کرلیا۔ اور دماسن قلعہ میں دونوں نے ملاقات کرکے شہزادگان شاہ افضل کو دروش سے نکالنے کیلئے یہ تجویز کی کہ اب داراب شاہ بن خیر اللہ فوج لیکر شاہ فاضل کی امداد کو چترال آئے۔

شاہ خیر اللہ و شاہ فاضل کا دروش پر حملہ اور شکست

اس باہمی تجویز کے مطابق داراب شاہ بن خیر اللہ فوج لیکر چترال پہنچا۔ شاہ محمد شفیع کے لڑکے خان بہادر و خان دوران بھی علاقہ غذر سے فوج لیکر ان کے ساتھ تھے اور یہ متحدہ لشکر دروش پر حملہ آور ہوا۔ ادھر شہزادگان شاہ افضل نے بھی اپنی تیاریاں مکمل کرلیں۔ اور شاہ نواز خان کو قلعہ دروش کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر محترم شاہ و سربلند خان دشمنوں کا مقابلہ کرنے کیلئے کیسو پہنچے۔ وہاں دشوار گذار پہاڑی راستوں پر مورچہ بنایا۔ اور فوج سمیت وہاں ڈٹ گئے۔ شاہ فاضل کے لشکر نے اس مورچہ پر حملہ کیا مگر بہت کوشش کے باوجود اسے سر نہ کرسکے۔ یہاں سے مطمئن ہوکر محترم شاہ و سربلند خان نے لشکر لیکر کیسو کے اوپر پہاڑیوں پر حملہ کردیا۔ جہاں خان دوران غذر کے لشکر کے ساتھ مورچے سنبھالے ہوئے تھا اور خان دوران کے آدمی جو اس ناگہانی حملہ کے لئے تیار نہ تھے بد حواس و پریشان ہوگئے اور بہت سے ہلاک ہوگئے محترم شاہ نے خود اپنے ہاتھوں سے کئی لشکریوں کو تہ تیغ کیا اور خان دوران کے سر پر جا پہنچا۔ مگر قرابت مادری کی وجہ سے اس پر رحم کھا کر اسے نہ صرف قتل کرنے سے باز رہا بلکہ آزاد بھی کردیا۔ شاہ فاضل اور داراب شاہ نہایت بری طرح شکست کھا کر وہاں سے پسپا ہوگئے۔ مولانا تیر نے اس جنگ کے متعلق بہت سے اشعار لکھے تھے جنمیں سے چند اشعار بطور یادگار یہاں درج کرتا ہوں۔

شہ محترم رستم روز جنگ	کشید از میان تیغ الماس رنگ
شہ سربلند خان عالی نژاد	دلان رزمگہ داد مردی بداد
کہ آخر شہ محترم شیر نر	بگردید دستانہ فتح و ظفر
بدست آمدش خان دوران اسیر	چو سد باہ کاید بچنگال شیر
چو داراب شاہ دید آں دار و گیر	گرفتش رہ خویش مانند تیر
شہ فاضل و لشکرش جید رنگ	رسید فغانان و خیزان بہ گنگ [1]

[1] یہ مقام گہرت اور کیسو کے درمیان واقع ہے۔

عالمگیر کا قتل

عالمگیر بن شاہ فرامرد کی والدہ شاہ فاضل و شاہ افضل کی حقیقی ہمشیرہ تھی۔ شاہ فرامرد کے قتل کے بعد وہ اپنی والدہ کے ساتھ چترال میں شاہ افضل مابعد شاہ فاضل کے زیر پرورش رہا۔ اور یہ وہ زمانہ تھا جبکہ شاہ خیر اللہ بن محمت اللہ نے اپنے چچا شاہ عالم کی اولاد کو ملک بدر کر کے بدخشاں کی جانب بھگا دیا۔ اور خود سارے علاقہ خوشوقتیہ پر حکمران ہو گیا تھا۔ جب عالمگیر جوان ہوا تو خیر اللہ کے دل میں یہ خدشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں یہ کٹوریہ حکمرانوں کی مدد سے میری حکومت پر دعویٰ کر کے خطرہ نہ بن جائے۔ ادھر شاہ فاضل اپنے بھتیجوں محترم شاہ و شاہ نواز خان اور سربلند خان کے تدارک کیلئے خیر اللہ کا محتاج تھا۔ اور ان کو خوش کرنے کی فکر میں تھا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر خیر اللہ نے شاہ فاضل کو کہلا بھیجا کہ جب تک عالمگیر زندہ آپ کے پاس موجود ہے وہ کبھی بھی مکمل اعتماد نہیں کر سکتا کیونکہ وہ میرا سخت دشمن ہے اگر شہزادگان شاہ افضل کے خلاف میری امداد چاہتے ہو تو اسے راستے سے ہٹا دیا جائے۔ شاہ فاضل اس کی دھمکی میں آگیا اور اس بہانے سے کہ عالمگیر اپنے باپ کے قتل کے بدلہ میں میری جان کے درپے تھا اس مظلوم کو بیدردی سے ہلاک کرا دیا اور اپنی بے چاری بہن کو بیٹے کے غم کا داغ دے دیا۔

خیر اللہ اور شاہ فاضل کی مخالفت

خیر اللہ علاقہ خوشوقتیہ پر اپنا تسلط پوری طرح مستحکم کر چکا تھا اور حکومت کے دوسرے دعویداروں یعنی شاہ عالم کی اولاد کو بدخشاں اور کوہستان ذیلی وغیرہ کی جانب بھگا چکا تھا۔ عالمگیر کے قتل کے بعد اس کے سامنے سے یہ آخری کانٹا بھی صاف ہو گیا۔ علاقہ خوشوقتیہ سے مطمئن ہو کر اب اس نے علاقہ کٹوریہ کی جانب توجہ کی۔ ادھر شاہ فاضل اور اس کے بھتیجوں کے درمیان مخالفت کی وجہ سے چترال کی حکومت بہت کمزور ہو چکی تھی اور موقع سازگار تھا۔ عالمگیر کا قتل جو دراصل اسی کے ایما پر ہوا تھا۔ خیر اللہ نے برسر دربار اعلان کیا کہ اگر شاہ فاضل نے شاہ فرامرد کو قتل کیا تھا تو اس کی کچھ وجہ بھی تھی مگر بیچارے عالمگیر کو بلا وجہ قتل کیا گیا ہے لہٰذا میں اس کا انتقام لیکے ہی دم لونگا۔

مہتر خیر اللہ اور شہزادگان شاہ افضل کا اتحاد اور چترال پر حملہ

خیر اللہ نے دروش میں شہزادگان شاہ افضل کو پیغام بھیجا کہ تم دروش سے حملہ کرو اور میں اوپر سے شاہ فاضل پر چڑھ آور ہونگا۔ چنانچہ شاہ خیر اللہ کے لشکر نے دراسن پر حملہ کر کے وہاں شاہ فاضل کے لڑکے شیر جنگ کو محصور کیا۔ دروش کی جانب سے شاہ نواز خان اور محترم شاہ قشقری فوج لیکر چترال پر حملہ آور ہوئے نالہ چترال کے کنارے سخت جنگ ہوئی جس میں طرفین کے بہت سے آدمی کام آئے۔ مقتولین میں مشہور نامور اتالیق محمد شکور دین خان تم بیگ بھی تھا۔ جو چترال کے نامور سرداروں اور بہادروں میں شمار ہوتا ہے اور شاہ نگین علی ثانی کے ساتھ ہندوستان بھی گیا تھا۔ وہ شہزادگان کے لشکر میں شامل تھا۔ اور بندوق کی گولی سے مارا گیا۔ اور نالہ کے جنوبی کنارہ پر پیوند خاک ہوا۔

شاہ فاضل کی شکست اور وفات

شہزادگان نے نالہ عبور کر کے قلعہ پر دھاوا بول دیا

شاہ فاضل نے میدان جنگ میں بذات خود کود کر مردانگی و شجاعت کے جوہر دکھائے اور حملہ آوروں کا مقابلہ کیا مگر محترم شاہ کی بندوق کی گولی سے زخمی ہو کر گر پڑا۔ رحیم بیگ بن سیاہ گوش نے اسے گھوڑے پر ڈال کر قلعہ کے اندر پہنچا دیا اور دوسرے دن شاہ فاضل معہ اہل و عیال قلعہ سے نکل کر زرست زمین کی طرف فرار ہوا اور ایون کے سامنے راستہ ہی میں اس کا انتقال ہو گیا اور وہاں میدان اسپاغلشٹ ہی میں دفن کیا گیا اسکی قبر موجود ہے۔

شاہ فاضل کا دورِ حکومت اپنے بھتیجوں اور خوشوقتیہ خاندان کے ساتھ خانہ جنگیوں میں ہی گذرا اور انہی لڑائیوں میں اس کی جان بھی جاتی رہی اور مہتر خیر اللہ کی سازش اور فریب سے جو انجام دیکھنا تھا وہ بھی دیکھ لیا۔ شاہ فاضل کا لڑکا شیر جنگ تھا۔

مہتر شاہ نواز خان ۱۷۶۰ء تا ۱۷۶۱ء / ۱۱۷۴ھ تا ۱۱۷۵ھ

شاہ فاضل کے فرار کے بعد تینوں بھائیوں کے اتفاق رائے سے بڑا بھائی شاہ نواز خان تخت چترال پر بیٹھا۔ اس نے سرفند خان کو علاقہ دروش کی حکومت حوالہ کی۔ محترم شاہ ایون میں رہنے لگا جہاں قلعہ بھی موجود تھا۔

مہتر خیر اللہ کی سازشیں شاہ فاضل کے دور میں خیر اللہ نے شہزادگان شاہ افضل سے جو دوستانہ تعلق قائم کیا تھا۔ وہ محض ان کے خاندان میں نفاق و پھوٹ ڈال کر شاہ فاضل کو کمزور کرنے اور بالآخر چترال پر قبضہ کرنے کی خاطر تعلق تھا۔ لیکن جب شاہ نواز خان تخت پر بیٹھا اور تینوں بھائی اتفاق سے ملک پر اپنا قبضہ و اقتدار مستحکم کرنے لگے تو خیر اللہ کو خطرہ کا احساس ہوا کہ ان کے استحکام کی صورت میں ان کی مرادیں پوری نہ ہو سکیں گی۔ لہذا اس نے ان کے خلاف سازش کرنا شروع کی۔ اور سب سے پہلے یہ قدم اٹھایا کہ فاضل شاہ کے لڑکے شیر جنگ کو جو قلعہ دراسن واقع کوشٹ میں خیر اللہ کی فوج کے محاصرہ میں تھا رہا کر دیا اور اسے بونی کی حکومت عطا کی اور اپنی لڑکی اورس بیگم کو اسکے عقد میں دیدیا۔ دوسری طرف مہتر محمد شفیع کے لڑکے خان بہادر کو جو علاقہ خذر پر حکمران تھا اپنی دوسری لڑکی جمیلہ بیگم نکاح میں دے کر دونوں شہزادوں کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ چنانچہ مرزا نیر کہتے ہیں۔

درو بخت زرّیں چہرہ درخانہ داشت	کزاں دام در دست و بہانہ داشت
یکی را بخان بہادر بداد	بہ مرد و رازان دگر گرد شاد
چو آں بردو را کرد وابستہ خویش	سر رشتہ را در بدست خویش
کمر بر پیکار بہ شہزادگان	ببست آں شہ ہمتہ کاروان

خان بہادر کا حملہ اور شکست خیر اللہ نے خان بہادر کو ہدایت کی کہ وہ اپنا لشکر لیکر مقام لاغ پہنچے اور

اس کے لشکر کا انتظار کرے تا کہ دونوں ملک چترال پر حملہ کر سکیں اس ہدایت کے مطابق خان بہادر نو سو بہادر پر ایک لشکر لے کر دراغ پہنچا۔ اور ابھی خیر اللہ کے انتظار میں ہی تھا کہ مہتر شاہ نواز خان اور محترم شاہ نے ناگہاں پہنچ کر اس پر شب باشب حملہ کر دیا اور اسوقت جبکہ وہ خواب غفلت میں تھے۔ ان کو تتر بتر کر دیا۔ بہت سے مارے گئے اور بہتوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور جو باقی بچے انھوں نے ادھر اُدھر بھاگ کر جان بچائی اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا مرزا سیر نے فرمایا ہے۔

شہ محترم آں یل نامور	ہماں لحظہ برخاست بستہ کمر
یل نامور صف شکن شہ نواز	پی جنگ خود را ہمی کرد ساز
دلیران شمشیر زن چند کس	گرفتند با خویش گفتند بس
شبا شب رسیدند نزدیک داغ	فتیلہ بفر وختہ چوں چراغ

خیر اللہ کا چترال پر حملہ اور پسپا ہونا

یہ خبر جب دراستہ میں خیر اللہ کو ملی تو غم و غصہ سے سرخ ہو گیا اور فوراً ایک لشکر کے ساتھ چترال کی جانب پیشقدمی شروع کی اس کے لشکر میں ... سوار تھے اور وہ نہایت غرور میں تھا چنانچہ مولانا مرزا سیر فرماتے ہیں

بیا کہ غبارے بیامد پدید	کہ گردی زبا پوش و رشک رسید
ہاں لشکر و حشمت و با حشم	زدہ طعنہ ہا بر فریدون و جم

مستوج سے چترال خاص تک کے علاقوں کو زیر و زبر کرتا ہوا خیر اللہ اپنا لشکر لے کر چترال پہنچا اور فوج کو چیو پل کے سر پر پہاڑیوں میں ریشیان گنبد تک پھیلا دیا۔ اور ارد گرد کے دیہات پر غارت اور لوٹ کا بازار گرم کر دیا مگر قلعہ پر حملہ کی ہمت نہ کر سکے۔ تین مہینہ تک یہی حالت رہی اور اس عرصہ میں چلاس، تانگیر اور دوسرے علاقوں سے خیر اللہ کو برابر کمک پہنچتی رہی۔ مولانا سیر لکھتے ہیں کہ تیس ہزار فوج جمع ہو گئی تھی۔ خان بہادر بن محمد شفیع جو دراصل علاقہ موڑکہو اور علاقہ تورکہو کا حکمران تھا اپنے لشکر کے ساتھ اس کے ساتھ مل گیا تھا۔ اور مہتر شہنواز خان کے بھائی سر بلند خان جو درکشن میں حکمران تھا کمک کے لئے محمد علی خان والی بداول کی طرف قاصد دوڑائے اور وہاں سے چار سو افغان لشکری محمد علی خان کی زیر قیادت دروش پہنچے سر بلند خان یہ کمک لیکر مع اپنے لشکر کے چترال پر حملہ کے لئے شاہ نواز خان کے ساتھ مل گیا۔ محترم شاہ کو قلعہ کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر دونوں شہزادوں نے خیر اللہ کی فوج پر حملہ کر دیا۔ ایک خونریز جنگ ہوئی اول اول تو بندوق استعمال کئے گئے

مگر جب خیر اللہ نے حکم دیا کہ اس کی فوج نیچے اتر کر مقابلہ کرے تو دفعۃً بندوقیں چھوڑ کر تلواریں کھینچی گئیں۔ اور دونوں طرف سے لوگ کٹ کٹ کر مرنے لگے اور مقتولوں کی لاشوں کا ہر طرف انبار لگا ہوا دکھائی دیا۔ بالآخر خیر اللہ کی فوج نے شکست کھا کر پیٹھ دکھائی یہ واقعہ ۱۷۶۱ء (۱۱۷۵ھ) کا ہے۔

اس جنگ میں مہتر شاہ نواز خان، سر بلند خان اور محمد علی خان والی براول نے نمایاں بہادری دکھائی علاوہ بریں کے قزل بیگ ثانی بن شہ رضا۔ صدق۔ دولت علی۔ نور محمد مصدر شجاعت ہوئے۔ اور دشمنوں کے بیشمار آدمی اپنی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کرکے رکھ دیئے۔ خیر اللہ کا لشکر قلعہ فتح نہ کر سکا اور اپنے مورچوں پر پسپا ہو گیا محمد علی خان والئے براول اپنے لشکر کے ساتھ واپس وطن چلا گیا۔

مہتر شاہ نواز خان کا فرار دیر کی جانب

پہلے حملہ میں شکست کھانیکے بعد خیر اللہ اپنے لشکر کو منظم اور مزید طاقتور بناتا رہا اور دوسرے حملے کی تیاری بڑے زور شور سے شروع کی۔ ان حالات کو دیکھ کر مہتر شاہ نواز خان اور اس کے بھائی جو قلعہ میں تھے اس نتیجہ پر پہنچے کہ وہ مزید مدافعت نہیں کر سکتے۔ اور کسی مناسب وقت تک فرار ہونا چاہیئے۔ محترم شاہ کو ایون بھیجا گیا کہ وہ وہاں قلعہ کو اپنے قبضہ میں رکھے اور شاہ نواز خان قلعہ سے نکل کر دیر و باجوڑ کی جانب چلا گیا تاکہ وہاں سے کمک حاصل کرے

جنگ ایون

جب خیر اللہ کو اس کی اطلاع ملی تو وہ ایک کثیر لشکر ہمراہ لیکر محترم شاہ کے تعاقب میں ایون پہنچا مگر وہاں قلعہ کو مضبوط پاکر حملہ کرنے کی ہمت نہ کی اور محصورین کے پانی و خوراک کے ذرائع کاٹ دیئے قلعہ کے ایک برج پر محترم شاہ کے دو نامی اور بہادر سردار عمر میتہ اور بہرام مارے گئے۔ اور ایون کے بہت سے آدمی بھی محترم شاہ کی امداد کرتے ہوئے ہلاک ہوئے خیر اللہ کے ساتھ یہاں لاسپور کا لشکر تھا۔ چنانچہ بعد میں محترم شاہ اور اسکی اولاد اہل ایون کی اور خیر اللہ کی اولاد اہل لاسپور کی احسانمند رہی اور حکومت کے واجبی مالیات سے دونوں فریق معاف تھے۔

چند روز محترم شاہ اور اس کے ہمراہی قلعہ میں محصور رہے مگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے مجبور ہو گئے خیر اللہ نے محترم شاہ کو پیغام بھیجا کہ اگر تابعیت تسلیم کرکے میرے پاس آتے ہو تو مناسب عزت و احترام سے میرے پاس رہ سکتے ہو۔ اگر یہ منظور نہیں تو جس طرف جانا چاہتے ہو اجازت ہے۔ محترم شاہ نے دوسری شرط منظور کر لی اور قلعہ سے نکل کر دروش کی راہ لی۔ اور وہاں سے دیر جاکر وہاں قاسم خان والئے دیر کے ہاں قیام کیا۔

سر بلند خان کا فرار چترال سے بیلم کی جانب

محترم شاہ کی ایون سے دیر کی جانب جانے کی اطلاع پاکر سر بلند خان نے چترال سے چپکے سے نکل کر بیلم کی راہ لی۔ اور وہاں مہتر شاہ نواز خان کے پاس پہنچ کر دونوں اپنے اوقات زندگی جلاوطنی میں گزارنے لگے۔

شاہ خیر اللہ بن عصمت اللہ بن خوشوقت

سنہ ۱۷۶۱ء تا سنہ ۱۷۸۶ء
۱۱۷۵ھ — ۱۲۰۰ھ

شاہ خیر اللہ نے شہزادگان کٹوریہ کو ملک سے نکال کر علاقہ کٹوریہ پر قبضہ کر لیا مگر اپنا پایہ تخت مستوج ہی میں رکھا۔ دروش میں شاہ فاضل کی بیوہ سے شادی کر لی اور اس کے والد شاہ رضا بن محمد صفا کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ دروش سے چترال تک کے علاقے کی حکومت شاہ فاضل کے لڑکے شیر جنگ کے حوالہ کی اور مہتر محمد شفیع کے لڑکے خان بہادر کو چترال اور غذرہ میں حکمران مقرر کر کے خود مستوج چلا گیا۔ یہ اس کے نائب کی حیثیت سے اس علاقہ پر حکومت کرنے لگے۔ شاہ خیر اللہ کی زیادہ ہمدردی شاہ سنگین علی شاہ ثانی کی اولاد کے ساتھ تھی اور محترم شاہ کی اولاد کا مخالف تھا۔

شہزادگان شاہ افضل کا حملہ اور عارضی کامیابی

جب جلا وطنی میں تین ماہ گذر رہے تو محترم شاہ دوم نے اپنے بھائیوں کے پاس پیغام بھیجا اور ان کو صلاح دی کہ اس طرح گوشہ گمنامی میں بیٹھنا مردوں کا کام نہیں۔ حق پدری کے حصول کے لئے کوشش کرنا چاہیئے۔ چنانچہ افغانوں کی ایک کمک لیکر شام ہوتے ہوئے کالاشگ پہنچے اور آدھی رات کو دروش قلعہ پر شبخون مار کر اسے فتح کر لیا۔ اور محمد صفا بن قزل بیگ کو گرفتار کر لیا۔ وہاں تاخیر کئے بغیر فوراً آیون پہنچے اور شیر جنگ پر عالم غفلت میں حملہ کر کے اسے گرفتار کر لیا۔ آیون کو فتح کرنے کے بعد بجلی کی سی سرعت سے چترال پہنچے اور قلعہ چترال میں خان بہادر پر حملہ کر کے اسے محصور کر لیا۔ مگر محصورین کو طاقتور پا کر کام خان والیئے دیر و محمد علی خان والیئے براول کو امدادی کمک کے لئے قاصد دوڑائے۔ مولانا سیر کے بیان کے مطابق دونوں افغان سردار نو ہزار آدمیوں کا لشکر لیکر چترال پہنچے اور گھمسان کی جنگ شروع ہوئی۔ محترم شاہ افغان لشکر کا ایک دستہ لیکر قلعہ شغور پر حملہ آور ہوا جہاں سنگین علی ثالث برادر خان بہادر حکمران تھا اسے قید کر لیا اور افغان لشکر نے تمام علاقہ غذر کو غارت کر دیا۔

قلعہ چترال میں خان بہادر تین ماہ تک محصور رہا۔ مگر خیر اللہ کی طرف سے متوقع امداد نہ پہنچی۔ آخر خوراک ختم ہو جانے کی وجہ سے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیئے اور خان بہادر خان براول کی سفارش سے جو اس کا پہلے سے دوست تھا۔ جان کی امان پا کر قلعہ سے نکل کر اس کی پناہ میں آ گیا۔ شہزادگان نے قلعہ چترال پر قبضہ کر لیا اور اسی طرح علاقہ کٹوریہ پھر ان کے ہاتھ آ گیا۔ خان بہادر اور اس کا بھائی سنگین علی اور شیر جنگ بن شاہ فاضل ان کے ہاتھ قید ہو گئے۔ اور خان بہادر کو خان براول اپنے ساتھ براول لے گیا۔

خیر اللہ کا جوابی حملہ اور چترال پر دوبارہ قبضہ

ابھی شہزادگان شاہ افضل کے قدم مضبوط ہونے بھی نہ پائے تھے اور ان کے قبضۂ چترال کے چند ماہ بعد ہی شیر جنگ نے جو

شہزادوں کی قید میں تھا مہتر خیر اللہ کو کہلا بھیجا کہ ابھی شہزادوں کی حالت کمزور ہے اور مستحکم ہونے سے پیشتر ان پر حملہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ مہتر خیر اللہ ایک بڑی فوج لیکر چترال کی جانب چل پڑا۔ اس حملہ کی اطلاع پر علاقہ خنذرے لوگ جو مہتر محمد شفیع کی اولاد سے محبت اور وفاداری رکھتے تھے۔ بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ اس نازک حالت کو دیکھ کر شاہ نواز خان اور اس کے بھائیوں نے مقابلہ بے سود سمجھا۔ اور جنگ کے بغیر ہی چترال چھوڑ کر پھر بیلم کی راہ لی۔ مہتر خیر اللہ اپنے لشکر کے ساتھ چترال پہنچا اور قہر و غضب سے چترال کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اور اسی طرح قلعہ شغور کو بھی برباد کر دیا گیا۔ یہاں سے دروش پہنچ کر وہاں کا قلعہ بھی برباد کر دیا۔ اور دروش کے ابو الخیر بن محمد صفا کی لڑکی سے شادی کر لی۔ وہاں سے مراجعت کر کے بروز اور جغور کہون کے درمیان ڈوق لشٹ کے میدان میں ایک نیا قلعہ تعمیر کر کے اپنے داماد شیر جنگ کو اسمیں رکھا اس وقت خان بہادر بھی محمد علی خان نوابی براول سے اجازت لے کر مہتر خیر اللہ کے پاس پہنچا تھا۔ اور مہتر خیر اللہ اسے چترال میں مقرر کر کے خود مستوج واپس چلا گیا۔

سلیمان شاہ بن شاہ نواز خان

مہتر شاہ فاضل نے اپنی زندگی میں اپنی لڑکی مہتر شاہ نواز خان کے لڑکے سلیمان شاہ کے ساتھ منسوب کر دی تھی مگر خانہ جنگی واقعات کی وجہ سے یہ لڑکی اپنے بھائی شیر جنگ کے پاس رہتی تھی۔ سلیمان شاہ طویل مفارقت کو برداشت نہ کر سکا بیلم سے خفیہ طور پر شیر جنگ کے پاس پہنچا۔ شیر جنگ نے اس کو اپنے پاس رہنے دیا۔ مگر جب یہ سوچا کہ دشمن کا بیٹا کیسے دوست ہو سکتا ہے اسے گرفتار کر کے اپنے خسر خیر اللہ کے پاس مستوج بھیج دیا جس نے اسکو موضع یونیال میں قید رکھا۔

شیر جنگ کا محترم شاہ کو زہر بھیجنا

محترم شاہ اور اس کے بھائیوں کا دیر و بیلم میں موجود رہنا شیر جنگ کے لئے ایک بڑا خطرہ کا معاملہ تھا اور وہ ان کے ختم کرنے کے لئے کوشاں تھا۔ علاوہ اس کے شیر جنگ کا باپ شاہ فاضل بھی ان کے ہاتھ قتل ہو چکا تھا۔ ذاتی عناد تھا اس لئے شیر جنگ محترم شاہ کو ختم کرنے کیلئے اپنے ایک ملازم محمود بیگ باشندہ کلاس شیشی کوہ کو بڑے انعام و اکرام سے وعدہ دے کر اس کے ہاتھ زہر دے کر دیر روانہ کر دیا کہ وہاں محترم شاہ کی ملازمت میں داخل ہو کر جب موقع ملے اس کو زہر کھلا دے محمود بیگ دیر پہنچکر محترم شاہ کے ہاں نوکر ہو گیا مگر کافی عرصہ گذرنے کے باوجود زہر دینے کی جرأت نہ ہوئی۔ بالآخر ضمیر کی آواز کا انکشاف کیا اور زہر نکال کر محترم شاہ کو پیش کر دیا اور سارے راز کو فاش کر دیا۔ محترم شاہ یہ حال سنکر غصہ میں بھر گیا کہ شیر جنگ اس حالت غربت میں بھی نہیں دیکھنا چاہتے۔

محترم شاہ کا شیر جنگ پہ شبخون مار کر ہلاک کرنا

محترم شاہ نے محمود بیگ کو آئندہ مہربانیوں کا امیدوار کر کے وطن رخصت کر دیا اور اسے ہدایت کی کہ میرا ایک پرانا نوکر محبت نام شالی مقام میں موجود ہے۔ اور اس وقت وہ شیر جنگ کے ہاں ملازم ہے میرا سلام اسکو پہنچا دو۔ اور کہو کہ شیر جنگ یہاں بھی ہمکو زندہ نہیں دیکھنا چاہتا ہے میں اس کی برائی کا انتقام لینا چاہتا ہوں مگر تمہاری مدد کے بغیر ممکن نہیں محمود بیگ وطن پہنچکر انکا سلام و پیغام محبت کو پہنچا یا جسے محبت نے بسر و چشم قبول کیا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد محترم شاہ

دیر سے بغرض آہو شکار خفیہ طور پر بروز پہنچا اور ایک پہاڑی جو شیر جنگ کے قلعہ کے اوپر واقع ہے کمین لے لیا محبت نے
وہاں پہنچکر واقعہ بیان کیا کہ شیر جنگ ابوپن گیا ہوا ہے جب واپس پہنچے گا۔ حاضر خدمت ہو کر عرض کرونگا۔ تیسرے دن
جب شیر جنگ واپس آیا۔ محبت حاضر ہو کر خدمت کے لئے تیار ہوا اور قلعہ میں پہنچکر لکڑیوں کی امداد سے محلسرے میں
داخل ہوا اور شیر جنگ کی خوابگاہ کے دروازے کو توڑ دیا۔ محترم شاہ خود چھت پر کھڑا رہا۔ اور ان کے حامی جیسے
محبت کے ساتھ وزیر بیگ باشندہ موکلپوا اور امیر باشندہ شغور تھے شیر جنگ پر تلواروں سے ٹوٹ پڑے۔ اور اس کا کام تمام
کر دیا۔ واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ محبت نے شیر جنگ کی ایک نوکرانی سے پہلے ہی سے سازباز کر رکھی تھی۔ اور اس عورت
نے شیر جنگ کی خوابگاہ سے ہتھیار نکال لئے تھے۔ جب شیر جنگ نے اٹھ کر جلدی سے اپنی تلوار سنبھالنی چاہی تو اسے
نہ ملی اور جب ملی تو دشمنوں نے اس کا کام تمام کر دیا اس موقعہ پر شیر جنگ کی بیگم نے جو خیر اللہ کی بیٹی تھی بڑی پامردی
اپنے شوہر کی مدافعت میں دشمنوں کا مقابلہ کیا اور خفیف مجروح بھی ہوئی اور سرخروئی حاصل کر لی۔ محترم شاہ نے
اس طرح شیر جنگ کا کام تمام کر کے اسکی بیگم کو بڑے احترام سے بروز گاؤں میں بھیجدیا اور خود اس کے قلعہ میں قیام
فرمایا۔ اور اپنے بھائیوں شاہ نواز خان و سربلند خان کے پاس قاصد بھیجے مہر خان دیر و خان جندول کو امداد کے لئے پیغام
بھیجا۔ محترم شاہ کا خیال تھا کہ اہل ملک سے اس کے طرفدار اس کے پاس جمع ہو جائینگے مگر خان بہادر اور محمد شفیع کو خیر اللہ
جیسی زبردست حمایت حاصل تھی۔ اور افغان کمک آنے کی صحیح امید نہ تھی۔ اس کے بہی خواہ اس کمزور حالت میں اظہار
ما فی الضمیر سے قاصر رہے۔

مہتر خیر اللہ کی آگاہی اور چترال پر فوج کشی

خان بہادر نے واقعات سے مہتر خیر اللہ کو آگاہ کر دیا تھا۔ اور فوری امداد کا خواہاں ہوا۔ مہتر خیر اللہ نے یہ خبر ملتے ہی
اپنے بیٹے قرہ کو فوج دیکر چترال بھیجا۔ اور ہدایت کی کہ محترم شاہ کو محصور کر لو۔ میں بھی مزید فوج لیکر پہنچوں گا۔ قرہ
نے چترال میں خان بہادر سے ملکر بروز پہنچکر محترم شاہ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اول ہی حملہ میں قرہ کی فوج سے قاسم
زوندرے کا لڑکا محمد امین قلعہ والوں کی گولی سے مارا گیا۔ جب یہ خبر خیر اللہ کو پہنچی زار زار رویا کہ وہ بڑا بہادر شخص تھا

قلعہ پر خیر اللہ کا حملہ و قبضہ اور محترم شاہ کا دیر واپس چلا جانا

تھوڑے ہی دنوں میں خیر اللہ کثیر فوج لیکر بروز پہنچا۔ اور قلعہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا
محترم شاہ کو کوئی کمک نہ افغانوں سے پہنچی اور نہ بھائیوں نے کوئی مدد کی۔ انھوں نے یہاں سے واپس فرار ہونے کی
تدبیر کی کیونکہ قلعہ میں خوراک بھی ختم ہو گئی تھی۔ ایک دن اپنی جماعت کے ساتھ بڑے استقلال اور مردانہ وار ہمت سے
باہر نکل کر دشمن پر جو چاروں طرف گھیرا ڈالے ہوئے تھا پر جھپٹا اور ان کی صفوں کو چیرتا پھاڑتا ہوا بغیر نقصان کے
نکل گیا اور ایک پہاڑی پر جا پہنچا۔ اور وہاں سے دیر چلا گیا جہاں چکیاتن سابقہ مقام میں قیام کیا اس کے بھائی
جیلم میں قلعہ بنا کر وہاں رہتے تھے اور ان کا گذر اوقات کافرستان باشگل کے لوگوں کی امداد پر منحصر تھا مہتر خیر اللہ
کامیاب ہو کر واپس مستوج چلا گیا۔ اور اپنے داماد خان بہادر کو بدستور سابق نائب مقرر کیا۔

محترم شاہ کے حامیوں کا انجام اور خیر اللہ کی ارتقاعیہ تعزیر

جب محترم شاہ یرونز کی پہاڑیوں میں اپنے منصوبہ کو انجام دینے کے لئے چھپا ہوا تھا تو ابو الخیر بن محمد رضا کو یہ راز معلوم ہو گیا مگر اس نے فاش نہ کیا بلکہ خفیہ طور پر محترم شاہ کے پاس ابو البشر نامی ایک شخص کے ہاتھ جو یرونز کا باشندہ تھا روٹی اور پانی پہنچایا کرتا تھا۔ خیر اللہ جب مستوج واپس جانے لگا تو ابو الخیر اور اس کے بھائی شاہ رضا کو ان کے چھوٹے لڑکوں سمیت گرفتار کرکے مستوج لے گیا۔ جہاں ان سب کو قتل کر دیا۔ باوجودیکہ ابو الرضا اور شاہ رضا کی لڑکیاں خیر اللہ کی بیگمات تھیں۔

محبت کے بھائی راہ فرار اختیار کرکے بانسگل پہنچے اور ان کی ماں جو باقی رہ گئی تھی خیر اللہ کے حکم سے زندہ بہ دریا غرق کرائی گئی۔ امیر شغنور کا باپ عنت گرفتار ہو کر سنگسار کرایا گیا۔ مگر ابو البشر بچ گیا اور محترم شاہ کے ساتھ جلا وطن ہوا۔ محترم شاہ نے اس کی خدمات کے اعتراف کے طور پر ایک بڑا سند اس کو عطا کیا اور حکومتی کاروبار سے معاف کیا۔ چنانچہ اس کی نقل محترم شاہ کی تخت نشینی کے بعد ان کے خاندانوں کی قدیم دستاویزوں کے سلسلہ میں درج ہے شیر جنگ مقتول کی نوکرانی جو اس سازش میں محبت کی مددگار رہی تھی۔ وہ بھی محبت کے ساتھ جلا وطن ہوئی اور محبت نے اس کے ساتھ شادی کر لی۔

مہوربیگ باشندۂ کلاس نے محترم شاہ کی خدمت میں اپنی وفاداری کی جو یادگار قائم کی تھی وہ بھی جلا وطن اور جب محترم شاہ دوبارہ تخت نشین ہوا تو اس کی مناسب احوال پرورش کی۔

مہتر خیر اللہ کا حملہ کافرستان پر

شیر جنگ کی ہلاکت کے کئی سال بعد تک علاقہ خوشوقتیہ پر مہتر خیر اللہ حکمرانی کرتا رہا۔ اور مملکت کٹورہ پر خان بہادر، خیر اللہ کے زیر سایہ حکمران رہا۔ اسی اثنا میں بانسگل کے ایک کافر نے جس کا نام دنبو تھا اور جو مہتر خیر اللہ کا ملازم تھا اس کو بتایا کہ کافرستان کے سب لوگ مہتر شاہ نواز خان اور اس کے بھائیوں کے اطاعت گذار ہیں اور نذرانہ مالیہ بیلم میں لے جا کر ان کو دیتے ہیں اور ان کی خدمت و امداد پر ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ یہ حال سنکر مہتر خیر اللہ غصہ میں بھر گیا اور تشویش ظاہر کی کہ دشمنوں کا اس طرح طاقت پکڑنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ دربار عام میں ان خیالات کا اظہار کیا جن کو مولانا سیر نے مندرجۂ ذیل اشعار میں بیان فرمایا ہے۔

زبان را چو آتش برآورد تیز — شد از قہر ہمچوں فلک گرم خیز
بگفتا منم شاہ فیروز بخت — بجز من کہ باشد سزاوار تخت
نہ شاید ز طفلان بے پا و سر — کہ بندند بر کین شاہاں کمر
ندانند قہر جہاں سوز من — سر نیزۂ تیز دلدوز من
کہ از بیم شمشیر من پادشاہ — کجا گشتہ پنہاں و نامش کجا

خوشا احمد کجا رفت و خوشوقت کو	کہ باشد کہ باطن شود کینہ جو
زدوائے گذارم نہ دریانیاں	قیامت بہر دو نمایم عیاں
چہ کام و فراخ و چہ دیر کلال	زدستم شود جنگلی بے نشاں
زنم آتشی بر زمین کفار	زکوہ و زبیشہ بر آرم شرار

القصہ مہتر خیر اللہ بڑی شان و شوکت اور غرور کے ساتھ ایک لشکر عظیم کے ساتھ بجانب چترال روانہ ہوا لشکر میں داریل، تانگیر، گلگت، درنگوم، مستوج، تورکھو، موڑکھو کے ہزاروں جوان تھے۔ ادھر خان بہادر نے علاقہ غذر سے کثیر فوج جمع کی تھی۔ مولانا بسیر فرماتے ہیں کہ جب یہ لشکر دروش کی حدود میں پہنچا تو اس کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی۔ مہتر خیر اللہ یہ عظیم الشان فوج لیکر اسون کی راہ سے باشگل کافرستان میں داخل ہوا تا کہ اہل باشگل کو قرار واقعی سزا دے۔

برف باری کی شدت

قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ جونہی یہ لشکر بیاشتی درہ کو عبور کر کے حدود باشگل میں داخل ہوا۔ شدید برفباری شروع ہوگئی جو تین دن تک متواتر جاری رہی اور تمام علاقہ برف سے ڈھک گیا۔ جس گاؤں میں یہ لشکر قیام کئے ہوئے تھا۔ وہاں کثرت برفباری سے کئی مکان گر گئے اور قریباً چالیس لشکری اس کے نیچے دب کر مر گئے۔ مہتر خیر اللہ کے خاص خاص مشیروں جیسے قاسم بن سیاہ گوش میرحیا۔ کمال۔ مرزا الف بیگ بن حکیم بیگ، عبد العزیز بن رحیم بیگ۔ قاضی محمد نظام نے آثار خراب دیکھ کر صلاح دی کہ سفر نامبارک ہوگیا ہے قبل اس کے کہ مزید برفباری سے درے بالکل مسدود ہو جائیں۔ واپس چلنا چاہئے اور بلا وجہ لوگوں کا خون بہانا درست نہیں ہے۔ چنانچہ مولانا بسیر فرماتے ہیں سے

بدو گفت مشیار عبد العزیز   شہا بگینہ خون مردم مریز

مگر مہتر خیر اللہ پر ان مشوروں کا کوئی اثر نہ ہوا اور پیشقدمی کر کے موضع کام میں پہنچا۔ باشگل کے سردار مع لشکروں کے قلعوں میں محصور ہو گئے۔ اور باقی لوگ مویشیاں وغیرہ ہانک کر پہاڑوں میں روپوش ہو گئے۔

محترم شاہ کا حملہ اور خیر اللہ کے خلاف فوج کشی

ان دنوں شہزادہ محترم شاہ چلم میں تھا باشگل سے کچھ لوگ اس کے پاس پہنچے اور کیفیت سے اسے مطلع کیا۔ شہزادے یہ حال سنکر بہت خوش ہوئے اور ادھر خیر اللہ ایک طرف قدرتی مصیبتوں میں مبتلا تھا دوسری طرف محترم شاہ نے اس پر حملے کا انتظام کیا اور ملا اللہ علی خان والئے بیاول اور قاسم خان یوسف زئی والی دیر کو محترم شاہ نے ایک معتمد محمد زمان کے ذریعے پیغام بھیجا کہ دشمن پنجرے میں خود آگیا ہے۔ اب اس کو ختم کرنے کے لئے مدد کی اشد ضرورت ہے

لہ دانے لعدہ اور گل باشگل کے دیہہ ہیں   کہ کام فراخ بھی باشگل کے علاقے ہیں۔

دونوں خواتین نے لشکر فراہم کئے اور درۂ لاوری کو عبور کرکے مدد کو پہنچے۔ شہزادگان شاہ افضل نے اہل زنت کی ایک جماعت کے ساتھ ارندو کے سامنے نالۂ بانشگل کے تنگ موروں پر قبضہ کرکے انہیں سنبھال لیا۔ مہتر خیراللہ کو جب یہ اطلاع ملی تو پریشان ہوا۔ مشیروں نے صلاح دی کہ ارندو کے تنگ نالہ کا مورچہ دشمن کے ہاتھ میں ہے اسے عبور کرنا خطرناک ہوگا خصوصاً اس صورت میں جبکہ پیچھے سے کفار بھی حملہ کریں لہٰذا یہی بہتر ہوگا کہ جس راستے سے آئے ہیں یعنی ارسون کے راستے سے واپس چلے جائیں۔ چنانچہ اس تجویز پر اتفاق کیا گیا اور واپسی شروع ہو گئی۔ شہزادگان کو جب یہ خبر ملی تو انہوں نے نالۂ بانشگل کو چھوڑ کر ارسون کا رُخ کیا۔ اس اثنا میں افغانوں کی کمک بھی پینچکراں کے ساتھ شامل ہو گئی۔ اور یہ متحدہ لشکر ارسون کے درّہ پر مہتر خیراللہ کا انتظار کرنے لگا ارسون میں جو قلعہ تھا۔ وہ بھی ان کے قبضے میں آگیا۔

جنگ ارسون و مہتر خیراللہ وخان بہادر کی شکست

جب مہتر خیراللہ مع لشکر تنگ راستے سے نمودار ہوا تو افغانوں نے حملہ کر دیا دونوں طرف سے بندوقوں اور تلواروں سے ایک زبردست اور گھمسان کی جنگ شروع ہوئی جس کا نقشہ مرزا محمد غفران مرحوم نے اپنے طبعزاد مندرجہ اشعار میں پیش کیا ہے۔

صدائے تفنگ اندراں کوہ تنگ
بغرید شرنائے افغانیاں
نشان قیامت شد آنجا پدید
سر کوہ یکسر بہ جنبش فتاد
بہاں شیر مردان افغانیاں
تفنگہا بہ دوش و بکف تیغ تیز
تو گوئی کہ ہر یک بود شیر نر
ز غرش درافتاد لرزش بکوہ
ز بس دود ظلمت بیامد پدید

درآ در و لرزش بہ شیر و پلنگ
نقارہ بہ شورش شد اندر میاں
تو گوئی سرافیل صوری دمید
قیامت بہر کس درآمد بیاد
بہ قہر و غضب بستہ محکم میاں
بوقت دغا پردل و پر ستیز
بہ تیغ و کماں چست و چالاک تر
ز بس رعد گوش فلک شد ستوہ
یکے دیگرے را ز حیرت ندید

الغرض ایک مختصر مگر ہولناک اور خون ریز جنگ کے بعد خیراللہ وخان بہادر کی فوج کو شکست ہوئی نو سو سوار جو خان بہادر کے ساتھ تھے محترم شاہ کے ہاتھ اسیر ہوئے خان بہادر جان بچانے کی خاطر شہزادگان کی پناہ میں آگیا۔ اور معذرت و انکساری اور شرمندگی کا اظہار کیا اور اپنے قرابت و رشتہ کی بنیاد پر شہزادگان کو ڈریہ سے تھا۔ خیراللہ سے تبرّا کیا اور جان کی امان پائی۔ جب شہزادوں نے دیکھا کہ چترالی لشکری کثیر تعداد میں افغانوں کے ہاتھوں

تباہ ہو رہے ہیں۔ انہوں نے منادی کرادی کہ کھوڑیہ کے لوگ اور اس کے بعد دوسرے علاقوں کے لوگ ہمارے پاس آجائیں اور جان بخشی پائیں۔ منادی سنتے ہی سب سے پہلے علاقہ تورکہو کے لوگ اور ان کے بعد دوسرے علاقوں کے لوگ یکے بعد دیگرے شہزادوں کی خدمت میں قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے اور جان کی امان پائی۔

مہتر خیراللہ کی گرفتاری وہلاکت وانجام

محترم شاہ اور سربلند خان جو خیراللہ کے خون کے پیاسے تھے اس کی تلاش میں پہاڑوں کی جانب روانہ ہوئے مگر جلد ہی دیکھا کہ بچارے اجل رسیدہ خیراللہ بادشاہ چند افغانوں کے ہاتھوں گرفتار ہیں جو اسے گھسیٹتے لا رہے ہیں جونہی محترم شاہ کی نظر اس پر پڑی فوراً شمشیر نیام سے کھینچ کر اس پر وار کیا۔ اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے چنانچہ مولانا نیر کہتے ہیں

شہنشاہ تیغ از میاں برکشید	تنش را دو نیمہ برابر کشید
دگر تیغ زد بر عرش سربلند	کہ در زیر پا شد سر ارجمند
بشد نعش را خاک اندر دہن	نہ غسل و جنازہ نہ گور و کفن
چنیں است آئین چرخ سپہر	ندارد بجز از جفا ہیچ مہر
کہ ہر چند پرورد کس را بناز	بُرد عاقبت در نشیب از فراز

کہتے ہیں کہ جب محترم شاہ خیراللہ پر تلوار لیکر حملہ آور ہوا خیراللہ نے کہا تھا کہ ایک لمحہ صبر کرو مجھے تم سے ایک بات کہنی ہے مگر محترم شاہ صبر نہ کر سکا اور اسے اس بات کا موقع نہ دیا اور سرتن سے جدا کر دیا۔ مابعد اس پشیمانی کا اظہار کیا کرتا تھا کہ نہ جانے وہ کیا کہنا چاہتا تھا۔

خیراللہ کے بیٹے بہادر شاہ، قزہ، اور دارا شاہ جو باپ کے ساتھ لشکر میں موجود تھے۔ پہاڑوں کی تنگ وادیوں میں بھاگ گئے اور جان بچا کر نکل گئے۔ خیراللہ کے لشکر کا بڑا حصہ افغانوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوا اور ان کے گھوڑے اور اسلحہ حتیٰ کہ ان کے کپڑے بھی لوٹ لئے گئے۔ کئی ہزار گھوڑے افغانوں کے ہاتھ آگئے اور شہزادوں کی خواہش سے مال غنیمت پر وہ قابض ہوگئے۔ اس کے بعد قاسم خان یوسف زئی اور محمد علی خان ترکلا اپنے لشکر کے ساتھ عازم وطن ہوئے محترم شاہ بیس سوار لیکر سیدھا یلغار کرتا ہوا مستوج پہنچا اور وہاں اور وہاں مہتر خیراللہ کے تمام مال و خزانہ پر قبضہ کر لیا اور علاقہ مستوج پر بھی قابض ہوگیا۔

مہتر خیراللہ کی ذاتی صفات

مہتر خیراللہ ایک نامور تجربہ کار و بہادر سردار تھا اور اپنے زمانہ کے حکمرانوں میں ایک امتیازی حیثیت کا مالک تھا علاقہ مستوج سے ورشگوم اور گاگت، تانگیر و داریل تک اس کے زیر نگیں تھے۔ جب وہ اپنی بڑھتی ہوئی طاقت سے مغرور ہوگیا

علاقہ کھوڑ یہ پر بھی قابض ہونے کیلئے خاندان کھوڑ یہ میں رخنہ اندازی شروع کی۔ اور شہزادگان شاہ افضل کو حقیر سمجھنے لگا اور بالآخر مہم باشگل پر روانہ ہوا جس کے خلاف اس کے مشیروں نے بھی احتجاج کیا مگر وہ نہ مانا اور اس غلط اقدام سے خود بھی مع لشکر کے برباد ہوگیا۔ اپنے خاندان میں بھی اپنی انتہا پسندی اور خودنمائی سے مشہور تھا۔ بادشاہ بن شاہ عالم کو ملک سے بدر کر دیا۔ اور وہ کوہستان سوات میں زندگی بسر کرنے لگا اور اس کی مقبوضہ حکومت پر قابض تھا مذہبی لحاظ سے وہ اسماعیلی مذہب کا اور نہایت متعصب شخص تھا کہتے ہیں اہلسنت علماء پر ظلم کئے اور سنیوں کو ہلاک بھی کرا دیا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کیا کہ مسجد نماز کو سرنگوں پر بجوا کر خوش ہوا کرتا تھا۔ مہتر محمد شفیع کے لڑکے نے جب اس کے خاندان میں رشتہ داری کی اور اسکی خوشنودی خاطر کیلئے اسماعیلی مذہب بھی قبول کرلیا۔ خانبہادر اس کا داماد تھا۔ ورنہ شاہ سنگین علی کے خاندان میں یہ مذہب کہاں تھا۔ شاہ افضل اول کے عہد میں مستوج شاہ احمد ثانی کے حوالہ کیا گیا تھا جب وہ فوت ہوا اس کے حصوں پر اس کے بھائی شاہ خیر اللہ قبضہ کیا اور اس کا اقتدار بڑھتا گیا حتیٰ کہ سارے علاقہ خوشوقت پر اپنا تسلط پوری طرح مستحکم کرکے علاقہ کھوڑ یہ پر بھی رخنہ اندازی شروع کی سیاسیات میں وہ بڑا مدبر تھا۔ شجاع تھا مگر سخت بیرحم اور اپنے اقتدار اور ترقیوں پر مغرور اس لئے انجام بخیر نہ ہوا اور آخرکار دشمنوں کے ہاتھوں برباد ہوگیا۔

مہتر خیر اللہ کی اولاد :- داراب شاہ - بہادر شاہ اور قرہ۔

مہتر شاہ نواز خان کی دوسری بار تخت نشینی

۱۷۸۲ء سے ۱۷۸۸ء
۱۱۹۷ھ ۱۲۰۲ھ

مہتر خیر اللہ اور اس کے خیر خواہوں کا قلع قمع کرنے کے بعد شہزادگان شاہ افضل نے پھر تخت گاہ چترال پر قبضہ کیا تو مہتر شاہ نواز خان نے اپنے چھوٹے بھائی محترم شاہ کو پیشکش کی کہ چونکہ ان مہمات میں کامیابی کا سہرا تمہارے سر ہے۔ لہٰذا تخت کے حقدار بھی تم ہی ہو۔ مگر محترم شاہ نے یہ کہہ کر قبول نہیں کیا کہ آپ بڑے ہیں اور اس لحاظ سے آپ ہی کا زیادہ حق ہے ہم دونوں بھائی آپ کی خدمت کے لئے ہمیشہ کمربستہ رہیں گے۔

چنانچہ شاہ نواز خان دوسری بار تخت چترال پر جلوہ افروز ہوا۔ محترم شاہ کو مستوج اور تور کھو سرفراز خان کو پرگنات دروش۔ خان بہادر بن محمد شفیع کو علاقہ جات خندلاور دراسن موڑکھو تفویض کئے۔ چونکہ خان بہادر کی والدہ اور تینوں شہزادوں کی والدہ حقیقی بہنیں تھیں اس وجہ سے بدستور شفقت و مہربانی کرتے رہے۔ جس طرح سنگین علی ثانی نے ہندوستان سے واپسی پر اپنے دیگر بھائیوں یعنی شاہ خوشوقت کی اولاد سے شفقت برادری کا اظہار کیا تھا۔ شہزادگان شاہ افضل نے بھی میراث پدری پر دوبارہ قبضہ پانے کے بعد شاہ سنگین علی کی اولاد سے وہی برادرانہ سلوک روا رکھا۔

شاہ نواز خان

پادشاہ بن شاہ عالم

پادشاہ بن شاہ عالم بن خوشوقت مہتر خیر اللہ کے ڈر سے جلا وطن ہو کر بہت عرصہ سے کوہستان سوات میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ محترم شاہ جن دنوں دیر میں ایام جلاوطنی گزار رہا تھا اس زمانہ میں پادشاہ کی لڑکی سے عقد کر لیا تھا اب جب مستوج اس کے قبضے میں آ گیا۔ پادشاہ کو پیغام بھیجا میں نے علاقہ خوشوقتیہ تمہارے لئے اپنے قبضہ میں کر رکھا ہے۔ اپنے بال بچوں سمیت آ جائیں اور یہ حکومت سنبھالیں۔ چنانچہ پادشاہ روانہ ہو کر پنیال اور وہاں سے ورشگوم اپنے قبضہ میں کر لیا اور ایک سال تک وہاں اپنی پوزیشن کو مستحکم کرتا رہا۔ کیونکہ دونوں علاقے مہتر خیر اللہ کی بربادی کے بعد نہایت ابتر حالت میں تھے۔ جب وہاں سے فارغ ہو چکا تو محترم شاہ نے اپنے ایک معتمد غنڈ نامی کو پادشاہ کے پاس روانہ کیا کہ مستوج تشریف لائیں۔ پادشاہ جب مستوج پہنچا تو محترم شاہ نے آگے بڑھ کر اس کا شاہانہ استقبال کیا اور علاقہ مستوج کی حکومت اسے سپرد کر کے خود تور یکھو میں جا کر رہنے لگا۔ پادشاہ نے اپنے بھائی بُرشس کو پنیال کا حکمران مقرر کیا اور خود مستوج میں اقامت اختیار کی۔ پنیال اس عہد سے شاہ برش کی اولاد کے قبضے میں رہا۔ برش بن شاہ عالم کا اصلی نام امیر الملک تھا مگر وہ بُرشس کے نام سے مشہور ہوا۔

داراب شاہ بن مہتر خیر اللہ کا محترم شاہ پر حملہ اور خان بہادر بن محمد شفیع کی غداری

داراب شاہ اپنے والد خیر اللہ کے قتل کے بعد بدخشان میں کئی سال آوارہ پھرتا رہا۔ اس کی بہن خان بہادر بن محمد شفیع کے عقد میں تھی۔ خیر اللہ کے ساتھ اس کے سابقہ اتحاد کو نظر انداز کر کے مہتر شاہ نواز خان نے علاقہ خندر کی حکومت اس کے حوالے کی تھی۔ داراب شاہ بدخشان سے خان بہادر کے ساتھ خط و کتابت کرتا رہا۔ اور دونوں نے یہ سازش کی کہ محترم شاہ تور یکھو میں غافل بیٹھا ہے اس پر حملہ کیا جائے تو کامیابی کی امید ہے تا کہ بدلہ لیا جائے چنانچہ داراب شاہ سرحدات بدخشان سے کچھ لشکر مہیا کر کے شغور پہنچا۔ خان بہادر نے علاقہ خندر اور مولیکھو کا لشکر اپنے بھائی دندیا خان وسنگین علی سوئم کے ساتھ اس کے لشکر میں شامل کیا۔ بہادر شاہ بن خیر اللہ بھی اس لشکر میں موجود تھا۔ سب نے مل کر تور یکھو پر حملہ کر دیا۔ محترم شاہ حملہ کی اطلاع پا کر پہاڑوں کی طرف نکل گیا حملہ آور وہاں رہنے کے لئے کوئی مضبوط قلعہ موجود نہ پا کر ورکسن مولکھو کو واپس ہوئے اور دندیا خان و بہادر شاہ کو قلعہ ورکسن میں چھوڑ کر داراب شاہ اور سنگین علی ثالث شغور چلے گئے

محترم شاہ کا ورکسن پر حملہ اور قبضہ

ابھی یہ لوگ ورکسن میں ٹھہرنے نہ پائے تھے کہ محترم شاہ تور یکھو سے لشکر لیکر بلا کی اور بجلی کی طرح ان پر حملہ آور ہوا۔ اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ مستوج سے پادشاہ کا لڑکا ملک امان اور چترال سے خود مہتر شاہ نواز خان محترم شاہ کی کمک کو پہنچ گئے شدید جنگ کے بعد قلعہ کے دروازے توڑ دیئے گئے۔ اور دندیا خان ندامت سے محترم شاہ کے آگے سر تسلیم خم کر کے معافی کا خواستگار ہوا۔ محترم شاہ نے اسے معاف کر دیا۔ بہادر شاہ بن خیر اللہ جو ایک برج میں چھپا ہوا تھا گرفتار کر کے ملک امان بن پادشاہ

کے حوالہ کیا گیا جس نے فوراً سے تہ تیغ کرا دیا۔ دراب شاہ جو پہلے ہی شغور گیا ہوا تھا یہ حال سنکر وہاں سے زیباک کی طرف فرار ہو گیا۔

قلعہ دراسن اور اولاد محمد شفیع کا وہاں سے قطع تعلق

علاقہ موڑکہو اس وقت کے بعد مہتر محمد شفیع کی اولاد کے ہاتھوں سے ہمیشہ کے لئے نکل گیا اور اس علاقہ سے ان کا تعلق اٹھایا گیا اور شاہ محترم کٹور کی اولاد کے قبضہ میں آ گیا۔ اس علاقہ کا مشہور ترین قلعہ دارالحکومت دراسن میں واقع ہے۔ قدیم سے یہاں دو مشہور قلعے تھے۔ موڑکہو کے جنوبی حصہ میں قلعہ غلیتی اور دوسرا قلعہ دراسن واقع کوشٹ جسے قلعہ عالم کہن بھی کہا جاتا تھا یہ نہایت مضبوط قلعوں میں سے ایک تھا۔ چنانچہ مغلوں کے پے درپے حملوں کا بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ قلعہ عالم کہن واقع کوشٹ کو خیر اللہ نے اپنے اقتدار کے دوران برباد کر دیا تھا جب محترم شاہ نے موڑکہو پر قبضہ کر لیا قلعہ غلیتی کو بھی گرا کر برباد شدہ قلعوں کی لکڑیاں ایک مناسب مقام میں لا کر نیا قلعہ تعمیر کیا جو اب بھی قلعہ دراسن کے نام سے موجود ہے اندرونی تبدیلیوں کے ساتھ وہی قلعہ دراسن کہلاتا ہے۔

شغور پر حملہ اور خان بہادر کی شکست

دراسن اور علاقہ موڑکہو سے فراغت پا کر شاہ نواز خان اور محترم شاہ نے شغور کا رخ کیا جہاں خان بہادر رہتا تھا۔ خان بہادر نے اس سے خبردار ہو کر اہل خندر کے جوانوں کو قلعہ شغور میں جمع کیا۔ اور ان کو حفاظت قلعہ کیلئے چھوڑ کر خود کمک لانے براہ ارکاری بدخشان چلا گیا۔ محترم شاہ اور اس کے ہمراہیوں نے شغور پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور درہ لٹکوہ کی طرف پیشقدمی شروع کی۔ موغ کے مقام پر بدل بیگ نامی درہ خندر کے ایک سردار نے اس کا مقابلہ کیا مگر تاب مقاومت نہ لا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ محترم شاہ درہ لٹکوہ کے سارے علاقہ کو تاخت و تاراج کر کے واپس شغور آ گیا ادھر خان بہادر کی بیگم جمیلہ خاتون جو مہتر خیر اللہ کی لڑکی اور ایک بہادر خاتون تھی حملہ آوروں کو قلعہ کے باہر روک رکھا تھا۔ محترم شاہ نے اسے کہلا بھیجا کہ جنگ کرنا عورتوں کا کام نہیں بہتری اسی میں ہے کہ ہتھیار ڈال دو اور قلعہ خالی کر دو۔ ورنہ بہت سی جانیں ضائع ہوں گی۔ خان بہادر خان کا بڑا بھائی خان دوران بھی قلعہ میں محصور تھا۔ مگر وہ مرد میدان نہ تھا اور قلعہ کی نگرانی خان بہادر کی بیگم کے ہاتھ میں ہی تھی۔ جمیلہ بیگم نے محترم شاہ کی شرائط کو تسلیم کر کے قلعہ خالی کر دیا اور گاؤں میں چلی گئی۔ خان دوران کی لڑکی چونکہ مہتر شاہ نواز خان کے عقد میں تھی۔ لہذا اس نے اپنے بھائی محترم شاہ سے سفارش کی کہ یہ علاقہ پھر خان دوران کے حوالے کر دے۔ حالانکہ محترم شاہ کو یہ بات بالکل ناپسند تھی اور نا قابل قبول تھی۔ تاہم بڑے بھائی کی خاطر اس نے مان لی۔ مگر یہ شرط رکھی کہ خان بہادر جس طرح بدخشاں بھاگ گیا تھا اگر اسی قسم کی کوئی اور غلطی سرزد ہوئی تو اس وقت پھر معافی ناممکن ہو گی اس طرح درہ خندر خان دوران کی تحویل میں دے کر تینوں شہزادے واپس اپنے علاقوں کو چلے گئے۔

محترم شاہ اور بادشاہ بن شاہ عالم کے درمیان مخالفت اور جنگ یونی

بادشاہ بن شاہ عالم جسے محترم شاہ نے کوہستان

سوات کی صحرا نوردی سے نجات دلا کر علاقۂ خوشوقتیہ کی حکومت کا مالک بنا دیا تھا اب اس خیال کا مالک ہو گیا کہ ابتدائی تقسیم میں شاہ خوشوقت کے حصہ میں جو علاقے آئے تھے تورکہو کا پرگنہ بھی انہیں شامل تھا وہ میرا حق ہے واپس دے دے۔ اس خیال کے محرک اس کے لڑکے ملک امان اور سلیمان شاہ تھے کہ بصورت ناکامی جنگ کا اقدام کرے۔ اس کے بعض وزراء جنمیں محمد تراب اتالیق جو ایک دانا اور معزز وزیر تھا نے بادشاہ کو اس سے منع کیا اور نیک صلاح دی کہ یہ ارادہ چھوڑ دے۔ مگر وہ نہ مانا۔ اس کے لڑکے ملک امان نے سنگین علی سوئم جو خان بہادر کا بھائی تھا کی لڑکی کے ساتھ شادی کر کے مہتر محمد شفیع کے خاندان کے ساتھ تعلقات اور اتحاد قائم کیا۔ اور اُدھر بدخشاں میں خان بہادر کے ساتھ خط و کتابت شروع کی۔ بادشاہ خود ورشگوم سے فوج کثیر لیکر مستوج پہنچا۔ محترم شاہ نے ان حالات سے اپنے بھائی مہتر شاہ نواز خان کو مطلع کیا اور خود تورکہو اور موڑکہو کا لشکر لیکر خنداں جنالی کے میدان پر آ کر مورچے لگائے۔ مہتر شاہ نواز خان چترال سے بھی ایک فوج لیکر لونی کے سامنے ایک گاؤں میں پہنچا بادشاہ اور اس کا لڑکا ملک امان اپنی فوج سمیت جنگ کے لئے تیار ہو کر ان کے مقابل میں صف آرا ہو گئے۔ اور ایک خونریز جنگ ہوئی مولانا نیر نے اس جنگ کا نقشہ مندرجہ ذیل اشعار میں کیا خوب کھینچا ہے۔

سواران ہر سو کشیدند صف
بہ تنگ اسپاں کشیدند تخت
بگفتا بہ لشکر محترم شہنواز
من و پادشہ ہر دو باکید گر
شہ محترم لشکر پُر شتاب
کہ ملک امان با ہجوم سپاہ
دلیران کشیدند تیغ از میان
شہ محترم تاج بخش جہان
چو ملک امان را بدید و شناخت
گرفتند او را و نگذاشتند
بگفتند مولانا فدائے تو باد
فشا نیدہ بیمان رود شہریار
جہاں شد ز دود کمان تا سپہر
زبانگ دلیران و آواز کوس
سما از زمین شد جہاں بر فلک

ہمہ ناچخ[1] و تیغ عریاں بکف
زمیں گشت از نیزہ ہا تیرہ رخت
برو تو ملک امان جنگ ساز
نبازیم باہم بہ پیرانہ سر
ہمی بگذرانید از روی آب
ہمی بود استادہ در رزمگاہ
ازاں شعلہ شد برق بر آسمان
بخوبی بلند آفتاب جہان!
بکوشش ہمی اسپ خود را بتاخت
ز ہر سو شدہ در میاں داشتند
سر و تن ہمہ کیا ئے تو باد!
کہ با دشمناں خود کنند کارزار
یکی دیگری را در آنجا ندید
بلرزید بنیاد گنبد آبنوس
ز وحشت رسیدند فوج ملک

[1] نیزہ

اس لڑائی میں ہر ایک نے دادِ شجاعت دی۔ محمد شکور اتالیق کا بیٹا حاتم خان ملک امان کے نیزہ سے زخمی ہُوا اور ملک امان خود رحیم کی شمشیر کے وار سے زخمی ہوگیا اور حسین علی خان بن حاتم خان منصور کے وار سے مجروح ہُوا۔ محبت اور محمد کریم کے آپس میں مقابلے ہوئے اور محمد ضمیر کی مدافعت سے دونوں بچ گئے۔ شہزادہ محترم کو الغ بیگ نے بندوق کی گولی سے مجروح کیا۔ محترم شاہ نے گھوڑا دوڑا کر ملک امان پر حملہ کرنا چاہا۔ تو اس کے بہت سے سوار ساتھیوں نے بیچ میں آکر نہ بڑھنے دیا کئی آدمیوں کو محترم شاہ نے موت کے گھاٹ اتار دیا اور بہت سے بہادر دونوں طرف سے ہلاک اور زخمی ہوئے۔ مہتر شاہ نواز خان اور مہتر پادشاہ دونوں ضعیف العمر حکمرانوں نے بھی شمشیر زنی سے بہادری کے جوہر دکھائے خوشوقتیہ لشکر کی طرف سے چار مشہور پہلوان عمر تیہ، خان، بیلی، گرد، خان بہادر شمشیر برہنہ لیکر دریا عبور کرکے میدان میں کود پڑے۔ ادھر شاہ نواز خان کے لشکر سے صمد خان جنیرو محمد بیگ نے میدان میں نکل کر ان کا مقابلہ کیا صمد خان پر دباؤ بڑھتا دیکھ کر مہتر شاہ نواز نے بجلی کی سرعت کے ساتھ ان پر حملہ کرکے عمر تیہ پہلوان کے دو ٹکڑے کر دئے اور بیلی پہلوان اور شخص کے ہاتھ سے مارا گیا۔ غرض اس خونریز جنگ کے بعد پادشاہ خوشوقتیہ کے لشکر کو ہزیمت ہوئی۔

دوسرے دن تازہ دم ہوکر پھر لڑائی ہوئی۔ مگر ان کی ہمت ٹوٹ چکی تھی۔ جلد ہی شکست کھاکر بھاگنے لگے محترم شاہ نے حکم دیا کہ پادشاہ اور اسکے بیٹوں ملک امان اور قدر بخش کو گرفتار کرکے پیش کیا جائے اس اثناء میں محترم شاہ کی بیگم جو پادشاہ کی لڑکی تھی وہ مستوج سے وہاں پہنچی۔ اور شوہر سے والدہ کی تقصیر کے لئے معافی کی خواستگار ہوئی۔ محترم شاہ نے اس کی سفارش قبول کرکے اسے کہا کہ اپنے باپ اور بھائیوں کے پاس جاکر اُن کو ہوش میں لائے چنانچہ وہ اُن کے پاس مستوج گئی اور ان کو سمجھایا پھر دونوں میں ملاقات کراکے صلح کرائی جسکے نتیجہ میں علاقہ خوشوقتیہ پادشاہ کے پاس بدستور رہا اور شہزادے اپنے علاقوں کو واپس ہوگئے

پادشاہ بن شاہ عالم کی وفات

جنگ لونی کے چند سال بعد پادشاہ بن شاہ عالم کا درشگوم میں انتقال ہوگیا۔ اور اس کا لڑکا ملک امان علاقہ خوشوقتیہ کا حکمران ہُوا پنیال میں پادشاہ کا بھائی قدر بخش حکمران تھا مگر وہ ملک امان سے جو مستوج میں تھا ڈرتا تھا۔ اور اس کے خلاف اپنی طاقت بڑھانے کے لئے خیر اللہ کے لڑکوں داراب شاہ، فیروز شاہ، مرحوم مضراب شاہ کو بلاکر اپنے پاس رکھ لیا تھا لیکن نتیجہ برعکس رہا چنانچہ داراب شاہ نے درشگوم پر قبضہ کرلیا۔ اور مضراب نے پنیال پر قبضہ جمالیا۔ ملک امان نے یہ سنکر محترم شاہ سے مدد مانگی۔ محترم شاہ اور وہ دونوں لشکر لیکر غذر ہی میں پہنچے تھے کہ چترال سے خبر ملی کہ خان بہادر بن محمد شفیع تین سو سوار بدخشانی لیکر شغنہ میں اپنے بھائی خان دوران کے پاس جا پہنچا ہے حالانکہ اس نے اپنے بھائی خان بہادر سے قطع تعلق کا وعدہ کیا تھا۔ لہذا محترم خان وہاں سے واپس مراجعت کرکے رات دن سفر جاری رکھتے ہوئے اوڈور کی سرحد میں پہنچا۔ ملک امان کو بھی ناکام واپس مستوج آنا پڑا۔

بدخشانی کمک سے خان بہادر کا حملہ اور شکست

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ خان دوران کو محترم شاہ نے مہتر شاہ نواز خان کی سفارش پر اس شرط پر خذرہ کا حکمران رہنے دیا تھا کہ وہ اپنے بھائی خان بہادر کے ساتھ قطع تعلق کریگا۔ مگر خلاف وعدہ جب خان بہادر شغور پہنچا۔ خذرہ کے لشکر بھی مقابلہ کے لئے تیار ہوئے۔ ادھر مہتر شاہ نواز خان اور سربلند خان بھی لشکر لیکر وہاں آ پہنچے تھے۔ اشدرہ کے گری مقام پر جو ایک تنگ جگہ ہے۔ دونوں افواج میں مقابلہ ہوا۔ اہل خذرہ کا سرگروہ بدل بیگ جو ایک بہادر سردار تھا جنگ کے شروع ہی میں مارا گیا اور اسکے دو بھائی گرفتار ہوئے جس سے لشکر خذرہ میں بدحواسی پھیل گئی۔ بدخشانی سوار لشکر بدل بیگ کے قتل اور لشکر خذرہ کی بدحواسی دیکھکر ہمت توڑ بیٹھے اور پیٹھ دکھا دی۔ اور سیدھا بدخشاں کا رخ کیا۔ بہت سے بدخشانی گرفتار کرکے تہ تیغ کر دیئے گئے۔ خان بہادر بھی ان کے ساتھ ہی پھر بدخشاں بھاگ گیا۔ خان دوران قلعہ شغور میں واپس آ گیا اور اپنے عیال کو لیکر معافی کے لئے مہتر شاہ نواز خان اور اس کے بھائیوں کے پاس حاضر ہوا اور انھوں نے اسے معاف کر دیا۔ لیکن بڑے بھائی کو ملامت کیا کہ اس سے وفا کی توقع رکھنا آپ کی غلطی ہے جو بدخشانی جنگ میں اسیر ہو کر قلعہ میں قید تھے ان کو باہر نکال کر رہا کر دیا گیا۔ محترم شاہ نے ایک کے کان کا ٹکڑا اس کے ہاتھ پر رکھا اور کہا کہ میری طرف سے یہ بطور تحفہ میر بدخشاں کو پیش کرنا۔

محترم شاہ کی روانگی ملک آمان کی مدد پر دوسری بار

جونہی محترم شاہ خان بہادر کی مہم سے فارغ ہوا اس نے پھر مستوج کا رخ کیا اور وہاں سے ملک امان کو ساتھ لیکر خندر پہنچا جہاں برش اور داراب شاہ نے دوبارہ آپس میں اتفاق کرکے خندر میں قلعہ بنا کر اسے مضبوط کر لیا تھا اور خان بہادر برش اور فیروز شاہ بن خیر اللہ وہاں موجود تھے۔ محترم شاہ اور ملک امان نے وہاں پہنچکر قلعہ کا محاصرہ کر لیا محترم شاہ نے وہاں سے شہیال کے دشت میں جا کر قیام کیا۔ تاکہ شاہ برش جو درنگوم سے لشکر لیکر اپنے بیٹے خان بہادر اور فیروز شاہ کی مدد کیلئے آ رہا تھا اس کی مدافعت کرے۔ جب رات کو برش اس مقام پر پہنچا۔ محترم شاہ اس پر ٹوٹ پڑا اور بے انتہاء آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ برش نے وہاں سے بھاگ کر قلعہ دھیال میں جا کر پناہ لی۔ محترم شاہ نے اس مقام کے اردگرد کے غلہ اور کھیتوں کو آگ لگا دی اور مستوج کی طرف مراجعت کی۔

محترم شاہ و ملک امان کا برش کی امداد پر جانا

کچھ عرصہ بعد برش اور خیر اللہ کے لڑکوں کے درمیان پھر بے اتفاقی پیدا ہوئی قبائل درنگوم داراب شاہ بن خیر اللہ کے ساتھ مل گئے اور برش کو قلعہ زوندش میں اور اس کے لڑکے خان بہادر کو قلعہ دھیال میں محصور کر لیا۔ اور پنیال پر خیر اللہ کے نواسے مضراب بن شاہ دوست کا تسلط ہو گیا آخر کار برش نے عجز و زاری کرکے ملک امان کے پاس قاصد بھیجے اور ملک امان نے محترم شاہ کو امداد کی درخواست دی۔ چنانچہ محترم شاہ قورلیمو اور مولکھو کا لشکر اس کی مدد کے لئے ساتھ لیکر مستوج پہنچا۔ اور وہاں کا لشکر ملک امان کے ساتھ ملا اور پھر دونوں ایک ساتھ دشت شہیال میں باہم مل گئے۔ فیروز شاہ بن خیر اللہ

مگر اب موسم سرما شروع ہو چکا تھا۔ اور درے برف سے بند ہونے والے تھے وقت کو نامعزوں سمجھکر خاموش رہا۔ مگر جونہی موسم بہار شروع ہوا اور درے پھر کھل گئے۔ محترم شاہ اپنی رعایا قید سے چھڑانے اور دشمن سے بدلہ لینے کے لئے لشکر لے کر بردغیل کے راستے جہان خان میروخان پر ٹوٹ پڑا۔ جب یہ لشکر مقام میرخیہ پہنچا تو جہان خان کے پہرہ داروں نے اسے یہ خبر پہنچائی تو وہ بدحواس ہو کر گاؤں سے جہاں اسوقت میر کوگی ہوا تھا بھاگ کر وہاں سے قلعہ پہنچا مگر محترم شاہ بھی اسکے تعاقب میں سرعت کے ساتھ قلعہ تک جا پہنچا۔ اور میر کو قلعہ میں محصور کر کے آگ بلند کی تاکہ اس کا لشکر جو رات کی تاریکی سے اردگرد کے دیہات میں منتشر ہو گئے تھے وہاں جمع ہو جائے۔ دوسرے دن چترالی لشکر نے قلعہ اور دیہات وخان میں تاخت و تاراج کا بازار گرم کر دیا اور بہت سے قیدی، گھوڑے، اونٹ، بیل، گائیں دنبے، مال و اسباب لوٹ کر اپنا بدلہ لے لیا۔ جہان خان قلعہ میں محصور رہا۔ محترم شاہ اپنا مقصد (جو انتقام لینا تھا) حاصل کر کے وہاں سے کامیاب واپس آ گیا۔ سینکڑوں غلام اور کنیزیں ہمراہ لائے جو لشکر یوں میں تقسیم کئے گئے کہتے ہیں کہ محترم شاہ کی دو بیگمات یعنی والدہ نغزاب شاہ و مہتر آباد ان کنیزوں میں سے تھیں جو اس مہم سے محترم شاہ کی حرم سرا میں داخل ہوئی تھیں۔ مولانا تیر فرماتے ہیں۔

بغارت چناں رفت ملک وخان
اسیران و بندی فزوں از شمار
سیہ چشم ترکان سیمیں ذقن
اسیران و رخت بزہ بیحساب
بگروند درپیش وگشتند و باز

کر سرتا بپا سشد ہمہ خاکدان
زاسپان وگاؤ و شتر صد قطار
شکرلب کنیزان و شیریں دہن
چو ریگ بیابان و دریائے آب
بہ اقبال شاہ بل ترکستانہ

آغاز مخالفت شاہ نواز خان و محترم شاہ

مہتر خیر اللہ کے قتل کے بعد پندرہ سال تک مہتر شاہ نواز خان نے چترال میں اور محترم شاہ نے تورکہو وموڑکہو میں حکمرانی کی اور آپسمیں ظاہری اتفاق سے رہے۔ مگر آخرکار ان دونوں میں رنجش پیدا ہو گئی مخالفت کی جڑ خان دوران اور خان بہادر محمد شفیع کے لڑکے تھے مہتر شاہ نواز خان کی بیگم خان دوران کی بیٹی تھی اس وجہ سے مہتر مذکور نے کئی بار ان کی شدید وسنگین تقصیرات کو اس رشتہ کے مدنظر معاف کر دیا۔ اور بابا ایمان کو علاقہ خذرہ کی حکومت تفویض کی۔ حالانکہ محترم شاہ ان کی بیوفائی سے بہت تنگ اور شکستہ خاطر تھا اور انکے خلاف مگر جب مہتر شاہ نواز خان کی بیگم یعنی خان دوران کی لڑکی کا انتقال ہو گیا تو اس نے خان دوران کے چھوٹے بھائی دنیا خان کی چھوٹی لڑکی مشتاق بیگم کے ساتھ جو بدخشان میں اپنے باپ کے ساتھ تھی شادی کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ محترم شاہ نے یہ سن کر بھائی کو کہلا بھیجا کہ ان لوگوں کے ساتھ والبتہ فریبیہ مستوار نہ کرے مگر شاہ نواز خان مہتر نے اس کی پرواہ نہ کی۔ اور بدخشان سے مشتاق بیگم کو بلا کر حرم میں داخل کیا۔

اور محترم شاہ کو بقول مولانا نیر یہ جواب دیا۔

چوں مرد ایں سخن بر دبیر شاہ نواز	بغرید و گفت آں یل ترکتاز
تماسود باشد ز خوشوقتیاں	ز خویشان من چیست ما را زیاں
نترسم من از تندی و خشم کس	کہ باشد کہ با من بر آرد نفس
منم شہسوار یل صف شکن	بلرزند شیران ز شمشیر من
چو گیرم بکف تیغ ہنگام جنگ	بدریا ز بیم گریزد نہنگ

محترم شاہ نے شادی کا حال سنکر اعلانیہ اظہار خفگی کیا اور کہا کہ بھائی نے میرا مشورہ قبول نہ کیا اور اب آخری بار کہتا ہوں کہ خان بہادر کو پھر اس ملک میں نہ لائیگا۔ اگر ایسا کیا تو میرا اور ان کا قطع تعلق بلکہ تیر و تلوار تک معاملہ پہنچ جائیگا۔ ابھی تھوڑا عرصہ بھی نہ گذرنے پایا تھا کہ مہتر شاہ نواز خان نے خان بہادر کو سرحد بدخشاں سے طلب کر کے شغور کی حکومت اس کے حوالہ کردی اور یہاں سے دونوں کے درمیان کھلی مخالفت شروع ہوگئی۔

محترم شاہ کا شغور پر حملہ اور قبضہ

محترم شاہ شغور سے خان بہادر کو خارج کرنے کے ارادہ سے لشکر لے کر تورکہو سے روانہ ہوکر غزی پہنچا اور وہاں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ وہاں کچھ فوج چھوڑ کر خود درہ آویر پہنچا جہاں ملک آمان خوشوقتیہ بھی فوجی امداد لیکر اس کے ساتھ ملگیا اور یہ دونوں دشوار گذار اور برف سے ڈھکا ہوا راستہ طے کر کے مقام اژور پہنچے خان بہادر نے شغور اور اژور کے درمیان باہر کے دشوار و تنگ راستہ پر مضبوط چوکیاں بنا کر وہاں فوج رکھی ہوئی تھی اور ادھر شغور قلعہ کے گرداگرد خندق بنا کر اسے پانی سے بھر دیا تھا۔ محترم شاہ کے لڑکے فرخ سیر نے دلیرانہ حملہ کر کے یہ مورچہ فتح کر لیا۔ ملک امان اور محترم شاہ نے یہاں سے گذر کر شغور کے قلعہ کو محصور کر لیا۔ چند دن کے بعد شہزادہ محترم کو خان بہادر کے پاس بھیجا کہ اگر وہ قلعہ خالی کردے یعنی حوالہ کردے تو اس کے ساتھ مزید تعرض نہ کیا جائیگا۔ خان بہادر نے بہ رعایت کافی سمجھکر قلعہ خالی کردیا اور سر اپنی ددھیال بدخشاں کی جانب فرار ہوگیا اور قلعہ شغور پر محترم شاہ کا قبضہ ہوگیا۔ اس طرح علاقہ خذر میں سنگبیق علی کی اولاد کی حکومت ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔

سر بلند خان کا حملہ درویش سے اور جنگ گھیرت

محترم شاہ اور سر بلند خان کے درمیان یہ فیصلہ ہوا تھا کہ جب محترم شاہ کی فوجیں اوپر سے حملہ آور ہوں تو سر بلند خان درویش سے پیشقدمی کرے۔ چنانچہ جب محترم شاہ مقام کو غزی میں پہنچا تو سر بلند خان درویش سے ایک بھاری لشکر لیکر روانہ ہوا۔ مہتر شاہ نواز خان نے چترال سے اپنی فوج لیکر گھیرت جا کر اس کا مقابلہ کیا۔ مگر چونکہ

سر بلند خان کے ساتھ لشکر بہت زیادہ تھا۔ تاب مقابلہ نہ لا کر شاہ نواز خان پسپا ہوا اور چترال واپس ہوگیا

فرخ سیر کی مخالفت باپ سے

محترم شاہ نے خان بہادر کے فرار کے بعد اپنے بیٹے فرخ سیر کو انجگان بیز علاقہ لٹکوہ کی حکومت سپرد کی۔ مگر فرخ سیر نے بعض مصاحبین کو ناعاقبت اندیش کے اغواء سے تمام علاقہ خذرہ اور قلعہ شنوور کا مطالبہ کیا۔ جسے والد نے منظور نہ کیا۔ اسپر وہ باپ سے باغی ہو کر خان بہادر سے بدخشاں میں خط و کتابت کرنے لگا۔ اور اپنے چھوٹے لڑکے کو کمک مانگنے شاہ بدخشاں کے پاس روانہ کر دیا۔ محترم شاہ نے یرسنگراس کے لڑکے کو راستے میں گرفتار کرالیا۔ اور شہزادہ غضب شاہ اور محمد علی خان بن سر بلند خان کو اس کی گوشمالی کیلئے لٹکوہ روانہ کیا۔ یہ ادھر پہنچکر جنگ کر رہے تھے کہ فرخ سیر جو اپنے لڑکے کی حفاظت کیلئے درۂ ارکاری میں آگیا تھا وہاں سے فرار ہو کر بدخشاں چلا گیا اور اس کا قلعہ جو لٹکوہ میں تھا جڑسے گر کر برباد ہوگیا۔

محترم شاہ کا چترال پر حملہ اور مہتر شاہ نواز خان کی معزولی

علاقہ خذرہ کی مہم سے فارغ ہو کر محترم شاہ نے چترال کی جانب توجہ کی۔ ادھر سر بلند خان کو پہلے ہی اطلاع بھیجدی گئی تھی۔ چنانچہ دونوں اپنے لشکروں کے ساتھ ایک مقررہ تاریخ پر چترال پہنچے۔ شاہ نواز خان کا لڑکا رستم شاہ جنگ کا بیحد شوقین تھا۔ مگر بوڑھے باپ مہتر شاہ نواز خان نے زمانہ کا رنگ دیکھ کر بیٹے کو جنگ سے باز رکھا اور کہا کہ سارے لوگ محترم شاہ سے ملے ہوئے ہیں ہم چند ملازموں کی امداد سے کیا کر سکتے ہیں اور دوسرے دن مع اہل و عیال قلعہ سے باہر نکل کر زرست و بیلم کی راہ لی اور محترم شاہ قلعہ پر قبضہ کرکے تخت چترال پر بیٹھ گیا۔

مہتر شاہ نواز خان کی وفات

بیلم زرست میں پہنچے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ مہتر شاہ نواز خان اس جہان ناپائیدار سے رخصت ہوا اسکی نعش بروز لاکر شاہی قبرستان میں دفن کیگئی۔ مرزا محمد غفران نے کیا خوب کہا ہے۔

بلی ایں چنیں است رسم جہاں
چو اول کند شاد آخر غم است
غذا است لقمہ ز شہد و شکر
بخشم فراست اگر سنگری
نباشی گرفتار ناموس و جاہ

ز راحت ہمیشہ ندارد نشان
جہان شادی و عیشش ہم ماتم است
کہ از زہر دورے نباشد اثر
ز شادی و غم با ہمہ بگذری
کہ ناموس کاہ است و جاہ جہاں

مہتر شاہ نواز خان کے زوال کے اسباب

مہتر شاہ نواز خان کے چار لڑکے تھے جو شجاعت و ہنر

میں یکتائے روزگار تھے۔ خصوصاً مسلم شاہ جو ایک مغرور اور پُرجوش دلیر نوجوان تھا اپنی شجاعت اور جوانی پر فخر کرتا تھا۔ جب محترم شاہ اور سربلند خان بڑے بھائی سے ملنے چترال آتے تو مسلم شاہ ان کا مناسب ادب و احترام نہیں کرتا تھا۔ جو محترم شاہ کے لئے ناقابل برداشت سلوک تھا۔ مولانا سیر نے مہتر شاہ نواز خان کے زوال کے مزید اسباب یہ بتائے ہیں کہ اس نے رعایا پر ظلم و ستم زیادہ رکھا تھا۔ بردہ فروشی کا عام رواج تھا بلکہ حد سے گزر چکا تھا۔ مہتر خیر اللہ خوشوقتیہ کے جتنے ہوا خواہ ملک میں تھے انکو بدخشاں اور ترکستان میں لیجا کر فروخت کرا دیا۔ اپنے مصاحبین میں ایسے لوگوں کو آگے کیا جو نااہل تھے۔ بہادر اور شجاع مشیروں کی بیقدری کی نتیجہ یہ ہوا کہ سرداران ملک اور سربراہان قوم اس سے الگ ہوگئے۔ اور محترم شاہ کی جانب مائل ہوگئے حتیٰ کہ اس کا بھائی سربلند خان بھی اس سے خفا ہو کر محترم شاہ سے جا ملا چنانچہ مولانا سیر فرماتے ہیں۔

شاہ نواز آں یل ارجمند ... چو شد پیر از زمانہ گزند
ہماں خوی خویش ہمہ زشت شد ... فروزندہ شمعی چو انگشت شد
امیراں نماندند در پیش او ... شدہ ناقصاں مرہم ریش او
ز حد بیش بفروخت خلق خدائے ... بکر پرستند از اسلام ملک ختائی
ہمہ خلق از رو دو بر وبرتافتند ... سوئے محترم شاہ بشتافتند
ہماں سربلند خان از وی بازگشت ... نہاں با شہنشاہ دمساز گشت
ہماں خان قاسم برفت از جہان ... کہ مے بود با وے بسی مہربان

ــہ والی دیر

مہتر شاہ نواز خان کے ذاتی اوصاف اور اسکے دور کی خصوصیات

مہتر شاہ نواز خان کا عہد کٹور اور خوشوقتیہ خاندان کی باہمی خانہ جنگیوں کی مہمات کے لئے ایک مشہور تاریخ ہے اور اسی کشمکش میں اسے اور اس کے بھائیوں کو بیشتر زمانہ جلاوطنی میں گذارنا پڑا۔ خوشوقت خاندان کے مہتر خیر اللہ کے ساتھ ان شہزادوں کی سترہ سالہ جنگ جو آخر کار خیر اللہ کے قتل کے بعد ۱۷۸۲ء میں ختم ہوئی طویل ترین جنگ تھی جو ان خاندانوں کے درمیان واقع ہوکر آخر کار علاقہ کٹوریہ سے خوشوقتیہ اقتدار ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا اور تورکہو کا علاقہ جو خوشوقتیہ حلقہ میں تھا کٹوریہ مملکت میں شامل ہوگیا۔ ادھر علاقہ خوشوقتیہ میں بھی کٹوریہ اقتدار اور بالادستی بڑھ گئی۔ اور خیر اللہ کی اولاد کو برطرف کرکے شاہ عالم بن شاہ خوشوقت کے لڑکوں نے شاہ کٹور محترم شاہ کی امداد سے عنان حکومت ہاتھ میں لی اور اپنی حکومت مستحکم کرلی۔

مہتر شاہ نواز خان کے عہد کا ایک اور اہم واقعہ یہ ہے کہ اولاد سنگین علی اور محمد شفیع کو علاقہ خندرو موڑکہو سے قطع تعلق کرنا پڑا کیونکہ محترم شاہ کی مہمات کی کامیابی انکے بغیر ممکن نہ تھی۔

مہتر شاہ نواز خان اور اسکے بھائیوں نے دیر، براول اور باجوڑ کے افغان سرداروں سے روابط اور دوستانہ تعلقات پیدا کئے جس کے نتیجہ میں ان کو مہتر خیر اللہ کے خلاف مہمات میں افغانوں کی زبردست امداد حاصل تھی جس کے بغیر مہتر خیر اللہ کے عظیم لشکر کو شکست دینا ناممکن تھا۔

شاہ نواز بہادری اور شجاعت میں بے مثال تھا اور ایک شریف النفس انسان تھا۔ البتہ آخری عمر میں بُرے اور کوتاہ اندیش مصاحبوں کی وجہ سے امور جہانداری اور سیاست میں ناکام ہوگیا تھا اور دنیا کی لالچ پر خلق خدا کو فروخت کرنے لگا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا بگڑ گئی اور سرداران قوم نے جدائی اختیار کی اور آخر بھائیوں کے ہاتھوں سے شکست نصیب ہوئی۔ مرزا محمد غفران فرماتے ہیں۔

چنیں است رسم رہ روزگار	کہ بر یک نمطے نماند قرار
نہ در دوستاں دوستی را ثبات است	نہ مہر و وفائی برادر بجا است
نہ دختر بمادر پدر را پسر	نہ مہر و محبت بماند بسر

مہتر شاہ نواز خان کی اولاد

اُن کے پانچ بیٹے تھے۔ اوّل سلیمان شاہ۔ دوسرا محتشم شاہ۔ تیسرا شاہ بیدین۔ چوتھا جہاندار شاہ۔ پانچواں محترم شاہ۔

چھٹا باب

شاہ محترم شاہ ثانی المعروف بہ شاہ کٹور ثانی

سنہ ۱۷۸۸ء تا سنہ ۱۸۳۸ء
۱۲۰۲ھ تا ۱۲۵۴ھ

محترم شاہ نواز خان کی معزولی کے بعد محترم شاہ ثانی تخت چترال پر رونق افروز ہوا اور اسکو شاہ کٹور ثانی یا چھوٹا کٹور بھی کہا جاتا ہے شاہ محترم شاہ اول کو "کٹور اول" یا بڑا کٹور کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

محترم شاہ ثانی اپنے دونوں بھائیوں مہتر شاہ نواز خان اور سربلند خان سے عمر میں کم تھا مگر لیاقت اور ہمت و دانش میں ان سے آگے بڑھا ہوا تھا۔ ان تینوں بھائیوں کی والدہ "دل خونزا" قزل بیگ بن محمد رضا کی صاحبزادی تھی۔ محترم شاہ کی تخت نشینی کے بعد سربلند خان بدستور علاقہ دروش کا حکمران رہا۔

شاہ کٹور ثانی کی تخت نشینی کے مہتر ملک امان خوشوقتیہ کی وفات کے بعد واقعات اور ماتحت علاقوں کی تقسیم

تھوڑے ہی عرصہ بعد مہتر ملک امان بن پادشاہ بن شاہ عالم کا انتقال ہوگیا۔ چونکہ اس کے لڑکے کم عمر تھے لہذا اس علاقہ پر بھی شاہ کٹور ثانی کا اختیار و تصرف ہوگیا۔ مہتر ملک امان کے بھائیوں میں قوت خان اور سلیمان شاہ لائق و تجربہ کار تھے۔ گو مہتر ملک امان کے لڑکے چالیس سے زیادہ تھے مگر ان میں ورا امان، گوہر امان، اور میر امان جن کی والدہ محمد یونس خان بن محمد نور بن قزل بیگ کی لڑکی تھی حکومت کے زیادہ مستحق تصور کئے جاتے تھے۔ ورا امان جو ان میں بڑا تھا دیوانہ وضع اور نالائق تھا۔ گوہر امان اور میر امان کمسن تھے لہذا شاہ کٹور نے مہتر ملک امان کے ماتحت علاقہ کو تین حصوں میں تقسیم کرا دیا۔

مستوج کا علاقہ ورا امان کو دیا۔ پرگنہ غذر ملک امان کے بھائی سلیمان شاہ کو اور علاقہ ورشگوم اس کے دوسرے بھائی قوت خان کے سپرد کیا گیا۔ یاسین کا علاقہ پہلے ہی سے تربش کے لڑکے آزاد خان کے قبضے میں تھا۔

ورا امان کی معزولی

تقریباً ایک سال کے بعد اہالیان مستوج نے ورا امان کو ناپسند کر کے سلیمان شاہ کو مستوج بلا لیا اور اسے لیکر شاہ کٹور کے پاس چترال آئے مگر شاہ کٹور ان کی اس حرکت سے آپ خفا ہوگیا اور سلیمان شاہ سے یہ علاقہ واپس لیکر اسے ورشگوم کے ساتھ ملا کر قوت خان بن پادشاہ کے تصرف میں دے دیا۔

حکمران گلگت کا چپیال پر حملہ اور قوت خان کی ہلاکت

اسی ایک سال کے اندر ہی گلگت کے حکمران گرحیم کے لڑکوں خان۔ اور عباس نے چپیال پر حملہ کر کے آزاد خان بن شاہ برش کا محاصرہ کیا یہ اطلاع سنکر قوت خان حکمران ورشگوم جلدی میں جو لشکر تیار ہوسکا اسے لیکر چپیال کی مدد کیلئے روانہ ہوا اور چھوار کے قلعہ میں دشمن سے جنگ کی۔ مگر چپیال والوں کی نمک حرامی سے جو حکمران گلگت سے مل گئے تھے۔ دشمن کے گھیرے میں آگیا اور اپنے دو بھائیوں شبیر شاہ اور فاضل کے ساتھ مارا گیا اور اس کے لشکر کے زیادہ آدمی بھی مارے گئے۔

سلیمان شاہ کا گلگت پر حملہ اور قبضہ ۱۷۹۰ء ۱۲۰۴ھ

سلیمان شاہ بن بادشاہ چپیال پر دشمن کے حملہ کی خبر سنکر بھائی کی مدد کے لئے روانہ ہو چکا تھا کہ راستہ میں بھائی کے مارے جانے کی خبر ملی تو علانیہ حلف اٹھایا کہ دشمنوں کو تہ و بالا کر کے دم لوں گا یا زندہ واپس نہیں آؤنگا۔ چنانچہ چپیال کی حدود میں بھنگر سنگ کے میدان میں کود پڑا اور اس قدر گھمسان کی لڑائی ہوئی کہ لاشوں کے انبار لگ گئے اور خون کا دریا بہنے لگا۔ گلگت کے حکمران خان اور عباس بھی اپنے بیشتر لشکر کے مارے گئے۔ سلیمان شاہ یہاں سے فارغ ہو کر یلغار کرتا ہوا گلگت پہنچا اور وہاں خاندان رئیسہ یعنی حکمران گلگت کے تمام افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور گلگت کو تمام برباد کر کے زمین کے برابر کر دیا خان رئیس حکمران گلگت کی بیوی سے خود شادی کر لی اور عباس کی بیوی کو بستہ گل شاہ بن محمد اعظم رضا خیل کے حوالہ کر دیا۔ اسطرح گلگت کے حکمران رئیسہ خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

مہتر سلیمان شاہ کا عروج اور مملکت خوشوقتیہ پر قبضہ

جب بھائیوں کا بدلہ لیکر سلیمان شاہ گلگت پر قبضہ کر کے گلگت والوں کو سزا دے چکا تو وہ یسین میں قیام کیا۔ شاہ کٹور نے اس کی بہادری اور ہمت سے جو اپنے بھائیوں کی خون خواہی میں سرانجام دی تھی خوش ہو کر مستوج اور ورشگوم کے علاقے بھی جو اس کے بھائی قوت خان کے قبضے میں تھے اس کے حوالے کر دیئے اس طرح مہتر سلیمان شاہ تمام علاقہ خوشوقتیہ کا واحد حکمران ہو گیا۔ اس نے حکمران "نگیر" کو بھی اپنا تابع فرمان بنا لیا تھا سلیمان شاہ اس وقت تمام ملک کٹوریہ اور خوشوقتیہ میں قدر و منزلت کی نظروں سے دیکھا جانے لگا۔

مہتر سلیمان شاہ و شاہ کٹور کی مخالفت ۱۸۲۵ء

چند سال تک تو یہ دونوں حکمران آپس میں اتفاق و خوشی سے رہے مگر سلیمان شاہ اپنی بڑھتی ہوئی طاقت و اقتدار کی وجہ سے غرور کرنے اور شاہ کٹور کی جانب حقارت اور حیا کی نظروں سے دیکھنے لگا۔ تاہم شاہ کٹور نے اپنی خاتون کی خاطر جو سلیمان شاہ کی ہمشیرہ تھیں۔ بہت عرصہ تک اغماض کیا۔ مگر آخرکار مہتر سلیمان شاہ کی جانب سے یہ لاپرواہی حد سے بڑھ گئی تو اس نے شاہ کٹور کے مخالفین یعنی بدخشاں میں خان بہادر بن محمد شفیع اور بیلم میں مستم شاہ بن مہتر شاہ نواز خان سے تعلقات شروع کر دیئے اور ان کو اپنے پاس بلایا خان بہادر جو نوے سال کا بوڑھا تھا بدخشاں سے اس کے پاس پہنچا اور مستم شاہ بھی بیلم سے دور دراز سفر طے کر کے وہاں آگیا۔ وہ ان دونوں کے ذریعہ مملکت کٹوریہ میں دست اندازی

کو ارادہ کر رہا تھا مگر مستلم شاہ جلد ہی حالات کو ناموافق دیکھ کر واپس چلا گیا اور خان بہادر نے اس کے پاس ہی قیام کیا۔ اور وہیں فوت ہوا جس کی قبر ورشگوم میں ہے۔ شاہ کٹور نے یہ حالات دیکھ کر علاقہ مستوج میں ایک قلعہ بنوایا اور اپنے بیٹے شہزادہ مقرب شاہ کو

مہتر سلیمان شاہ کا دراسن پر حملہ اور قبضہ

مہتر سلیمان شاہ اپنا لشکر تیار کر کے جلد ہی مستوج آیا اور یہاں بجائے شہزادہ مقرب شاہ مقیم قلعہ آدی پر حملہ کرنے کے تاوان کی ہاٹی کو عبور کر کے تاق دشت کی راہ سے دراسن پہنچا جہاں شہزادہ ریحان شاہ بن یعقوب شاہ نے اسکا مقابلہ کیا لیکن خوشوقتیہ لشکر کی اکثریت کی وجہ سے شکست کھائی اور قلعہ سلیمان شاہ کے ہاتھ آگیا۔ سلیمان شاہ نے شہزادے کی بہادری کی تعریف کی کہ اس نے اتنے قلیل لشکر سے بے خبری میں بہادرانہ سخت مقابلہ کیا۔

جنگ تورکہو خاص بمقام آرمو اور ربابنین سے دو شہزادوں کا قتل ۱۸۲۵ء میں

مہتر سلیمان شاہ نے آزاد خان بن برکش اور استغال فتح علی خان کو قلعہ دراسن میں مقرر کر کے خود تورکہو پر حملہ آور ہوا اور شیر جوشلی کے قلعہ میں شاہ کٹور کے لڑکے شہزادہ شاہ افضل کو محصور کر لیا۔ محترم شاہ کٹور جو دیر سے کمک کے انتظار میں تھا چترال سے روانہ ہو کر دراسن پہنچا اور وہاں آزاد خان بن برکش سے خفیہ ملاقات کر کے اسے اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور سلیمان شاہ سے برگشتہ کرا دیا اور وہاں سے تورکہو پہنچا جہاں سلیمان شاہ قلعہ شیر جوشلی سے محاصرہ اٹھا کر شگرام کے گاؤں میں مقیم تھا شاہ کٹور قلعہ میں داخل ہو گیا۔ راستے میں یہ اطلاع ملی کہ سلیمان شاہ نے حکم دیا ہے کہ کہت کے تمام باشندوں کو کوتل کی راہ سے مستوج لے جایا جائے لہذا اپنے لڑکے شہزادہ مقرب شاہ کو ان کے پیچھے روانہ کیا۔ کہ کہت کے باشندوں کو بچا کر واپس لائے مگر شہزادہ ان تک نہ پہنچا تھا کہ وہ لوگ ہاشی درہ کو عبور کر چکے تھے۔ چنانچہ ناکام واپس آگیا۔ شہزادہ واپس آرہا تھا کہ راستے میں آرمو مقام پر دشمن سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ اور شدید خونریز جنگ ہوئی۔ اس دوران میں شہزادہ مقرب شاہ شرافت شاہ قوم حاتم بیگیہ کی گولی سے زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اور مرتے وقت کہا کہ کیا کوئی نہیں ہے جو میرا قصاص لے۔ یہ سنکر روشن علی خان بن متولی خان رضا خیل شیر جنگی طرح دشمن کی صفوں میں گھس گیا اور کئی آدمیوں کو تہ تیغ کرنے کے بعد اس کا مقابلہ شہزادہ دولت امان بن ملک امان سے ہوا۔ اور شمشیر کے ایک ہی وار میں اسکے دو ٹکڑے کر کے رکھ دیئے۔ میر عالی جناب خوشوقتیہ کو تلوار سے زخمی کیا اور اسکے بعد فیروز حیات بن مرزا حیات زندہ خیل پر حملہ کیا۔ دونوں میں سخت مقابلہ ہوا جس میں فیروز حیات کے کاندھے پر تلوار سے زخم لگا اور روشن علی خان کی دو انگلیاں کٹ گئیں۔ مرزا محمد غفران نے روشن علی خان کے بہادرانہ مقابلہ کو ذیل کے اشعار میں بیان فرمایا ہے۔

خروشید و غرید چوں شیر مست ——— سوئے دشمناں تیغ ہندی بدست

تو گوئے مگر اژدھائے رسید ——— بدم ہر یکے را بخود میکشید

بسی را بیفگند خوار و زبوں — ز تیغش روان گشت جوئی ز خوں
ز تیغ دلیران با نام و ننگ — نفس بند شد در گلوئی پلنگ :

اس موقعہ پر خوشوقتیہ لشکر کے بیشمار لوگ اُن پر حملہ آور ہوئے اور اس کا کام تمام کیا ہی چاہتے تھے کہ روشن علیخان کے بھائی عبدالسیب نے وہاں پہنچ کر بھائی کو دشمنوں کے ہاتھوں سے نجات دلائی۔ الغرض ادھر میں ایسی سخت اور گھمسان کی لڑائی ہوئی جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ مرزا محمد غفران نے تاریخ میں اس جنگ کی اہمیت کا اپنے اشعار میں یوں نقشہ کھینچا ہے۔ ؎

دلیران جنگی صف آراستند — ہمہ تیغ و شست برخاستند
ز پل زن در آمد مستی و جوش — برآورد سرنائے غران خروش
تفنگچی بیاگشت جنگ تفنگ — گرشد پارہ پارہ دل خارہ سنگ
بغرید کوہ و بلرزید خاک — زمیں را دل از صدمہ شد زخمناک
در آمد پس دلیران بہ جنگ — درآنجائے شورش ز تیر و تفنگ
برآ خنجر و از تفنگ در گذشت — دلیران بہ شمشیر بردند دست
کشیدند شمشیر خشم از نیام — درخشید آں کوہ و صحرا تمام
بسا سر بیفتاد بر روئے خاک — بسا جلد و سینہ گردید چاک
ز شمشیر گردان رستم ہنر — پُر از خون بگردید آں بوم و بر

طرفین جنگ سے تھک کر شام کو اپنی اپنی قیام گاہوں میں چلے گئے۔ شہزادہ مقرب شاہ کا جنازہ شاہ کٹور کے سامنے پیش ہُوا تو اس نے کہا کہ جنگ میں ایسے واقعات کا ہونا لابدی امر ہے۔ رُباعی

حکومت را چنیں گردید بنیاد — کہی شربت بنوشاند کہی خون
بر عکس را کہ شاہی شد بہ تفویض — ز امن و عافیت گردید بیروں

شاہ کٹور محترم شاہ اور مہتر سلیمان شاہ کے درمیان صلح اور تورکہو پر سلیمان شاہ کا عارضی قبضہ ۱۸۲۶ء

ابھی سلیمان شاہ کے ساتھ جنگ کا سلسلہ جاری تھا کہ آزمودہ کار سیاستدان شاہ کٹور حالات کا اندازہ لگا کر اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس کی اپنی

صفوں میں انتشار ہے اور مقابلہ کی طوالت میں اسکو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے سلیمان شاہ کے ساتھ "خان بہادر بن محمد شفیع بھی مل چکا ہے اگرچہ وہ خود ورشگوم میں تھا مگر اس کا لڑکا سلیمان شاہ کے لشکر میں موجود تھا اس کے علاوہ ملک کٹوریہ میں وہ رؤسا جو شاہ محمد شفیع کی اولاد کے ساتھ زیادہ خیرخواہی رکھتے تھے درپردہ سلیمان شاہ کے بھی خواہ اور اس کی اس جرأت کے مؤید تھے۔ چنانچہ سرمست خان بن غلام محمد نبیرہ محمد صفا اور سعد اللہ خان بن بربش بن جرلی محمد اور تورکھو کے معتبرات نسل اقبال و شاہ نذیر وغیرہ قوم خوشے سے شاہ کٹوریہ کے حلقہ سے نکل کر سلیمان شاہ کے پاس گئے تھے۔ ان حالات کو دیکھ کر شاہ کٹور نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ سلیمان شاہ سے صلح کر کے جنگ کو ختم کرے چنانچہ اس نے اپنی ملکہ کو اس کے بھائی سلیمان شاہ کے پاس بھیجکر صلح کیلئے سلسلہ جنبانی کیا۔ خاتون محترمہ کی کوششوں سے دونوں حکمرانوں میں ملاقات ہوئی اور شاہ سلیمان نے شاہ کٹور کو اپنے سے اونچی اور باعزت جگہ پر بٹھایا۔ دوران گفتگو میں سلیمان شاہ نے شاہ کٹور کو اپنے سے اونچی اور باعزت جگہ پر بٹھایا۔ دوران گفتگو میں سلیمان شاہ نے کہا کہ چونکہ شاہ محترم شاہ اول نے تقسیم ملک کے وقت تورکھو کا علاقہ اپنے چھوٹے بھائی شاہ خوشوقت کو دیا تھا۔ لہذا یہ علاقہ جو ہمارا موروثی حق ہے میرے حوالہ کر دیا جائے شاہ کٹور نے ان حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے یہ شرط منظور کر لی اور اس طرح تورکھو سلیمان شاہ کے حوالے کر کے خود چترال واپس آگیا اور سلیمان شاہ مستوج چلا گیا۔

یوں تو شاہ کٹور بظاہر خوش خوش چترال آیا مگر لڑکے کی ہلاکت اور تورکھو سے دست برداری ایسے واقعات نہیں تھے جو وہ آسانی سے بھول سکتا۔ تاہم دونوں حکمرانوں کا طرز عمل قابل تعریف ہے چنانچہ محترم شاہ کا حالات کی نزاکت کو سمجھ کر آگ پر پانی ڈالنا اور سلیمان شاہ کا اپنی فتح کے باوجود شاہ کٹور کی مناسب عزت و احترام کرنا کہتے ہیں کہ سلیمان شاہ کے لڑکے سخاوت شاہ نے اس موقع پر اپنے والد سے کہا تھا کہ شاہ کٹور قسمت سے ہاتھ آیا ہے اس کا کام تمام کر دینا چاہیئے ورنہ بعد میں پشیمانی ہوگی وہ اپنے لڑکے کی ہلاکت کا داغ کبھی نہ بھولیگا اور ہمیشہ ہمارے ساتھ کینہ رکھے گا۔ مگر سلیمان شاہ نے قبول نہ کیا اور کہا کہ چونکہ شاہ کٹور جیسا بادشاہ اور میری بڑی بہن میرے پاس اطمینان سے آئے ہیں۔ میں ان کے ساتھ غداری کر کے یہ نہ مٹنے والا داغ ہمیشہ کے لئے اپنے نام پر لگانا نہیں چاہتا ہوں۔

آزاد خان بن بربش کی بغاوت سلیمان شاہ کے خلاف شاہ کٹور کی سیاست سے

اس سے پیشتر ذکر ہو چکا ہے کہ مہتر شاہ کٹور نے محاصرۂ دراسن کے موقع پر آزاد خان بن بربش حاکم پنیال سے خفیہ مصالحت کر کے اسے اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور اس سے وعدہ کیا تھا کہ جب سلیمان شاہ کے خلاف مہم سر ہوگی۔ تو دبشن علی خان کی ہمشیرہ کی بیٹی یعنی مہتر شیر جنگ مقتول کی دختر زادی کی شادی اس کے ساتھ کریگا۔ چنانچہ پنیال واپس پہنچنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد آزاد خان نے مہتر سلیمان شاہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ اور گلگت و پنیال پر مستقل حکومت کا اعلان صادر کر لیا۔ یہ سنکر سلیمان شاہ اپنے لڑکے سخاوت شاہ کو مستوج میں چھوڑ کر خود آزاد خان کی گوشمالی کے لئے ورشگوم روانہ ہوا اور شاہ کٹور جو موقع

کی تاک میں ہی تھا تورکھو پر دوبارہ قابض ہوگیا۔

مگر اب سلیمان شاہ کی قسمت کا ستارہ گردش میں آچکا تھا لہٰذا کچھ ہی

شاہ کٹور کا مستوج پر تسلط

دن بعد ایک شدید زلزلہ کی وجہ سے قلعہ مستوج گر کر جڑ سے برباد ہوگیا سخاوت شاہ اپنی بیگم کو لیکر جو شاہ کٹور کی لڑکی تھی اس کے پاس آگیا۔ چنانچہ شاہ کٹور خود مستوج گیا اور قلعہ کو ازسرِنو تعمیر کرایا اور اپنے داماد اور لڑکی کو وہاں چھوڑ کر واپس چترال روانہ ہوگیا۔ مگر اسی موقع پر اسے معلوم ہوا کہ سخاوت شاہ اس کے مار ڈالنے کے درپے ہے یہ سنکر نہایت خفا اور قہرناک ہوا اور اسکے سابقہ کردار جو باپ کے سابقہ شاہ کٹور کے خلاف اظہار کیا تھا یاد کرکے یقین کیا کہ یہ میرے خلاف غدار ہے۔ لہٰذا اپنے مشیروں سے صلاح لینے کے بعد سخاوت شاہ اور اسکی بیگم کو وہاں سے ورشگوم کی جانب نکال دیا اور مہتر ملک آمان کے لڑکے میر آمان کو برائے نام مستوج کا حکمران مقرر کرکے اپنے لڑکے شہزادہ غضب شاہ کو اس کے ساتھ وہاں مقرر کیا اور خود واپس چترال چلا آیا۔

سخاوت شاہ کا کٹور پر حملہ اور جنگ لاسپور

شہزادہ سخاوت شاہ مستوج سے نکل کر یاسین کے پاس ورشگوم میں پہنچا۔ اور آزاد خان بن برش پنیال جو بدستور مستقل مقیم رہ کر اس کی مخالفت کرتا تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد سخاوت شاہ ایک لشکر تیار کرکے دفعتہً لاسپور میں داخل ہوگیا اتفاق سے شہزادہ شاہ افضل ابن شاہ کٹور اس علاقہ میں اپنے ہمراہیوں سمیت موجود تھا۔ چنانچہ گشٹ کے مقام میں دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا مرزا محمد غفران فرماتے ہیں۔

ز ہر دو طرف تیغ از کین و آز	برآورد سر با سپہر گشتہ ساز
یکی را سر افتاد در سنگلاخ	دگر را بر و دوش شد شاخ شاخ
یکی را تنش آمد ز پہلو بروں	یکی را رخ و ریش سر غرق خون
یکی را جگر شد ز شمشیر چاک	دگر را تن افتاد بر روئی خاک

سخاوت شاہ اور مغل خان کا مقابلہ اور دونوں کی ہلاکت

گھمسان کی لڑائی جاری تھی کہ شہزادہ سخاوت شاہ کی نظر خواجہ خیل سردار "مغل خان" پر پڑی مغل خان شاہ کٹور کے لشکر کا ایک بہادر و نامور سردار تھا اور سخاوت شاہ کی بیگم شاہ کٹور کی لڑکی کا رضاعی باپ بھی تھا۔ چترال میں ایک ملاقات کے دوران میں سخاوت شاہ نے مغل خان پر طنز کیا تھا کہ آپ مرد میدان نہیں ہیں اور مغل خان نے جواب دیا تھا کہ اے جان پدر خدا نکرے لیکن اگر کبھی مقابلہ ہوا تو دیکھ لوگے۔ شہزادہ سخاوت شاہ نے اب مغل خان کو آواز دی کہ گزشتہ زمانہ کی بات یاد کرو اور تیار ہو جاؤ۔ مغل خان جو اسپ مادیان

پر سوار تھا۔ شمشیر برہنہ لیکر شہزادہ سخاوت شاہ پر ٹوٹ پڑا۔ دونوں میں سخت مقابلہ ہوا اور سخاوت شاہ نے تلوار سے منل خان کے سر پر وار کرکے اسے زخمی کردیا۔ مگر منل خان نے بھی گھوڑے سمیت ایک ایسا زخم کاری تلوار کا لگایا جس سے سخاوت شاہ کا بازو اڑ گیا اور آہ کہ اسی موقع پر ایک خوشنو قتنہ سردار صفت خان نے پیچک منل خان کا کام تمام کردیا۔ سخاوت شاہ بھی شدید طور پر زخمی تھا لہٰذا اسے لیکر لشکر پسپا ہوگیا۔ مگر ابھی خندہ ہی پہنچے تھے کہ وہ بھی اس جہاں ناپائیدار سے رخصت ہوگیا اور اس کی نعش درنگوم میں مہتر سلیمان شاہ کے پاس پہنچا دی گئی۔ جو اپنے لخت جگر کی ہلاکت پر خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ جیسے شاہ کٹور نے اپنے لڑکے مقرب شاہ کی موت پر یہ زہر پیا تھا۔ مہتر سلیمان شاہ کے اور بھی کئی لڑکے تھے مگر سخاوت شاہ بہادری و شجاعت میں بے مثال اور باپ کے لئے قوت بازو تھا۔ اس کی تعریف ابتک لوگوں میں مشہور ہے اس کی والدہ محمد اعظم بن محمد صفا کی لڑکی تھی۔

سلیمان شاہ کی مستوج پر دوبارہ فوج کشی اور شکست کھانا

مہتر سلیمان شاہ جب اپنے بیٹے کے ماتم سے فارغ ہوگیا۔ مستوج پر حملہ کے لئے تیاریاں شروع کیں، اور اپنے سرداروں کو سوات کوہستان کی جانب روانہ کیا کہ وہاں سے بھی کمک لائیں۔ چنانچہ سواتی لشکر تیار ہو کر خندہ پہنچا اور مہتر سلیمان شاہ بھی درنگوم سے فوج لیکر مستوج پر حملہ آور ہوا۔ مستوج میں شہزادہ شاہ افضل موجود تھا جس نے حملہ آوروں کا مقابلہ کیا اور سخت لڑائی ہوئی۔ چنانچہ ذیل کے اشعار میں مرزا محمد غفران بیان فرماتے ہیں۔

بغرید شیر نائے افغانیان
بہ غنیم و فتنے شور و فریاد خاست
سپہ پوش و سپلی بیا از گیا ٥
تفنگی مدیش و بکف تیغ تیز
بیا گشت جنگی لبی پر شکوہ ٥
ز رعد تفنگ و ز دود سیاہ ٥
برو سینۂ نامداران صف
زیک سو تفنگ گشت آتش فشان
تہی گاہ مردان نامی ز تیغ
لبا مرد نامی در آمد بخاک

علم سر برآورد بالائے آن
چو دشنام و غوغا چہ بیدار خاست
ز زش روئے ہر یک چو ابر سیاہ ٥
ز قہر و غضب برکی تند خیز
زلبس لرزہ روئی زمین شد ستوہ ٥
برو دم ز ہر سو غلط گشت راہ ٥
ز لبس گولہ پر گشت ہمچو صدف
ز دیگر طرف تیغ بر زد زبان
کشادہ دہن شد چو گل بید بیغ
بسا پہلو و سینہ گردید چاک

آخر کار مہتر سلیمان شاہ کے لشکر کو شکست فاش نصیب ہوئی اور اس کے بہت سے لشکری جنہیں متعدد افغان سردار بھی تھے میدان جنگ میں کام آئے اور وہ ناکام و بے نیل مرام درنگوم کیجانب پسپا ہوگیا۔ قطعہ

باقبال شاہی کہ آمد زوال چو در طالع آمد زبونی پدید بجز داد حق نیست فتح و ظفر	نہ در سپہ فتح و نصرت محال ز سعی و بکوشش نگیرد کمال بداد خدا فتح آید تو زال

شاہ کٹور کا والیٔ بدخشاں سے کمک طلب کرنا اور فتح ورشگوم

مہتر سلیمان شاہ ایک لائق اور طاقتور حکمران تھا۔ اور اپنے فرزند سخاوت شاہ کی ہلاکت کے بعد شاہ کٹور کے خاتمہ کا عزم کر چکا تھا۔ شاہ کٹور جانتا تھا کہ ایسے طاقتور دشمن کی موجودگی میں وہ چین سے نہ رہ سکے گا۔ دوسری طرف مستوج کے لوگ بھی سلیمان شاہ کے طرفدار تھے اور اس کے استحکام کا امکان ان حالات میں غیر ممکن تھا۔ چنانچہ شاہ کٹور نے اپنے لڑکے شہزادہ غضب شاہ کو کوہ کن بیگ والیٔ بدخشاں کے پاس کمک کی درخواست کیلئے روانہ کر دیا کوہ کن بیگ قانغ اور یکیہ کے قبیلہ کے مشہور سردار استقلال بہادر کا لڑکا تھا اور اپنے زور بازو سے میر سلطان شاہ اژدرہا کی اولاد کو مغلوب کر کے بدخشاں۔ "قطغن"۔ اور "قندز" پر قبضہ کر کے اپنے تین بھائیوں محمد علی بیگ۔ یادگار بیگ۔ اور بہادر جان کے ساتھ ان علاقوں پر حکمرانی کر رہا تھا۔

شاہ کٹور کی درخواست پر کوہ کن بیگ والیٔ بدخشاں اور اس کا بھائی محمد علی بیگ تین ہزار ازبک سواروں کے ساتھ مستوج پہنچے۔ شاہ کٹور خود مستوج میں رہا اور اپنے شہزادوں کو والیٔ بدخشاں کے لشکر کے ساتھ ورشگوم روانہ کیا۔ لشکر کا سپہ سالار شہزادہ شاہ افضل تھا۔ جب یہ عظیم الشان لشکر حدود ورشگوم میں داخل ہوا مہتر سلیمان شاہ مقابلہ کی تاب نہ لا کر قلعہ یاسین میں محصور ہو گیا اور بدخشانی لشکر نے سارے ورشگوم میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔

والیٔ بدخشاں کی بدعہدی

مہتر سلیمان شاہ جو ایک تجربہ کار آدمی تھا۔ حالات کی نزاکت کے پیش نظر خود جا کر والیٔ بدخشاں کے حضور میں پیش ہوا اور ایک قیمتی جیش قبض طلائی مرصع بجواہر جو اسے فتح گلگت کے موقع پر شین حکمرانوں کے قلعہ سے حاصل ہوئی تھی۔ بطور تحفہ پیش کی۔ اس پر بھی اکتفا نہ کر کے ان بدخشی پناہ گزینوں کو جو میر کوہ کن بیگ کے بھائی کو قتل کر کے سلیمان شاہ کے پاس پناہ لئے ہوئے تھے گرفتار کر کے والیٔ بدخشاں کے سپرد کیا میر کوہ کن بیگ نے ان پناہ گزین بدخشیوں کو قتل کرا دیا اور خود اس مہم سے جس سے وہ طلب ہوا تھا دستبردار ہو کر واپس مستوج آ گیا۔

والیٔ بدخشاں کی ہلاکت بپاداش بدعہدی

میر کوہ کن بیگ کی اس وعدہ خلافی پر شاہ کٹور دانت پیس کر رہ گیا۔ اور مصمم ارادہ کیا کہ اسے اس بدعہدی کی سزا دے کر رہیگا چنانچہ اسے دعوت دی کہ وہ واپسی سے پہلے چترال آئے اور چند دن وہاں شاہ کٹور کا مہمان رہ کر اس کی عزت افزائی کرے میر بدخشاں جو ویسے ہی اپنے دل میں یہ ارادہ کر چکا تھا کہ چترال جا کر اسے پامال کر دے اس دعوت کو سنہری موقع سمجھ کر خوش ہوا اور چترال کی طرف روانہ ہو گیا۔ شاہ کٹور نے اسے رخصت کر کے اپنے وزراء اور خواص کے ساتھ خلوت کی اور

کہا کہ اے جوانانِ چترال تم میں سے کوئی ہے جو اس بدعہدی کی سزا اسکو چکھائے۔ یہ سنتے ہی قدیر باشندۂ زمین اور رحمت علی باشندہ کشم جو شاہ کٹور کے مقربوں میں سے تھے اس کام پر کمربستہ ہوگئے۔

چنانچہ قدیر، میر کوہ کن بیگ کی رکاب پکڑنے کے بہانے اس کے ساتھ رہا۔ جب یہ لوگ ریشن سے نیچے پرپش کے سامنے نوڑ رشٹ کے مقام پر پہنچے تو راستہ کی تنگی کی وجہ سے گھوڑے سے اُترے۔ قدیر بظاہر چاپلوسی کرتا ہوا میر کے آگے آگے راستے سے پتھروں کو ہٹاتا ہوا چل رہا تھا۔ ایک جگہ راستہ نہایت تنگ اور خطرناک تھا۔ قدیر وہاں پہاڑ کے ساتھ تکیہ لگا کر کھڑا ہوگیا اور میر کو مدد دینے کے بہانے ہاتھ میر کی جانب بڑھائے۔ میر جب اپنے ہاتھ قدیر کے ہاتھ میں دینے لگا قدیر نے اسے زور سے دھکا دے کر پہاڑ سے نیچے گرا دیا۔ رحمت علی نے وہاں پتھر اسے پہاڑ کے دامن سے نیچے گرا کر دریا میں پھینک دیا۔ اور یہ دونوں خود پہاڑی کے اوپر چڑھ کر فرار ہوگئے۔ لشکر بدخشاں اپنی کثیر جماعت کے باوجود جیسے بے حرکت حیران رہ گئے۔ حالانکہ میر کا بھائی محمد علی بیگ ان کی قیادت کے لئے موجود تھا محمد علی بیگ خوفناک ان وغیرہ ان شہزادہ تجمل شاہ بن شاہ کٹور کے پاس پہنچا اور جان کی امان پائی۔

بدخشی لشکر پر چترالیوں نے حملہ کرکے ان کا اسلحہ گھوڑے اور کپڑے وغیرہ لوٹ لئے مگر شہزادہ تجمل شاہ کے حکم سے کسی کا جانی نقصان نہ ہونے دیا۔ کہتے ہیں کہ ان میں سے صرف ایک سوار پرپش کے سامنے دریا عبور کرکے کوہ بکوہ منازل طے کرکے بدخشان پہنچا تھا۔ باقی لشکری محمد علی بیگ کے ساتھ خستہ حالت میں اپنے وطن پہنچے۔ وہ قیمتی پیش تیغ جس کے لئے میر بدخشان نے اپنے وعدہ کو توڑا تھا شاہ کٹور کی خدمت میں پیش ہوئی جو اس نے شہزادہ تجمل شاہ کو عنایت کی۔

گوہر آمان بن ملک آمان

ملک آمان کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد اس کا بھائی سلیمان شاہ جب علاقۂ خوشوقتیہ کا مالک ہوگیا۔ تو گوہر آمان اور اس کے بھائی وہاں سے فرار ہو کر بدخشاں چلے گئے۔ اور وہاں یہ کام کیا کہ میر بدخشاں کے بھائی بہادر خان کو موت کے گھاٹ اتار دیا اس لئے وہاں اپنے قیام کی صورت نہ دیکھ کر سلیمان شاہ کے زوال کے بعد آزاد خان بن بُرش حاکم پنیال کے پاس چلا آیا۔ اور اس کی لڑکی کے ساتھ شادی کرکے اس کے پاس رہنے لگا۔

مہتر سلیمان شاہ کی گرفتاری اور قتل برشش کے ہاتھ ۱۸۲۲ء

مہتر شاہ کٹور نے آزاد خان کو پیغام بھیجا کہ علاقہ ورشگوم کو سلیمان شاہ سے چھڑا کر اپنے داماد گوہر آمان کو دیدے چنانچہ آزاد خان نے ورشگوم پر حملہ کرکے مہتر شاہ سلیمان کو گرفتار کرلیا اور پنیال میں لاکر قید رکھا اور ورشگوم کو گوہر آمان کے حوالے کردیا۔ مہتر شاہ کٹور نے درپسن میں کئے ہوئے وعدے کے مطابق روشن علی خان کی بہن آزاد خان کے نکاح میں دیدی اور اس کو اپنے خاندان کے رشتہ داروں میں داخل کیا۔

تھوڑے ہی عرصہ بعد آزاد خان بن برش نے بےرحمی سے بوڑھے ضعیف الحال مہتر سلیمان شاہ کو قتل کردیا اور اسکی لاش نامناسب طور پر اور بےحرمتی کے ساتھ گوہر آمان کے پاس ورشگوم بھیجدی۔

مہتر سلیمان شاہ کی اولاد: (۱) سخاوت شاہ (۲) بادشاہ ثانی اور (۳) عظمت شاہ

مہتر سلیمان شاہ کی تاریخی عظمت

وریشگوم کے خوش قسمت حکمرانوں میں مہتر سلیمان شاہ ایک ممتاز درجہ رکھتا تھا بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ خاندان تیموریہ کے ان حکمرانوں میں جنہوں نے چترال و گلگت پر حکومت کی۔ سلیمان شاہ اس سلسلے کے نامور بادشاہوں میں شمار ہوتا ہے یہ باہمت سردار چالیس سال تک چترال و وریشگوم کی سیاسیات پر چھایا رہا۔ اور نہ صرف اس علاقہ میں بلکہ شمالی ہند میں بھی اپنے لئے نام پیدا کیا۔ پرگنہ غذر کے ایک معمولی گورنر کے عہدہ سے ترقی کرکے اس نے اپنے زور بازو اور ہمت و شجاعت سے سارے علاقہ وریشگوم پر جس میں مستوج بھی شامل تھا قبضہ کر لیا لیکن اس کی اہم ترین مہم فتح گلگت ہے جہاں اس نے ترخان کے خاندان کے حکمرانوں کا خاتمہ کرکے گلگت کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اسی طرح اس نے اس ثمر و محاذ کو مضبوط بنا کر گلگت پر کشمیر کے سکھ راجوں کی یلغار کو ایک طویل عرصہ کیلئے ناممکن بنا دیا۔ اس کی ہمت و جرأت کا اندازہ اس سے کیا جاتا ہے کہ مجاہد اعظم حضرت سید احمد شہید بریلویؒ سے جو سکھوں سے برسرپیکار جہاد تھے تعلقات استوار کرکے گلگت کی راہ سے کشمیر پر حملہ کرنے کا عزم کر چکا تھا۔ [1] (چنانچہ حاشیہ پر اس کی تفصیل ملاحظہ ہو) لیکن قسمت نے

---

[1] مہتر سلیمان شاہ و سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان تعلقات و سفارت کی آمد و رفت کا تفصیلی بیان کتاب تاریخ مجاہدین میں پایا جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان کے گلگت پر قبضہ اور سکھوں کی اس جانب پیشقدمی کو روکنے کی وجہ سے وہ شمالی ہند میں کافی شہرت کا مالک ہوگیا تھا چونکہ انہی دنوں رئیس المجاہدین سید احمد بریلوی سکھوں سے برسرپیکار و جہاد تھے انہوں نے مہتر سلیمان شاہ کے پاس اخوند فیض محمد غزنوی کو بطور سفارت روانہ کیا۔ اور تحائف بھی ارسال فرمائے و اپنے نامۂ مبارک میں ان کو سکھوں کے خلاف جہاد میں شرکت کی دعوت دی تاریخ مذکور میں لکھا ہے کہ مہتر سلیمان شاہ نے دعوت جہاد کو لبیک کہا اور اپنے جواب میں لکھا ہے کہ علاقہ گلگت کی طرف سے کشمیر پر چڑھائی کرنے کے لئے وہ تیار ہے اگرچہ تاریخ مجاہدین میں قاصدوں کی کئی بار آمد و رفت کا ذکر ہے لیکن اس پر روشنی نہیں ڈالی گئی ہے کہ مہتر سلیمان شاہ نے کشمیر پر حملہ کیوں نہیں کیا۔ مہتر سلیمان شاہ نے جس خط میں سید صاحب کو یاسین کی جانب سے براستہ گلگت کشمیر پر یلغار کا یقین دلایا تھا اس کے اصل الفاظ یہ ہیں:- "انشاء اللہ تعالیٰ ایں خادم سادات و علماء و فقراء بہر وقتیکہ اعلام فرمایند در مقدمہ ملک مذکور دکشمیر شریک میشوم کہ ببایاں قریب است راہ ما پیچ بکشمیر جاہاں بسیار است ہر خدمتی کہ بہر طرف کشمیر بودہ باشد آمادہ ایم (سلیمان)" سلیمان شاہ نے چند چیزیں بطور تحفہ بھی بھیجی تھیں مثلاً ایک قرآن مجید قلمی خوشخط و مطلا اور ایک پیش قبض فولادی شیر ماہی کے دستے کی جس کی تہنال اور منہال نقرئی تھی چنانچہ اس گہری عقیدت و تعلقات کے سلسلہ میں مابعد کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ مہتر سلیمان شاہ نے حضرت سید احمدؒ کی خدمت میں جبکہ امیر المجاہدین سوات میں تھے ایک خادمہ (خاتون) جو ساکن علاقہ زیبک کے خاندان سے تھی انکے پاس بھیجی۔ سید صاحب نے اُن سے نکاح کیا اور آپ کی شہادت کے بعد یہ خاتون ولایت میں چلی گئیں تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ یہ سیدہ سید نواب شاہ کی لڑکی تھی جس کے خاندان میں سید مقیم شاہ معزز شخص گذرے ہے اور انکی لڑکی شاہ امان الملک والی چترال کے سلک ازدواج میں سیدہ خونزہ کے نام سے معروف تھی۔ اور شہزادہ شاہ ملک۔ وزیر ملک اور بہرام ملک وغیرہ کی والدہ تھی

مہتر سلیمان شاہ اور چترال کے شاہ کٹور محترم شاہ ثانی کے درمیان مخالفت پیدا ہوئی۔ اگرچہ شاہان کٹوریہ میں شاہ کٹور ایک ممتاز و بلند حیثیت کے عالی دماغ حکمران تھا مگر اسمیں شک نہیں کہ مہتر سلیمان شاہ اپنی طاقت و ہمت و جرأت کے لحاظ سے بھی اس کا ہمسر تھا بلکہ میدان جنگ میں اس کا پلہ ہمیشہ بھاری رہا۔ چنانچہ ۱۸۲۶ء میں اس نے تورکہو پر حملہ کرکے یہ علاقہ اپنی مملکت میں بزور شمشیر شامل کر لیا۔ لیکن چونکہ شاہ کٹور مستقلال سے حکمت پر کاربند تھا۔ اپنی حکمت عملی سے ورشگوم کے حکمران خاندان کے ارکان سے سازش کرکے اپنے ساتھ ملا لیا۔ چنانچہ سلیمان شاہ کے چچازاد بھائی آزاد خان بن برش والئی پنیال نے شاہ کٹور کے ایما پر مہتر سلیمان شاہ کے خلاف بغاوت کرکے اس کی طاقت کو شدید زک پہنچائی۔ اور آخر کار اسے گرفتار کرکے قتل کر دیا۔ اس طرح شاہ کٹور طاقت کے بل پر اپنے حریف کو شکست نہ دے سکا لیکن حکمت عملی و سازش کے ذریعہ خود اس کے رشتہ داروں کے ہاتھوں اس کا خاتمہ کرا دیا۔ بہرحال مہتر سلیمان شاہ کی ہستی خاندان تموریہ کے لئے قابل فخر ہے اور اس کا نام ایک باہمت مجاہد کی حیثیت سے تا ابد زندہ رہیگا۔

گوہر آمان بن ملک آمان کی بغاوت و معزولی

پڑھے بچے مہتر سلیمان شاہ کی اس خبرناک موت و بےحرمتی کو دیکھ کر گوہر امان بہت خفا ہوا اور آزاد خان سے منحرف ہو گیا اس پر آزاد خان نے لشکر بھیجکر گوہر آمان کو ورشگوم سے بیدخل کر دیا اور عبدالحمید نامی خوشوقتیہ کو ورشگوم کا حکمران مقرر کیا۔

گوہر آمان کا ورشگوم پر قبضہ اور دوبارہ معزولی

گوہر آمان آزاد خان کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر شاہ کٹور کے حضور میں پہنچا اور مدد کا خواستگار ہوا۔ شاہ کٹور چونکہ مہتر سلیمان شاہ کے اسطرح بےحرمتی سے مارے جانے پر آزاد خان سے خفا ہو گیا تھا لہذا ایک لشکر اس کے ساتھ روانہ کیا اور مزید شفقت کی خاطر اپنی لڑکی کو جو سعادت شاہ کی بیوہ تھی اسکے نکاح میں دیدی۔ اور گوہر آمان نے آسانی سے عبدالحمید کا خاتمہ کرکے ورشگوم پر قبضہ کر لیا۔ مگر ابھی تین چار سال نہ گذرنے پائے تھے کہ گوہر آمان غرور جوانی کی تاب نہ لا کر مستوج پر قبضے کا خواب دیکھنے لگا۔ جہاں اس کا چھوٹا بھائی مہتر میر آمان شاہ کٹور کے زیر سایہ حکومت کر رہا تھا اور وہ شاہ کٹور کا داماد بھی تھا۔ بنا بریں شاہ کٹور نے میر آمان کو لشکر دے کر ورشگوم بھیجا اور گوہر آمان مجبور ہو کر دخان کی جانب فرار ہو گیا اور وہاں محمد رحیم خان رئیسہ حکمران دخان کے پاس رہنے لگا۔ اس طرح ورشگوم بھی بشمول مستوج مہتر میر آمان کے قبضے میں آ گیا۔

گوہر آمان کا حاکم دخان کی مدد سے حملہ کرنا اور جنگ دارکوت

کچھ عرصہ بعد گوہر آمان محمد رحیم خان حاکم دخان سے کمک لیکر ورشگوم پر حملہ آور ہوا مہتر شاہ کٹور نے اپنے لڑکے شہزادہ تجمل شاہ اور نوابزادہ بیان شاہ کو لشکر دے کر میر آمان کی مدد کیلئے روانہ کیا انہیں زیادہ طاقتور پاکر گوہر آمان اور محمد رحیم خان بغیر جنگ کے پسپا ہو گئے۔ مگر شہزادہ تجمل حسین نے انکا تعاقب کرکے دارکوت کے پہاڑی درے میں جو یسین اور یارخون کے درمیان واقع ہے ان کو جا لیا۔ دونوں طرف سے سخت مقابلہ ہوا۔ شہزادہ تجمل شاہ اور گوہر آمان میں دست بدست مقابلہ ہوا جسمیں دونوں کو نیزہ سے خفیف زخم لگے۔ محمد رحیم خان حاکم دخان معہ اور مشہور پہلوانوں کی تلوار سے

زخمی ہوا۔ وزیر منصنت خان بن محبت نے شمشیر آبدار سے مشہور دخی پہلوان خیر اللہ کو ختم کر دیا۔ نور حیات بن سیاہ گوش نے دوسرے دخی سردار محمد یوسف کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ تیسرا سردار سعدان شاہ اور اس کا لڑکا بہادر خان بھی اس معرکہ میں کام آئے۔ چترالی سرداروں میں شہزادہ ریحان شاہ دشمن کے ہاتھوں زخمی ہوا۔ ملا کمال شاہ بندگانی کے لڑکے نے جو محمد طفیل اخوندزادہ نے جو شہزادہ تجمل شاہ کا مقرب تھا۔ اس لڑائی میں نمایاں بہادری دکھائی چنانچہ گوہر امان اور محمد رحیم خان نے بری طرح شکست کھا کر راہ فرار اختیار کی اور روخان میں جا کر دم لیا۔

گوہر امان کا چترال آنا اور پھر کوہستان تانگیر میں جلاوطنی

گوہر امان کو خان میں کافی مدت گذارنے کے بعد بھی جب کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو پھر شاہ کٹور کے حضور میں پیش ہو کر معذرت کا خواستگار ہوا۔ تین چار سال چترال میں رہا۔ اس دوران میں شاہ کٹور کی بیٹی کے بطن سے اس کا لڑکا ملک امان ثانی تولد ہوا اور موضع دنین میں پرورش پائی لیکن شاہ کٹور کو اپنا چھوٹا بھائی میر امان زیادہ عزیز تھا۔ اور علاوہ دامادی کے وہ اسے اپنے فرزندوں کی طرح پالتا تھا مستوج اور ورشگوم کی حکومت اسکے سپرد کر چکا تھا۔ گوہر امان تیز اور مغرور طبیعت کا تھا۔ اس لئے شاہ کٹور کو ناپسند تھا چنانچہ اسکو مع اہل و عیال دیر کی راہ سے کوہستان تانگیر کی طرف جلاوطن کر دیا۔ اور ہدایت کی کہ وہاں آرام سے رہو۔ گوہر امان نے یہ فیصلہ منظور کر لیا اور شاہ کٹور کی وفات تک کوہستان تانگیر میں جلاوطنی کے ایام گذارتا رہا۔

شاہ کٹور کی دیر پر لشکر کشی اور غزن خان کو تخت پر بٹھانا

قاسم خان والئی دیر کی ایک خاتون مہتر شاہ فاضل بن شاہ کٹور اول کی لڑکی تھی جس کے بطن سے ایک لڑکا غزن خان تولد ہوا تھا یہ ابھی چار سال کا تھا کہ اسکے بڑے بھائی محمد سعید خان نے جو اس ملک کی ایک کلش قوم کی عورت کے بطن سے تھا اپنے بوڑھے باپ قاسم خان کو بیدردی سے ہلاک کر دیا۔ اور خود تخت پر بیٹھ گیا۔ اور غزن خان کو اپنی راہ میں کانٹا تصور کر کے اس کو بھی قتل کرنا چاہتا تھا کہ اس کے رضاعی باپ نے اسے بچا کر چترال پہنچا دیا۔ جن دنوں مہتر شاہ نواز خان کو معزول کر کے شاہ محترم شاہ کٹور ثانی حکمران ہوا تو اس نے غزن خان کی پرورش اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور بعد میں اپنی ایک لڑکی بھی اسکے نکاح میں دے دی۔ اب غزن خان جوان ہو چکا تھا اور شاہ غزن نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اس کے باپ کا حق محمد سعید خان سے چھڑا کر اس کے حوالے کر دے۔ چنانچہ شاہ کٹور ایک لشکر لیکر دیر کی طرف روانہ ہوا۔ اور قلعہ دیر کا محاصرہ کر کے کئی بار اس پر حملہ کیا۔ مگر سخت نقصان اٹھانے کے باوجود قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ شاہ کٹور نے اس طرح کام بنتا نہ دیکھ کر چترال بو وار و زخشول سے تیل نکالکر کئی سو من تیل کشت زار زمینوں کے لئے نہروں میں ڈلوا دیا تاکہ آئندہ سال شالی کی فصل تباہ ہو جائے اور دیر کے عوام قحط میں مبتلا ہو جائیں یہ کام انجام دیکر خود مع لشکر واپس چترال آیا۔

دوسرے سال پھر ایک کثیر لشکر لیکر عازم دیر ہوا۔ تو لندی میں خان دیر کے قلعہ کو فتح کر کے قلعہ دیر کا پھر محاصرہ کیا تھوڑے ہی دنوں میں اہل قلعہ فاقہ کی وجہ سے مجبور ہو گئے اور قلعہ حوالے کر دیا۔ محمد سعید خان کو قتل کر دیا گیا۔

اور غزن خان کو تخت پر بٹھا کر شاہ کٹور نے پائندہ خیل و سلطان خیل کو جو بنات طاقتور اقوام تھیں مال و دولت سے نوازا تاکہ وہ غزن خان کی حمایت میں رہیں اور خود چترال چلا آیا۔ اس وقت سے اب تک دیر میں غزن خان کی اولاد کی حکومت قائم ہے۔ غزن خان کا بیٹا رحمت اللہ خان اور اس کا بیٹا نواب محمد شریف خان پھر نواب بادشاہ خان پھر نواب شاہ جہان خان یکے بعد دیگرے سریر آرائے حکومت ہوتے رہے ہیں۔ بدبیگان کی اولاد شہزادگان کوشکی دیر کے تخت پر بیٹھ گئے

شہزادہ فرخ سیر

شاہ کٹور کا بیٹا شہزادہ فرخ سیر جو فتح علاقہ خندر کے موقع پر باپ سے بگڑ کر روشان چلا گیا تھا کئی سال وہاں آوارہ پھرتا رہا پھر چترال واپس آیا مگر دماغ سے غرور و نخوت نافرمانی کا نشہ نہیں اترا تھا۔ مجبوراً شاہ کٹور نے اسے دوبارہ دیر و بجاوڑ کی طرف بدر کر دیا۔ یہاں سے اس نے ایک لشکر تیار کر کے ناگہاں دروش پر حملہ کر کے سر بلند خان کا جو شاہ کٹور کا بھائی اور دروش کا حکمران تھا محاصرہ کر لیا شاہ کٹور نے وہاں سے مطلع ہو کر لشکر بھیجکر فرخ سیر اور اس کے ہمراہیوں کو قتل کر دیا گیا۔ مگر شہزادہ کو پھر چھوڑ دیا گیا۔ لیکن اس نے جلد ہی یہ مشہور کر دیا کہ میں نے اپنے والد کے حکم سے چچا پر حملہ کر دیا تھا۔ اس سے فرخ سیر کا مقصد دونوں بھائیوں میں نااتفاقی پیدا کرنا تھا۔ شاہ کٹور یہ سنکر غصہ و قہر سے برانگیختہ ہو گیا اور اس کی آنکھیں نکالنے کا حکم دیا مگر طاز مولا نے نشتر سے تھوڑی زخمی کر کے کچھ عرصہ بعد اسے بجاوڑ کی جانب بدر کر دیا۔ وہاں اس کی آنکھیں پھر ٹھیک ہو گئیں۔ اور اب وہ اس ارادہ سے بڑا گیا کہ وہاں جا کر مہتر شاہ نواز خان کے لڑکے مسلم شاہ کو جو اکثر دروش کے علاقے پر حملے کرتا رہتا تھا قتل کرے تاکہ اس کا والد شاید خوش ہو جائے چنانچہ اس نے دوستی و محبت کے پردے میں مسلم شاہ سے قربت کی کوشش کی۔ مگر مسلم شاہ کو اس کے ارادے کا علم ہو چکا تھا لہٰذا کچھ ہی دنوں کے اندر جبکہ فرخ سیر نماز میں مشغول تھا مسلم شاہ نے اسے قتل کر دیا۔ اور اس کی نعش تابوت میں رکھ کر چترال بھیجدی۔

شاہ کٹور کا بیلم میں مسلم شاہ پر حملہ

اگرچہ محترم شاہ کٹور اپنے لڑکے فرخ سیر سے خفا تھا مگر بیٹے کے قتل پر پیدائشی شفقت سے مجبور ہو کر مسلم شاہ بن شاہ نواز خان سے بدلہ لینے کی خاطر ایک لشکر تیار کر کے بیلم پر حملہ آور ہوا۔ مسلم شاہ قلعہ کے اندر محصور ہو گیا۔ سرداران لشکر نے قلعہ پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا مگر شاہ کٹور نے شام تک تاخیر کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس عرصہ میں اسمار سے مسلم شاہ کو کمک پہنچ گئی اور جب چترالی لشکر نے اس پر حملہ کیا تو سخت نقصان اٹھا کر پسپا ہوئے بہت سے آدمی مارے گئے۔ اور فتح سے ناامید ہو کر جب شاہ کٹور واپس روانہ ہوا تو کہتے ہیں کہ مسلم شاہ نے اپنے لشکر کو حکم دیا تھا کہ کوئی شخص شاہ کٹور کی طرف بندوق نہ چلائے کیونکہ بادشاہ کی ذات کو اگر نقصان پہنچا۔ تو ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچیگا کہ اسکی تلافی ہمارے امثال کے لوگوں سے متصور نہیں۔

حضرت سید احمد بریلوی رح اور شاہ محترم شاہ کٹور کے درمیان بالواسطہ تعلق اور انکا مکتوب

شاہ کٹور ثانی کے عہد کے تذکرہ میں سید احمد شہید بریلوی رح کے متعلق کوئی واقعہ مقامی طور پر نہیں ملتا۔ لیکن کتاب تاریخ مجاہدین میں اس بارے میں بیان کیا گیا ہے وہ بغرض دلچسپی ناظرین یہاں نقل کیا جاتا ہے اجمالاً

مجاہدین صـ۱۸۱ از مولانا غلام رسول مہر بی اے سابق ایڈیٹر انقلاب لاہور سے نقل کیا گیا ہے)

۱۸۲۶ء میں یعنی شاہ کٹور کے انتقال کے گیارہ سال قبل حضرت امیر المجاہدین سید احمد بریلویؒ کی جانب سے ایک وفد شاہ بخارا کے پاس جاتے ہوئے براہ بجاوڑ چترال آیا اس وفد میں جسکی قیادت میاں جی محی الدین چشتی کر رہے تھے تو حضرات اور شامل تھے یہ سفارت براہ بجاوڑ چترال آیا اور بادشاہ سے ملاقات کی اور حضرت سید احمدؒ کا ایک مکتوب بھی انہیں دیا۔ اس وفد کے ارکان قیام چترال کے دوران میں شاہ چترال کے مہمان رہے اور جب چترال سے بخارا کی طرف روانہ ہوئے تو سرحد بدخشاں تک ان کو رہبروں کے ذریعہ بحفاظت پہنچا دیا گیا۔

مجاہدین کے وفد کے ارکان کے اپنے بیانات سے جو تاریخ مجاہدین میں ذکر ہوئے ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چترال کے لوگ ان دنوں بہت سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور مشعلیں ناپید تھیں اور لوگ چیڑ کی لکڑیاں جلا کر مشعلوں کا کام لیتے تھے۔ خرید و فروخت کے لئے سکوں کا رواج نہ تھا بلکہ اجناس کا تبادلہ ہوتا تھا وفد کے ارکان نے اپنے ساتھ کافی مقدار میں ہلدی۔ سونٹھ۔ نمک۔ سوئیاں۔ سوتی کپڑا وغیرہ لے لیا تھا۔ جو انھوں نے دیہات کے لوگوں میں فروخت کیں ان کے بیان کے مطابق ایک سوئی کے بدلے بیس سے تیس تک سیب و ناشپاتی مل جاتے تھے سونٹھ و ہلدی کی ایک گرہ کے بدلے انگور کے پانچ چھ خوشے خریدے جاتے تھے سوتی کپڑے کے ایک تھان کے بدلے پشمینے کا ایک عمدہ چغہ مل جاتا تھا۔ وفد کے ارکان کا خیال ہے کہ چترال ان دنوں کافی خوشحال تھا۔

یہ اس بادشاہ کی خوش قسمتی تھی کہ حضرت سید احمد بریلوی کے کاروبار جہاد و فدائیکے احوال و سوانح سے بے خبری کے باوصف عام انسانی اور اخلاقی حسن سلوک سے کام لیکر وفد مجاہدین کے احترام میں ایک اہم فرض انجام دیا اور کسی نہ کسی درجہ میں حضرت سید احمد شہید بریلوی سے بالواسطہ طور پر تعلق قائم کیا اور امیر المجاہدین کے مکتوب سے افتخار حاصل کی۔ (کاظمی مصحح میر لوپہ)

شاہ کٹور ثانی کی وفات

تیس سال حکمرانی کے بعد ۱۸۳۸ء مطابق ۱۲۵۴ھ میں شاہ کٹور ثانی اس عالم فانی سے رخصت ہوا اسکی عمر قریباً ایک سو سال کی تھی شاہی قبرستان بروز میں دفن کیا گیا۔ اس کی وفات سے تمام ملک میں ماتم منایا گیا۔ مرزا محمد غفران نے یہ شعر لکھے ہیں۔

گرامی نقش پاک شستند از آب
کفن جامہ گزید و تابوت جائے
و ر د خنہ کردند بہ د سے فراز
چنیں است انجام فانی سرائے

معطر بہ کافور و مشک و گلاب
سپردند جسش بہ عفو خدائی
بجا کش سپردند و گشتند باز
کہ دائم کس اینجا نماند بجائے

شاہ کٹور کی اولاد:۔ فرخ سیر۔ میر غضب شاہ۔ غضب شاہ۔ مقرب شاہ۔ شاہ افضل ثانی ان پانچوں کی والدہ بادشلہ

بن شاہ عالم کی صاحبزادی تھی۔ تجمل شاہ۔ اسکی والدہ بھی بادشاہ کی دوسری بیٹی تھی۔ تحول شاہ۔ مقدم شاہ۔ بخوزر شاہ۔ ان تینوں کی والدہ بادشاہ بن شاہ عالم کی تیسری بیٹی تھی۔ ذوالفقار شیر۔ نواب شاہ۔ مہتر آباد۔ ان تینوں کی والدہ چترالی تھی۔

شاہ کٹور کی پانچ بیٹیاں تھیں جنہیں سے دو یکے بعد دیگرے مہتر میر امان سے بیاہی گئیں۔ تیسری گوہر امان کی زوجہ تھی۔ چوتھی کی شادی خان غزن خان والیٔ دیر سے اور پانچویں کی شادی پیر دوست خان ابراہیم خیل والی بجاوڑ سے ہوئی تھی۔

شاہ کٹور ثانی کے کارنامے

شجاعت، بسیاست دانی۔ بلند ہمتی۔ انصاف پسندی میں یکتائے روزگار تھے ایام شاہزادگی سے تخت نشینی تک ان کے بہادرانہ کارنامے اور سیاسی تدبر نے ملک میں دھاک بٹھا دی تھی۔ اگرچہ جوانی گذار کر تخت پر بیٹھے مگر ان کا جوش بہت ایام حکمرانی میں بھی بلند رہا۔ وہ ایک پاک عقیدہ کے سنی مسلمان اور خدا ترس بادشاہ تھے۔ نماز روزہ کے پابند تھے۔ ان کی اوصاف لوگوں کی زبان پر آجتک اپنی مثال نہیں رکھتیں اور ان کی سپہگری کا لوہا سارا ملک مان گیا تھا۔ ان کے عہد کے واقعات تاریخ میں مذکور ہیں جنہیں میر کو کمن بیگ والیٔ بدخشاں کو ان کی بدعہدی کی پاداش میں تباہ کرنا اور خان محمد سعید خان والیٔ دیر کو شکست دیکر خان غزن خان اصلی وارث دیر کو تخت پر بٹھانا اور جہان خان والیٔ وخان کو زریح علاقہ تور کھو پر چھاپہ مارنے کی پاداش میں مناسب سزا دینا اہم واقعات ہیں۔ انہوں نے افغان و بدخشان کے حکمرانوں کے ساتھ اتحاد قائم کیا۔ محمد مراد بیگ اوزبکیہ نے جب کوہ کن بیگ پر غرور کی تباہی کے بعد بدخشاں اور قندز پر حکومت حاصل کی تو شاہ کٹور کے ممنون احسان ہوئے۔ اور نہایت تعظیم و تکریم سے دوستانہ تعلقات اور وسائل رسل و رسائل کے مراسم جاری کئے۔ گوہر امان سے جب ایک بار گستاخی دیکھی تو کوہستان ماتگیر اسکی جائے رہائش مقرر کی اور تا وقتیکہ شاہ کٹور زندہ رہے۔ وہاں سے قدم باہر نہ نکال سکا۔ خیر اللہ کی مہمات میں شاہ کٹور پیش پیش تھا۔ مگر جب خیر اللہ کا دور ختم ہوا تخت حکومت اپنے بڑے بھائی شاہ نواز کے حوالے کرکے مستوج میں جاکر رہنے لگا۔ خان بہادر بن محمد شفیع بار بار ان کی مخالف کاروائیوں میں شریک رہا۔ مگر اسکی پرواہ نہ کی اور اس کو علاقہ خندز کی حکومت پر بحال رکھا۔

شاہ کٹور کے عہد کے معززین و مقربین

یہ بادشاہ اپنے دوستوں اور خیرخواہوں کے حق میں بہت مہربان اور دشمنوں کے لئے شیر غراں تھے۔ چنانچہ جن لوگوں نے ایام جلاوطنی میں ان کی خدمات میں اخلاص اور وفاداری کا برتاؤ کیا تھا۔ اپنی تخت نشینی کے بعد ان کو عزت و اکرام اور جاگیرات سے نوازا۔ ان کی جلاوطنی کے دنوں بہت سے عمائدین ملک ان کے ساتھ غریب الوطن تھے۔ چنانچہ رضا خیل خاندان سے محمد شاہ اور خوشے خاندان سے میر جہان خان اور خوشحال بیگیہ خاندان سے خوشحال بیگ ثانی قابل ذکر ہیں جو کہ ان کے شریک صحبت وزراء تھے۔ ان کے علاوہ میرانئیہ قوم سے عنش باشندہ برنوز اور میمور بیگ سکنہ کلاکس شیشی کوہ اور امیر باشندہ

شنور۔ وزیر بیگ باشندہ بولکہو۔ مراد بیگ باشندہ کشم نے جلاوطنی کے ایام شریک خدمت رہ کر بڑی خدمات انجام دیں اور جب شیر جنگ کو ختم کر کے یہ منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچا، تو محبت باشندہ شالی جو پہلے سے شاہ کٹور کے جان نثار خادموں میں سے تھا نے اپنے بادشاہ کی خاطر وہ کام کیا اور تخت نشینی کے بعد انہی خدمات کے صلہ میں ان سے وزیر کا خطاب پایا۔ اور بڑی جاگیروں سے نوازا گیا۔ محبت بڑا بہادر شخص تھا۔ اسی طرح ان کے اور ساتھیوں نے جو اس خدمت میں شریک مہم تھے۔ وزیر بیگ اور امیر نے بڑے انعام اور جاگیر پائی۔ اور بادشاہ نے ہر ایک کو مناسب احوال مرتبہ اور اعزاز سے سرفراز کیا۔ چنانچہ محبت کے خاندان میں شفعت خان مظفر خان اور معظم خان تک معزز وزراء گذرے اور امیر کے خاندان میں محمد بیگ محمد شاہ اور اس کا لڑکا سعادت شاہ تک چار دہلی کے عہدوں پر سرفراز رہے اور حنفیؒ کے خاندان میں نیاز علی خان۔ دلیان بیگی وفادار خان۔ وزیر عنایت خان اور اس کے لڑکے یعقوب خان و یوسف خان تک معزز گذرے جمہور بیگ اور وزیر بیگ و مراد بیگ بڑی بڑی زمینوں کے مالک ہوئے۔ شاہ کٹور محترم شاہ جوہر اخلاص و خدمات کے قدردان تھے۔ مہتر شاہ نواز خان کے عہد حکمرانی میں جب داراب شاہ بن خیر اللہ نے باپ کے قتل کے بعد دراسن میں جنگ برپا کی تو خان بہادر بن محمد شفیع نے اس کی حمایت میں شاہ کٹور کے خلاف ہو کر مع لشکر وہاں آ کر بے دریغ خدمات انجام دیں۔ اس جنگ میں روشت قوم کے ایک فرد بابی نام نے شاہ کٹور کی طرف سے خان بہادر کے خلاف بڑا کام سرانجام دیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں خان بہادر نے اس کی اولاد کو چن چن کر قتل کیا تھا۔ شاہ کٹور جب دوبارہ تخت نشین ہوا تو بابی مذکور کی باقی اولاد کو چترال بلا کر عزت و جائیداد سے سرفراز کیا۔

تاریخ میں مذکور ہے کہ جب شاہ کٹور محترم شاہ شیر جنگ کو ختم کرنے کی مہم میں برونز کی پہاڑیوں میں چھپا ہوا تھا۔ تو ابو البشر نام کا ایک شخص ان کو روٹی و پانی خفیہ طور پر وہاں پہنچایا کرتا تھا۔ نتیجہ اس خدمت کا یہ ہوا کہ جب شاہ کٹور تخت نشین ہوا ابو البشر مذکور کو سند خوشنودی اور معافی مالیہ و واجبات حکومتی عطا ہوئی جس کی نقل یہاں پیش کی جاتی ہے۔

"فرزندان کامگار و اولاد بخت بیدار که بعد الیوم بر مسند پادشاہی چترار قائم و استوار باشند واقف بوده باشند که چون ابو البشر نام در عین ہنگام سختی که در جبال برنز و در کمین دشمن مخفی بودیم در خدمت ما حق جان سپاری بجا آورد و آب و طعام بر قلۂ کوه بما رسانید و جان خود را بر کف نہاده خدمت کرد و بعد از آن که حق سبحانہ ما را ازاں مہلکہ سلامت برآورده و بر افغان زمین رفتیم دست از رکاب ما برنداشتہ ہموار خدمت شائستہ و جان سپاری با ما بانجام می رسانید تاکہ او سبحانہ ما را بر مسند پادشاہی سرفراز گردانید لہذا نظر مرحمت ما برا و بخشش از بخشش است: تا بعد کہ از اولاد کامگار ما ہر کہ بر مسند پادشاہی نشیند برعایت مہر ما بر اولاد ابو البشر ہموارہ در مرحمت و ملاطفت دارد و بہ قلنگ و مالیہ و واجبات مہتری و غیر آن بہ ہیچ چیز طلبگار نشوند کہ طبق نان و کاسۂ آب ہم از ایشان نخواہند و الا فردائے قیامت باباز خواست سخت دوچار خواہند شد بگواہی محمد پناه و سبحان قلی خان و محبت ۱۲۳۶ھ

مہر شاہ افضل ولد محترم شاہ مہر محترم شاہ

اس سند سے معلوم ہوا کہ ابو البشر اس خدمت کے بعد شاہ کٹور کی خدمت میں جلاوطنی میں رہ کر بجوارہ خدمات شائستہ سے بادشاہ کی رضامندی حاصل کی تھی جو خود تسلیم کرتے ہیں۔ یہ سند بڑی خوشخط اور جلی قلم سے ہے۔

شاہ کٹور کی علم نوازی

شاہ محترم شاہ ایک شجاع حکمران اور تجربہ کار سیاست دانی کے باوصف علم و ہنر کے بھی دلدادہ اور قدردان تھے۔ چنانچہ انہوں نے علمائے کرام کی عزت افزائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ان کے عہد میں ملک کے گوشہ گوشہ میں اسلامی درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ چنانچہ علماء میں قاضی شہاب الدین شاہ کٹور کے دربار میں بڑے احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ جس کا باپ قاضی شرف الدین اور اس کا باپ قاضی توکل ملا محمد رفیق کا صاحبزادہ تھا جو رستاق بدخشان سے یہاں آکر عہد رئیسہ سے آباد ہوا تھا۔ اور راین کے قاضی محمد نظام اس بادشاہ کے ہم عمر اور بے تکلف دوست اور بڑے خوش طبع ظریف تھے۔ ملا غلام رسول ژانگ کا نامور عالم تھا اس نے ایک سو سال عمر پائی تھی۔ ملا حبیب اخوند چرکین کے افواج میں کمال اور شاہ کٹور کے دربار میں محترم تھا۔ ملا عباس و ملا کمال شاہ پنجاب سے یہاں آئے اور بادشاہ کے دربار میں رسوخ پایا۔ شہزادہ تجمل شاہ ان کے شاگرد تھے۔ ملا مولوی باشندہ تیجو اور ملا فوتی باشندۂ موردی ملا محمد کبیر باشندہ ایران۔ مولوی جامی باشندۂ ارغونج اور ملا عبد الغنی باشندہ بروز اس بادشاہ کے عہد کے نامی علماء ہیں۔ جو تذکرۂ مشاہیر میں مفصل یاد کئے گئے ہیں۔

ملا سعد الدین باشندۂ کجو شاہ کٹور کے پیش امام تھے۔ بادشاہ نے کجو میں اسے زمین بخشکر جو سند عطا فرمائی تھی وہ یہاں بجنسہٖ نقل کی جاتی ہے تاکہ اس بادشاہ کی علم نوازی معلوم ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

منکہ محترم شاہ ابن شاہ افضلم در تاریخ ۱۲۵۲ سنہ ہجری چہار قلبہ زمین بر سبیل صدقہ بمقتضائے شریعت الغراء محمدی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیات بہ فضیلت پناہ شرافت دستگاہ صداقت آئین ملا سعد الدین آخوند کہ مدۃ چند سال در صحبت ما با مامت منسوب بود بخشیدیم بشہادت اقبال محمد پناہ و اقبال بیگی و اقبال بیگل پس باید کہ ہر کہ از راہ حق سبحانہ وتعالیٰ بجا نزیں ایام بشرافت حکمرانی ایں ممالک سرافرازی ارزانی فرماید تعظیم حضرت الٰہی جل شانہٗ منظور داشتہ و حرمت روح پر فتوح حضرت رسالت پناہی را علیہ السلام ملاحظہ نمودہ زمین مذکور را از اولاد ملائی موصوف باز نستانند کہ در قریہ کوژدی پایاں واقع است والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام

مہر غلام جیلانی تجمل

۱۲۴۹ھ

مہر مرید غوث الاعظم

شاہ کٹور است

شاہ کٹور کے عہد میں نامی گرامی شعراء بھی چترال میں موجود تھے چنانچہ مرزا محمد سیر اور محمد صفا اور شاہزادہ تجمل شاہ یارخون کے ملا بیچ اور مستوج کے لعل وجیہ جن کے تذکرے تذکرۂ مشاہیر میں مفصل درج کئے گئے

رہے۔ وزیر منفعت خان بن محبت ملا جُبیب اخوند کی شاگردی سے علم تفسیر اور اخلاقیات میں پوری طرح فیض حاصل کیا اور کلیلہ و دمنہ کی کتاب تمام حفظ کی تھی۔

شاہ کٹور ثانی کے تعمیری کام

شاہ کٹور نے ملک میں بنجر زمینوں کو آباد کرنے پر زیادہ توجہ دی چنانچہ سنجور آن۔ اسپاغ لشٹ۔ بلچ ان کی آباد کردہ ہیں۔ نہریں نکال کر ان کو آباد کیا۔ اسپاغ لشٹ میں بڑے باغ لگوائے تھے جو مرور زمانہ کے باعث دریا کی نذر ہوئے انہوں نے بہت سی سڑکیں جو پہاڑوں کی اونچائی پر ہونے کی وجہ سے دشوار گذار تھیں دریاؤں کے کنارے بنا کر آسان کر دیا گہیرت گول اور چترال گول میں شکار کے لئے جو راستے انہوں نے بنوائے تھے اب بھی موجود ہیں اور وہ ان راستوں پر خچروں کے ذریعہ سلسلہ آمد و رفت کیا کرتے تھے۔

قلعہ چترال میں ان کی یادگار دو برج اور ایک بنگلہ ۱۹۱۵ء تک موجود تھا۔ شاہ کٹور نے ان کا تعمیر کردہ ہے شاہی بازار کی جامع مسجد ان کی تعمیری یادگار ہے جس کی تعمیر کے لئے ہندوستان سے معمار اور ترکھان وغیرہ بلائے گئے۔ چنانچہ یہ مسجد اپنی مثال آپ تھی۔ اب اس مسجد کی دوبارہ بجلد یہ موجودہ دور کی تعمیر کی شکل ذوقِ ریاست کی مرہون منت ہے۔

ساتواں باب

مہتر شاہ افضل ثانی ۱۸۳۸ء سے ۱۸۵۴ء تک
۱۲۵۴ھ ۱۲۷۰ھ

شاہ محترم شاہ کٹور ثانی کے انتقال کے بعد ان کا لڑکا "شاہ افضل ثانی" اپنے دوسرے بھائیوں کے اتفاق سے تخت پر بیٹھا۔ اس نے علاقہ دروش کی حکومت جو ارغوچ سے بلیم تک پھیلی ہوئی تھی شہزادہ تجمل شاہ کو اور علاقہ موڑکہو، دراسن ریحان شاہ بن شہزادہ غضنب شاہ کے حوالے کر دیا۔ اگرچہ اسکے اپنے بیٹے جوان تھے۔ مگر شاہ افضل نے اپنے بھائی اور بھتیجے کو ان پر ترجیح دی۔

شہزادہ تجمل شاہ کا چترال پر حملہ

ابھی اس کی تخت نشینی کو تین مہینے بھی نہیں گذرے تھے کہ شہزادہ تجمل شاہ بعض کوتاہ اندیش مصاحبوں کے ایماء پر چترال پر حملہ آور ہوا اور تجمل شاہ کی والدہ کی معاونت سے جو حرم سرا میں موجود تھی قلعہ کے ایک برج پر بھی قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا شاہ افضل نے جو پہلے ہی اس اچانک حملے سے بدحواس باختہ ہو گیا تھا سات دن تک سخت مقابلہ کیا۔ آخر کامیابی کی کوئی صورت نہ دیکھ کر جان بچانے کی خاطر قلعہ سے نکل کر عازم شغور ہوا۔ جہاں اس کا بڑا بیٹا محترم شاہ ثالث حاکم تھا۔ دراسن میں ریحان شاہ شہزادہ تجمل شاہ کے حملہ کی خبر سن کر شاہ افضل کی مدد کو روانہ ہوا۔ وہ کوغزی کے مقام پر ہی پہنچا تھا کہ اسے بادشاہ کے قلعہ سے نکلنے کی اطلاع ملی۔ اور تجمل شاہ کے قاصدوں نے وہاں پہنچکر اسے اپنے ساتھ ملا لیا۔ مگر جلد ہی تورکہو سے دوسرے شہزادے یعنی امان الملک اور میر افضل خان بھی وہاں آ پہنچے اور ریحان شاہ جو ان کی بہن سے شادی کر چکا تھا مارے شرم کے تجمل شاہ سے پھر گیا۔ چنانچہ تینوں شہزادے کشم بران کی راہ سے روانہ ہوئے اور شغور سے مہتر شاہ افضل نے لشکر کی پیشقدمی شروع کی۔ یہ لوگ سین کے مقام پر ایک دوسرے سے ملے اور آگے بڑھ کر سنگور کے گاؤں کی حدود میں مورچے ڈال دیئے۔ شہزادہ تجمل شاہ نے اپنا لشکر دریائے چترال کے کنارے گرد ڈی باغ تک پھیلایا ہوا تھا اور یہ ساری پہاڑی اس کی سپاہ سے بھری ہوئی تھی اور وہ خود ہی ان کی قیادت کر رہا تھا۔ دونوں فوجوں میں سخت جنگ ہوئی اور طرفین کے سورما کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ آخر کار شہزادہ تجمل شاہ کے لشکر کو شکست فاش ہوئی اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے شہزادہ مذکور نے راہ فرار اختیار کی اور دالیون چلا گیا۔ شاہ افضل فتح کا نقارہ بجاتا ہوا قلعہ میں داخل ہو گیا۔ تجمل شاہ ابھی دالیون پہنچا ہی تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ مسلم شاہ بن شاہ نواز خان نے بلیم سے آ کر دروش پر حملہ کر کے

بہت سے لوگوں کو مار ڈالا ہے اور مال و اسباب غارت کر رہا ہے لہٰذا تجمل شاہ فوراً اس کی سرکوبی کیلئے روانہ ہوا۔ اور اس طرح قلعہ ایون پر بھی شاہ افضل کا قبضہ ہوگیا۔ مسلم شاہ دروش سے بھاگ کر بیلم چلا گیا اور شہزادہ تجمل شاہ دروش میں رہنے لگا۔

تجمل شاہ کا دوسرا حملہ اور جنگ دلوموچ

جب شہزادہ تجمل شاہ اپنے زور بازو سے فتح یابی سے مایوس ہو گیا تو غزن خان والئی دیر سے مدد مانگنے دیر گیا چونکہ شہزادہ مذکور اور غزن خان کے مابین گہرے تعلقات تھے۔ غزن خان نے تین ہزار فوج بطور کمک اس کے ساتھ روانہ کی شہزادہ تجمل شاہ نے محمد علی خان بن سربلند خان کو بھی اپنے ساتھ ملا کر لشکر دیر کی مدد سے چترال پر حملہ کر دیا۔ مہتر شاہ افضل قلعہ کو مسلح لشکر کی حفاظت میں چھوڑ کر خود شغور چلا گیا۔ اور وہاں سے ایک بھاری فوج علاقہ خندر کے سرداروں کی قیادت میں تیار کر کے دلوموچ کے مقام پر مورچے بنا کر جنگ کے لئے تیار ہوگیا۔ تجمل شاہ نے افغان لشکر کو دانگ بانار میں چھوڑ کر مقامی لشکر کو چترال سے سنگور کے درمیان مورچوں پر متعین کیا۔ اور دلوموچ کے نزدیک سنگور کے گاؤں میں گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی۔ مرزا محمد غفران کے اشعار سے صرف ایک بیت پر اکتفا کیا جاتا ہے

زلبس غرش در رعد ہائے تفنگ ٭ بغاری فرو رخت شمس و پلنگ

لڑائی زور شور سے جاری تھی کہ محمد علی خان بن سربلند خان کے بھائی کی بندوق سے مہتر شاہ افضل کی گردن پر گولی لگی اور وہ خفیف سا زخمی ہوگیا۔ شہزادہ تجمل شاہ کی فتح یابی یقینی اور قریب تھی کہ کسی نے اس کو بتلایا کہ سربلند خان کے لڑکوں نے تمہارے بھائی شاہ افضل کو مجروح کر دیا ہے اور اب تمہاری جان کے درپے ہیں تاکہ تخت ان کیلئے خالی ہو جائے ـــ شہزادہ تجمل شاہ ایک دھمل اور نیک سیرت آدمی تھا یہ سنکر زار زار رونے لگا اور کہا کہ میں دنیا کے چند روزہ اقتدار کے لئے اپنے عزیز بھائی کی ہلاکت کا باعث بنا۔ چنانچہ اس لغزش کا نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر میں بد دلی پھیل گئی۔ اور جلد ہی جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور شہزادہ تجمل شاہ نے چترال گول میں سے ہو کر پہاڑوں کے راستے دروش کی طرف راہ فرار اختیار کی۔ مہتر شاہ افضل چترال کے قلعہ پر قابض ہوگیا۔ افغان لشکر جو ان حالات سے بے خبر تھا۔ شاہ افضل کے لشکر کی ناگہانی آمد سے گھبرا کر چترال نالہ کے اندر چلا گیا مگر راستہ سے ناواقفیت اور دشوار گزار پہاڑوں کی وجہ سے وہیں محصور ہو گئے۔ تین روز فاقہ کرنے کے بعد مجبوراً واپس آئے لہٰذا اسارا اسلحہ و سامان ان سے چھین کر ان کو خالی ہاتھ دیر واپس بھیج دیا گیا۔

شفقت برادری کی مثال

کہا جاتا ہے کہ جب شہزادہ تجمل شاہ اس جنگ سے شکست کھا کر نالہ چترال کے اندر ایک مقام پر پہنچکر ٹھہرا ہوا تھا۔ بڑے بھائی کے پاس مزاج پرسی کے لئے آدمی اور برف بھیجتا رہا۔ بھائیوں کی یہ باہمی محبت ایک عجیب مثال ہے کہ ایک طرف تو ایک دوسرے کے خلاف دنیا کیلئے برسرپیکار رہتے۔ اور دوسری طرف ایک دوسرے کے ساتھ مشارکت خون کی وجہ سے شفقت برادری کے راہ و رسم جاری تھی۔

اس جنگ میں خذرہ کے سرداروں نے چونکہ نمایاں بہادری دکھائی تھی اسلئے مہتر شاہ افضل نے بصلہ خدمات سلطان خان بن ناصر علی بن سنگین علی دوم اور محمد بیگ بن امیر کو ہرتول اور دادی میں جاگیریں عنایت فرمائیں جو آج تک اُن کی اولاد کے پاس موجود ہیں۔

مہتر میر آمان کی معزولی اور گوہر آمان کے حالات

پیشتر ذکر ہو چکا ہے کہ مہتر شاہ کٹور ثانی نے مہتر گوہر آمان کو کوہستان تانگیر میں جلا وطن کرکے بھیج دیا تھا چنانچہ شاہ کٹور کے انتقال کے ایک سال بعد تک وہ تانگیر ہی میں مقیم رہا۔ شاہ کٹور کی وفات کے موقع پر مہتر میر آمان تعزیت کے لئے چترال آیا تھا۔ اور واپسی پر اس نے نقارہ بجانے کا حکم دیا جس کی وجہ سے مہتر شاہ افضل سخت خفا ہوگیا اس کے علاوہ وہ شہزادہ محبل شاہ کے ساتھ خفیہ تعلقات بڑھا رہا تھا۔ چنانچہ مہتر شاہ افضل نے میر خلیل بن منشور خان کو یہ پیغام دے کہ گوہر آمان کے فیما بین بھی دوستانہ تعلقات قائم تھے۔ مہتر گوہر آمان اس اجازت کے بعد خفیہ طور پر درشگوم آیا اور وہاں مناسب انتظام کرنے کے بعد مستوج پر حملہ آور ہوا تو مقابلہ کی کوئی صورت نہ دیکھ کر بغیر مقابلہ کئے راہ فرار اختیار کی اور دیر، سوات اور میدان کی حدود میں جا کر رہنے لگا۔ مہتر گوہر آمان علاقہ خوشوقتیہ کا مالک ہوگیا۔

گوہر آمان کا گلگت پر قبضہ

جن دنوں مہتر گوہر آمان مہتر شاہ افضل کی مدد سے ممالک خوشوقتیہ یشگوم و مستوج پر حکمران ہوا آزاد خان بن تورش پنیال اور گلگت پر حکومت کر رہا تھا۔ مگر کچھ مدت کے بعد حاکم نگیر نے گلگت پر حملہ کرکے آزاد خان کو قتل کروا دیا اور محمد خان بن کریم خان بن گرتیم رئیسہ کو وہاں کا حکمران بنایا۔ پنیال پر خان بہادر خان بن تورش کے بیٹے بجوم خان نے قبضہ کر لیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد خان دوران بن تورش کے لڑکے مشقول اور مقصود خان نے بجوم خان کو قتل کرکے پنیال کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ خان بہادر کے لڑکے عیسیٰ بہادر اور آزاد خان کے لڑکے مدد خان بھاگ کر مہتر گوہر آمان کے پاس آئے اور مدد کے خواستگار ہوئے۔ چنانچہ وہ لشکر لیکر ان کی مدد کو گیا اور پنیال پر حملہ آور ہوا لڑائی میں مشقول عیسیٰ بہادر کے ہاتھ سے مارا گیا اور مقصود خان گرفتار ہو گیا۔ آزاد خان کے لڑکے مدد خان کو حکومت پنیال پر بٹھا کر مہتر گوہر آمان واپس آگیا۔ یہ مہم سر کرنے کے بعد مہتر گوہر آمان عیسیٰ بہادر کو ہمراہ لیکر گلگت پر حملہ آور ہوا۔ حاکم گلگت کریم خان رئیسہ بغیر مقابلہ کئے ہی بھاگ گیا۔ اور گلگت پر گوہر آمان کا قبضہ ہوگیا۔

پنیال پر قبضہ

مہتر گوہر آمان کے چچا مہتر توت خان کو چونکہ آزاد خان بن تورش نے قتل کیا تھا لہذا گوہر آمان نے تورش کی اولاد سے بدلہ لینے کی خاطر مقصود خان بن خان دوران کو جو قید تھا اور آزاد خان کے دو نابالغ لڑکوں یعنی مدد خان و ولایت خان کو اور عیسیٰ بہادر کی والدہ کو قتل کرا دیا اور ان کی عورتوں کو دوسروں میں تقسیم کرا دیا۔ عیسیٰ بہادر گلگت سے بھاگ کر داریل چلا گیا اور مشکور علی خان کا بیٹا عافیت خان میاں بچ کر تانگیر چلا گیا۔ آزاد خان کا چھوٹا لڑکا شجاعت خان اپنی والدہ کے ساتھ جو دوشن علی خان کی بہن

تھی بچکہ چترال آگیا۔ اس طرح جنیال میں خاندان کھش کا صفایا کرنے کے بعد مہتر گوہر آمان مستوج سے گلگت تک سارے علاقے پر بلا شرکت غیرے مکمل قابض ہوگیا۔

ریحان شاہ کا قتل

مہتر شاہ افضل نے شہزادہ غضنب شاہ کے بیٹے ریحان شاہ کو دراسن کی حکومت سپرد کی تھی۔ اور اپنی لڑکی کی شادی اس کے ساتھ کرکے بیٹوں کی طرح اسے پرورش کر رہا تھا مگر ریحان شاہ نے اس مہربانی کی قدر نہ کی اور شہزادہ تجمل شاہ سے رابطہ قائم کیا۔ اور علاقہ دراسن میں اسے جو اقتدار اور برتری حاصل تھی وہ اس پر مغرور ہوگیا تھا اور باغیانہ خیالات پیدا ہوگئے تھے چنانچہ شاہ افضل کو اس سے وفا کی امید نہ رہی۔ اس وجہ سے اسے چترال بلا کر گرفتار کرلیا۔ اور شغور بھیجدیا۔ ابھی وہاں پہنچا ہی تھا کہ بادشاہ کے ایک کابلی ملازم دو درانی نے اسے قتل کردیا۔

شہزادہ تجمل شاہ کا تیسرا حملہ

حالانکہ مہتر شاہ افضل کا شہزادہ تجمل شاہ کے درویش میں اطاعت اختیار کرنے پر راضی تھا۔ مگر شہزادہ ابھی تک چترال پر قبضہ کرنے کا خواب برابر دیکھ رہا تھا۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد دنین کے راستہ کو غزی پہنچا اور اپنے بھائیوں محمول شاہ، مقدم شاہ اور اتالیق بچی تنکیہ کو اپنے ساتھ ملا کر وہاں ایک قلعہ بنایا۔ مہتر شاہ افضل جو اس وقت دراسن میں تھا اور شہزادہ محترم شاہ ثالث جو چترال میں تھا۔ دونوں اطراف سے لشکر لیکر ان پر حملہ آور ہوئے۔ شہزادہ تجمل شاہ مقابلہ سے مجبور ہوکر بھائیوں اور اتالیق بچی کے ساتھ گوبین کی راہ سے دیر چلا گیا اور وہاں سے جلد ہی ایک لشکر لیکر دروش پر حملہ آور ہوا اس لشکر کے ساتھ غزن خان والئی دیر خود بھی موجود تھا شہزادہ میر افضل جو وہاں حکومت کرتا تھا۔ قلعہ میں محصور ہوگیا۔ اور افغان لشکر آگے بڑھ کر گمبیرت تک پھیل گیا مہتر شاہ افضل اپنی فوج لیکر ان کے مقابلہ کے لئے گمبیرت پہنچا۔ لیکن افغان لشکر کی کثرت کو دیکھ کر لڑائی بے سود سمجھی اور مصلحت اسی میں دیکھی کہ صلح و آشتی سے اپنا مطلب نکالے۔

شہزادہ تجمل شاہ اور اسکے بھائیوں اور اتالیق بچی کا قتل

چنانچہ مہتر شاہ افضل نے شہزادہ تجمل شاہ کو پیغام بھیجا کہ آپس میں قتل و مقاتلہ کی کیا ضرورت ہے بیگانہ لشکر کو واپس بھیجدو اور دروش یا چترال میں سے جو حکومت تمہیں پسند ہے حسب خواہش لے لو شہزادہ تجمل شاہ اگرچہ ایک تعلیم یافتہ شخص تھا۔ مگر اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے اس دھوکہ میں آگیا اور غزن خان والئی دیر کو مع لشکر رخصت دے کر خود بھائی سے ملکر اس کے ساتھ چترال آیا یہاں آکر چند روز کے بعد آنکھیں کھلیں کیا موقع گذر چکا تھا۔ بھائی کے بیٹوں کی آنکھیں بیگانہ پائیں اور جان خطرے میں دیکھ کر اس بہانہ سے اجازت چاہی کہ دیر جا کر اپنے بال بچوں کو لاتا ہوں۔ شاہ افضل نے جو اپنے بیٹوں کے خیالات کو سمجھ چکا تھا اصرار کیا کہ آپ نہ جائیں ہم خود ہی انہیں منگا لیں گے۔ مگر شہزادہ نہ مانا اور دیر روانہ ہوگیا۔ شہزادہ امان الملک جو چچا کے لئے خطرہ سے واقف تھا کوہ لاواری تک اس کے ساتھ جانے کے قصد سے ہمراہ ہوا۔ مگر شہزادہ تجمل شاہ نے اصرار سے اسے واپس بھیجدیا۔ شہزادہ محترم شاہ ثالث اور میر افضل خان نے ان کے قتل کا مصمم ارادہ کیا ہوا تھا

چنانچہ میر افضل جو دروش میں تھا نے کیسو سے دروش تک راستہ میں اپنے آدمی دونوں طرف بٹھائے ہوئے تھے جونہی شہزادہ تجمل شاہ اپنے چند ہمراہیوں سمیت وہاں پہنچا سامنے سے اس پر بندوق سے فائر شروع ہوا۔ وہ گھوڑے سے اتر کر پہاڑی پر چلنے لگا تو اوپر سے گولہ باری ہونے لگی۔ پریشانی سے واپس ہو کر دریا کے کنارے پہنچا تھا کہ عبور کر کے خیر آباد کی طرف نکل جائے۔ اس طرف سے بھی گولہ باری شروع ہوگئی۔ لاچار دریا کے کنارے کھڑا رہا۔ اتنے میں میر افضل خان کے ملازم شکور علی نے اسے بندوق کا نشانہ بنایا۔ اور اس کے زخمی ہو کر گرتے ہی شکور علی وہاں پہنچا اور تلوار سے اسے قتل کر دیا۔ اس کی نعش بروز لیجا کر شاہی قبرستان میں دفن کر دی گئی۔

شہزادہ تجمل شاہ کے اوصاف

شہزادہ تجمل شاہ ایک عالم، متقی اور صوفی مشرب تھا۔ اس نے شیخ ضیاء الحق حسام الدین قوقندی سے طریقہ نقشبندیہ میں اس وقت بیعت کی تھی جبکہ شیخ موصوف حج کرنے کے بعد چترال سے گذر رہے تھے۔ شہزادہ بیعت کے بعد ایک دفعہ اپنے مرشد کی زیارت کیلئے قوقند بھی گیا تھا۔ ہندوستان سے آئے ہوئے ملا کمال شاہ جالندھری شہزادۂ موصوف کے استاد تھے شہزادہ تجمل شاہ حقیقت میں دنیوی کاموں اور حکومت کا خواہشمند نہیں تھا۔ مگر چونکہ وہ اپنے والد شاہ کٹور کے نہایت محبوب فرزند تھے اور اس بات کے خواہشمند تھے کہ اسکو حکمرانی ملے ملک کے بہت سے لوگ اس شہزادہ سے وابستہ ہو گئے تھے اور اس کو گوشۂ عزلت میں سکون سے رہنے نہیں دیتے تھے لہٰذا وہ مجبوراً ملکی و سیاسی امور میں الجھتا رہا۔ مگر بموجب الاضداد لا یجتمعان حکومت اس سے دور بھاگتی رہی۔ اور دغاباز دنیا نے اس کے ساتھ دھوکہ فریب کیا۔

شہزادۂ موصوف ایک باکمال عالم اور شاعر تھا انہوں نے قصیدۂ امالی کی شرح فارسی نظم میں تالیف کی تھی جو علوم متعلقہ کے دقائق و لطائف کا خزانہ اور اس کے علمی کمالات کی شاہد ہے یہ کتاب پشاور میں چھپائی گئی تھی مگر افسوس کہ ناشرین نے مولف کا نام بجائے شہزادہ کے مولوی تجمل شاہ لکھا ہے اور علاوہ اس کے اصل نسخہ سے بہت کچھ غلطیاں اسمیں واقع ہوئی ہیں۔ اس کتاب کی ابتدا اس بیت سے شروع ہوتی ہے ؎

بنام آنکہ رحمٰن و رحیم است — قدیم است و علیم است و کریم است

انھوں نے فارسی و چترالی اشعار کا ایک دیوان بھی لکھا تھا۔ مگر اب وہ ناپید ہے۔

مہتر شاہ افضل اور بیٹوں کے درمیان مخالفت

جب مہتر شاہ افضل تخت نشین ہوا تو اس کے بیٹے محترم شاہ ثالث، آمان الملک اور میر افضل خان جوان تھے اور ہر ایک اپنے لئے جداگانہ حکومت کا طالب تھا خصوصاً محترم شاہ جو شجاعت میں بے مثال تھا نہایت مغرور تھا اور ہمیشہ اپنے والد کے لئے تکلیف و پریشانی کا باعث ہوا کرتا تھا چنانچہ اس نے میر شاہ والی بدخشان کے ساتھ تعلقات پیدا کئے آمان الملک پہلے ہی سے گوہر آمان کے ساتھ دوستی رکھتا تھا۔ میر افضل خان کے تعلقات دیر میں غزن خان والی دیر سے وابستہ تھے اس طرح اپنے لئے دوست و مددگار مہیا کر کے تینوں شہزادے والد کے لئے سر دردی و پریشانی کا سامان کرنے لگے۔

چنانچہ پہلی بار یہ دو شہزادے محترم شاہ ثالث اور امان الملک تورکہو اور موڑکہو سے فوج لیکر بادشاہ کے خلاف صف آرا ہوئے اور اژدر میں مقابلہ ہوا مگر شہزادہ امان الملک جلدی اپنے کئے پر نادم ہو کر پھر باپ سے جا ملا۔ فتنہ فرو ہوا اور محترم شاہ ثالث جنگ کی کوئی صورت نہ دیکھ کر واپس چلا گیا۔

دوسری بار یہ دونوں شہزادے والئی بدخشاں کے پاس گئے اور وہاں سے شاہ بدخشاں کے بیٹے میر شجاعت کے ساتھ ایک بدخشی لشکر لیکر شغور پر حملہ کیا۔ جہاں مختصر لڑائی کے بعد لشکر بدخشاں واپس چلا گیا۔ اور دونوں شہزادے پھر والد کی خدمت میں نادم ہو کر حاضر ہوئے۔

تیسری بار تینوں بیٹوں نے پھر بادشاہ کو اس قدر تنگ کیا کہ وہ چترال سے دراسن چلا گیا مگر وہاں بھی محترم شاہ اس کو تکلیف دینے سے باز نہ آیا۔ چنانچہ مہتر شاہ افضل وہاں سے مستوج میں مہتر گوہر آمان کے پاس چلا گیا۔ یہاں مہتر گوہر آمان نے ان کا وہ قدر و احترام نہ کیا جیسا کہ اپنے محسن کا کرنا چاہیئے۔ حالانکہ مہتر شاہ افضل نے ہی اسے گوشۂ گمنامی سے نکال کر تخت خوشوقتیہ پر بٹھایا تھا چنانچہ بادشاہ خفا ہو کر وہاں سے چلا آیا۔ شہزادہ امان الملک جب اس حقیقت سے آگاہ ہوا تو فوراً دوڑے باپ کے حضور میں پہنچکر اس سے معافی مانگی اور دونوں چترال روانہ ہوئے محترم شاہ چترال سے نکل کر شغور چلا گیا اور پھر وہاں سے میر شاہ والئی بدخشاں کے حضور میں پہنچا۔ مہتر شاہ افضل نے اپنے بیٹے شہزادہ کوہکن بیگ کو مع دیوان بیگی ہزارہ بیگ والئی بدخشاں کے پاس بھیجا۔ اور شاہ افضل کی درخواست پر میر بدخشان نے محترم شاہ کو وہاں سے نکال دیا۔ جو کوہستان باشگل کی راہ سے دیر پہنچا اور غزن خان والئی دیر کی سفارش سے پھر بادشاہ کے حضور میں پیش ہوا مگر یہاں اپنا مطلب بنتا نہ دیکھ کر درگش میں میر افضل خان کے پاس چلا گیا۔ اور دونوں اپنے والد کے خلاف تدبیر سوچنے لگے۔ چنانچہ محترم شاہ پھر دیر گیا اور غزن خان والئی دیر کو یہ کہکر غصہ دلایا کہ بادشاہ نے تمہاری سفارش کو رد کر دیا ہے اس پر غزن خان نے ایک لشکر تیار کر کے اس کے ساتھ روانہ کر دیا۔ درگش میں میر افضل خان ان کی امداد کے لئے تیار بیٹھا تھا۔ مگر شاہ افضل نے دفع فساد کی خاطر میر افضل کو پہلے ہی چترال بلا کر قید کر لیا۔ اور شہزادہ امان الملک کو لشکر دیکر افغان لشکر کے مقابلہ کے لئے درگش روانہ کیا۔

جنگ دروش

دروش میں فریقین کے درمیان سخت جنگ ہوئی جسمیں لشکر چترال کے مشہور بہادر تاتی بیگ بن بہوا قلی خان رضا خیل کام آئے نوندہ قوم کے بیگ درگھان اور تورکہو کے مشہور شخص عالی قوم خوش نے افغانوں کے خلاف نمایاں بہادری دکھلائی۔ توران شاہ ایک نامی پہلوان محترم شاہ کے ہاتھ سے ہلاک ہوا۔ آخر شدید نقصان اٹھانے کے بعد افغان لشکر کو شکست فاش ہوئی اور وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے محترم شاہ ثالث نے بھی راہ فرار اختیار کی اور کچھ عرصہ بعد پھر واپس آ کر بادشاہ سے معافی مانگ لی اور امن سے رہنے لگا

انتقال میر افضل خان

اس مہم سے فارغ ہو کر بادشاہ نے شہزادہ میر افضل خان کو حراست میں لیکر قلعہ دراسن میں بھجوا دیا جہاں کچھ دن بعد قید ہی میں اس نے جہان فانی کو الوداع کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے

کہ بادشاہ کے اشارے سے اسے قتل کر دیا گیا تھا۔ اپنے بزرگوار سادہ لوح چچا شہزادہ تجمل شاہ کے ساتھ جو بیرحمی اس نے کی تھی اسکی پاداش میں خود بھی اس طرح دنیا سے بے مقصد ختم ہو گیا۔

شہزادہ امان الملک جو شروع میں والد کے خلاف کارروائیوں میں بھائیوں کے ساتھ تھا جلد ہی اس سے توبہ کر کے بادشاہ کی دلجوئی کرنے لگا اور آخر عمر تک ان کے ساتھ ہی دست راست بن کر خوشنودی حاصل کرتا رہا۔ تا آنکہ والد کے بعد وہی انکے ملک کا وارث بن گیا اور اپنی تخت نشینی کے بعد امان الملک ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ میں نے اپنے والد بزرگوار کے حق میں جو غلطیاں کی ہیں ان کے لئے شرمسار ہوں اور ہمیشہ معافی کا طلبگار رہو۔

مہتر شاہ افضل اور مہتر گوہر امان کی مخالفت

جب بیٹوں کے ساتھ شورش کے ایام میں مہتر شاہ افضل مستوج سے مہتر گوہر امان کے سلوک سے خفا ہو کر واپس آ گیا تھا۔ اس خفگی کو شاہ افضل کی ملکہ نے جو بادشاہ خونزا کے نام سے مشہور اور گوہر امان کی بہن تھی اور نہایت ہوشیار اور لائق خاتون تھی شوہر اور بھائی کے درمیان پھر سے صلح صفائی کرا دی تھی۔ لیکن جنگ دروس کے چند دن بعد یہ ملکہ (بادشاہ خونزا) انتقال کر گئی اور مہتر شاہ افضل اس کی مفارقت سے بہت غمگین رہنے لگا۔ کیونکہ اس سے حد سے زیادہ محبت رکھتا تھا۔ وزیر منفعت خان اور دوسرے مشیروں نے صلاح دی کہ بادشاہ دوسری شادی خوشوقتیہ خاندان کی کسی شہزادی سے کر لے تا اس کا غم دور ہو۔ آخر کار ان کی نظر انتخاب مہتر سلیمان شاہ کے لڑکے بادشاہ ثانی کی لڑکی پر پڑی۔ جو بیت دنوں سے کوہستان سوات میں جلا وطنی کے دن گذار رہا تھا۔ چنانچہ بادشاہ ثانی کو کوہستان سوات سے چترال بلا کر مہتر شاہ افضل نے ان کی لڑکی کو اپنے عقد میں لے لیا۔ اس موقع پر غزن خان والئی دیر کی لڑکی کی شادی شہزادہ امان الملک کے ساتھ ہوئی اور اس کے ساتھ چترال لائی گئی۔

گوہر امان یہ حال سنکر آپے سے باہر ہو گیا اور بادشاہ بن سلیمان شاہ کے چترال آنے اور اسکی بیٹی کے ساتھ مہتر شاہ افضل کی شادی کو اپنے اقتدار و حکومت کے لئے سخت خطرہ سمجھا۔ شاہ افضل نے اگرچہ اسے تسلی آمیز پیغامات بھیجے مگر گوہر امان اپنی بات پر اڑا رہا اور شاہ افضل کو مغرورانہ جواب دیا۔ اسپر مہتر شاہ افضل نے اپنے بڑے لڑکے محترم شاہ ثالث کو بھیجکر مستوج پر قبضہ کر لیا۔

گوہر امان کا والی بدخشاں سے کمک لانا اور مستوج پر دوبارہ قبضہ

مہتر گوہر امان نے بذات خود شاہ افضل کے مقابلہ کی ہمت نہ پا کر اپنے بیٹے میر ولی کو میر شاہ والئی بدخشاں کے پاس مدد کی درخواست کے لئے روانہ کیا چنانچہ میر بدخشاں نے اپنے بیٹے میر شجاعت کو ایک بدخشانی لشکر کے ساتھ گوہر امان کی امداد کیلئے مستوج کی طرف بھیجا۔ جوں ہی یہ لشکر درہ بروغیل کو پار کر گیا۔ مہتر گوہر امان بھی درشگوم سے آگے بڑھا اور دونوں لشکروں نے ملکر قلعہ مستوج میں شہزادہ محترم شاہ ثالث اور بابایوں شاہ بن فرخ سیر کو محصور کر لیا۔ اور کچھ بدخشی لشکر از راہ یخ گول قلعہ کھوپر حملہ آور ہو۔

مہتر شاہ افضل نے غزن خان والئی دیر کو مدد کیلئے طلب کیا تھا۔ جب وہ پہنچا لشکر دیر کو موڑ گول کے مقام پر

جو حد دود دراسن کے نزدیک ہے مقرر کر کے خود شہزادہ آمان الملک کے ساتھ لشکو مدک پہنچا جو علاقہ تورکہو کے شمال مغربی کنارے پر ہے بدخشی لشکر جو تورکہو میں ورکوپ کے علاقہ میں پہنچے ہوئے تھا۔ ان کے بچ نکلنے کیلئے جنوب کا راستہ نہایت پُر خطر بلکہ نا قابل عبور مرور تھا۔ مہتر شاہ افضل ان پر حملہ کرنا چاہتا تھا مگر شہزادہ آمان الملک جو مہتر گوہر آمان کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتا تھا۔ بدخشی لشکر کی اس مکمل تباہی کا خواہشمند نہیں ہوا۔ بادشاہ کو اس ارادہ سے روکدیا۔ اور اس طرح بدخشی لشکر کو دراسن کے سامنے قاق دشت کے وسیع میدان تک پہنچنے کا موقع دیا گیا

مہتر گوہر آمان اور میر شجاعت والئی بدخشان باقی لشکر کے ساتھ قاق دشت پہنچ گئے اور دونوں طرف سے لشکر لڑائی کیلئے صف آرا ہوئے ایک طرف مہتر شاہ افضل حکمران کٹور اور اسکا مددگار غزن خان والئی دیر اور دوسری طرف مہتر گوہر آمان خوشوقتیہ جو گلگت تک کے علاقہ کا حکمران تھا اور اسکے ساتھ میر شجاعت والئی بدخشان۔ اگر دونوں لشکروں میں جنگ واقع ہوتی تو سخت خونریزی یقینی تھی۔ چنانچہ غزن خان والئی دیر اور میر شجاعت والئی بدخشاں نے ثالث بن کر طرفین میں صلح کرانے کی تجویز کی۔ صلح کی گفتگو کے لئے شاہ چترال کی جانب سے خان دیر اور وزیر منفعت خان، شجاع علی رضاخیل، سرور خان محمد بیگے اور نادر جنگ اتالیق حاتم بیگے۔ اور حکمران خوشوقتیہ کی طرف سے میر شجاعت والئی بدخشاں اور میر یوسف بیگ بدخشی اور چند خوشوقتیہ سردار مقرر ہوئے۔ اور آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ مہتر شاہ افضل مستوج کا علاقہ گوہر آمان کو واپس حوالہ کرے لہٰذا شاہ افضل نے قلعہ مستوج سے اپنے شہزادوں کو واپس بلالیا۔ اور اسے گوہر آمان کے حوالے کردیا۔ میر شجاعت والئی بدخشاں اور غزن خان والئی دیر اپنے اپنے وطن واپس چلے گئے۔

مہتر شاہ افضل کا مستوج پر دوبارہ قبضہ

اس کے ایک سال بعد ہی مہتر شاہ افضل نے مستوج پر دوبارہ حملہ کرکے گوہر آمان کو محصور کردیا کیونکہ شاہ افضل نے گوہر آمان سے اس وجہ سے ناراض تھا کہ اتنا بھاری لشکر بدخشاں سے کیوں منگوایا تھا محاصرہ کرنے کے بعد شہزادہ محترم شاہ ثانی وغیرہ کو وہاں چھوڑ کر خود دراسن میں جاکر رہنے لگا۔ تھوڑے دن بعد مہتر گوہر آمان فاقہ کشی سے تنگ آکر امان مانگنے پر مجبور ہوا۔ اور وہاں سے باہر نکل کر اپنے بال بچوں کو ساتھ لیکر ورشگوم چلا گیا۔ مہتر شاہ افضل نے بادشاہ ثانی بن سلیمان شاہ کو مستوج کا حکمران مقرر کیا۔ مقدس آمان بن الملک آمان ثانی کا بیان ہے کہ اس مہم میں بھی غزن خان والئی دیر شامل تھا۔ اور اس کی جانب سے امان کی ضمانت کا اعتبار تھا۔ لہٰذا گوہر آمان تین ماہ کے محاصرہ کے بعد قلعہ خالی کرکے ورشگوم چلا گیا مگر اس کا کوئی مستند ثبوت مہیا نہ ہوسکا۔ مہتر شاہ افضل کی وفات تک گوہر آمان پھر مستوج کی طرف حملہ نہ کرسکا۔ اور شندور کے دوسری طرف ہی رہا۔

مہتر گوہر آمان اور مہاراجہ کشمیر کی لڑائیاں

مہتر گوہر آمان مستوج سے نکل کر سیدھا گلگت گیا جس پر مہاراجہ کشمیر کی نظریں لگی ہوئی تھیں اس سے پیشتر مہاراجہ رنجیت سنگھ والئی پنجاب کے عہد میں شیخ امام الدین اور سید نقشو شاہ نے فوج لیکر اس علاقہ پر حملہ کیا تھا مگر ناکامیاب

ذ ہو کر پسپا ہو گئے تھے۔ بعد میں مہاراجہ گلاب سنگھ والی کشمیر کی فوجوں نے چیلاس پر حملہ کیا اس موقع پر دائیل سے عیلی بہادر اور چترال سے آزاد خان کا بیٹا شجاعت خان جو اپنی والدہ کے ساتھ یہاں موجود تھا روانہ ہو کر مہاراجہ کشمیر کی فوج سے مل گئے۔ اور جنگ چیلاس میں ان کی مدد کی اور پھر ان کے ہمراہ ہی کشمیر چلے گئے۔

مہتر گوہر آمان کو چونکہ گلگت کی آب و ہوا موافق نہ آئی۔ اس نے یہاں کے سابق حکمران محمد کریم کے بیٹے محمد خان کو نگیر سے بلا کر اپنی لڑکی کی شادی اس کے ساتھ کر دی اور گلگت کا حاکم مقرر کر کے خود درشگوم واپس آگیا۔ اپنے بڑے لڑکے ملک امان ثانی کو پنیال کا حاکم بنایا۔ دو سال کا عرصہ نہ گذرنے پایا تھا کہ محمد خان حاکم گلگت حکمران نگیر کے بہانے پر گوہر آمان سے بگڑ گیا اور آزاد ہو گیا۔ چنانچہ مہتر گوہر آمان نے گلگت پر حملہ کر کے اسے دوبارہ قبضہ کر لیا۔ محمد خان وہاں سے بھاگ کر قلعہ سنگر آیا اور پھر بونجی کی راہ سے کشمیر چلا گیا۔ مہتر گوہر آمان نے گلگت کا پرانا قلعہ مسمار کر کے نیا مضبوط قلعہ تعمیر کیا اور خود بھی وہاں رہنے لگا۔

جنگ نیلی دار ۱۸۵۲ء واقع گلگت

مہاراجہ کشمیر کی فوجوں کے ساتھ مہتر گوہر آمان کے متعدد مقابلے ہوئے جنہیں وہ ہمیشہ فتحیاب ہوا اور گلگت پر کشمیر کی فوجیں قبضہ نہ کر سکیں مشہور ترین لڑائی نیلی دار کے مقام پر ہوئی یہ مقام گلگت سے بارہ تیرہ میل دور ہے۔ دو ہزار ڈوگرہ فوج جرنل بھوپ سنگھ وسنتھو سنگھ کی زیر کمان دریا کو پار کر کے نیلی دار کے مقام پر مورچہ زن ہوئی۔ مہتر گوہر آمان اپنا جنگجو لشکر لیکر جس میں علاقہ کوہ غذر کی کمک بھی شامل تھی۔ ان کے مقابلے کو نکلا اور تین اطراف سے انہیں گھیرے میں لیکر حملہ کر دیا۔ کئی دن سخت جنگ ہوئی۔ جس میں بے شمار ڈوگرہ فوج ہلاک ہوئی۔ اور باقی اس شرط پر ہتھیار ڈالنے کو تیار ہوئے کہ امن کے ساتھ رہا کیا جائے اور عہد شکستہ نہ ہو۔ چونکہ گوہر آمان کی فوج ان کے بار بار کے حملوں سے تنگ آگئی تھی۔ اور چاہتی تھی کہ سب کو تہ تیغ کیا جائے۔ گوہر آمان کے بھائی اکبر آمان نے بجائے قرآن شریف کے اسی سائز کے ایک لکڑی کے ٹکڑے کو غلاف میں لپیٹ کر ان سے عہد کیا۔ جب ان سے ہتھیار وغیرہ سب لے لئے تو ان پر یکایک حملہ کر کے سب کو تہ تیغ کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ دو تین آدمیوں کے جو دریا میں کود کر پار نکل گئے یہ دو ہزار ڈوگرہ فوج معہ جرنل بھوپ سنگھ اور تمام بڑے بڑے افسران فوج وہاں مارے گئے۔ یہ مقام اسی جنگ کی یادگار کے نتیجہ میں "پڑی بھوپ سنگھ" کے نام سے مشہور ہے اس واقعہ کے بعد مہتر گوہر آمان کے انتقال تک پھر ڈوگرہ فوج کو گلگت پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

مہتر شاہ افضل ثانی کی وفات ۱۸۵۴ء ۱۲۷۰ھ میں

سولہ سال حکومت کرنے کے بعد مہتر شاہ افضل درد سینہ و جگر کے عارضہ میں دو تین دن بیمار رہ کر اس جہان فانی سے وداع ہوا۔ اور شاہ ٹنگ بازار کے نئے شاہی قبرستان میں جامع مسجد کے پہلو میں دفن کیا گیا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ وفات سے قبل وہ لشکر تیار کر کے مہتر گوہر آمان کے خلاف مہم پر روانہ ہونے والا تھا کیونکہ مہتر گوہر آمان کے مستوج کے معاملہ میں بدخشان سے کمک منگوا کر تورکہو کی حدود میں داخل کرنے کے سبب

سخت ناراض تھا مگر اجل نے مہلت نہ دی۔

مہتر شاہ افضل قد و قامت، شکل و شمائل، شجاعت و تحمل کے لحاظ سے بے نظیر تھا۔ چونکہ بچپن میں خان بہادر کے خاندان والوں نے اس کی پرورش کی تھی اور ان کے والد شاہ کٹور اس خاندان کی سیم تغیرات کے سبب سے رنجیدہ خاطر تھا۔ اس لئے شاہ افضل کو بھی ناپسند کرتا تھا۔ اور شہزادہ تجمل شاہ اس کا محبوب ترین فرزند تھا۔

مہتر شاہ افضل کو بھائیوں کے ساتھ جنگ و جدل تو اس ملک کے بلکہ تمام دوسرے ایشیائی حکمرانوں کا وہ عام مشغلہ ہے جو دستور رہا ہے لیکن ان کو سب سے زیادہ تکلیف اس کے بیٹوں کی طرف سے بھی ہوئی جو جوانی و اقتدار کے غرور میں اپنے والد کے اختیار سے بالکل باہر نکل چکے تھے۔ شہزادہ تجمل شاہ کا بے دردانہ قتل بغیر اس کی مرضی کے انہی کے بیٹوں نے کیا تھا۔ ہاں البتہ ریحان شاہ کو مجبوراً قتل کرنا پڑا کیونکہ بغیر اس کے فتنہ فرو ہونا مشکل تھا۔

مشاہیر دور شاہ افضل

اس عہد کے مشاہیر میں ذوالفقار شیر بن شاہ کٹور۔ محبوب بن سبحان قلی خان وزیر منفعت خان۔ سلطان خان بن ناصر علی۔ سرور خان بن صمد خان شجاع علی بن محمد دوست۔ اتالیق نادر جنگ۔ تیغون اتالیق تورکیھو۔ ہزارہ بیگ دیوان بیگی۔ بپش شاہ پدر شیر شہزادہ امان الملک۔ نیابت علی خان میراخیہ۔ محمد بیگ بن امیر شخور۔ جنیک شاہ قوطیہ پدر شیر شادمان بیگ۔ عالی موجود خوشہ۔ دوداروم ششخنیہ۔ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

علما و فضلا

اس عہد میں ملا صاحب بزرگ کا نام مشہور ہے۔ جو لیث ورتور ڈیرے میں تعلیم کے بعد حضرت محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت حاصل کر کے گھر آئے۔ ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہوئے۔ دنیا و مافیہا سے فارغ رہے چونکہ فقیہ و عالم بھی تھے دو تین شاگردوں کو درس بھی دیتے تھے۔ شہرت اختیار نہ کی ان کے انفاس پاک سے مخلوق خدا مستفید ہوتی رہی وفات کے بعد بھی ان کی زیارت تاثیر عجیب کے ساتھ مرجع خلائق بنی جو اب تک جاری ہے۔

(۲) علماء میں ملا مراد علی جو رضیہ خاندان سے تھا معتبر عالم تھا وادی تنگز علاقہ موڑکھو کا باشندہ تھا اسماعیلیہ فرقہ میں اسلامی تعلیم پھیلانے کے لئے اس کی کوشش بہت مشہور ہے اور انہی کی تبلیغ سے اسماعیلی مذہب فروغ نہ پا سکا۔

(۳) فضلاء میں وزیر زادہ مظفر خان بن وزیر منفعت خان اس عہد کے ممتاز مورخ۔ شاعر و ادیب تھے۔ جنہوں نے مہتر شاہ افضل کے عہد کے واقعات کو فارسی نظم میں تصنیف کیا تھا عربی و فارسی کے فاضل تھے۔

مہتر شاہ افضل ثانی کی اولاد

مہتر شاہ افضل کے نو بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں (۱) محترم شاہ ثالث مشہور بہ آدم خور (۲) امان الملک (۳) میر افضل خان دان تنبولا

کی والدہ قدسیہ بیگم بنت محمد حسین خان رضا خیل تقیں) دم) شیر افضل خان (جسکی والدہ محمد علی خان بن سربلند خان کی لڑکی تھی) (۵) کوہ کن بیگ (۶) محمد علی بیگ (۷) یادگار بیگ (۸) شادمان بیگ (۹) بہادر خان ۔

انکی پانچ بیٹیاں تھیں جنمیں سے ایک مہتر گوہر آمان کی منکوحہ تھی اور دوسری رحمۃ اللہ خان والی دیر کی منکوحہ تھی ۔

محترم شاہ ثالث ۱۸۵۴ء تا ۱۸۵۶ء
۱۲۷۰ھ ۱۲۷۲ھ

والد کی وفات کے بعد شہزادہ آمان الملک درواش سے روانہ ہوکر چترال پہنچا اور بڑے بھائی محترم شاہ ثالث کو تخت پر بٹھایا۔ اس کا لقب آدم خور مشہور ہوگیا تھا۔ کیونکہ ایام شہزادگی ہی میں وہ خونریزی کو پسند کرتا تھا۔ اور ایک دفعہ کسی کے قتل کرنے کے بعد تلوار پر لگے ہوئے خون کو زبان سے چاٹتے ہوئے دیکھا گیا تھا۔ تو وزیر منفعت خان نے یہ نام استعمال کیا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ وہ اسی نام سے مشہور ہوگیا۔ چنانچہ اس نے خود اپنی انگوٹھی کے نگینہ پر یہ نام شعر میں کندہ کرایا تھا ۔

این شاہ افضل است آدم خور ۔۔۔ می زند بر سر عدو کھونگور

کھونگور چترالی زبان میں تلوار کو کہتے ہیں۔ مہتر آدم خور شجاعت و سخاوت میں کمال تھا۔ جمال صورت میں بے نظیر۔ پہلوانی میں بھی لاثانی۔ جسامت و پہلوانی کے سبب اس کا سواری کا گھوڑا اور ذاتی استعمال کی تلوار اور عام لوگوں سے مخصوص اسلحہ علیحدہ تھے۔ جنگ کے موقعہ پر اس کے چہرہ پر رونق اور تازگی آتی تھی۔ مگر باوجود اس کے باوجود اپنے زور بازو سے مغرور اور خونریزی میں بے پروا پیش بینی اور عاقبت اندیشی سے محروم تھا۔

مہتر محترم شاہ کی معزولی

ابھی تخت پر بیٹھے ایک سال کا عرصہ گذرا تھا کہ مہتر آدم خور کی حکومت کو اعیان ملک نے پسند نہیں کیا تھا۔ اور بعض معززین ملک مثل شہزادہ ذوالفقار شیر۔ وزیر منفعت خان اور محبوب بن سبحان قلی خان وغیرہ نے شہزادہ آمان الملک کو جو درواش میں تھا پیغام بھیجا کہ چترال آجائے اور بھائی کو علیحدہ کرکے تخت پر قبضہ کرے۔ چنانچہ شہزادہ موصوف یہ پیغام پاکر تورکہو اور موڑکہو سے لشکر تیار کرکے درواش سے روانہ ہوا۔ مہتر آدم خور لشکر وزیر منفعت خان کو قلعہ میں نگران مقرر کرکے خود شغور چلا گیا تاکہ وہاں سے لشکر جمع کرکے بھائی کا مقابلہ کرے۔ ادھر شہزادہ آمان الملک جب چترال پہنچا تو وزیر منفعت خان تین دن تک نمائشی طور پر قلعہ بند رہا۔ مگر چوتھے دن قلعہ کے دروازے کھولدیئے اور شہزادہ کو خوش آمدید کہا۔ مہتر آدم خور کو جب یہ معلوم ہوا تو معاملہ کی نزاکت کو سمجھ کر شغور سے نکل کر دروش روانہ ہوا تاکہ وہاں جاکر قیام کرے۔ شہزادہ آمان الملک نے یہ منظور کرکے اسے دروش کی حکومت عطا کی اور خود تخت چترال پر رونق افروز ہوا

آٹھواں باب

مہتر آمان الملک بن شاہ افضل ثانی

از ۱۸۵۶ء / ۱۲۷۲ھ تا ۱۸۹۲ء / ۱۳۰۹ھ

محترم شاہ ثالث کی معزولی اور مراجعت وردوس کے بعد اس کا چھوٹا بھائی شہزادہ آمان الملک تخت پر رونق افروز ہوا۔ تخت نشینی کے وقت اسکی عمر چونتیس سال تھی۔

محترم شاہ ثالث کی جلاوطنی

مہتر آمان الملک کے جلوس کے تین ماہ بعد تک محترم شاہ وردوس کے علاقہ پر خاموشی سے حکمرانی کرتا رہا۔ مگر جلد ہی اسے حکومت چترال پر قبضہ کرنے کے خواب نظر آنے لگے۔ آمان الملک نے یہ حال دیکھ کر اسے وردوس سے خارج کردیا اور وہ ایام جلاوطنی دیر جا کر گذارنے لگا۔

مہتر گوہر آمان کا مستوج پر قبضہ

مہتر گوہر آمان حکمران خوشوقتیہ اور مہتر آمان الملک بادشاہ چترال کے مابین پرانے تعلقات تھے۔ نیز ان دونوں کی بہنیں بھی ایک دوسرے کے نکاح میں تھیں جب آمان الملک نے دروش سے چترال کی جانب کوچ شروع کیا مہتر گوہر آمان نے ان سے مستوج پر قبضہ کرنے کی اجازت حاصل کی تھی۔ چنانچہ مہتر آمان الملک کے جلوس کے فوراً بعد مہتر گوہر آمان نے اپنے لڑکے ملک امان ثانی کو بھیجکر مستوج پر قبضہ کرلیا۔ مہتر سلیمان شاہ کا بیٹا پادشاہ ثانی اور ماما رضا خیل کا بیٹا سلطنت خان مستوج قلعہ کی حفاظت کرتے ہوئے کام آگئے۔ اور گوہر امان کی منکوحہ نے جو شاہ امان الملک کی ہمشیرہ تھی اپنے چھوٹے لڑکے غلام محی الدین کے ہمراہ مستوج میں رہائش کی۔ مہتر گوہر آمان بادشاہ سے ملنے گلگت سے چھ پنج علاقہ مستوج کے مقام پر آیا جہاں دونوں کی ملاقات ہوئی مگر چونکہ مہاراجہ کشمیر کی طرف سے حملوں کا اندیشہ ہر وقت موجود تھا اور اس کے طاقتور دشمن اور مخالفین ملک امان ثانی مہتر سلیمان شاہ۔ شہامت خان بن آزاد خان اور عیسیٰ بہادر بن خان بہادر کشمیر سے امداد حاصل کر کے گلگت پر حملے کی تیاری میں مصروف تھے۔ وہ جلد واپس چلا گیا۔

مہتر گوہر آمان کی وفات

۱۲۷۶ھ میں مہتر گوہر آمان جو طویل عرصہ سے ناپچ کی مرض میں مبتلا تھا گلگت میں بیمار ہو کر وہاں سے واپس درنگوم روانہ ہوا۔ گلگت کی حفاظت کے لئے اس نے اپنے

بھائی اکبر آمان اور دو گلگتی سرداروں عبدالوہاب اور دولت شاہ کو مقرر کیا۔ اس کا فرزند ملک آمان بھی جس سے بادشاہ کی بیوہ سے شادی کرنے پر وہ سخت ناراض تھا۔ اور اسے قید میں رکھا تھا۔ انکے ہمراہ بحیثیت قیدی روانہ کیا گیا۔ مہتر گوہر آمان کو یاسین میں ڈاکٹر گا گوشٹ پہنچا دیا گیا۔ جہاں اس کا انتقال ہو گیا۔ اسکا جنازہ درشگوم لیجا کر دفن کیا گیا اور میر ولی نے بھائی کی زنجیریں کھلوا کر اسی وقت آزاد کیا۔ اور انکی تدفین کے بعد درشگوم کی حکومت پر ملک امان ثانی فائز رہا جو ان کا وارث تھا۔ میر غازی اور میر ولی چترال آ گئے۔ مہتر گوہر آمان کو یہ اور خوشوقتیہ خاندان میں ممتاز حیثیت کا مالک تھا۔ اس بہادر حکمران نے نہ صرف اپنے آبائی مملکت خوشوقتیہ پر قبضہ کرکے طویل مدت تک اس پر حکومت کی بلکہ گلگت پر بھی حملہ کرکے اسے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ گلگت پر مہاراجہ کشمیر کی منظم و طاقتور فوجوں نے کئی بار حملے کئے۔ مگر مہتر گوہر آمان نے ہر بار ان کو شکست دی اور ان لڑائیوں میں ڈوگروں کو اسقدر نقصان پہنچایا کہ انہوں نے اسکی زندگی میں پھر گلگت کی طرف رخ بھی نہیں کیا۔ اس کا رعب کشمیری افواج پر اتنا زیادہ تھا کہ اسکی وفات کے کئی سال بعد تک ڈوگرہ عورتیں اپنے روتے ہوئے بچوں کو اس کا نام لیکر چپ کراتی تھیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ رنجیت سنگھ کے عہد سے لیکر گوہر آمان کی وفات تک گلگت، نگیر، چلاس کی جنگوں میں قریباً بارہ ہزار نفوس افواج کشمیر تلف ہو گئی تھیں۔ لہذا گوہر آمان کا رعب اتنا زیادہ اور اس کا نام اتنا مہیب تھا کہ عورتوں اور بچوں تک سرایت کر گیا تھا۔ وہ علاقہ خوشوقتیہ کے لوگوں کا محبوب ترین حکمران تھا۔ اور شاہان چترال بھی اسکی قدردانی کرتے رہے۔ خصوصاً شاہ امان الملک کے ساتھ اس کے خاص قرابت اور گہرے وابستہ تعلقات تھے انہوں نے ان کو مستوج پر قبضہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ کیونکہ وہ کشمیر کے محاربات میں ہمیشہ غالب رہا تھا۔

گوہر آمان کی اولاد اس کے پانچ بیٹے تھے۔ (۱) ملک آمان ثانی (۲) میر ولی (۳) میر غازی۔ (۴) میر نیاز (۵) غلام محی الدین یا عبد پہلوان کے نام سے مشہور ہوا۔

گلگت پر ڈوگروں کا قبضہ ۱۸۶۰ء میں

مہاراجہ کشمیر کی فوجیں جو اس موقع کی منتظر تھیں مہتر گوہر آمان کے انتقال کے بعد فوراً ہی گلگت پر حملہ آور ہوئیں اور شدید جنگ کے بعد جیسی توپوں کے ذریعہ قلعہ پر گولہ باری بھی کی گئی۔ وہ اس پر قابض ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ راجہ عبدالوہاب گلگتی بہادری سے لڑتا ہوا توپ کے گولے سے شہید ہوا۔ مہتر گوہر آمان کا بھائی اکبر آمان وہاں سے فرار ہو کر درشگوم میں آ گیا۔ اس طرح ڈوگرہ فوجیں گلگت پر قبضہ کرکے پنیال میں بھی داخل ہو گئیں۔ مہتر سلیمان شاہ کا بیٹا عظمت شاہ، خان بہادر کا لڑکا عیسیٰ بہادر اور شجاعت خان بن آزاد خان بھی ڈوگرہ فوج کی حمایت میں ان کے ساتھ شامل تھے۔

شہزادہ فیروز شاہ تیموری

ان دنوں غدر دہلی کے بعد آخری مغل شہنشاہ سراج الدین بہادر شاہ ظفر جب بحالت نظر بندی رنگون میں فوت ہوا اور ان کی اولاد بھی قتل ہوئی اور کچھ جان بچا کر ادھر ادھر منتشر ہو گئی تو ان کا چچیرا بھائی شہزادہ فیروز شاہ ابن شہزادہ ناظم بخت دہلی سے بھاگ کر گلگت کی راہ سے چترال پہنچا۔ [illegible] نے اس کے شایان شان احترام کیا اور کچھ عرصہ یہاں رہنے کے بعد شہزادہ موصوف بدخشاں و بخارا کی جانب روانہ ہو گیا اور وہاں سے روس چلا گیا۔ اس نے بادشاہ چترال کو ایک ہندوستانی تحفہ پیش کیا جسے زیر بند شاہی کہا جاتا [illegible] سمجھتے ہیں کہ وہ اس

میں اپنے مقاصد کی تکمیل کی کوئی امید نہ پاکر وہ سلطان ترکی کے دربار میں پہنچا جہاں چند سال رہنے کے بعد حج کے موقع پر عرفات میں وفات پاگیا۔ اور یہ خبر بادشاہ امان الملک کی زندگی میں چترال پہنچی۔

ورشگوم پر ڈوگروں کا حملہ اور شکست

ملک امان ثانی مہتر گوہر امان کے انتقال کے بعد ورشگوم میں حکمران تھا اور مہاراجہ کشمیر کی فوجوں کے خطرہ سے قلعہ دھیال میں رہتا تھا۔ کشمیری لشکر نے جس کے ساتھ عظمت شاہ بن سلیمان شاہ بھی تھا ورشگوم پر حملہ کر دیا۔ ملک امان وہاں سے بھاگ کر قلعہ پہنچا اور بادشاہ چترال سے امداد کا خواستگار ہوا۔ چنانچہ مہتر امان الملک نے مہتر بھائی شیر افضل خان کو لشکر دے کر روانہ کیا۔ شیر افضل نے جلد ہی ڈوگرہ فوجوں کو شکست فاش دے کر ورشگوم سے پسپا کر دیا۔ عظمت شاہ بھاگ کر تانگیر چلا گیا۔ شہزادہ شیر افضل خان ملک امان کو ورشگوم پر دوبارہ قبضہ دلا کر واپس چترال آگیا۔

واقعہ قتل عام موضع ڈوری

چند سال ڈوگروں نے اپنی طاقت کو مستحکم کرنے میں صرف کئے اور اس کے بعد بڑے تزک و احتشام کے ساتھ ۱۸۶۳ء میں ورشگوم پر حملہ کر دیا۔ جیسی بہادر اور دوسرے بروشہ سردار بھی ان کے ساتھ تھے۔ خاص یاسین میں مدافعت کے ذرائع غیر محفوظ پاکر مہتر ملک امان مع بال بچوں کے قلعہ دھیال چلا آیا۔ اس نے ورشگوم کے لوگوں کو مع اہل و عیال و مال مویشی وغیرہ موضع ڈوری میں جمع کیا۔ جہاں ایک پرانا قلعہ بھی موجود تھا۔ اپنے چچا دست امان اور ارسلا خان بن تولا خان خوشوقتیہ کو وہاں مقرر کیا۔ قلعہ تین اطراف سے محفوظ تھا اور صرف ایک راستہ سے یہاں پہنچا جا سکتا تھا۔ ڈوگرہ اور سکھ فوجوں نے اس کی جانب پیشقدمی کی تو مقابلہ شدید پایا مگر رشوت سے ارسلا خان کو غداری پر آمادہ کر کے اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور اس کی سازش اور لوگوں امان وضع کے جھوٹے وعدوں کی وجہ سے اہل قلعہ نے ہتھیار ڈال دیئے مگر جوں ہی قلعہ ڈوگروں کے ہاتھ آیا انہوں نے قتل عام شروع کر دیا اور تقریباً دو ہزار اشخاص جنہیں عورتیں۔ بچے اور بوڑھے بھی شامل تھے موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ دست امان بھی مع اپنے دو بیٹوں کے یہاں شہید ہوا۔ تین ہزار مرد عورت بچے ورشگوم سے پکڑ کر ڈوگرہ فوج اپنے ساتھ قیدی کر کے گلگت لے گئی۔ اس طرح انہوں نے اپنی بربریت وسفاکی اور انسانیت سوز اخلاق کا ثبوت دیا۔ جنگ نیل دار ۱۸۵۲ء میں گوہر امان کے ہاتھ سے ڈوگرہ فوج کو جو شدید نقصان پہنچا تھا اس کا دس سے تھوڑا عرصہ بعد ڈوگروں نے ڈوری کے قتل عام کی صورت میں اس کا انتقام پورا کیا۔ یہاں سے واپسی کے وقت مہتر ملک امان نے لشکر ہنکیرا ن پر حملہ کر دیا اور بہت سے ڈوگروں کو تہ تیغ کیا۔ مگر اس کا لشکر دشمن کے مقابلہ میں معمولی تھا۔ ڈوگرہ فوج راہ کتل سے غذر میں داخل ہوئی۔ اور وہاں ملک امان کے بچوں کو گرفتار کر لیا۔ اور اپنے ساتھ لے جائی گئی۔ چونکہ ڈوگرہ فوج کو چترال کی جانب سے خطرہ تھا اس لئے وہ ورشگوم میں زیادہ نہ ٹھہرے اور گلگت واپس چلی گئی۔ ملک امان پھر ورشگوم چلا آیا مگر وہ ڈوگرہ حملہ کے نتیجہ سے ویران و تباہ ہو چکا تھا۔

مہتر ملک امان کی معزولی

شاہ امان الملک کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو نہایت خفا ہوا اور اس بد انتظامی کے مد نظر ملک امان کو ورشگوم سے معزول کر کے اسے تانگیر کی جانب خارج کر دیا۔

اور اس کے بھائی میر ولی کو مارشگوم کا حکمران بنا کر اسے ہدایت کی کہ آئندہ مہاراجہ کشمیر کی طرف ذرا بھی مخالفانہ و معاندانہ حرکت واقع ہو تو فوراً ہم کو اطلاع پہنچا دو۔

مہتر آدم خور کا حملہ

سابقہ مہتر آدم خور نے جو دیر و اسمار میں ایام جلا وطنی گذار رہا تھا۔ کچھ دنوں بعد اپنے چند حمائتیوں کے ساتھ درہ دمیل کی راہ سے دروش پر حملہ آور ہونا چاہا۔ بادشاہ نے اس سے مطلع ہو کر اہل دروش کو اسے روکنے کا حکم دیا۔ دروش کے لشکر نے گھوڑا لیبی مقام کے تنگ راستے پر مورچہ جا کر آدم خور کے وہاں پہنچتے ہی اس پر حملہ کر دیا۔ مقابلہ میں اس کے دو ملازم وہیں مارے گئے۔ اور خود بندوق کی گولی سے زخمی ہو کر پسپا ہو گیا۔ بادشاہ کو اپنے بھائی کے اس طرح زخمی ہونے کی اطلاع ملی تو رہائی دروش کی اس جرات پر بہت خفا ہوا تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ہمایوں شاہ بن فرخ سیر کے بیٹے فراست شاہ اور قاعدن شاہ اور محمد علیخان بن سربلند خان کے بیٹوں نے باہمی مشورہ سے مہتر آدم خور کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ تاکہ اسے راستے سے ہٹانے کے بعد پھر بادشاہ کے خلاف کی تدبیر کریں۔ چنانچہ بادشاہ نے اپنے رضاعی بھائی میرون بیگ کو بھیجکر مہتر آدم خور کو اسمار سے واپس بلا لیا۔ اور ہمایوں شاہ کو جو علاقہ قلندرہ کا حاکم تھا وہاں سے معزول کر کے آدم خور کو تلہ شغور میں مقرر کیا۔

آدم خور ہمایوں شاہ کے بیٹوں کو قتل کرنے کا خواہشمند تھا مگر بادشاہ نے یہ منظور نہیں کیا۔ البتہ ان دونوں کو ملک سے خارج کر دیا۔ یہ کابل چلے گئے اور وہاں سے پھرتے پھراتے "میر شاہ" والئی بدخشاں کے دربار میں پہنچے تحمل شاہ شہید کا بیٹا ملک شاہ بھی جو اپنے باپ کے قتل کے بعد دیر میں رہتا تھا۔ ان کے پاس بدخشاں جا پہنچا۔ دو سال تو مہتر آدم خور آرام سے شغور میں رہا۔ مگر اسکی خصلت میں فتنہ جوئی و فساد کا مادہ بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ بادشاہ نے دفع فتنہ کی خاطر مجبور ہو کر اسے پھر دیر کی طرف بھگا دیا۔ اس کے کئی معتبر حمائتیوں کو جنہیں منولی خان "رضا خیل کے بیٹے روشن علی خان، عبدالمسیب۔ داوک اور دبل بھی تھے وطن سے خارج کر دیا۔ عبدالمسیب اور دبل پونیال میں شجاعت خان کے پاس چلے گئے۔ جو ان کا بھانجا تھا۔ روشن علی خان اور داوک وخان کے حکمران کے پاس پہنچے۔ ہمایوں شاہ بن فرخ سیر مع اپنے لڑکوں کے واپس چترال آیا اور یہ مذکورہ اشخاص چترال کے عمائدین میں سے تھے۔

مہتر آدم خور کا قتل اور اس کے نتیجہ پر ہمایوں شاہ بھی مع بیٹوں کے قتل ہوئے۔

اس کے ایک سال بعد تحمل شاہ کے بیٹے سید علی شاہ نے جو اپنے والد کے قتل کے بعد دیر و سوات میں ٹھیرا رہا تھا مہتر آدم خور کو گولی کا نشانہ بنایا۔ غزن خان والی دیر نے مہتر مرحوم کی نعش چترال بھجوا دی۔ اور بادشاہ کو خبردار کیا کہ ہمایوں شاہ اور اسکے لڑکوں کے اشارہ سے آپ کے بھائی کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اور وہ دشمن اب خود تمہاری جان کے درپے ہیں۔ بادشاہ نے بھائی کو عزت و اکرام سے دفن کیا۔ اور دشمنوں کے دفعیہ کی تدبیر سوچنے لگا۔ انہی دنوں امیر دوست محمد خان والی کابل کا بیٹا سردار محمد اعظم خان ...... جو اپنے چھوٹے بھائی امیر شیر علی خان سے شکست کھا کر چترال آیا ہوا تھا جب یہ معزز مہمان بدخشان روانہ ہوا تو بادشاہ بھی بہ رسم مشایعت شغور تک ساتھ گیا اور وہاں مہمان کو رخصت کرنے کے بعد جب

خوش تھا تو بیاپرا تھا۔ اُدھر نے دو بیٹوں: فدایت شاہ و قناعت شاہ کو گرفتار کرکے انکا سر قلم کرادیا۔ وہ اس کے دوسرے بیٹوں کو جو بادشاہ کی بہن کے بطن سے تھے اور اپنی والدہ کے ساتھ چترال میں مقیم تھے زندہ رہنے دیا۔

والئی بدخشاں سے تجدید روابط اتحاد

میر شاہ والئی بدخشان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا میر جہاندار شاہ جب تخت پر بیٹھا اس نے بادشاہ چترال سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی چنانچہ دونوں اطراف اور والئی چترال یہاں سے روانہ ہوکر سرحد بیاک پر پہنچے اور وہاں دونوں حکمرانوں نے باہم ملاقات کی اور فیما بین متحدہ دوستی و روابط جدید کا معاہدہ طے پایا۔

چترالی سرداروں کی گرفتاری کشمیر میں
عیسیٰ بہادر کی سازش سے واپس طلبی

مہتر دوم خوشوقت کے قتل کے کچھ عرصہ بعد بادشاہ نے روشن علی خان کو جو پونیال میں شجاعت خان بن آزاد خان کے پاس تھا واپس بلایا اور پھر اس کے بیٹے مردان شاہ کو اسکے دوسرے بھائیوں عبدالحبیب بل اور داوک کو بلانے کے لئے پونیال بھیجا۔ جب یہ قاصد بادشاہ کی طرف سے پونیال بھیجا۔ جب یہ قاصد بادشاہ کی طرف سے پونیال پہنچا تو عیسیٰ بہادر نے موقع پاکر مہاراجہ کشمیر کو رپورٹ کی۔ کہ شجاعت خان بادشاہ چترال سے خفیہ تعلقات قائم کر چکا ہے تاکہ والئی چترال گلگت پر حملہ کرے۔ اس پر حکومت کشمیر نے شجاعت خان کو سعد رضا خیل سردار وزیر کے گرفتار کرکے گلگت بھیج دیا۔ جہاں عبدالحبیب بل۔ داوک۔ مردان شاہ اور محمد حفیظ خان کو قید کر لیا گیا۔ اور شجاعت خان کو مع عیال و اطفال کشمیر بھجا کر علی پروت یا ہری پربت کے قلعہ میں نظر بند کردیا گیا۔ جہاں حالت قید ہی میں انکا انتقال ہوا اور پنیال کی حکومت عیسیٰ بہادر اور رضا فیت خان کے ہاتھ میں آگئی۔

غزن خان والئی دیر کی وفات

انہیں دنوں دیر کے حکمران غزن خان کا انتقال ہوگیا اور اسکا لڑکا جمادار خان اس کا جانشین ہوا۔ مگر تھوڑی مدت کے بعد اس کا انتقال ہوگیا اور اس کا بھائی رحمت اللہ خان دیر کا حکمران قرار پایا۔

مہتر امان الملک کا گلگت پر حملہ

گلگت پر قبضہ کرنے کے بعد مہاراجہ کشمیر یہاں اپنی فوجی طاقت بڑھا رہا تھا لہذا مہتر امان الملک کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں مہاراجہ علاقہ ورشگوم پر قبضہ نہ کرے نیز اس موقع پر شہزادہ تخیل شاہ کا بیٹا ملک شاہ جو کئی سال تک دیر اور سوات کے علاقوں میں جلا وطن تھا جب دربار میں پہنچا۔ اور اس کے ایما پر گلگت آیا۔ یہ کارروائی بادشاہ کے خلاف غیر دوستانہ عمل تھا۔ چنانچہ مہتر امان الملک نے گلگت پر لشکر کشی کا ارادہ کرکے ڈوگروں کے خلاف اعلان جہاد کیا۔ اور ایک لشکر تیار کرکے چترال سے روانہ ہوکر ورشگوم پہنچا جہاں مہتر ولی خان خوشوقتیہ بھی مع لشکر کے اسکے ساتھ مل گیا۔ دونوں نے پنیال پر چڑھائی کی اور وہاں سکھ فوجوں کو شکست دے کر کئی قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ تقریباً سات سو سکھ یہاں مارے گئے اور بہت سے پنیالی بھی کام آئے۔ رضا فیت خان حکمران پنیال گرفتار ہوگیا۔ چھوار کے قلعہ میں عیسیٰ بہادر اور اسکے پنیالی دستے محصور ہوگئے۔ مگر مہتر امان الملک نے [illegible] کر دوسی حال میں [illegible] گلگت کی جانب [illegible] میں بہادری دکھائی۔ ڈوگرہ فوجوں نے گلگت کے قلعہ سے باہر کو

حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ سخت خونریز جنگ ہوئی جسکا نقشہ مرزا محمد غفران مرحوم نے ان اشعار میں پیش کیا ہے۔

دلیران جنگی صف آراستند ۔۔۔ چو شیران پرخشم کین خواستند
ہمہ نیزہ در کف کشادہ عنان ۔۔۔ نمودند حملہ چو شیر ژیان
درخشیدن تیغ از آفتاب ۔۔۔ بکوہ و بہ صحرا بیفگند تاب
ہمارا ز آہن چو دریا بموج ۔۔۔ درخشیدن تیغ برشد بہ اوج
دلیران میدان و خنجر گذار ۔۔۔ نمودند پیکار اسفندیار
ز ضرب سنان و ز آواز تیغ ۔۔۔ گریزندہ گردید سوئے میغ

آخرکار ڈوگرہ فوج شکست کھا کر قلعہ میں محصور ہو گئی۔ اس لڑائی میں لشکر چترال کے پانچ اور ڈوگرہ فوج کے بیس آدمی کام آئے۔ چترالی بہادروں میں رکشن علی خان رضا خیل اور اسکا بیٹا بیگی جان۔ چنیو بیگ بادشاہ کا رضاعی بھائی ماشنگین علی خیل۔ سلطان علی رضا خیل۔ شیخ علی شاہ زرشتہ خیل۔ بلی بیگ۔ قبادشاہ، گوہر حیات۔ زوندہ جبل۔ محمد رفیع۔ مہتر میر ولی کا دودھ بھائی۔ جناب خان اور عدل بیگ علاقہ خندرہ کے سورما ان سب نے بڑے بڑے کارنامے دکھائے۔ علاقہ خندرہ کا جناب نامی بہادر داد مردانگی اور شمشیر زنی کے جوہر دکھاتے ہوئے کام آیا۔

بادشاہ کے چترالی لشکر نے قلعہ گلگت کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ ڈوگرہ فوج قلعہ کے اندر سے توپوں کے گولے برسا رہی جسکی وجہ سے ایک مشہور چترالی سردار سنجاجل رضا خیل اور اسکے دو لڑکے شہید ہوئے اکیس دن کے بعد اطلاع ملی کہ ملک شاہ بن شہزادہ تجمل شاہ لڑائی کے پہلے ہی دن خوفزدہ ہو کر داریل بھاگ گیا تھا۔ بادشاہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ ڈوگرہ فوج کے پاس قلعہ میں ایک سال کے لئے خوراک و اسلحہ کا ذخیرہ موجود ہے اور حملہ آور لشکر کے پاس رسد وغیرہ کی کمی تھی اور قلعہ پر حملہ کی صورت میں سخت نقصان اٹھانے کا احتمال تھا۔ لہذا بادشاہ نے محاصرہ اٹھانا ہی مناسب سمجھا اور گلگت سے سوائے قلعہ سپوار کے جسمیں عیسیٰ بہادر محصور تھا باقی تمام قلعوں کو مسمار کرتا ہوا واپس چترال کی طرف روانہ ہو گیا۔ عافیت خان بروشہ کو بھی قید کر کے چترال لایا گیا۔

رضا خیل قیدیوں کی رہائی کشمیر سے عبدالمسیب۔ بل۔ مردان شاہ۔ محمد عظیم خان رضا خیل جو چند سال سے قلعہ گلگت میں مہاراجہ کشمیر کے پاس قید تھے رحمت اللہ خان والی دیر کی سفارش سے جو انکے والد غزن خان کی طرف سے مادری قرابت دار تھے رہا کر دیئے گئے۔ اور یہ مع عیال و اطفال چترال واپس آ گئے۔

ملک امان خوشوقتیہ کی مراجعت تانگیر سے قتل عام مڈوری کے بعد شاہ امان الملک نے ملک امان خوشوقتیہ کو بد انتظامی کی پاداش میں ورشگوم کی حکومت سے معزول کر کے

تانگیر کی طرف خارج کر دیا تھا۔ ملک آمان وہاں سے اشقومن اور پامیر کی راہ سے بدخشان پہنچا اور وہاں سے چترال آیا شاہ امان الملک کی رضا جوئی کی خاطر وہ کوہستان اشقامن میں مہتر آدم خور کے قاتل سید علی شاہ کے قتل کے ارادے سے بھی گیا۔ مگر اسمیں ناکامیاب ہو کر دوبارہ تانگیر پہنچا۔ اس موقع پر شاہ امان الملک ورشگوم پر مہاراجہ کشمیر کے متوقع حملے کے دفاع کی تدابیر سوچ رہا تھا۔ اس نے ملک آمان کو حکم دیا کہ وہ ورشگوم میں اپنے بھائی میرولی کے پاس چلا جائے۔ اور دونوں ملکر ڈوگروں کو پنیال سے خارج کرنے کی متحدہ کوشش کریں۔ بادشاہ نے ان کی مدد کے لئے چترال سے شہزادہ کوکن بیگ کی سرکردگی میں فوج کا ایک دستہ بھی روانہ کیا۔ چنانچہ ان کا کوآٹر اور ہوپر کے مقام پر دشمن سے مقابلہ ہوا۔ جسمیں بٹی اتالیق کا لڑکا دوداد شہید ہوا۔ ملک آمان نے کچھ ہی دنوں بعد ورشگوم کے بعض لوگوں سے سازش کرکے اپنے بھائی میرولی کو گرفتار کرکے ارسلا خان کے حوالہ کیا تاکہ وہ اسے تانگیر کی طرف خارج کر دے۔ مگر میرولی راہ میں ہی ان کی قید سے نکل کر فرار ہوگیا اور چترال جا پہنچا مہتر امان الملک نے ایک دستہ فوج اس کے ساتھ ورشگوم بھیجکر ملک آمان کو وہاں سے خارج کرا دیا۔ اور میرولی دوبارہ اس علاقہ پر قابض ہوگیا۔

میر جہاندار شاہ والئی بدخشان کی معزولی اور چترال آنا

اپنے والد میر شاہ کی وفات کے بعد میر جہاندار شاہ بدخشان کا حکمران ہوا تھا مگر اس کا ایک چچازاد بھائی میر محمود شاہ امیر شیر علی خان والی کابل کی مدد سے اس پر حملہ آور ہوا۔ اور تخت پر قبضہ کر لیا۔ میر جہاندار شاہ فرار ہو کر براہ ارکاری چترال پہنچا۔ شاہ آمان الملک کے اور انکے مابین پہلے سے دوستانہ تعلقات تھے اور انہوں نے میر بدخشاں کے شایان شان خاطر و مدارات کی۔ ایک سال وہ چترال میں رہا۔ اس کے بعد جب امیر شیر علی خان کو اس کے بھائی محمد افضل خان نے شکست دے کر تخت کابل پر قبضہ کر لیا تو شاہ چترال نے میر جہاندار شاہ کو براہ اسمار امیر محمد افضل خان کے دربار میں بھیجدیا اور یہاں سے نبات علی خان کو جو معتبر اور ہوشیار شخص تھا اسکے ساتھ مقرر کیا۔ چونکہ میر جہاندار شاہ نے سردار محمد اعظم خان کے جو موجودہ امیر کابل کا بھائی تھا۔ جلا وطن ہو نے اور بدخشاں درچترال آنے کے موقع پر اس کے ساتھ نیک سلوک کرکے اس کو خوشنود کیا تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے بھائی کی خدمت میں اس کی سفارش کی۔ چنانچہ امیر موصوف نے اس کو کمک دیکر بدخشان بھیجا جہاں امیر موصوف نے اس کو کمک دے کر بدخشان بھیجا جہاں میر محمود شاہ کو بھگا کر اس نے تخت پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ نبات علی خان معتمد چترال کا کابل میں انتقال ہوگیا۔

شاہ امان الملک اور مہاراجہ رنبیر سنگھ والئے کشمیر کے مابین دوستی کا آغاز

حکمرانان چترال و والیان کشمیر میں دوستانہ مراسلات بہت پہلے سے جاری تھے۔ چنانچہ شاہ کٹور ثانی اور مہاراجہ رنجیت سنگھ والئے لاہور مہتر شاہ افضل ثانی اور مہاراجہ گلاب سنگھ والئی جموں کے مابین دوستی کے مراسلات و پیغامات اور سفراء کا تبادلہ ہوتا رہا۔ مگر مہتر گوہر آمان کے دور حکومت

میں جبکہ کشمیر کی افواج نے گلگت کے علاقہ پر پہلی بار حملے شروع کئے تو یہ تعلقات منقطع ہو گئے تھے۔ اس کے بعد جب مہاراجہ رنبیر سنگھ بن راجہ گلاب سنگھ نے گلگت پر اپنا قبضہ جما چکا۔ تو اس خیال سے کہ چترال کی جانب سے پھر دوبارہ حملے نہ ہوں گے۔ اس نے رحمت اللہ خان والئی دیر کے ذریعہ شاہ امان الملک کو صلح و دوستی کا پیغام بھیجا اور ایک خط اپنے ایک معتمد میاں مقتصر شاہ کاکاخیل کے ہاتھ معہ اپنے ملازم دلدار مالاکنڈ کے راستے چترال روانہ کیا۔ بادشاہ نے مہاراجہ کے خط کا جواب دوستانہ طور پر دے کر میاں مقتصر شاہ کاکاخیل اور دلدار کو رخصت کیا اور ان کے ساتھ اپنے ایک ملازم اخوند خان کو بھی روانہ کیا۔ اس طرح دونوں حکمرانوں کے درمیان دوستانہ تعلقات پھر قائم ہو گئے اور مہاراجہ کو گلگت کے بارے میں جو خطرہ تھا وہ رفع ہو گیا۔

میر جہاندار شاہ کی دوبارہ معزولی

میر جہاندار شاہ امیر محمد افضل خان والئے کابل کی مدد سے تخت بدخشاں پر دوبارہ قبضہ کئے ہوئے تھا مگر قلیل عرصہ کے بعد امیر شیر علی خان نے لشکر کشی کر کے امیر محمد افضل خان کو شکست دی اور خود امیر بن گیا۔ میر جہاندار شاہ کے عمزاد بھائی میر محمود شاہ نے نئے امیر کی حمایت پر اس پر حملہ کر دیا۔ میر جہاندار شاہ کی عیاشی کی وجہ سے اکثر اہالیان بدخشاں اسکے خلاف تھے لہذا ایک طاقتور سردار مرزا صادق کی سرکردگی میں یہ لوگ میر محمود شاہ سے مل گئے چنانچہ میر جہاندار شاہ مقابلہ کی تاب نہ لا کر شغنان و پامیر کی جانب بھاگ گیا۔ اور میر محمود شاہ بدخشاں کا فرمانروا ہو گیا۔ چونکہ چترال و بدخشاں ہمسایہ ممالک تھے نیز ان کے دونوں حکمران خاندانوں میں قرابت بھی تھی۔ میر محمود شاہ کا باپ اور میر جہاندار شاہ کی نانی دونوں اس خاندان کے مہتر محمد شفیع کے بیٹوں سے تھے لہذا اس قرابت پر ہمیشہ نیک سلوک و مخلصت مابین جاری رہی۔ چنانچہ میر محمود شاہ نے جلوس کے بعد سرحد زیباک پر آکر شاہ امان الملک سے ملاقات کی۔

میر جہاندار شاہ کا دوبارہ چترال آنا

میر جہاندار شاہ شغنان و پامیر میں کچھ عرصہ سرگردانی سے گذارنے کے بعد درشگوم پہنچا مگر شرم و ندامت کی وجہ سے چترال نہ آ سکا۔ کیونکہ پہلی بار جبکہ وہ چترال آیا تھا بادشاہ نے اسکی غفلت و عیش پسندی کو پسند نہ کر کے اس کو امور جہانداری پر توجہ دلائی تھی۔ اور اس نے اس نصیحت پر عمل کرنے کا عہد کیا تھا۔ اسکے ہمراہ اسّی سوار اور دو سو پیادہ لشکریوں کے علاوہ اہل و عیال بھی موجود تھے۔ درشگوم میں مہتر میر ولی کے لئے اتنے کثیر مہمانوں کی نگہداشت اور خاطر خواہ تواضع مشکل تھی۔ لہذا بادشاہ نے اس پر رحم کھا کر میر جہاندار شاہ کو چترال طلب فرمایا اور وہ اور اسکے ہمراہی ایک سال تک بادشاہ کے پاس چترال میں قیام پذیر رہے۔

میر جہاندار شاہ کے بدخشاں پر حملہ اور ناکامی کے بعد ایک ہزار نفوس کے ساتھ چترال میں قیام

اس عرصہ میں اس نے بدخشان کے بہت سے سرداروں کے ساتھ خفیہ طور پر بدخشاں پر حملہ کرنے کے پیغام پہنچائے اور ان کی حمایت پر اعتماد کر کے بدخشاں روانہ ہو گیا۔ شاہ امان الملک نے مہتر پہلوان اور شہزادہ کو کمن بیگ کو لشکر دے کر اس کے ساتھ سرحد زیباک تک بھیجا

اگرچہ بدخشان کے لوگ اس کے طرفدار تھے۔ مگر میر محمود شاہ نے اپنی طاقت مستحکم کرلی تھی میر جہاندار شاہ اپنی مہم میں ناکام رہا ہوا۔ زیباک کے حاکم میر حق نظر بیگ جو میر جہاندار شاہ کی حمایت میں ایک ہزار بدخشانی لشکر لیکر اس کے پاس پہنچ چکے تھے اس کے ہمراہ پھر چترال آگئے اور یہ لوگ چار سال تک یہاں مقیم رہے۔

میر محمود شاہ والی بدخشاں کا حملہ چترال پر ۱۸۶۸ء میں

والئ بدخشان نے میر جہاندار شاہ اور اس کے ہمراہیوں کے چترال میں قیام کو اپنے لئے باعث خطرہ محسوس کیا اور شاہ امان الملک کی اس روش پر نہایت برافروختہ ہوا۔ چنانچہ اس نے شاہ چترال کو غم و غصہ سے بھرا ہوا ایک منظوم خط روانہ کیا جس کا آخری خلاصہ حسب ذیل ہے۔

برآوردہ ام لشکرے ہمچو کوہ — سوئے ملک چترال از ہر گروہ
بدخشی و شغنی و اوزبک فریق — بہ غرمے کہ چترال گردد غریق
خود آوردہ ام پائے در رکاب — کہ تا خاک چترال گردد خراب
جہان و کہان را ہمہ جملہ پاک — سپارم بہ شمشیر سازم ہلاک
زخون من بہ چترال دریا کنم — قیامت بملک تو برپا کنم
کنوں شو تو تیار از بہر جنگ — خبر کردم ایندم ترا بیدرنگ

شاہ چترال نے میر بدخشاں کے خط کا جواب بعد از دعا و سلام ذیل اشعار میں ارسال کیا۔ آخری ابیات حسب ذیل ہیں۔

تو گر لشکر آری سوئے ملک من — زمین بے خصومت سپارم وطن
چہ داری تو با خود سپہ بیشمار — مرا فضل ایزد مددگار و یار
بیا آنچہ خواہد خدائے جہاں — ہویدا شود در میانہ نہاں
ز بر کثرت فوج غرہ شوی — کہ از کم لبسی شد شکستہ قوی
تو بر من مخواں قصۂ زور خویش — بخواں قصہ بر خود ز اخبار پیش
مترساں مرا من نترسم ز تو — مناسب نباشد چنیں گفتگو

یہ خط ارسال کرنے کے بعد شاہ امان الملک نے بدخشانی لشکر کے حملے کے مقابلے کی تیاریاں شروع کردیں وہ خود ایک قوی لشکر لے کر دروازہ اور نقصان کے دروں کی حفاظت کے لئے شوغور پہنچا۔ لنکوہ و اودکاری کے دروں پر شہزادہ شیر افضل خان، اور شہزادہ کوہکن بیگ کو مامور کیا۔ وزیر مظفر خان اور میر خلیل حاکم بھی ان کے ساتھ لشکر خدمہ کا

مروگی میں موجود تھے۔

دربند بارخون کی حفاظت کے لئے مہتر پہلوان مستوج کے لشکر کے ساتھ مامور کیا گیا اس کے علاوہ رحمت اللہ خان والیٔ دیر کا بیٹا محمد شریف خان بھی کمک لیکر وارد چترال ہوا تھا۔ بادشاہ نے انہیں سے درواسن اور تورکہو اور دفرگول میں تقسیم کرایا۔ اس اثناء میں خبر ملی کہ بدخشانی لشکر پاخان کی راہ سے بروغیل و بارخون کی طرف بڑھ رہا ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے وزیر شفقت خان کو قلعہ شغور میں مقرر کرکے خود تورکہو پہنچا۔ میر جہاندار شاہ مع اپنے بھائی شہزادہ حسن اور لشکریوں کے بادشاہ کے ہمرکاب تھا۔ اس کے علاوہ بادشاہ نے روشن علی خان رضا خیل سردار کو جو شجاع اور بہادر تھا۔ نادر جنگ اتالیق اور چند دیگر موڑکہو کے دستوں کے ساتھ دربند بارخون میں مہتر پہلوان کی امداد کے لئے بھیجدیا۔ اور بادشاہ نے تورکہو کے مقام مہت میں اپنے بدخشی مہمانوں اور دیگر دستوں کے ساتھ قیام فرمایا۔ احتمال تھا کہ دشمن شاہ جنالی کی راہ سے عبور کرے۔

لشکر بدخشاں کا درۂ بروغیل سے بارخون میں داخل ہونا

شاہ چترال اپنی دفاعی تیاریاں مکمل کر چکا تھا کہ میر محمود شاہ والیٔ بدخشاں بارہ ہزار لشکر جرار کے ساتھ جنہیں ترک و تاجک قوم کے سوار اور پیادہ شامل تھے درۂ بروغیل کو عبور کرکے بارخون میں داخل ہوا۔ عجب یہ کہ شہزادہ تحمل شاہ کا شکار کا ملک شاہ بھی جو دیر و سوات اور باشقار میں پھر رہا تھا۔ کسی طرح سے بدخشان پہنچکر میر کے لشکر میں شامل ہو گیا تھا اور اس کے ہمرکاب تھا۔

مہتر پہلوان، روشن علی خان، نادر جنگ اتالیق مع چترالی لشکر کے ان کے مقابلہ کیلئے وہاں تیار موجود تھے۔ انھوں نے دریا کے مغربی کنارے کی طرف دربند کے سامنے ایک میدان میں کثیر تعداد میں لکڑیاں گاڑ کر اسے گھوڑوں کے لئے ناقابل عبور جنگل بنا دیا تھا۔ عبداللہ خان حاکم بارخون نے درہ کے اوپر مورچہ سنبھالا ہوا تھا اور دیر سے بدخشی لشکر پر پتھر برسانے کے لئے تیار تھا۔ بارخون کے باشندوں کو درہ سے نکال کر مستوج کی طرف بھیجا گیا تھا۔

بدخشی لشکر نے اپنے خرگاہوں اور خیموں سے نکل کر فلک شگاف نعرے بلند کرکے میر کے حکم سے یکبارگی حملہ کر دیا۔ مگر جوں ہی بدخشی سواروں نے اس میدان میں قدم رکھا جنہیں لکڑیاں گاڑھی گئی تھیں۔ ان کے بہت سے سوار اسمیں پھنسکر اور سرنگوں ہوکر گر گئے اور دونوں طرف سے بندوقوں کی بے انتہا گولیاں برسائی گئیں اور جنگ کا میدان گرم ہو کر بدخشی لشکر سراسیمہ ہوا اور پسپا ہونے لگا تو سامنے سے میر محمود شاہ تیغ برہنہ لیکر راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور شکروں کو پھر لڑائی میں جھونکتا رہا۔ بدخشیوں نے میر کے حکم سے دوبارہ حملہ کیا مگر پہلے سے بھی زیادہ نقصان اٹھا کر پسپا ہو گئے اور بھاگ کر پہاڑوں کی طرف جانے لگے۔ تو اوپر سے پہاڑی لشکر نے ان پر پتھر برسائے جس سے ان کے بہت سے آدمی ضائع ہو گئے۔ آخر شام ہونے پر دونوں لشکر اپنی قیامگاہوں پر واپس آ گئے۔ بدخشیوں کا بہت زیادہ نقصان ہوا

دوسرے دن لشکر بدخشاں نے تازہ دم ہوکر پہلے سے بھی زیادہ جوش و خروش کے ساتھ حملہ کیا اور خونریز جنگ کی چترالی لشکر نے پہاڑی مورچہ سنبھالا ہوا تھا۔ اور بدخشی میدان میں تھے۔ ان کے بہت زیادہ آدمی مارے گئے۔ مہتر پہلوان

اور اس کے لشکریوں نے ہمت و مردانگی کے جوہر دکھلائے اور بندوقوں، نیزوں، تلواروں، حتیٰ کہ پتھروں سے بھی دشمن کا مقابلہ کرکے ان کے چھکے چھڑا دیئے۔ میر محمود شاہ بھی اس لڑائی میں خفیف سا زخمی ہوا۔ اتنی شدید جنگ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ چترالی لشکر جو مہتر پہلوان کے ساتھ تھا۔ آج کچھ خوف و ہراس سے پریشان ہوا تھا مگر یہ حالت جب روشن علی خان کو معلوم ہوئی۔ مہتر پہلوان اور روشن علی خان جیسے دونوں بہادروں نے اپنے لشکروں کو ہمت و جوش دلا کر اور حوصلہ افزائی کرکے خود دشمن کی صفوں میں گھس گھس کر لڑائی کا رخ بدل دیا۔ اور یقین دلایا کہ دشمن عنقریب راہ فرار اختیار کرنے والا ہے۔

میر محمود شاہ کی شکست

تیسرے دن میر محمود شاہ نے پھر اپنے لشکر کو جوش دلا کر انعام و اکرام کے لالچ سے ایک اور زوردار حملہ کے لئے تیار کیا۔ مگر لشکر بدخشاں کی ہمت ٹوٹ چکی تھی۔ میدان جنگ لاشوں سے بھر چکا تھا اور خاص کر گذشتہ رات کی شبخون سے جب کہ چترالیوں نے ان کی قیامگاہ پر حملہ کرکے نقصان پہنچایا تھا آج کا حملہ مزید نقصان کے ساتھ ناکام ہوا اور چترالی لشکر نے اس دن ایسا سخت جوابی حملہ کیا کہ میر بدخشاں کی باقی ماندہ فوج سراسیمگی کی حالت میں میدان جنگ سے بھاگ گئی۔ جب لشکریوں نے دیکھا کہ میر بھاگتا جاتا ہے تو انھوں نے بگریز۔ یعنی بھاگو بھاگو کا نعرہ بلند کیا۔ روشن علی خان نے اپنے لشکر کے ایک حصے کو لیکر ان کا تعاقب کیا اور ان کو درہ بروغیل کے پار کرکے دم لیا۔ سینکڑوں بدخشی سپاہی بھاگتے ہوئے دریا میں گر کر غرق ہوگئے۔

مال غنائم

"آٹھ سو گھوڑے" دو بدخشی توپیں بیشمار بندوقیں۔ تلواریں۔ خیمے وغیرہ لشکر چترال کے ہاتھ آئے۔ ساٹھ قیدی گرفتار کئے گئے۔ مقتولین کی تعداد کئی سو تھی۔ یہ بدخشی دو توپیں میر محمود شاہ کے نام سے قلعہ چترال میں یادگار کے طور پر اب تک محفوظ ہیں۔

مہتر پہلوان، روشن علی خان اور دیگر سرداران لشکر نے جو اس جنگ میں شامل تھے۔ قلعہ دراسن میں آکر بادشاہ کے حضور پیش ہوئے اور آفرین و تحسین اور انعام و اکرام سے نوازے گئے۔

میر جہاندار شاہ مزید چار سال چترال میں رہا بعد ازاں وہ میر افضل خان کے بیٹے امیر عبدالرحمٰن خان کے پاس چلا گیا جس نے اس کی لڑکی کو اپنے عقد میں اس کو عزت و اکرام کے ساتھ اپنے پاس رکھا مگر چند دن کے بعد اس کے اپنے لڑکے نے میر جہاندار شاہ کو قتل کر دیا۔ امیر عبدالرحمٰن خان مرحوم نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ سردار حبیب اللہ خان (امیر کابل) کی والدہ میر جہاندار شاہ کی بیٹی تھی۔ اگرچہ دوسرے ذرائع سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی تاہم بقول اس مصرعہ ؎ سخن شاہ شاہ بر سخن است غلط نہیں کہا جا سکتا۔

کفار برگہ مثال۔ بانگل پر حملہ

شہزادہ تجمل شاہ کے بیٹے ملک شاہ کو برگہ مثال میں کفار رعیتوں میں سے ایک مشہور شخص شیف نے بچپن میں اپنے گھر دودھ پلایا تھا۔ اور رضاعی باپ بنا تھا۔ اس تعلق کی وجہ سے شیف اور اسکے بھائی ملک شاہ کے طرفدار اور حامی تھے۔ ملک شاہ ان کی امداد سے ویلادر بدخشاں کے درمیان آمد و رفت رکھتا تھا۔ چنانچہ میر محمود شاہ والئ بدخشاں کے لشکر میں شامل ہوگیا۔ شیف کا

ایک چچا زاد بھائی مسمی مرزہ اور اس کے دوسرے بھائی وغیرہ شاہ امان الملک کے ساتھ خلوص و وفاداری رکھتے تھے
ان دونوں چچا زاد بھائیوں میں ایک زمین کے متعلق سخت تنازعہ چلا آرہا تھا۔ اسی سلسلہ میں مرزہ نے بادشاہ کے حضور میں
حاضر ہو کر انصاف کے لئے استغاثہ پیش کیا بادشاہ نے اپنے بیٹے شہزادہ مرید دستگیر کو شدہ باشگل بھیجا کہ وہاں جا کر
دونوں کے مابین فیصلہ کرے۔ شہزادہ جب وہاں پہنچا تو شیث نے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا۔ مالیہ وغیرہ وہ پہلے سے
ہی نہیں دیتا تھا۔ مگر اس نے یہ اقرار کیا کہ وہ خود چترال آکر بادشاہ کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کریگا۔ چنانچہ شہزادہ
واپس آیا۔ شیث اپنے وعدے کے مطابق چترال روانہ ہوا اس کے ساتھ ایک اور کافر معتبر شخص مسمی باستی بھی آیا۔ اس
کا دشمن مرزہ پہلے ہی چترال پہنچ چکا تھا جب رات شیث اور باستی ایون پہنچکر شب باش تھے۔ مرزہ اور اس کے بھائی
ایون آئے اور دونوں کو قتل کر دیا۔ اور خود باشگل چلے گئے۔ شیث کے بیٹے شاہ لوک کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے
قلعہ کو مستحکم کرکے اس میں تین ہزار کافر تیر اندازوں کا لشکر جمع کیا۔ اور بادشاہ کے خلاف کھلی بغاوت کا اعلان کر دیا۔

بادشاہ نے اس واقعہ سے مطلع ہو کر اسے ہدایت بھیجی کہ اس خرد سے باز آئے مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا اس پر
بادشاہ نے اس کی سرکوبی کیلئے شہزادہ نظام الملک اور معتبر پہلوان کو ایک لشکر کے ساتھ شدہ باشگل روانہ کیا۔
شاہ لوک کا قلعہ پہاڑی پر واقع تھا اور تیر اندازوں کے تیروں کی بارش کی وجہ سے اس پر حملہ نا ممکن تھا۔ کئی دن اسی
طرح گذر گئے۔ آخر ایک رات چند بہادر جوانوں نے شبخون مار کر قلعہ کے آنے والے پانی کی نہر کو توڑ دیا۔ پانی سے
محروم ہو کر قلعہ والوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور چند دن بعد ہی ہتھیار ڈالدئے۔ لشکر اسلام نے قلعہ میں داخل ہو کر
کفار کے بتوں کو توڑ دیا اور قلعہ کو آگ لگا کر خاکستر کر دیا۔ شاہ لوک اور اس کے بھائیوں کو گرفتار کرکے بدخشاں کی طرف
بدر کر دیا گیا۔ اور ایک سو پچاس کافر مرد اور عورتیں قیدی بنا کر چترال لائے گئے۔ مرزا محمد غفران نے اس واقعہ
کو فارسی اشعار میں یوں ارقام فرماتے ہیں۔

ز کرسی بتان را سپند اختند
بہ بتخانہ ہا آتش افروختند
ہزاراں بت کہ بے بود با آب و تاب
ہماں قلعہ شاہ لوک شد تباہ
ز دیوار ہایش نشانی نماند
تو گوئے کہ دود نخ شد آنچہ بدید
ازاں قلعہ کہنہ کافران

بہر جا تجے سر نگوں ساختند
بتان را سراسر چو خس سوختند
ز اسلامیان گشت تکبیر خواب
ز لمعان آتش مہ نند کاہ
نہ آتش رہا استانے نماند
دگر بانگ واد کہ اہل من مزید
نماند اندراں جائے نام و نشان

یہ برگ مثال کافروں کا وہی مشہور قلعہ تھا جس پر امیر تیمور صاحبقران کا لشکر اس کے بیٹے مرزا رستم کی زیر نگ

حملہ آور ہوا تھا۔ مگر کفار کے ہاتھ شکست کھا کر پسپا ہو گیا تھا۔ شرف الدین علی یزدی نے تاریخ تیمور میں اسکا ذکر کیا ہے۔ برگ مثال تاریخی شہرت کے باوجود ایک وہ بتخانہ تھا کہ جسکے اندر سینکڑوں بت تھے چترالی لشکر نے ان سبکو توڑ دیا اور قلعہ کو آگ لگا کر خاکستر کر دیا۔

شہزادہ مرید دستگیر جسکے کہنے اور اعتبار پر شیث چترال آیا تھا اور قتل ہو گیا تھا اس واقعہ کو اپنے لئے شرم و ندامت سمجھتے ہوئے خفا ہو کر بدخشاں چلا گیا تھا۔ بادشاہ نے وزیر مظفر خان کو بھیجکر اسے نرمی و ملاطفت سے واپس چترال بلا لیا۔ شیثا لوک چند سال بعد بدخشاں سے چترال واپس آیا اور مشرف باسلام ہو گیا۔ مقام گبور میں کفالت معاش اور سکونت کے لئے اسے زمین دی گئی۔ اس کا لڑکا شیخ جانا گبور کا معتبر شخص تھا

مہتر میر ولی کی معزولی اور قتل

مہتر میر ولی خان درشگوم پر شاہ امان الملک کی حمایت و پرورش کی وجہ سے حکومت کر رہا تھا۔ اور مستوج کا حاکم اس کا چھوٹا بھائی مہتر پہلوان تھا اور مہتر پہلوان چونکہ شاہ امان الملک کا بھانجا تھا اس لحاظ سے بادشاہ اس کی طرف زیادہ توجہ رکھتا تھا پہلوان نے شاہ چترال کی اس توجہ سے دلیر ہو کر مہتر میر ولی پر حملہ کیا تو وہ اسے شاہ چترال کا اشارہ سمجھ کر بغیر مقابلہ کے بدخشاں چلا گیا۔ وہاں سے کچھ دن بعد چترال آیا مگر بادشاہ کی توجہ اپنی طرف نہ پاکر دیر چلا گیا تاکہ نانا آدم خور کے قاتلوں سے بدلہ لیکر شاید بادشاہ کی رضامندی حاصل کر سکے۔ وہ دیر میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا اور شہزادہ تجمل شاہ کے بیٹے سید علی خان کو تلاش کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ جب چترال واپس آیا۔ تو بادشاہ نے خوش ہو کر اس صلہ میں اسے درشگوم کا علاقہ پہلوان سے لیکر دے دیا۔ مہتر پہلوان جو بادشاہ کی شفقت اور مہربانی کا عادی تھا اس بات سے بہت دل شکستہ ہوا اور لاسپور و باشقار کی راہ سے رحمت اللہ خان والی دیر کے دربار میں پہنچا اور اس سے سفارش نامہ لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شاہ امان الملک۔ مہتر گوہر امان کے دونوں لڑکوں کی پرورش کا خواہاں تھا۔ مگر والی دیر کی خوشنودی و سفارش کے احترام میں اس نے اپنے معتمد دیوان بیگی ہزارہ بیگ کو میر ولی کے پاس بھیجا کہ وہ صرف غذر کا علاقہ پہلوان کے حق میں چھوڑ دے تاکہ اس علاقہ کو جو پہلے بھی مستوج کا حصہ تھا حکومت مستوج کے ساتھ شامل کر دیا جائے۔ مہتر میر ولی اس امر سے بدگمان ہو گیا اور دیوان بیگی ہزارہ بیگ کی تسکین دہی کے باوجود ملک بدر ہو کر مع بال بچوں کے دخان چلا گیا۔ اور وہاں سے تاشقرغان میں امیر شیر علی خان والی کابل کے نائب محمد عالم خان کے پاس پہنچا۔ مگر وہاں سے امداد کی کوئی صورت نہ پاکر واپس دخان آ گیا۔ کچھ دن کے بعد وہاں سے تانگیر یا چترال جانے کے ارادے سے درہ یارخون میں داخل ہو کر کارکین مقام کے جنگل میں چھپا ہوا تھا کہ کسی نے مہتر پہلوان کو اطلاع دے دی۔ جس نے اپنے رضاعی باپ نور حیات سیاہ گوشہ زندردہ خیل کے شورہ پر اسے قتل کرا دیا پہلوان کا اپنا ارادہ نہیں تھا۔ مہتر میر ولی خان ایک نیک خصلت۔ شریف انسان تھا اور خواندہ، نویسندہ بھی تھا۔ اسے شعر و شاعری سے بہت دلچسپی تھی۔ اور خوش نویس بھی تھا۔ اس نے درشگوم پر آٹھ سال حکومت کی میر ولی کے تین بیٹے تھے محمد ولی خان۔ گوہر امان ثانی۔ اور بختون ولی خان۔ مہتر میر ولی خان کی والدہ شاہ

کٹور ثانی کی بیٹی تھی۔

شہزادہ شیر افضل خان کی جلاوطنی

شاہ امان الملک کی تخت نشینی کے بعد اس کا چھوٹا بھائی شہزادہ شیر افضل خان تورکھو میں حکمران تھا اور وہاں کا مالیہ اسکو ملتا تھا۔ بادشاہ کا خورد سال لڑکا شہزادہ نظام الملک بھی تورکھو میں اپنے رضاعی والدین کے گھر میں پرورش پاتا تھا جو خوشوقتے تھے جب یہ شہزادہ دس سال کا ہوا تو شہزادہ شیر افضل خان نے اسکی موجودگی تورکھو میں اپنے لئے خطرناک تصور کی اور ارادہ کیا کہ فرار ہوکر دخان چلا جائے۔ مگر بادشاہ کو جب اس ارادہ کا پتہ لگا تو شیر افضل خان کو چترال بلاکر ایون دروش کے علاقوں میں جاگیر عطا کرنا چاہی مگر شہزادہ موصوف نے ملک سے جانے کا مصمم ارادہ کرلیا تھا۔ ایام جلاوطنی میں اپنی مدد کے لئے اپنے ماموں محمد علی خان کے لڑکے بیگ لال کو بھی اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا۔ اس مقصد کی برآری کی خاطر اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ بیگ لال کو ان کے بیٹوں کے ساتھ اس ملک سے بدر کرکے ایون و کیسو میں ان کی جائیداد مجھے دیدی جائے۔ بادشاہ بیگ لال سے پہلے ہی اس وجہ سے ناراض تھا کہ مہتر آدم خور کے قتل میں شہزادہ بجل حسین شاہ کے بیٹوں کے ساتھ اس کے تعلق کا علم ہوچکا تھا۔ چنانچہ اسے مع متعلقین کے دیر براول کی جانب بدر کرکے ایون و کیسو میں اس کی جائیداد شہزادہ شیر افضل خان کے حوالہ کردی گئی۔ مگر تھوڑے ہی دن بعد شہزادہ شیر افضل خان خود ایون سے فرار ہوکر کوہستان باشقار چلا گیا اور بال بچوں کو وہاں چھوڑ کر خود کابل میں امیر شیر علی خان کی خدمت میں جا پہنچا اور وہاں رہنے لگا۔

شہزادہ سردار نظام الملک کا سفر کابل

امیر شیر علی خان پادشاہ کابل اور شاہ امان الملک والئے چترال کے مابین دوستانہ خط و کتابت کافی عرصہ سے جاری تھی۔ چنانچہ امیر صاحب نے مہتر صاحب چترال کو خط لکھا کہ شہزادہ نظام الملک کو سیر و سیاحت کے لئے کابل بھیجے بادشاہ نے یہ دعوت نامہ قبول کرکے شہزادہ کو بعض معززین ملک مثلاً بہادر شاہ بن ریحان شاہ۔ نذین شاہ۔ میق و دانقال نایاب وغیرہ کے ہمراہ کابل روانہ ہوا۔ بدخشان میں امیر صاحب کے نائب الحکومت محمد عالم خان قزلباش نے جسے میر محمود شاہ کو خارج کرکے میدان معزز کیا تھا۔ سرحد زیباک پر شہزادہ کا استقبال کیا اور ہمرکاب ہوکر کابل پہنچا امیر شیر علیخان نے احترام و شفقت سے شایان شان استقبال کیا۔ اور اپنے پہلو میں بٹھا کر دست شفقت اس کے سر پر پھیرا اور بہ مانہ محبت کی۔ چند دن وہاں گذارنے کے بعد شہزادہ نے وہاں سے مراجعت کی۔ اور امیر صاحب نے شاہانہ تحائف دے کر اسکو رخصت کیا۔ شہزادہ ممدوح مع اپنے ہمراہیوں کے دخان کی راہ سے یارخون اور وہاں سے چترال آیا

شہزادہ کوکمن بیگ یادگار بیگ کی جلاوطنی

یہ دونوں شہزادے دروش میں رہتے تھے اور اس علاقہ کے حکمران تھے بدخشان میں امیر کابل کے نئے نائب الحکومت محمد عالم خان قزلباش نے وہاں زبانزدا ہوکر میمنہ کو بھی فتح کرلیا۔ اور جاہ و جلال کا مالک بنا تو بادشاہ چترال سے خواستگار ہوا کہ اپنے خاندان کی شہزادی اس کے عقد میں دیدے۔ مگر دونوں شہزادوں نے محمد عالم خان نائب الحکومت بدخشان کو خاندانی طور پر

کم درجہ کا خیال کرکے اس رشتہ داری سے انکار کر دیا۔ اور بادشاہ کی خفگی سے ڈر کر مع بال بچوں کے دروس سے فرار ہو کر کوہستان باشقار میں شہزادہ شیر فضل خان سے ملنے گئے جو ان کے آنے پر بہت خوش ہوا ان کو بہترین مددگار تصور کیا۔

مہاراجہ کشمیر سے معاہدہ ۱۸۷۶ء

بادشاہ چترال اور مہاراجہ کشمیر کے مابین نواب رحمت اللہ خان والی دیر کی وساطت سے دوستانہ تعلقات قائم ہو چکے تھے اور خط و کتابت جاری تھی لہذا مہاراجہ رنبیر سنگھ والی کشمیر شاہ امان الملک کے ساتھ ایک مستقل معاہدہ دوستی کا خواہشمند ہوا۔ شہزادہ شیر افضل خان کے دارالحکومت کابل میں چلے جانے کے بعد امیر شیر علی والی کابل کے ارادہ کی نسبت شاہ چترال غیر مطمئن ہو گیا تھا اس لئے اس نے مہاراجہ کشمیر کی دوستانہ پیشکش کو مصلحت اندیشی کی بناء پر قبول کر لیا اور وزیر عنایت خان کو سفیر بنا کر جموں روانہ کیا ادھر سے مہاراجہ نے اپنے ایک معزز معتمد سردار محمد اکبر خان[1] کو شاہ چترال کی خدمت میں قیمتی تحائف کے ساتھ بھیجا اور دونوں جانب سے معاہدہ دوستی کے لئے رضامندی کا اظہار ہونے کے بعد مہاراجہ کی جانب سے سردار گنگا سنگھ اور شاہ چترال کی جانب سے شہزادہ سردار نظام الملک اور مہتر بیلیان کے درمیان ورشگوم میں بمقام [illegible] ملاقات ہوئی اور دونوں حکومتوں کے مابین ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے جس میں مہتر چترال نے آئندہ گلگت پر حملہ نہ کرنے اور مہاراجہ کشمیر نے ورشگوم میں مداخلت نہ کرنے کا عہد کیا اس کے بعد دونوں حکومتوں میں مستقل دوستانہ تعلقات قائم رہے اور ہر سال دونوں حکمران ایک دوسرے کو تحائف وغیرہ بھیجتے رہے۔ مہاراجہ کشمیر نقدی۔ پارچات اور دیگر اشیاء بھیجتے تھے اور مہتر چترال ان کو باز شکاری، جانور اور گھوڑے وغیرہ ارسال کرتے تھے۔

اسکے ساتھ ساتھ شاہ چترال کے دوستانہ تعلقات اور خط و کتابت امیر صاحب کابل اور والی بدخشاں سے بھی بدستور جاری تھی۔

انگریز سیاح بڈلف کی آمد ۱۸۷۶ء

اس اثناء میں مہاراجہ کشمیر نے شاہ امان الملک کو خط لکھا جس میں کہا تھا کہ ایک انگریز سیاح بڈلف صاحب چترال تک آنا چاہتا ہے۔ نیز جموں میں ریزیڈنٹ کشمیر کی طرف سے وزیر عنایت خان سفیر چترال کو ہدایت کی گئی تھی۔ کہ مہتر چترال سیاح موصوف کی امداد دہی کیلئے توجہ فرمائیں گے۔ لہذا مہتر صاحب چترال نے خوشی سے منظور کیا اور اپنے رضاعی بھائی یقین بیگ کو ان کے استقبال کے لئے گلگت بھیجکر ان کو چترال بلایا اور ان کے اعزاز و دلجوئی میں حد سے زیادہ کوشش

[1] سردار محمد اکبر خان جو سفارت چترال پر آئے سردار عبداللہ خان قندھاری باشندہ کابل کے فرزند تھے جو سیاسی وجوہ کی بناء پر کابل سے آکر مہاراجہ کشمیر کے پاس قیام پذیر تھے۔ اور بعد از خدمات سی۔ آئی۔ اے تھے ۱۹۱۲ء میں وفات پائی ان کے فرزند سردار محمد اکرم خان ریاست کشمیر میں وزیر وزارت کے عہدے پر رہ چکے ہیں اب ان کے تین لڑکے پاکستان میں ذیل کے عہدوں پر مامور ہیں۔
سردار عبدالرحیم خان درانی ایم اے ایل ایل بی ڈپٹی [illegible] آفیسر [illegible] آفیسر میرپور آزاد کشمیر۔ سردار محمد سعید خان۔ کرنل آرمی پاکستان اور سردار محمد آصف خان بی۔ اے سیکنڈ ماسٹر ہائی سکول [illegible] ۱۷/۵۹ کاظمی مصحح

کی۔ کیونکہ شاہ چترال کے دل میں دولت برطانیہ کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کی خواہش مرکوز تھی۔ اور جاتے وقت اپنے ایک معزز معتمد شہزادہ خان رضا خیل کو انکے ہمراہ گلگت تک بھیجا۔

شاہ امان الملک ایک تجربہ کار سیاستدان تھے اپنے ہمسایہ ممالک کی کمزور حکومتوں کے غاصبانہ ارادوں کے مدنظر انہوں نے برطانیہ کی طاقتور حکومت سے دوستانہ تعلقات قائم کرنا اپنے ملک حکومت کے استحکام کے لئے ضروری امر تصور کیا اور بڈلف صاحب کے ساتھ غیر معمولی دوستانہ سلوک کرنے اس کے ذریعہ حکومت ہند و حکومت برطانیہ سے تعلقات استوار کئے چنانچہ اس کے بعد ان کی کمشنر پشاور اور وائسرائے ہند کے ساتھ دوستانہ خط و کتابت شروع ہو گئی۔

والئ اسمار سے جنگ

زست کا علاقہ شاہان کٹوریہ کے ابتدائی دور سے چترال کا ایک لاحق و ملحق حصہ تھا۔ اور یہاں کے باشندے مہتر چترال کی رعایا تھے۔ اسمار کا نیا حکمران حضرت علی خان بن کامران خان جو ایک مغرور طبع جوان تھا۔ اور جس کو باجوڑ کے قبائل کی حمایت بھی حاصل تھی۔ اس علاقہ کو چترال سے اور غیر محفوظ سمجھ کر اس پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھنے لگا۔ اور سرحدات پر مار دھاڑ شروع کی۔

شاہ چترال نے حکمران اسمار و چترال کے پرانے تعلقات اور رشتہ داری کے مدنظر حضرت علی خان کو دوستانہ طور پر پیغام بھیجا کہ وہ ان کارروائیوں سے اجتناب کرے مگر حضرت علی خان نے اس پیغام کو کمزوری سے تعبیر کرکے درشتی سے جواب دیا اور زست کلاں کو جسے افغان لوگ نارے کہتے ہیں اپنے قبضے میں لیا اور وہاں ایک قلعہ تعمیر کیا اور ایک سو بیس مسلح سپاہی اس کی حفاظت کے لئے متعین کئے۔

بادشاہ نے اس سے مطلع ہو کر اپنے بھائی شہزادہ بہادر خان کو دو سو جوانوں کے ساتھ اسمار روانہ کیا۔ خان اسمار نے قبائل باجوڑ سے کمک حاصل کرکے ایک بڑا لشکر تیار کیا اور زست آکر شہزادہ بہادر خان کی قلیل جمعیت پر حملہ کر دیا شام تک لشکر چترال نے افغانوں کا مقابلہ کیا اور ڈٹے رہے۔ رات کو خدا کی قدرت سے لشکر افغانی میں یہ خبر پھیل گئی۔ کہ چترال سے ایک عظیم الشان لشکر پہنچ گیا ہے وہ ہمارا محاصرہ کرینگے۔ تب ہماری خلاصی ناممکن ہو گی۔ لہذا وہ سراسیمہ ہو کر اپنے مورچے چھوڑ کر بھاگ گئے۔

کچھ دن بعد شاہ چترال نے ایک اور لشکر اپنے شہزادوں سردار نظام الملک، مرید دستگیر، شاہ ملک اور غلام دستگیر کے ہمراہ روانہ کیا مشہور جنگجو سردار درویش علی خان بھی جو اب کافی عمر رسیدہ ہو چکا تھا اس لشکر کے ساتھ موجود تھا دریائے زست کے دونوں کناروں پر مخالف لشکر صف آرا ہوئے۔ افغان لشکر کی قیادت مشہور اور بہادر آغا جان خان اور ملا سعدان کر رہے تھے۔ اور مزید قبائلی کمک بڑی تعداد میں برابر پہنچ رہی تھی۔ اور افغان نعرے لگاتے تھے کہ اے چترالیو مفت میں اپنی جانیں مت گنواؤ۔ اپنے اسلحے اور بندوقے حوالہ کرکے واپس چلے جاؤ۔ شہزادہ مرید دستگیر ایک دستہ لیکر رات کی سیاہی میں اس پہاڑ کے اوپر جا پہنچے جس کے دامن میں افغان لشکر مورچہ زن تھا۔ اور نور کے تڑکے ان پر حملہ کر دیا۔ مرزا محمد غفران ''فرماتے ہیں۔''

دغل در زمین فتنہ را گرم ساخت　　نقارہ دل تنگ را نرم ساخت!
ز جوش جگرہا بپا گشتہ میغ　　ببارید آتش درخشید تیغ
یکے گفت گیر و دگر گفت زن　　دگر گفت سر را جدا کن ز تن
ز افغانیاں کشتہ شد بس جوان　　تو گوئے ز خون گشت جوئے روان
درآمد باسماریان رست خیز　　نہ پائے گریز و نہ زور ستیز
بسا پیر زن را جگر شد کباب　　بسا چشم بارید از اشک آب

الغرض دونوں طرف سے شدید حملوں کی تاب نہ لا کر افغان لشکر کی ہمت ٹوٹ گئی اور انہیں شکست فاش ہوئی بہت سے انہیں مارے گئے۔ ملک سنغان جو بہت معتبر اور مشہور سردار تھا۔ روشن علی خان بہادر کے بھتیجے بہادر بن عبد السیف کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اور دوسرا بہادر سردار آغا جان خان جو والی اسمار کا خالہ زاد بھائی تھا۔ موضع تریچ علاقہ موڑکہو کے ایک دلاور سورما سحر دین نامی کے ہاتھ سے مارا گیا اس کے علاوہ بے شمار افغان ہلاک ہوئے اور ایک کثیر تعداد قیدی لشکر چترال کے ہاتھ آئے جنکو چترال لایا گیا اور بادشاہ نے ان افغان قیدیوں کو آزاد کر کے دیر لاوری کی راہ سے واپس بھیجدیا اور علاقہ نرست پر دوبارہ قبضہ کر لیا گیا۔ لشکر چترال میں باشگل کے کفار قبیلوں سے بھی بہت سے آدمی جنگ میں شامل تھے۔ یہ واقعہ سنہ ۱۸۰ء کا ہے۔

مہتر پہلوان کا گلگت پر حملہ اور معزولی

شاہ آمان الملک مہتر چترال اور مہاراجہ کشمیر کے مابین معاہدہ ہوا۔ ابھی دو سال بھی نہ گذرے تھے کہ مہتر پہلوان والی مستوج و ورشگوم نے جو بادشاہ کا داماد اور تربیت یافتہ خاندان تھا۔ گلگت پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس نے بادشاہ کو خط لکھا کہ پونیال اور گلگت کے بہت سے لوگ میرے حامی اور موافق ہیں اور گلگت پر حملہ کی اجازت چاہی۔ شاہ چترال نے مہاراجہ کشمیر سے کئے ہوئے معاہدہ کے مدنظر اسے سختی سے کہا کہ وہ اس ارادہ سے باز رہے۔ ورنہ وہ لشکر بھیجکر اس کو گرفتار کرنے اور سزا دینے پر مجبور ہونگے۔ لیکن مہتر پہلوان کے نصیب کا ستارہ گردش میں آچکا تھا۔ اسپر بادشاہ کی اس تنبیہ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اور وہ اپنی بیگم کو جو بادشاہ چترال کی بیٹی تھی۔ اس کے والد بزرگوار کے پاس روانہ کر کے تاکہ وہ اسکی سفارش کرے۔ خود پونیال پر حملہ آور ہوا۔ بادشاہ نے اس سے باخبر ہو کر شہزادہ سردار نظام الملک اور شہزادہ افضل الملک کو لشکر دیکر اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ مہتر پہلوان پونیال کے دیگر تمام قلعوں کو یکے بعد دیگرے فتح کر چکا تھا اور قلعہ چیوار کا محاصرہ کئے ہوئے تھا کہ شہزادگان چترال کے لشکر نے ورشگوم پہنچکر قلعہ دہیمال پر قبضہ کر لیا۔ مہتر پہلوان یہ سنکر حیران رہ گیا اور محاصرہ اٹھا کر واپس قلعہ ہلکیتی پہنچا اور یہاں سے شہزادگان کے ساتھ بات چیت شروع کی۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ مہتر پہلوان اپنے تمام لشکر جس میں علاقہ خوشوقتیہ کے سب حصوں کے آدمی تھے ساتھ لیکر چترال چلا جائے اور شہزادگان مع اپنے لشکر کے ورشگوم میں رہینگے۔

چنانچہ مہتر پہلوان اپنے لشکر کو لیکر شندور پار کرکے چترال روانہ ہوا۔ مگر ابھی بونی پہنچا تھا کہ وزیر عنایت خان بادشاہ کے حکم سے وہاں پہنچا اور سارے لشکر کو واپس بھیجدیا اور مہتر پہلوان کو صرف پانچ ملازموں کے ساتھ جنمیں اس کا رضاعی بھائی مظفر حیات بن نور حیات بھی تھا اپنے ہمراہ چترال بادشاہ کے حضور میں لے گیا۔ شاہ چترال نے مہتر پہلوان کو حکومت سے معزول کرکے انکے چچا مہتر گوہر امان کے بھائی میر امان کو جو کئی سال سے کوہستان باشقار و سوات میں جلاوطن تھا بلاکر ورشگوم کا حاکم مقرر کرکے وہاں روانہ کیا۔ اور شہزادوں کو واپس بلایا۔ بعد میں شہزادہ افضل الملک کو مستوج کا حکمران مقرر کیا۔ یہ واقعہ سنہ ۱۲۹۶ھ مطابق سنہ ۱۸۷۸ء کا ہے۔

بادشاہ نے اپنے بھائی شہزادہ بہادر خان کو جموں میں مہاراجہ کشمیر کے پاس بھیجا مہاراجہ موصوف نے جو بادشاہ چترال کے پابندی عہد سے بہت خوش ہوا تھا۔ شاہ امان الملک کو ایک خط میں شکر گذاری کا اظہار کیا۔

مہتر پہلوان ڈیڑھ سال تک چترال میں رہا۔ اور بادشاہ سے اپنے جرم کی معافی حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ بادشاہ نے علاقہ خوشوقتیہ کے معتبروں کو چترال بلاکر ان سے رائے دریافت کی تو عبداللہ خان حاکم یارخون نے اپنی تمام قوم کی طرف سے نہ صرف پہلوان بلکہ خوشوقت خاندان کے کسی فرد کی بھی حکومت کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ سیاہ گوشیہ کی قوم سے سلام، سلطان، شاہ سلطان نے بھی پہلوان کی مخالفت کی۔ البتہ شیرالامان خوشوقتیہ اور رحمت وزیر، مظفر حیات، گوہر حیات، امیر حیات، مومن حیات نے جو مہتر پہلوان کے رضاعی بھائی تھے اس کی حمایت میں ثابت قدم رہے۔ بادشاہ نے جو مہاراجہ کشمیر کے ساتھ ایفائے معاہدہ کا احترام کرنا چاہتا تھا۔ معتبروں کی اس مخالفانہ رائے کو حجت بناکر مہتر پہلوان کو مع عیال اور بعض مخصوص وفاداروں کے سنہ ۱۲۹۷ھ مطابق سنہ ۱۸۸۰ء میں دیر کی طرف جلد کردیا۔

جنرل رابرٹس کے دوستانہ تعلقات

سنہ ۱۸۸۰ء میں برطانوی افواج نے جنرل رابرٹس کے زیر کمان امیر شیر علی خان کو شکست دے کر کابل پر قبضہ کرلیا تھا۔ شاہ امان الملک نے بڑھتے ہوئے برطانوی اقتدار کے مدنظر کابل میں جنرل موصوف کو دوستی اور تعاون کا پیغام بذریعہ خط بھیجا جس کے جواب میں جنرل رابرٹس نے ایک خط کے ذریعہ شاہ چترال کو دوستانہ سلوک اور تعاون کا یقین دلایا۔ اور کچھ تحائف بھی روانہ کئے۔ اور انہوں نے خبر رسانی کیلئے بادشاہ کی خواہش پر میاں راحت شاہ کاکاخیل خلف میاں مقصود شاہ کو چترال میں بھیجدیا اور یہ لکھا کہ آپ اس کو اخبار نویس تصور کرینگے اور اس کے ساتھ ضروری امداد دینے سے ہمکو ممنون فرمائینگے ۱۰ مارچ سنہ ۱۸۸۰ء

امیر عبدالرحمٰن خان کی تخت نشینی اور بدخشاں پر قبضہ۔ شرفاء پر تشدد

کچھ عرصہ بعد انگریزوں نے سمرقند سے امیر عبدالرحمٰن خان کو جو وہاں روسیوں کا وظیفہ خوار تھا طلب کرکے اسے کابل کے تخت پر بٹھایا اور انگریزی فوج واپس ہندوستان چلی گئی۔ امیر عبدالرحمٰن خان نے کابل میں اپنی حکومت مستحکم کرنے کے بعد بلخ اور بدخشاں پر مکمل قبضے کے ارادہ سے ضروری کاروائی شروع کی یعنی بغیر کسی معقول وجہ کے بدخشاں کے امراء اور معززین قید کرکے کابل لیجائے گئے۔ کچھ قتل بھی کردیئے گئے اور باقی زندان میں ڈالدیئے

گئے۔ شغنان کے حکمران یوسف علی خان کو معہ خاندان کے تباہ و برباد کر دیا گیا۔ وخان کا حکمران میر علی مردان جان بچا کر چترال پہنچا۔ زیباک کے حاکم سید صادق کو افغانوں نے کابل لے جا کر چاہ میں ڈال دیا۔ بدخشاں کے شرفاء میں سے ایک آدمی بھی زندہ نہیں بچا۔ کابلی سپاہ نے لوگوں کے گھروں پر شب و روز حملے عزت و ناموس، مال و اسباب غرض کسی چیز کو محفوظ نہ رہنے دیا۔ میر جہاندار شاہ سابق والی بدخشاں کے لڑکوں کو امیر عبدالرحمن خان نے تخت نشینی کے بعد قندھار بھیج دیا تاکہ بدخشاں کی بو بھی ان کے دماغ تک نہ پہنچ سکے۔ میر جہاندار شاہ پہلے ہی سے جا کر امیر عبدالرحمن خان کے پاس رہتا تھا۔ جسکی بیٹی بھی امیر موصوف کے عقد میں تھی۔

امیر کابل کا چترال پر لشکر کشی کا ارادہ

پادشاہ چترال کا بھائی شیر افضل خان پہلے ہی امیر عبدالرحمن خان کے پاس موجود تھا اب مہتر پہلوان نے بھی اپنے بال بچوں کو کوہستان باشقار میں چھوڑ کر کابل کی راہ لی۔ دونوں کے ایماء پر امیر عبدالرحمن خان نے چترال پر فوجکشی کا ارادہ کیا۔ پادشاہ چترال اور امیر موصوف کے مابین اگرچہ دوستانہ خط و کتابت جاری تھی مگر امیر کی نیت کو بھانپ کر شاہ آمان الملک نے وزیر عنایت خان کو جموں میں مہاراجہ کشمیر کے پاس بھیجا اور اس کے بھائی وفادار خان کو کلکتہ میں برطانوی نائب السلطنت کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ افغان حملہ کی صورت میں ان کی مدد حاصل کرے۔ دونوں حکومتوں نے شاہ چترال کو امداد کا یقین دلایا بلکہ نائب السلطنت ہندوستان نے کابل میں برطانوی سفیر کی معرفت امیر افغانستان کو مطلع کیا کہ وہ چترال پر حملہ نہ کرے۔ اسطرح امیر موصوف چترال پر لشکر کشی کے ارادہ سے باز رہا۔ اسی سال ۱۸۸۶ء میں نائب السلطنت ہند نے شاہ آمان الملک کو دو عراب توپیں بطور تحفہ بھیجیں۔ یہ توپیں قلعہ میں موجود ہیں۔

مہتر پہلوان کا یاسین پر حملہ

مہتر پہلوان جب ناامید ہو کر کابل سے واپس آ گیا تو تانگیر میں اپنے بھائی ملک آمان کے ساتھ مل کر دونوں نے ایک لشکر فراہم کیا اور یاسین و ورشگوم پر حملہ کر دیا ملک آمان قلعہ دھیال پر قبضہ کر کے وہاں بیٹھ گیا۔ اور پہلوان نے یاسین پہنچ کر ضعیف العمر میر آمان کو جو اس کا چچا تھا شکار کھیلتے ہوئے گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد دونوں بھائی غذر کی جانب بڑھے۔ غذر میں شہزادہ بہادر خان شاہ چترال کی جانب سے حکمران تھا۔ اس نے حملہ آوروں کا سخت مقابلہ کیا۔ پہلوان اور ملک آمان شکست کھا گئے۔ اور قلعہ یاسین کو آگ لگا کر واپس تانگیر کی طرف پسپا ہو گئے۔ چونکہ اس مہم میں مہتر میر آمان اور اسکے بھتیجوں کے درمیان سازش تھی اور بادشاہ کو اس کا علم ہو چکا ہے۔ اس لئے میر آمان کو تانگیر کی طرف بدر کر دیا گیا اور شہزادہ نظام الملک کو ورشگوم میں حاکم مقرر کیا۔ شہزادہ افضل الملک مہتر پہلوان کی معزولی کے بعد مستوج میں حکمران تھا۔

ملک آمان ثانی کے واقعات

جن دنوں مہتر میر ولی خان ورشگوم میں حکمران تھا ملک آمان کو تانگیر کی جانب بدر کیا گیا تھا۔ بعد میں مہاراجہ کشمیر نے اسے مع اہل و عیال گلگت بلا کر وہاں وظیفہ دیکر رکھا تھا۔ اس وقت یہ واقعہ پیدا ہوا کہ ایک انگریز سیاح ہیوٹ نامی گلگت کی راہ سے ورشگوم آیا۔ وہ یارکند جانا چاہتا تھا۔ پہلے سال پہاڑوں پر برف کی زیادتی کی وجہ سے وہ درہ عبور نہ کر سکا۔ اور واپس گلگت چلا گیا۔ مگر دوسرے سال وہ ورشگوم

سامان لیکر آیا اہل ورشگوم اس کی بادہ خواری کو برداشت نہ کر سکے اور سازش کر کے اسے درہ طولی میں قتل کر دیا۔ اور اس کے سامان پر قبضہ کر لیا۔ اس قتل میں چونکہ ملک آمان کا بھی ہاتھ ثابت ہو گیا تھا۔ مہاراجہ کشمیر نے حاکم گلگت کو حکم دیا کہ ملک آمان کو گرفتار کر کے کشمیر بھیجدیا جائے۔ جب مہاراجہ کے سپاہی اس کی گرفتاری کے لئے اس کے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ ملک آمان خود تلوار لیکر باہر نکلا اور ان پر حملہ کر کے محاصرین کو منتشر کر دیا اور خود بھاگ کر داریل پہنچا مہاراجہ کے آدمیوں نے اسکی بیوی اور بچوں کو گرفتار کر کے کشمیر بھیجدیا۔ جہاں وہ چھ سال ہری پربت کے مقام پر قید رہے بعد میں ملک آمان کا لڑکا مقدس آمان رہائی پا کر مع اہل و عیال باپ کے پاس داریل پہنچا۔ اس موقع پر مہتر پہلوان بھی حکومت سے معزول ہو کر آوارہ گردی کے امید داریل پہنچا اور وہاں رہنے لگے۔

مہتر پہلوان کا ورشگوم پر دوسرا حملہ

شہزادہ بہادر خان کے ہاتھ سے شکست کھانے کے بعد مہتر پہلوان اور ملک آمان واپس تانگیر کوہستان پہنچے اور حملہ کیلئے دوسرے سال پھر نئے سر سے تیاریاں کرنے لگے۔ اور ایک بھاری لشکر کوہستان سے فراہم کر کے دفعتہً موضع دچھال پر حملہ کر دیا اور رات کے اندھیرے میں قلعہ یاسین تک پہنچ گئے۔ جسمیں سردار نظام الملک بے خبری کی نیند سو رہا تھا۔ لیکن اس ڈر سے کہ شاید قلعہ میں فوج موجود ہو حملہ کی ہمت نہ کی۔ جب آفتاب طلوع ہوا سردار نظام الملک قلعہ کو حملہ کے مقابلہ کیلئے مستحکم کر چکا تھا مہتر پہلوان اور شہزادہ نظام الملک کے مابین سابقہ دوستانہ تعلقات اور محبت تھی اور دونوں جنگ سے گریز کرتے تھے چنانچہ مہتر پہلوان شہزادے کی دعوت پر قلعہ میں چلا گیا۔ اور دونوں میں ملاقات ہوئی۔ مہتر پہلوان نے درخواست کر دی کہ شہزادہ اسے اپنے ساتھ چترال لے جا کر بادشاہ کے حضور میں معذرت کرے تاکہ بادشاہ اس کے قصور کو معاف کر کے اسے دوبارہ حکومت پر فائز کر دے۔ مگر شہزادہ نظام الملک جرأت نہ کر سکا کہ خود جائے اس نے اپنے باپ کے رضاعی بھائی میمون بیگ کو سفارش نامہ لکھ کر مہتر پہلوان کے ساتھ چترال بھیجا۔ مگر پہلوان کی اس سے تسلی نہ ہوئی اور راستہ میں نالہ بلبتی کے نزدیک میمون بیگ سے رخصت لیکر اپنے ملازموں کے ساتھ تانگیر چلا گیا۔

مہتر پہلوان کا قتل ملک آمان کے حکم پر مقدس آمان کے ہاتھ

ملک آمان ثانی بن گوہر آمان اور مہتر پہلوان سوتیلے بھائی تھے اور پہلوان شاہ آمان الملک کا داماد ہونیکی وجہ سے اسکو زیادہ عزیز تھا اور شہزادگان یعنی نظام الملک اور افضل الملک سے گہرے تعلقات اور وابستگی رکھتا تھا۔ ملک آمان کے دل میں یہ خیالات پیدا ہوئے کہ اول تو ورشگوم پر دوبارہ قبضہ کی امید ہی نہیں۔ لیکن اگر اسمیں کامیابی ہوئی بھی تو پہلوان شاہ چترال کا ہمشیرہ زادہ اور داماد ہونے اور ملک کے باشندوں کے ساتھ اچھے تعلقات کیوجہ سے ورشگوم کی حکومت کا زیادہ حقدار ہو گا۔ باوجود اسکے وہ کینہ بھی باقی تھا جو مہتر پہلوان نے اس کے سگے بھائی میر ولی کو قتل کیا تھا۔ وہ اسکا بھی بدلہ لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ ملک آمان بھائی کو راستہ سے ہٹانے کی تدبیر سوچنے لگا۔ مہتر پہلوان کے خیر خواہوں نے اسے بھائی کی بری نیت سے خبردار بھی کیا مگر اسپر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ اپنے ملازموں کو اسلحہ باندھنے سے بھی منع کر دیا۔ ایکدن دونوں بھائی شکار میں معروف تھے کہ ملک آمان کے اشارے

سے ایک بیٹے مقدس امان نے بندوق کی گولی سے جہاں کا کام تمام کر دیا۔ ملازمین جب پہنچے تو وہ اس جہان فانی سے رخصت ہو چکا تھا۔ بیچارے کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا۔

مہتر پہلوان کی اولاد

اس کے تین خورد سال بیٹے تھے (۱) عبدالرحمٰن خان (۲) عبدالکریم خان اور (۳) عبدالرحیم خان۔ بادشاہ کو جب یہ اطلاع ملی۔ تو نہایت مغموم ہوا اور بہت رویا۔ کیونکہ وہ اسے اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ اس کی اولاد و متعلقین کو تانگیر سے بلا کر اپنے زیر عاطفت پرورش کرنے لگا۔

خان اسمار کی دوبارہ بے اعتدالی

حضرت علی خان والی اسمار سابقہ جنگ میں لشکر چترال سے زبردست شکست کھانے کے بعد چند سال تو آرام سے رہا۔ مگر حسب عادت جبلی رفتہ رفتہ خانہ زیست میں پھر دست درازی شروع کی۔ بادشاہ نے پہلے کی طرح اسے خطوط کے ذریعہ تنبیہ کی مگر اس کا کوئی اثر نہ ہوا تو اپنے لڑکوں شاہ ملک، مرید دستگیر اور غلام دستگیر کو لشکر دے کر اسمار روانہ کیا۔ خان اسمار بھی افغان لشکر تیار کر کے مقابلے کے لئے نکلا۔ مگر چترالی فوج کی کثرت کو دیکھ کر مقابلہ بے سود سمجھا اور صلح کے لئے سلسلہ جنبانی کی۔ فیصلے کے مطابق وہ شہزادوں کے ہمراہ بادشاہ سے معافی مانگنے چترال روانہ ہوا۔ شہزادوں میں سے مرید دستگیر اور غلام دستگیر جنگ کرنا چاہتے تھے مگر شہزادہ شاہ ملک جنگ نہ کرنے اور خان اسمار کو معافی دلانے کا خواہشمند تھا۔ جب یہ چترال پہنچے تو چند دن بادشاہ نے خان اسمار اور شہزادہ شاہ ملک کو اظہار خفگی سے اپنے حضور میں پیش نہ ہونے دیا۔ آخر کار وزیروں اور مشیروں کی سفارش پر خان اسمار کو معاف کر دیا گیا۔ ابھی خان اسمار حضرت علی خان چترال میں ہی تھا کہ اسکو اطلاع ملی کہ باجوڑ کے سالارزئی قبائل نے اسمار پر قبضہ کر دیا ہے۔ خان موصوف یہ سنکر پریشان ہوا۔ اور افغانوں کی رسم کے مطابق سر پر قرآن شریف رکھ کر (جبکہ بادشاہ عشا کے وقت مجلس عام میں تشریف فرما تھے) بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور نہایت عجز و انکساری سے امداد کی التماس کی۔ بادشاہ نے اس حرکت سے متاثر ہو کر قرآن شریف ان سے لیکر مدد کا وعدہ کیا۔ اور خان موصوف صورت حالات بتا کر بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے شہزادہ شاہ ملک، مرید دستگیر اور غلام دستگیر کو لشکر لیکر اسکی مدد پر جانے کا حکم دیا۔ خان نے دوبارہ التماس کی کہ شہزادہ افضل الملک کے بغیر یہ مہم سر نہیں ہو سکتی ہے چنانچہ بادشاہ نے شہزادہ موصوف کو حکم صادر فرمایا کہ مستوج سے لشکر لیکر خان اسمار کے ساتھ چلا جائے۔ چنانچہ شہزادہ افضل الملک مستوج سے لشکر جمع کر کے جبکہ دوسرے شہزادے بھی ان کی معیت میں تھے ایک عظیم فوج کے ساتھ اسمار پہنچا۔ مقابلے پر چونکہ قبائل باجوڑ کے اکثر بڑے بڑے سردار بادشاہ کے وظیفہ خوار تھے اس لئے انہوں نے شہزادوں سے جنگ کرنا غیر مناسب خیال کیا۔ انہیں سے ایک معتبر سردار سید محمد سعید جان نے شہزادوں اور سرداران قبائل میں صلح کرا دی۔ قبائلی لشکر اسمار سے واپس چلا گیا۔ اور خان اسمار آرام سے اپنے ملک پر قابض رہا۔

نواں باب

کرنیل لاکھارٹ کا چترال آنا اور شاہ امان الملک اور حکومت برطانیہ کے مابین معاہدہ

ان دنوں امیر افغانستان کی فوجوں نے بدخشان پر مکمل قبضہ کر کے وہاں ظلم و ستم کا بازار گرم کیا ہوا تھا شاہ امان الملک نے امیر کابل کے غاصبانہ ارادوں سے چترال کو بچانے کی خاطر مہاراجہ جموں اور نائب السلطنت ہند کے پاس نمائندے بھیجے اور ان کی امداد کے وعدوں سے مطمئن ہو گیا تھا۔ مگر اس زمانہ شناس اور تجربہ کار بادشاہ کا منشاء یہ تھا کہ افغانوں کے ساتھ جنگ و جدل جس کا نتیجہ اس مختصر ملک کی تباہی ہی ہو سکتا تھا۔ کا موقع ہی نہ آئے۔ اس مقصد کے مد نظر اس نے نائب السلطنت ہند سے درخواست کی کہ دولت برطانیہ کا ایک نمائندہ چترال بھیجا جائے تاکہ وہ دونوں ملکوں کے درمیان مستقل دوستانہ معاہدہ تکمیل کرا سکے۔ چنانچہ سنہ [illegible]ھ مطابق نومبر ۱۸۸۵ء میں جب امیر عبدالرحمن خان بادشاہ کابل نائب السلطنت ہند سے ملاقات کے لئے راولپنڈی آیا۔ نائب السلطنت نے وزارت خارجہ کے سیکرٹری کرنیل لاکھارٹ۔ کرنیل وڈورڈ۔ ڈاکٹر رابرٹسن اور کپتان ڈیوڈسن کو سفارت پر چترال روانہ کیا۔ اور ان کے ذریعہ بادشاہ چترال کو چھ سو سنائڈر رائفلیں مع سامان متعلقہ اور کچھ اور تحائف روانہ کئے۔ یہ وفد گلگت کی راہ سے درشگوم پہنچا جہاں شہزادہ نظام الملک اور بعد میں شہزادہ افضل الملک نے شاہانہ استقبال کیا۔ اور ان کو چترال پہنچایا۔ مہاراجہ کشمیر کی طرف سے میجر حسین شاہ اس وفد کے ساتھ موجود تھا۔ جس نے دونوں کے درمیان ثالث کا کام کیا اور اسی کے قلم سے لکھے ہوئے مندرجہ ذیل معاہدہ پر شاہ امان الملک اور کرنیل لاکھارٹ نے دستخط کئے۔ جس کی ایک نقل شاہ چترال کو تفویض ہوئی۔ نقل مطابق اصل یہ ہے۔

اقرار نامہ منجانب مہتر صاحب آمان الملک صاحب بہادر والی چترال

بخدمت صاحبان والا شان سرکار انگریز بالشافہ کرنیل لاکھارٹ صاحب بہادر بدینگونہ تحریر مے شود کہ من خیر خواہ سرکار انگریز شدہ بدل و جان خدمات سرکار انگریز بجا آوردن میخواہم و در ہر گاہ از طرف کدام دشمن سرکار معدوح ارادہ آمدن انصوب خواہد نمود فوراً راہ ہا کوتل ہا در قبضہ خود بحفاظت داشتہ بجان کمر بستہ میباشم تا کہ مدد از صاحبان والا شان بمن خواہد رسید و رستی راہ ہا اشکوم تا حاجی پل یا یعنی کمال تا کہ مطلوب باشند درست خواہم ساخت و بسد لوازمات در حدود خود بر جیکہ ممکن باشد خواہم داد بشرط آنکہ ملک علاقہ ریاست کمالحال تحت خود دائم بدستور بہ فرزندان من

نسلاً بعد نسلٍ منجانب سرکار انگریز عطا شدہ بدستخط خاص مرحمت گردد تحریر ۵ ذوالحجہ ۱۳۰۲ھ

کرنیل لاکہارٹ اور شاہ امان الملک نے چند دن کے مذاکرات کے بعد معاہدۂ بالا پر دستخط کئے جس کے مطابق شاہ چترال نے حکومت برطانیہ کے ساتھ وفاداری اور اسکے دشمنوں کے خلاف چترال کی سرحدات کی حفاظت کا عہد کیا۔ اور حکومت برطانیہ کی جانب سے یہ وعدہ کیا گیا کہ حکومت مذا ریاست چترال پر بیرونی حملوں کی صورت میں اپنی پوری طاقت سے اسکی حفاظت کرے گی۔ آخر میں مہتر صاحب امان الملک نے اس شرط پر پابندی ذیل کا عہد کیا کہ میری موجودہ مقبوضہ ریاست میرے وارثین کو نسلاً بعد نسلٍ سرکار انگریز کی طرف سے عطا ہوا ہے۔

معاہدہ کے بعد کرنل لاکہارٹ پندرہ دن چترال میں گذارنے کے بعد گلگت واپس چلے گئے اور ڈاکٹر واٹسن برو سیاحت کے لئے شہزادہ مرید دستگیر کو لیکر کافرستان روانہ ہوگئے۔ کرنیل لاکہارٹ گلگت سے ہنزہ گئے اور وہاں سے بدخشان جانا چاہتے تھے مگر امیر کابل نے اجازت نہ دی۔ اور واپس ہوکر کافرستان کی سیاحت کی اور پھر براہ گلگت عازم ہندوستان ہوئے۔ انہوں نے بادشاہ کی خواہش پر خبر رسانی کے لئے وفعدار محمد نواز خان کو چترال میں مقرر کیا۔ اور کچھ عرصہ بعد ان کی جگہ جمعدار رب نواز خان مقامی اخبار نویس مقرر ہوکر چترال آیا۔ بعد میں عاصرہ کے بعد اس موقع کی حسن خدمات کے صلہ میں اسے خان بہادری کا خطاب ملا۔ حکومت جموں کی طرف سے ایک وکیل پہلے ہی سے شاہ چترال کے دربار میں موجود تھا۔ اور حکومت کابل و بدخشاں کی طرف سے میر عالم خان کابلی چترال میں مقیم تھا۔ یہ سات سال چترال میں رہا۔

کرنیل لاکہارٹ کی واپسی کے بعد نائب السلطنت ہند کی جانب سے سیکرٹری وزارت خارجہ حکومت ہند نے شاہ امان الملک کے نام ایک خط میں دوستانہ سلوک و حکومت برطانیہ کے ساتھ وفادارانہ جذبات کے لئے اظہار ادا کیا اور دولت برطانیہ کیطرف سے انہیں صاف الفاظ میں یقین دلایا۔ کہ حکومت برطانیہ ان کے ملک کے کسی حصہ دوبارہ پر قبضہ کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں رکھتی بلکہ آپ کے ملک کی حفاظت ترقی اور خوشحالی کی خواہاں ہے لیکن اس معاہدہ کی سیاہی خشک ہونے بھی نہ پائی تھی کہ ۱۸۹۵ء میں دولت برطانیہ نے شاہ امان الملک کے اس علاقے کے جو چغانسرائے سے گلگت تک پھیلا ہوا تھا ٹکڑے ٹکڑے کردئے زمت وباسکل افغانوں کے حوالے کر دیا گیا اور مستوج و کشند دسے اس پار کا علاقہ مہاراجہ کشمیر کو دے دیا گیا۔

شہزادہ نظام الملک کی سیاحت ہند

اسی سال یعنی ۱۸۸۵ء میں نائب السلطنت ہند کی دعوت پر شہزادہ نظام الملک، چترال کے بعض معززین کے ساتھ نائب السلطنت سے ملاقات کی خاطر کوہستان ملوئز (داغستان) کی راہ سے کشمیر پہنچے۔ اور وہاں جموں میں مہاراجہ کشمیر سے ملنے کے بعد کلکتہ تشریف لے گئے۔ جہاں نائب السلطنت ہند نے ان کی شایان شان خاطر و مدارات کی۔ پندرہ دن وہاں گذارنے کے بعد شہزادہ ہندوستان کے مختلف شہروں کی سیر کرتا ہوا واپس وطن پہنچ گیا۔ معززین ملک سے میہون بیگ۔ وفادار خان قابل ذکر ہیں جو اس سفر میں شامل تھے۔

ملک امان ثانی کا آخری حملہ

شہزادہ نظام الملک کی سیاحت ہند کے دوران میں ملک امان ثانی نے تانگیر اور داریل سے لشکر فراہم کرکے درشگوم یں (دروش) پر حملہ کیا مگر شہزادہ افضل الملک نے جو مستوج میں تھا۔ اس پر حملہ کرکے وہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ یہ ملک امان کا آخری حملہ تھا

محمد شریف خان والئی دیر سے لاوری میں جنگ

رحمت اللہ خان والئی دیر کے انتقال کے بعد اس کے جانشین خان محمد شریف خان اور عمرا خان والی جندول کے مابین سخت مخالفت پیدا ہوگئی تھی عمرا خان بادشاہ چترال کے ساتھ خاص دوستانہ تعلقات قائم کرنا چاہتا تھا تاکہ اس تنازعہ میں اس کی حمایت حاصل کر سکے مگر شاہ امان الملک نے خاندان دیر کے ساتھ پرانی رشتہ داری اور دوستانہ تعلقات کی بنا پر عمرا خان کی ان کوششوں میں کوئی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ لیکن والئی دیر محمد شریف خان بجائے شکر گزاری کے شاہ چترال کی اس وفاداری کی قدر کرنے کے بادشاہ کے بھائی شیر افضل خان کو اپنے پاس بلا کر پرورش کرنے لگا۔ بلکہ اس کو یہ اجازت بھی دی کہ جو اہل چترال دیر یا دیر کی راہ سے پشاور آمد و رفت کرتے تھے ان کو تنگ کرے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوداگروں کی آمد و رفت مسدود ہو گئی بادشاہ نے کئی بار والئی دیر کو لکھا کہ شہزادہ شیر افضل خان کو دیر سے بدر کر دے۔ مگر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر کار بادشاہ نے مجبور ہو کر عمرا خان والئے جندول سے دوستی کی درخواست کو منظور کر کے وہاں سے چند معتبروں کو چترال بلا کر والی جندول سے دوستی کا آغاز کیا۔ کچھ عرصہ بعد عمرا خان نے محمد شریف خان پر حملہ کرکے جندول و براول کے درمیان علاقہ میں اس کو شکست فاش دی۔ اور چترال سے بادشاہ نے شہزادہ شاہ ملک۔ غلام دستگیر۔ مرید دستگیر۔ بہرام ملک کو لشکر کے ساتھ دیر پر چڑھائی کے لئے روانہ کیا۔ خان دیر لشکر فراہم کرکے درہ لاوری پر حملہ آوروں کے مقابلہ کے لئے مورچہ بنا کر استقلال کرنے لگا۔ خان محمد شریف خان کی حقیقی بہن شہزادہ شاہ ملک کی منکوحہ تھیں۔ اس رشتہ کی وجہ سے شہزادہ موصوف نے جو جنگ و خونریزی کو کسی نہ کسی طرح بند کرنا چاہتا تھا خان دیر کو پیغام بھیجا کہ اب بھی وہ بادشاہ کی ہدایات پر عمل کرکے شہزادہ شیر افضل خان کو دیر سے نکال دے اور گذشتہ غلطیوں کے لئے معافی مانگے محمد شریف خان نے اس کی یہ پیشکش قبول کرکے پادشاہ اخوندزادہ جبل کے ہاتھ بادشاہ کے پاس ایک معذرت نامہ ارسال کیا۔ جس میں گذشتہ کوتاہیوں پر اظہار ندامت کرتے ہوئے آئندہ کے لئے وفاداری و تابعداری کا یقین دلایا۔ بادشاہ نے یہ پیغام ملنے پر رؤسائے ملک اور حضرت گل خان داماد اسمار اور ملک خالد خان سالار زئے باجوڑ کو جو ان دنوں باجوڑ میں موجود تھے نیز محمد نواز خان نمائندہ سرکار برطانیہ کو بلا کر ان سے رائے دریافت کی۔ سب نے بالاتفاق بادشاہ کو مشورہ دیا کہ عمرا خان ایک چاپلوس اور خود غرض آدمی ہے۔ اس پر اعتبار کرنا درست نہیں بلکہ خاندان دیر کے ساتھ پرانی رشتہ داری اور اچھے تعلقات کے مدنظر خان محمد شریف خان کے ساتھ دوستانہ روابط قائم رکھنا درست اور مناسب ہوگا چنانچہ بادشاہ نے منظور فرما کر واپس جواب دیا۔ کہ وہ شہزادوں کے ساتھ چترال آئے۔ مگر چونکہ قسمت میں خونریزی لکھی تھی۔ شہزادوں نے چند دن انتظار کرنے کے بعد جب قاصد و یرہ کے متعلق کوئی اطلاع نہ پائی اور چترال سے اطلاع بھیجنے میں بھی دیر ہوا۔ تو فرمد تاخیر کو بادشاہ کی ناراضگی کا باعث سمجھ کر شرت گاؤں سے جہاں وہ مورچہ زن تھے لڑائی کے لئے

کو متعین کر دیا۔ اور شہزادہ شاہ ملک نے سامنے سے شہزادہ مرید دستگیر نے بائیں بازو پر اور شہزادہ غلام دستگیر اور محمد افضل بیگ نے دائیں بازو پر حملہ کر دیا۔ خان دیر نے مضبوط اور مستحکم مورچے تیار کئے ہوئے تھے۔ سلطان خیل اور پائندہ خیل قبائل کی مدد سے سخت مقابلہ کیا۔ اور شدید جنگ واقع ہوئی۔ مرزا محمد غفران فرماتے ہیں۔

ز بد شعلۂ آتش زہر سوئے کوہ — زمیں شور گردش فلک شد ستوہ
سر کوہ جملہ بہ لرزش فتاد — زمانہ بر شور و شغب رہ کشاد
جہاں را سراسر سیاہی گرفت — ز مہتاب تا پشت ماہی گرفت
چو شد آتش کینہ افروختہ — درخت و گیاہ جملہ شد سوختہ
ز رعد تفنگ و صدائے کوہ — جنبیدہ آں مرز و بوم تا دہ گروہ

اس لڑائی میں افغانوں کے چالیس آدمی اور لشکر چترال سے تین آدمی کام آئے اور خان محمد شریف خان شکست کھا کر شہزادوں کے پاس آیا۔ اور ان کے ہمراہ چترال پہنچکر بادشاہ کے حضور میں پیش ہوا اور اپنی غلطیوں کے لئے عذر خواہ ہوا۔ بادشاہ نے اسکو معاف کر دیا اور کچھ دن بعد واپس دیر چلا گیا۔

عمرا خان والی جندول کا دیر پر حملہ اور قبضہ

شاہ امان الملک نے تہیہ کیا تھا کہ آئندہ خان دیر کے خلاف اگر عمرا خان کی طرف سے جارحانہ کارروائی ہوئی تو وہ خان دیر کی مدد کریں گے مگر عمرا خان ایک عیار و زمانہ شناس شخص تھا۔ اس نے کمشنر پشاور کو خط لکھ کر دولت برطانیہ کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا اور خان دیر پر الزام لگایا کہ وہ امیر کابل کا خیر خواہ ہے۔ اس دھوکہ میں آ کر نائب السلطنت ہند نے شاہ امان الملک کو خط لکھا کہ وہ والیان جندول و دیر کے تنازعات میں بالکل غیر جانبدار رہے۔ اس طرح شاہ چترال کی جانب سے مطمئن ہو کر عمرا خان نے جلد ہی خان دیر پر حملہ کر کے پہلی بار براول پر قبضہ کر لیا۔ اور دوسری بار حملہ کر کے دیر کو بھی اپنے قبضے میں لے لیا۔ خان محمد شریف وہاں سے فرار ہو کر بال بچوں سمیت کابل میں امیر افغانستان کے پاس چلا گیا۔ عمرا خان نے اپنے بھائی محمد شاہ خان کو دیر کی حکومت عطا کی۔ اور سلطان خیل و پائندہ خیل قبائل کو بھی مطیع کر کے مزید طاقت حاصل کی۔

شہزادہ افضل الملک کا دورۂ ہندوستان

۱۸۸۷ء مطابق ۱۳۰۵ھ میں شہزادہ افضل الملک جو مستوج میں حکمران تھا بادشاہ کے حکم سے نائب السلطنت سے ملنے گلگت اور جموں کی راہ سے کلکتہ گیا۔ اس کے ساتھ وزیر عنایت خان اور دوسرے معتبران ملک بھی تھے۔ چند دن وہاں گزارنے کے بعد احترام سے رخصت پائی۔ واپسی پر جموں میں انکے چند ملازمین ہیضہ کے مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے مرزا محمد غفران نے اس کی روانگی کی تاریخ عبارات مسجع سے یوں استخراج کی ہے ؎

چوں شاہ افضل سوئے ہند گردید راہی آں زمان — تاریخ آمد بہر آں افضل بسوئے ہند رواں
۱۳۰۵ھ

عمرا خان والیٔ جندول کا زست پر حملہ

اسمار کے خان حضرت علی خان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا شاہ عباس خان وہاں حکمران ہوا۔ مگر چند ماہ ہی گزرے تھے کہ باشگل کے ایک باشندے کے ہاتھوں وہ مارا گیا اس وجہ سے اسکے خاندان میں بدانتظامی پیدا ہوگئی۔ اور اس سے فائدہ اٹھا کر غلام حیدر چرخی سپہ سالار افغانستان نے اسمار پر حملہ کیا۔ اور فوج کے ساتھ چغانسرائے پہنچا۔ ان خطرات کے مدنظر شاہ امان الملک نے زست میں نیا قلعہ تعمیر کیا۔ اور وہاں کے دفاع کے لئے ایک لشکر شہزادہ بہادر خان اور میون بیگ کی سرکردگی میں وہاں مقرر کیا۔ اس موقع پر عمرا خان خان جندول فوج لیکر کفار باشگل کے خلاف جہاد کے بہانے زست کی حدود میں داخل ہوگیا۔ کفار باشگل میں سے مشہور سردار میرک اور شاہ ملک بھی لشکر چترال کے ساتھ قلعہ میں موجود تھے۔ عمرا خان نے شہزادہ بہادر خان سے مطالبہ کیا کہ میرک کو اسکے حوالہ کیا جائے۔ چونکہ لشکر چترال تعداد میں دشمن کے مقابلہ میں کم تھا اور مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا تھا شہزادہ موصوف نے قیام امن کی خاطر مجبوراً میرک کو مع چند کفار کے جو قلعہ میں موجود تھے، عمرا خان کے حوالہ کردیا۔ عمرا خان نے ارندو تک پیشقدمی کرکے ایک کافر سردار دیوان ملک کو وہاں قتل کردیا۔ اور میرک کو پابزنجیر اپنے ساتھ جندول لیجا کر قید کردیا۔

عمرا خان کے خلاف بادشاہ کی جنگی تیاریاں ۱۸۹۲ء

بادشاہ چترال نے یہ سنا تو آگ بگولا ہوگیا اور شہزادہ بہادر خان اور میون بیگ سے خفا ہوکر ان کو لشکر کی قیادت سے معزول کرکے واپس بلالیا اور دیر کی راہ سے چڑھائی کے لئے ایک بڑے لشکر کا انتظام شروع کیا۔ لیکن عمرا خان کو جب یہ حال معلوم ہوا۔ اس نے پھر کمشنر پشاور اور نائب السلطنت ہند کو اپنی وفاداری کا یقین دلا کر شاہ چترال کی جانب سے جارحانہ کارروائیوں کے خلاف حمایت کی درخواست کی نائب السلطنت ہند نے بادشاہ کو بذریعہ مراسلہ ہدایت نامہ بھیجا کہ وہ خان جندول پر حملہ کرنے کے ارادہ سے باز آئے ورنہ دولت برطانیہ اسے غیر دوستانہ فعل تصور کریگی اور عمرا خان حدود چترال پر دست درازی کرسکتا ہے۔ بادشاہ یہ پیغام پاکر نہایت رنجیدہ خاطر ہوا۔ مگر مجبوراً فوج کشی کا ارادہ ترک کردیا۔ اور نائب السلطنت ہند کو موثر الفاظ میں خط لکھا کہ عمرا خان میرے قلعہ سے میری رعیت کے لوگ پکڑ کر لے گیا ہے۔ یہ استخفاف اور بےعزتی میں ہرگز برداشت نہیں کرسکتا۔ اور اس کے ساتھ ہی حکومت برطانیہ کو آگاہ کرتا ہوں کہ عمرا خان کی دولت مشترکہ سے وفاداری صرف میرے ڈر کی وجہ سے ہے اگر وہ مجھ سے ایمن ہوجائے تو حکومت برطانیہ سے بھی وہی غداری کرے گا جو اس نے میرے ساتھ کی ہے اور اس پر اعتبار کرکے حکومت اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مار رہی ہے۔ میری لکھی ہوئی بات گورنمنٹ اپنے پاس محفوظ رکھے تاکہ میرے بعد میری تجربہ کاری اور حقیقت شناسی کا اندازہ معلوم ہوجائے۔ چنانچہ بعد کے واقعات نے ثابت کردیا کہ بادشاہ نے عمرا خان والی جندول کے متعلق جس تشویش کا اظہار کیا تھا وہ حرف بحرف درست تھی اور حضرت علی خان والئے اسمار وعلاقہ خالد خان سالارزئی

کی وہ باتیں جو عمرا خان کے متعلق اخبار کی تھیں حقیقت پر مبنی تھیں۔

عمرا خان نے اس کے بعد میرک بادشگی کو قید سے رہا کر کے واپس بھیج دیا اور بادشاہ کے ساتھ خط و کتابت کے ذریعہ اپنی عقیدت مندی پھر جاری رکھی۔ مگر دلوں کی کدورت صاف نہ ہوئی اور سات ماہ کے بعد بادشاہ اس عالم فانی سے رہ گرائے عالم جاودانی ہوئے۔

شاہ امان الملک کی وفات

چھتیس سال شان و شوکت سے حکومت کرنے کے بعد بدیع الاصفات بادشاہ نے ۷ ماہ صفر ۱۳۱۰ھ مطابق ۳۰ اگست ۱۸۹۲ء مطابق ۳۰ اگست ۱۸۹۲ء کو روز سہ شنبہ اس جہان فانی سے انتقال فرمایا۔ وفات کے وقت انکی عمر بہتر سال تھی۔ بادشاہ مرحوم کو اپنے والد شاہ افضل ثانی کی طرح دل کے درد کی شکایت تھی۔ وفات سے چند روز قبل ڈاکٹر غلام محی الدین ہندوستانی کے زیر علاج مسہل لیکر صحت یاب ہو گئے تھے اور غسل صحت فرما کر دربار خاص میں کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ناگاہ ایک مہیب آواز سنائی دی۔ معلوم ہوا کہ قلعہ کی دیوار کا ایک حصہ گر گیا ہے۔ یہ سنکر ان کے چہرے پر تفکر کے آثار پیدا ہوئے کیونکہ ان کے والد بزرگوار کی وفات پر بھی اسی طرح کا واقعہ رونما ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد یکایک درد دل کا ایک اور حملہ ہوا اور ناگاہ آہ کر کے شہزادہ افضل الملک کے سینہ پر سر رکھ دیا اور اللہ اکبر کہتا ہوا کچھ لمحوں میں ہی جان بحق تسلیم ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ؎

شہزادہ شاہ ملک نے بادشاہ کا جنازہ حرمسرائے میں بھیج دیا جہاں چاروں طرف آہ و بکا کی صدائیں گونجنے لگیں۔ القصہ ساری رات آہ و فغاں میں گذری۔ دوسرے دن ظہر کے وقت جامع مسجد کہنہ بازار کے متصل شاہی قبرستان میں بادشاہ مرحوم کو سپرد خاک کیا گیا۔

شہزادہ افضل الملک نے والد محترم کی وفات پر ذیل کے اشعار کہے تھے۔

امان الملک شاہ نامور بود	ز فیض او ہمہ کس بہرہ ور بود
بطالع بود چوں شاہ سکندر	بسی فرخندہ روی و نیک اختر بود
چو افلاطون بودش عقل و تدبیر	ز بس از کار عالم با خبر بود
سنین عمر او ہفتاد و دو سال	دو کم چہل سال شاہ با ظفر بود
ز درد سینہ در عصر سہ شنبہ	بسوئے آخرت او را سفر بود
بتاریخ ہزار و سہ صد و دہ	کہ ہفتم روز از ماہ صفر بود
ز قالب مرغ روحش کرد پرواز	بدنیا زیں مصیبت شور و شر بود

بادشاہ کی وفات پر مرزا محمد غفران نے بہت سے اشعار لکھے ہیں۔ جن میں سے چند اشعار یہ ہیں۔

شہ نامور خسرو باشکوہ	چو باران نوازندۂ بر گروہ
ستودہ بہ اخلاق نامی بجود	کہ گوئے سخا را ز حاتم ربود
خداوند اقبال بخت قوی	فروزندۂ مسند خسروی
سی و ہشت سالش چو شاہی براند	باقبال حشمت پناہی براند
بر ہفتاد و دو سال عمرش رسید	قدم جانب ملک عقبیٰ کشید
بتاریخ ہفتم ز ماہ صفر	بروز سہ شنبہ بوقت دگر
شد از عالم الغیب سویش ندا	بشد روح پاکش ز قالب جدا
بتاریخ فوتش ز افسوس و آہ	سرِ عیش را نقطہ آمد سیاہ[1]
	۱۳۱۰ھ

شاہ امان الملک کی اولاد

بادشاہ مرحوم کی وفات کے وقت ان کے بیس بیٹے اور بیس بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) سردار نظام الملک (۲) افضل الملک۔ ان کی والدہ غزن خان یوسف زئی والیٔ دیر کی بیٹی تھی۔

(۳) امیر الملک (۴) شجاع الملک۔ ان کی والدہ کامران خان ابراہیم خیل والیٔ اسمار کی بیٹی تھی۔

(۵) مرید دستگیر (۶) غلام دستگیر (۷) شاہ ملک (۸) بہرام ملک (۹) عبدالرحمٰن خان (۱۰) وزیر ملک۔ (۱۱) عبدالکریم خان (۱۲) ولی محمد خان (۱۳) محمد سرور خان (۱۴) امجد خان (۱۵) اسفندیار خان (۱۶) افراسیاب خان (۱۷) فرامرز خان (۱۸) سعادت سیر (۱۹) غازی الملک (۲۰) دلارام خان۔

اول الذکر چار شہزادوں کے سوائے باقی تمام فرزندوں کی مائیں اس ملک کے شرفاء میں سے تھیں۔

بادشاہ مرحوم کے ذاتی اوصاف اور عادات

شاہ امان الملک نہایت متقی اور دیندار حکمران تھے نماز پنجگانہ اکثر با جماعت ادا کرتے تہجد و نوافل بھی پڑھتے تھے خورد و نوش نہایت سادہ اور بے تکلف تھی۔ رعایا کے ساتھ پدرانہ شفقت رکھتے تھے اور ان کی خوشی و غم میں شریک ہوتے تھے۔ کھانا ہمیشہ دربار عام میں اہل مجلس کے ساتھ تناول کرتے ملک کی رسوم و دستور سے واقف اور ان کے پابند تھے۔ جس کی وجہ سے عوام میں ہر دلعزیز تھے۔ مزاج میں تندی رکھتے تھے۔ غصہ کے بعد پھر جلدی معاف کر دیتے تھے۔ دل کینہ سے صاف تھا۔ ملک میں سیاحت کا خاص شوق تھا۔ اور لوگوں کے حالات در خیال سنتے تھے۔ شکار اور بندوق کے بہت شوقین تھے۔ باوجود پیرانہ سالی کے تا قریب وفات شکار و دورے سے

---

[1] یعنی جب لفظ عیش کے اوپر نقطہ دیکر عین معجمہ میں بدل دیا جائے۔ تاریخ وفات پیدا آتی ہے فن تاریخ گوئی میں یہ ایک ایسا کمال ہے جس کی قدردانی اہل فن اور اہل شعر ہی کر سکتے ہیں۔ چترال میں اس فن سے کوئی واقف نہیں

ناغہ نہیں کرتے تھے۔ سالانہ دروش و لنگوہ تشریف لے جاتے تھے۔ اور جوانوں کی طرح صحت و ہمت رکھتے تھے غرور اور تکبر کا شائبہ تک ان کے وجود میں نہیں تھا۔ ایک دفعہ باجوڑ کے ایک خان نے ان کو خط میں بڑے بادشاہوں کے القاب لکھے تھے۔ بادشاہ نے اپنے میر منشی مرزا محمد غفران کو حکم دیا کہ خان موصوف کو لکھے کہ میں ایک کوہستانی بوڑھا سردار ہوں۔ مجھے شاہنشاہوں کے القاب نہ لکھا کرے۔ وہ اپنے والد بزرگوار کو نہایت تعظیم سے یاد کرتے تھے۔ اور اپنی اولاد کے ساتھ نہایت محبت رکھتے تھے۔ اور انہیں سے ہر ایک کو بعد طفولیت کے خانہ آبادی اور ساز و سامان کا مالک بنا دیا۔ اور اپنے بھائیوں کے ساتھ بھی حتی الامکان محبت و شفقت کا سلوک کیا۔ لیکن انہوں نے اس کی قدر نہ کی اور فتنہ و فساد میں کمربستہ رہے جس کے دفعیہ کے لئے مجبوراً بادشاہ کو قدم اٹھانے پڑتے تھے۔

شاہ امان الملک کی حکومت کی خصوصیات

شاہ امان الملک حکمران خاندان کٹور میں سب سے زیادہ نامور بادشاہ تھے ان کے زمانے میں چترال کی حکومت کو اپنی طاقت، وسعت، اقتدار اور اہمیت کے لحاظ سے انتہائی عروج پر تھی۔ ان کی سلطنت گلگت سے چغانسرائے تک پھیلی ہوئی تھی۔ کوہستان داریل۔ تانگیر۔ باشقار۔ کافرستان ان کو خراج دیتے تھے پھر اسمار اور یاغستان کے بڑے بڑے خوانین انکے وظیفہ خوار اور تابع تھے۔ مدشگوم سے زست تک رعایا وفاداری اور آرام سے ان کے تابع تھی اور کسی بھی دشمن کو سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوتی تھی ملک میں امن و امان تھا۔ علاقہ درشگوم میں خوشوقتیہ حکمرانوں کو ان کی نااہلی یا حکم عدولی کی بنا پر معزول کر کے اپنے بیٹوں نظام الملک، افضل الملک کو وہاں حکمران مقرر کر دیا تھا۔

ان کے عہد کی لڑائیوں میں میر بدخشان کا چترال پر حملہ کرنا اور سخت شکست کھانا قابل ذکر ہے شاہ امان الملک نے جس ہمت و دلیری سے میر بدخشاں کی دھمکیوں کا جواب دیا اور اپنی قلیل اور مختصر طاقت سے والی بدخشاں کی بارہ ہزار کثیر اور منظم افواج کا جس ہوشیاری اور تدبر سے مقابلہ کر کے اسے شکست فاش دی یہ ان کی اعلیٰ تجربہ کاری اور اہل ملک کی فنون جنگ کی پختہ کاری کا نتیجہ تھی کہ دشمن کے غرور کو خاک میں ملا دیا۔

۲۔ انہوں نے اسمار و دیر کے افغان حکمرانوں کو اعتدال سے تجاوز کرنے سے روک کر اپنے قابو میں رکھا۔ اور جب بھی انہوں نے ان کے مفاد اور مزاج کے خلاف کوئی اقدام کیا اس کا عبرتناک انجام ان کو میسر ہوا۔

۳۔ شاہ امان الملک نے گلگت پر حملہ کر کے وہاں مہاراجہ کشمیر کی افواج کو جو سخت شکست دی اس نے مہاراجہ کو بہت سراسیمہ اور پریشان کر دیا تھا اور اسے اس وقت تک چین نہ آیا جب تک کہ اس نے والی دیر کی معرفت سلسلہ جنبانی کر کے بادشاہ چترال سے رابطہ اتحاد قائم نہیں کیا۔

۴۔ انہوں نے کفار باشگل کا مشہور قلعہ برگہ مثال جس میں تین ہزار تیر انداز کافر بغاوت کا اعلان کر کے مقابلہ کو تیار تھے اور اس پر حملہ نا ملق افغان لشکر بھیج کر فتح کرایا۔ بے شمار بتوں کو توڑ دیا۔ اور قلعہ کو آگ لگا کر خاکستر کرا دیا۔ قابل دید خیال

کی بھی ان کے باغیانہ خیالات و عزائم کی بنا پر گوشمالی کی اور دماغ ٹھکانے لگایا۔

کشمیر اور برطانیہ سے اتحاد کے موجبات

شاہ امان الملک کے زمانہ کا اہم ترین واقعہ حکومت کشمیر اور دولت برطانیہ سے اتحاد اور دفاعی معاہدہ تھا۔ جو ان کی سیاست دانی اور زمانہ شناسی کا اعلیٰ ترین ثبوت ہے۔ اس زمانہ میں کابل کے امیر عبدالرحمٰن خان نے بدخشاں و شغنان پر قبضہ کر کے وہاں کے نہ صرف حکمران خاندانوں کا بلکہ ہر خاص و عام کے خلاف ظلم و ستم اور انسانیت سوز استبداد کا خاتمہ کیا اگر شاہ امان الملک چترال جیسا کمزور ریاست کو دولت برطانیہ کے ساتھ دوستی و اتحاد کا معاہدہ کر کے محفوظ نہ کرتے تو کابلی سفاک یہاں بھی وہی قیامت برپا کرتے۔ دوسری طرف مہاراجہ کشمیر کے ساتھ معاہدہ کر کے بادشاہ نے درشگوم کے علاقہ کو ڈوگرہ پیشقدمی سے محفوظ رکھا۔ ان معاہدات کی وجہ سے ایک طرف چترال کابل جیسے جابر کے خطرہ سے محفوظ ہو گیا اور دوسری طرف اسے برطانیہ اور کشمیر سے مالی امداد بھی ملنے لگی۔ جس سے ملک کی اقتصادی حالت اور دفاعی پوزیشن تسلی بخش اور مضبوط ہو گئی۔

اگرچہ ملک کے بعض حلقے اس اتحاد کو ملک کی مکمل آزادی میں رکاوٹ سمجھتے تھے اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ اس معاہدہ کی وجہ سے شاہ امان الملک مرحوم اپنی حیات میں عمرا خان جندول کے خلاف کارروائی نہ کر سکے یا بعد وفات ان کے اس علاقہ کو افغان اور کشمیر میں بانٹ دیا گیا۔ مگر آزادی میں تھوڑی سی کمی اپنی طاقت کی کمزوری تھی اور کابلی استبداد سے ختم ہونے کی دوراندیشی۔ چنانچہ مستقبل کے حالات ہم کے شاہد ہیں اس لئے اس دوراندیشی کو مبنی بر نتائج امن و امان تسلیم کر کے شاہ امان الملک کی سیاستدانی کو احترام سے یاد کرنے لگے۔ الغرض شاہ امان الملک کا دور چترال کی آزادی، سلطنت کے عروج کا آخری دور تھا۔ کیونکہ ان کی وفات کے بعد یہ ریاست ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور جب اعلیحضرت سر شجاع الملک کا دور آیا تو نہایت کوشش کے بعد کچھ موروثی حصے اور مفتوحہ کا علاقہ واپس مل گئے۔ اور اندرونی نظم و نسق بہتر حالت میں سدھر گئے۔ مگر پھر بھی اسکی آزاد حیثیت ختم ہو چکی تھی۔

ملک کی معاشی حالت

شاہ امان الملک کے طویل دور حکومت میں رعایا زندگی کے معاشی حالات میں آسودہ حال تھی۔ فصلوں میں قدرتی برکت تھی۔ اسلئے مطمئن اور خوشحال تھے ریاست کی آمدنی میں بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ چترال۔ ترکستان۔ بجاور۔ فیاور اور گلگت کے درمیان تجارتی راستوں کا مرکز تھا اور دونوں اطراف سے سوداگروں کے قافلے اس راہ سے گذرتے تھے حکومت کو باج دیتے تھے۔ اور عوام ان کو رسد مہیا کرنے سے معقول فوائد سے بہرہ ور ہوتے تھے۔ علاقہ موڑکہو کے تریچ مقام میں پھٹکری کی کان کنی بھی پھر سے شروع ہو گئی تھی ملک کی آمدنی میں معقول اضافہ ہو گیا تھا۔ ریاستی جنگلات کی لکڑی دریائے کابل کے ذریعہ نوشہرہ کے سوداگر برآمد کیا کرتے تھے۔ اور حکومت کو ان کی قیمت سے کافی رقم وصول ہوتی تھی۔ مہاراجہ کشمیر اور حکومت برطانیہ سے معاہدات کے بعد دفاع ملک کے لئے امداد دی۔ تو ہم ریاست کو ملتی تھیں اور ریاست کی آمدنی کے ذرائع

وسیع ہو گئے تھے اس لئے معتدبہ ترقی اور فراوانی کے امکانات حاصل تھے۔ اس کے علاوہ ملک کی اُونی صنعت بھی ترقی کرنے لگی تھی اونی کپڑا اور خشک میوے پشاور اور قبائلی علاقوں کو بھیجے جاتے تھے۔ باہر سے افغان قوم کے سوداگر اس ملک میں آکر بسنے لگے۔ اور تجارت کو فروغ ہوا تھا۔

علما و فضلا و شعرا

شاہ امان الملک خود پڑھے لکھے نہ تھے مگر علما و فضلا کی بیحد قدرو منزلت کرتے تھے ان کے دور میں ملک کے اکثر حصوں میں درس و تدریس جاری تھی۔ ان کے عہد میں خاص چترال خواجہ عزّ عہدہ قضا پر مامور تھے۔ جو قاضی عبدالجبار کی اولاد سے بڑے عالم و صاحب فضل تھے۔ الیون کے قدیم قاضی خاندان سے ملا نصرالدین معتبر فقیہ اور قاضی عبدالوہاب معزز عالم و ذکی الطبع اشخاص تھے خیرآباد کے صاحبزادگان خاندان سے مصطفےٰ صاحبزادہ اور محمد ملک صاحبزادہ اور اس کا لڑکا محمد مجتبیٰ صاحبزادہ شاہی خاندان میں بڑے قدر و احترام سے دیکھے جاتے تھے۔ اور بادشاہ ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ دیری اویرکے اخوندزادہ خاندان سے ملا محمد کبیر اس عہد کے نامور عالم تھے۔

جنید کے ملا سلطان الدین اور ان کا بھائی صوفی نظام الدین آخوند صاحب صوات علیہ الرحمتہ سے فیضیاب علم قرأت کے ماہر قاری اور خوش الحانی کے مقبول امام تھے ذہانت و قابلیت کے لحاظ سے بےنظیر تھا اخوند صاحب صوات کے حضور میں حرمت و عزت رکھتے تھے۔

اس عہد کے فضلا میں مرزا محمد غفران قابل ذکر ہیں جو ایک باکمال ادیب اور فاضل علوم متداولہ تھے فصاحت و بلاغت و شعر و شاعری کے علاوہ تفسیر اور فقہ میں بےنظیر دستگاہ کے حامل تھے جو اپنی علمی مباحث کے ذریعہ علوم کے مصنف تھا اور اس عہد کے فضلا میں وزیر مظفر خان اور شہزادہ کوہ کن بیگ و مہتر میر امان بن ملک امان شعر و سخن کے ممتاز شاعر تھے۔ ظرافت و لطیفہ گوئی میں کمال رکھتے تھے اور ان کے آپس میں مشاعرے بھی ہوتے تھے۔ اور بادشاہ سے اس دربار میں انعام پاتے تھے۔

سادات اسمٰعیلی آغا خانی

شاہ امان الملک ریاست کے اسمٰعیلی آغا خانی فرقہ کی رعایا سے مساویانہ اور منصفانہ سلوک کرتے تھے ان کے عہد میں اسمٰعیلی فرقہ کے کئی نامور پیر و سادات ہمسایہ علاقوں سے اس ملک میں وارد ہوئے جن کا مناسب احترام کیا اور جاگیروں سے نوازا۔ چنانچہ سید عبدالرحیم ولد شاہ پرتوی اور ان کے دونوں بھائی شہزادہ حمید اللہ اور سید سعادت شاہ امیر عبدالرحمٰن خان والی کابل کی یلغار کے بعد بدخشاں سے فرار ہو کر بادشاہ کے دربار میں پناہ گزین ہوئے۔ بادشاہ نے سید عبدالرحیم کو موضع ارکاری میں اور اس کے بھائیوں کو علاقہ مستوج میں جاگیریں عطا کیں اور عزت سے نوازا۔ ان کی اولاد اب علاقہ غذر و نیز گلگت ہنزہ کے علاقوں میں اسمٰعیلیوں کے روحانی پیشوا اور ہز ہائینس سر سلطان محمد شاہ امام اسمٰعیلیہ کی طرف سے چیف مکھی ہیں۔

علاقہ مستوج کے سید ملنگی او ریرک کے سید شاہ مستقیم بادشاہ کے دربار میں معزز تھے۔ اور سید شاہ مستقیم کی صاحبزادی شاہ امان الملک کے سلک ازدواج میں تھیں۔ وہ شہزادہ شاہ ملک اور اس کے بھائیوں کی والدہ اور نامور خاتون

تھیں۔ یہ اس بادشاہ کی مذہبی فراخدلی اور رعایا پروری تھی۔

مشاہیرِ عہد

شاہ امان الملک کے وزیروں مشیروں اور درباریوں میں ملک کے معتبر اور نامور اشخاص شامل تھے جو اپنی لیاقت و شجاعت و ذہانت کے لئے مشہور ہیں۔ بادشاہ عقلمند و زیرک کے نہایت قدردان تھے چنانچہ خود کہا کرتے تھے کہ میں نے اپنی زندگی میں تین اشخاص دیکھے ہیں جو عقل و تدبر اور فصاحت و تقریر میں بے نظیر تھے انمیں پہلا شخص وزیر شفقت خان تھا۔ دوسرا ملک خالد خان سالارزئے باجوڑ، تیسرا یعنی بہادر بن خان بہادر پروشٹہ۔ لہٰذا یہ تینوں شخص علی الترتیب بادشاہ کے اعتراف پر اس ملک کے دانائوں میں اور بادشاہ کے درباریوں میں سب پر فوقیت رکھتے تھے۔ بادشاہ کے خاندانی شہزادوں میں ذوالفقار شہزادہ نفر اب شاہ۔ شاہ کٹور ثانی کے لڑکے اور شہزادہ بہادر خان اور شہزادہ کوکن بیگ مہتر شاہ افضل ثانی کے لڑکے اور محمد افضل بیگ بن کوکن بیگ جو بادشاہ کا داماد تھا اور شہزادہ غلام دستگیر بادشاہ کے دربار میں قرب و منزلت کے مالک تھے۔ مہتر پہلوان بادشاہ کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز تھا۔ معزولی سے پہلے وہ بھی زمرہ میں شامل تھے۔ اور منظور نظر تھے۔ علاقہ مستوج کے اعیان شہرت خوش بن خدا امان، شہید الامان بن مرتضیٰ امان، سلام اور محمد حلیم۔ حضرت علی خان بن علی مردان خان، عبداللہ خان بن قلندر خان وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ روشن علی خان۔ مادک۔ عبدالستار باب و تیفور شاہ، شجاعل اپنے بہادرانہ کارناموں سے شہرت کے مالک تھے۔ علاقہ تورکھو و موڑکھو کے ممتاز اشخاص میں زرین شاہ، مرق، شکور بیگ، علی موجود، مبارک قدم، سیمون بیگ، گزیل، حرمت شاہ، تیغون وغیرہ تورکھو سے اور تیفور شاہ، منصور شاہ، بوزنگی، تعبت جعفون شاہ، کمال شاہ علاقہ موڑکھو سے بادشاہ کے دربار میں معتبر اشخاص تھے۔ سرور خان بن صمد خان اور اسداللہ خان اور اس کا بیٹا صاحب خان محمد بیگہ قوم سے۔ خان بن سلطان خان سنگین علیہ قوم سے، میر خلیل بن منشور خان۔ بلرم شاہ بن محمد شاہ۔ محبوب بن سبحان قلی خان، داد خان بن سرمست خان محمد لطیف خان بن سنگی وغیرہ رضا خیل قوم سے۔ شیخ و سکندر خوشال بیگہ قوم سے دودار شغنیہ قوم سے خداداد خان و نسب غلیفان خسروہ قوم سے۔ گنجرہ شاہ خوشگوار قوم سے وزیر عنایت خان۔ دنادار خان۔ نجات خان۔ میراثیہ قوم سے یہ دونوں بھائی بادشاہ کی طرف سے مہاراجہ کشمیر اور وائسرائے ہند کے پاس سفارت کے طور پر جایا کرتے تھے۔ نسب علی خان جو اوپر مذکور ہوا۔ بادشاہ کی طرف کابل۔ آسمار، حیدرمل سفیر ہو کر جایا کرتا تھا۔ جو تھا سفیر استقلال نایاب باشندہ تنفور تھا۔ جو فصاحت زباندانی میں شہرت رکھتا تھا۔ بادشاہ کی طرف والیان بدخشاں کے پاس سفارت پر مامور ہوا کرتا تھا۔ یہ سب اشخاص بادشاہ کے دربار کے معتقد۔ معتبر اور معزز تھے۔

طرزِ حکومت اور خصوصی اہلکار

شاہ امان الملک کے زمانہ میں اور اس سے ماقبل بھی یہاں شخصی حکومت رائج تھی اور بادشاہ اس مملکت کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ ریاست کا نظام ایک مرکزی مضبوط طاقت یعنی "مہتر چترال" پر منحصر ہوتا تھا۔ جو اپنے وزراء اور اکابرین ملک قوم کے مشورے سے حکومت کرتے تھے۔ ریاست کا انتظام چلانے کے لئے چند اشخاص اہلکار ہوتے تھے۔ شاہ امان الملک جو ایک بیدار مغز اور مدبر حکمران تھے انہوں نے ترقی ملک کے ذرائع ثروت پر کوشش کر کے تجارت۔ معدنیات۔ جنگلات پر کام

عشر وغیرہ کی بنیاد رکھی تھی۔ جس سے ملک کی آمدنی میں معقول اضافہ ہوا۔ مگر چترال اس وقت اہل قلم سے خالی تھا۔ دفتر کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے بادشاہ نے مرزا محمد غفران کو جو مقامی باشندہ تھا۔ اور علوم متداولہ کا فاضل تھا پشاور سے چترال بلاکر اس خدمت پر مامور فرمایا۔ اس نے دفتر قائم کیا اور ہمسایہ حکمرانوں کے ساتھ خط وکتابت اور ملک میں احکام تحریری بھیجنے اور ریاست کے مالیہ اور عشر اور تجارت کی تمام آمدنیوں کا حساب کتاب جمع کرنے کا انتظام کیا۔ اور بادشاہ کا دبیر اور مشیر مقرر ہوا۔ قدیم سے یہاں انتظام چلانے کے لئے تین چار عہدے تھے جنہیں بادشاہ کے مخصوص اہلکار ہوتے تھے۔ اور ان کے اراکین اپنی لیاقت و دیانت کے لحاظ سے بادشاہ کے اعتماد سے منتخب ہوتے تھے۔ چنانچہ اس عہد میں حسب ذیل عہدے تھے۔

(۱) **اتالیق**: یعنی وزیر دفاع یہ عہدہ قدیم سے یہاں رائج تھا اس وقت اس عہدہ پر نادر جنگ بابعد اس کا بیٹا مغرہ جنگ مامور تھے۔

(۲) **دیوان بیگی**۔ یعنی وزیر خزانہ۔ اس عہدہ پر ہزارہ بیگ مقرر تھا۔ جو شاہ افضل مہتر کا بھی معتمد تھا۔

(۳) **اقتسقال**۔ یعنی وزیر مالیہ و خوراک۔ اس عہدہ پر فتح علی شاہ مقرر تھا اور اب تک اس خاندان میں یہ عہدہ قائم ہے۔

(۴) **براموش**: یعنی وزیر تعمیرات۔ اس عہدہ پر میمون بیگ بادشاہ کا رضاعی بھائی مقرر تھا۔

(۵) **لیساول** یعنی منتظم مہمانوں کے خوراک و رہائش کا۔ مختلف اشخاص میں یہ عہدہ منتقل ہوتا تھا۔

ان مستقل اہلکاروں کے علاوہ دوسرے وزراء بھی ہوتے تھے جو اہم امور میں بادشاہ کو مشورہ دیتے تھے۔ بعض خاص خاص معاملات مثلاً جنگ کے "معاہدات" وغیرہ کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لئے بادشاہ ملک کے تمام حصوں سے بڑے بڑے قبیلوں کے سرداروں اور اکابرین کو بلاکر ان کی رائے حاصل کرتے تھے۔

ملک کی تقسیم اور عہدے

ریاست کے نظم ونسق کو چلانے کے لئے اسے چند صوبوں میں تقسیم کیا گیا تھا جن پر بادشاہ کے بیٹے یا بھائی بطور گورنر یا نائب حکمران تھے۔ ان کے تحت علاقوں کے انتظام کے لئے "حاکم" مقرر تھے جن کی حیثیت ڈپٹی کمشنر جیسی ہوتی تھی وہ اپنے علاقے میں امن وامان اور حفاظت کے ذمہ دار ہوتے تھے۔ حاکم کے ماتحت ہر بڑے موضع یا چند مواضع پر چند عہدے دار ہوتے تھے جنکو چیرویلو کہا جاتا تھا۔ چیرویلو کی ذمہ داری تحصیلدار کی طرح اپنے علاقہ میں امن وامان قائم رکھنے اور مالیہ کی فراہمی تک ہوتی تھی۔ چیرویلو کے ماتحت ہر گاؤں میں چھیرنو یعنی نمبردار ہوتے تھے جو ان کے فرائض کی انجام دہی میں انکی مدد کرتے تھے۔ اس کے علاوہ مہتمم ہوتے تھے جو مرکزی اور علاقائی حاکموں کی جانب سے احکام کی بجاآوری کے ذمہ دار ہوتے تھے اور موجودہ زمانہ کی پولیس کی طرح کام کرتے تھے۔ ان سارے عہدیداروں کو ملک کی آمدنی میں سے جو عام طور پر غلہ اور بھیڑ بکریوں کی شکل میں ہوتی تھی ایک مخصوص حصہ بطور تنخواہ کے ملتا تھا حاکم اور چیرویلو کا تقرر بادشاہ اس علاقہ کے عوام میں سے یا اکثریت والے قبیلوں سے اسکی لیاقت اور خدمات و وفاداری کو مدنظر رکھ کر کرتے تھے

ریاست کے وسیع علاقہ کو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا!

۱۔ علاقہ مستوج کش: یہ صوبہ جنالی سرائے سے شروع ہو کر گبرت تک پھیلا ہوا تھا جس میں زرست، باشگل یعنی کافرستان، اور دو۔ دیپل۔ جنجرت۔ ادسور۔ دروش۔ شیشی کوہ۔ خیرآباد۔ گمبوار گبرت تک کے علاقے شامل تھے۔ یہاں بادشاہ کا بیٹا شاہ ملک، ما بعد شہزادہ کوہ کن بیگ ابن شاہ افضل ثانی حکمران تھے۔

۲۔ علاقہ چترال: اس صوبہ میں ایون۔ بمبوریت، سنگور، بیرین شالی، علاقہ کوہ، علاقہ اویر۔ علاقہ کوشٹ موڑ گول تک شامل تھے۔ یہاں حاکم مقرر تھے۔ اور کوئی گورنر نہیں تھا۔

۳۔ علاقہ خذینہ: اس صوبہ میں اوژدور۔ ارکاری اور لٹکوہ کی وادیاں شامل تھیں جو خود دارالحکومت تھا۔ بادشاہ کے بڑے بھائی مہتر آدم خور اور ان کی جلاوطنی کے بعد شہزادہ امیرالملک یہاں حکمران تھے۔ شہزادہ ابعد دستگیر خاص علاقہ لٹکوہ پر حاکم تھا۔

۴۔ علاقہ یارخون۔ اس صوبہ میں استارو سے ریچ تک کے علاقے شامل تھے یہاں بادشاہ کے بھائی شہزادہ شیر افضل خان حکمران تھے۔ ان کی جلاوطنی کے بعد شہزادہ سردار نظام الملک یہاں حکمران بنے۔

۵۔ علاقہ موڑ لیکھو: اس میں کوغوزی سے تریچ تک کے علاقے شامل تھے۔ دراسن یہاں کا پایہ تخت تھا بادشاہ کے لڑکے شہزادہ افضل الملک یہاں حکمران یعنی گورنر تھے۔

۶۔ علاقہ مستوج: یہ صوبہ برنس سے شندور اور بروغیل تک پھیلا ہوا تھا۔ پہلے یہ علاقہ ورشگوم کے ساتھ خوشوقتیہ حکمرانوں کے زیر نگیں تھا۔ جو شاہان کٹوریہ کی نیابت کے طور پر وہاں حکمران تھے۔ ۱۸۷۰ء میں مہتر پہلوان کی معزولی کے بعد بادشاہ نے یہ علاقہ مملکت کٹوریہ میں شامل کر دیا اور شہزادہ افضل الملک کو وہاں کا حکمران بنایا۔ موڑ لیکھو اور مستوج دونوں اس کے ماتحت تھے اس کے علاوہ کالام۔ اوشو۔ باشقار کا علاقہ بھی یہاں آتا تھا۔

۷۔ علاقہ ورشگوم: اس علاقہ میں غذر، پسین اور اشکومن کے علاقے شامل تھے کوہستان۔ داریل۔ تانگیر بھی اس کے ماتحت تھے۔ مہتر پہلوان کی معزولی کے بعد مہتر ان کو بھی وہاں سے معزول کرکے بادشاہ نے یہ علاقہ بھی مملکت کٹوریہ میں شامل کر لیا۔ اور اپنے بڑے بیٹے سردار نظام الملک کو یہاں کا حکمران مقرر فرمایا تو یارخون اور ورشگوم دونوں علاقے اس کے ماتحت تھے۔

دفاع مملکت کے انتظامات ریاست کی کوئی باقاعدہ منظم فوج نہیں تھی۔ مگر ملک کے اکثر لوگ مسلح تھے اور جنگ کے موقعوں پر ملک کی حفاظت کے لئے اپنے صوبائی حکمرانوں یا قبیلوں کے سرداروں کی قیادت میں حاضر ہو جاتے تھے۔ جنگی امور کے سربراہ کو اتالیق کہا جاتا تھا۔ ملک کے بعض خاص طبقے دفاعی امور کے لئے مخصوص تھے جو اکثر بڑے بڑے خاندان اور بادشاہ کی قریبی قوموں سے تعلق رکھتے تھے

دوسرے طبقے بعض سامان رسد، واگرو وغیرہ پہنچانے۔ بعض اپنے گھروں سے فوجوں کو سامان خورد ونوش بہم پہنچانے پر مامور ہوتے تھے۔ فوج کی کوئی تنخواہ نہیں ہوتی تھی۔ البتہ جنگ میں فتح کی صورت میں مال غنیمت، کنیزیں اور غلام وغیرہ سب کو درجہ بدرجہ تقسیم کر دیئے جاتے تھے اور نمایاں بہادری دکھانے والوں کو بادشاہ انعام واکرام اور جاگیر سے بھی نوازتے تھے۔

ذرائع آمدنی اور قلنگ وغیرہ

شاہ امان الملک کے زمانہ میں عشر یعنی پیداوار کا دسواں حصہ سارے ملک میں حکومت کی طرف سے جمع کرنے کا رواج شروع نہیں ہوا تھا صرف چند مخصوص دیہات جیسے خاص چترال، ایون، بروز، دروش، تونجیکیر، مدک۔ لٹکوہ وغیرہ میں عشر وصول کیا جاتا تھا ملک میں رعایا کو کوئی خاص ٹیکس ادا کرنے نہیں ہوتے تھے۔ صرف قلنگی اور قلنگ ان طبقوں سے لیا جاتا تھا۔ جو دفاعی کاموں میں حصہ نہیں لیتے تھے۔ قلنگی اور قلنگ غلہ اور بھیڑ بکریوں پر مشتمل تھا۔ ہر گھر سے اس کی جائیداد کی وسعت کے مطابق مقرر کیا جاتا تھا۔ اس طبقے کو سال میں ایک ماہ کے لئے بیگار کے طور پر حکومت کا کام بھی کرنا پڑتا تھا اس طرح حکومت رفاہ عام کے واسطے سڑکیں اور دفاعی قلعے وغیرہ ان کے ذریعہ تعمیر کراتی تھی۔

ریاست کے تمام باشندوں پر ریاست کی طرف سے کچھ ذمہ داریاں عائد تھیں۔ ان قوموں کے لوگ جو بادشاہ کے قریبی خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے جنگ کے لئے ہمیشہ کمربستہ تیار رہتے اور دفاعی امور کے ذمہ دار ہوتے۔ باقی طبقے قلنگی قلنگ ادا کرتے اور بیگار کرتے تھے۔ کچھ لوگوں کے سپرد فوجیوں، سرکاری حکام اور دورہ کے وقت بادشاہ کے ہمراہیوں کے واسطے خوراک مہیا کرنے کا کام ہوتا تھا۔ بعض طبقے شکاری باز پہاڑ سے پکڑتے اور ان کے سکھلانے کے لئے مخصوص تھے۔ بادشاہ کو اختیار تھا کہ کسی بیگاری آدمی کو اس کی بیگار و قلنگ معاف کرکے فوج میں شمولیت کی اجازت دیدے۔

لوگوں کے طبقات اور ریاستی ٹیکس وغیرہ

زمانۂ قدیم سے اس ملک کے باشندے دو طبقوں میں تقسیم تھے یعنی آدمزادہ اور فقیر مسکین یعنی شریف و وضیع یا معزز یا غیر معزز۔ حکمران خاندان اور دیگر شاخوں سے تعلق رکھنے والے اور وہ اقوام جو موجودہ حکمران خاندان یا اس سے بیشتر چند پشت سے صاحب اقتدار ہوں، آدمزادہ طبقہ کہلاتے تھے۔ یہ عزت کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں تھی۔ بلکہ بادشاہ وقت جسکو چاہے عزت و منصب سے نوازے تو وہ خود بخود طبقہ اعلیٰ میں داخل ہو جاتا تھا۔ بعض حلقوں نے اور خصوصاً غیر ملکی مورخین نے اس تقسیم پر طنز اور اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ سارے انسان آدم کی ذات سے ہیں یہ بے معنی ہے مگر حقیقت کی نظروں سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ آدمزادے کے لفظی معنے اس شخص کے ہیں جو خلق یعنی اعلیٰ وصف انسانیت سے ہو یعنی شریف الاخلاق و مہذب ہو۔ پرانے زمانے کے دستور کے مطابق تہذیب و شائستگی سے واقف وہی لوگ ہوا کرتے تھے جو شاہی خاندان سے متعلق ہوں یا بادشاہوں کے دربار میں رہکر آداب مجلس سے آشنا اور واقف ہوں۔ جو لوگ تہذیب و شرافت سے بے بہرہ ہوں ان کو فقیر مسکین یعنی بے تہذیب اور ناشائستہ کہا جاتا ہے ناقل

یہ لفظ غلط آموز ہوگا یعنی غلط سکھایا گیا۔ اور بے بے تعلیم۔ ابتدا انفرادی طور پر لوگوں میں ان کی شخصی شائستگی اور شرافت کے مدنظر یہ تشخیص کی گئی تھی۔ رفتہ رفتہ ان لوگوں کے وارثوں کو بھی اس طبقہ سے سمجھا جانے لگا۔ چاہے وہ اخلاقی طور پر غیر شریف ہی کیوں نہ ہوں۔

دور کٹور یہ میں اس ملک میں بھی یہ طبقاتی تقسیم اسلئے رائج تھی کہ ان مختلف طبقوں پر حکومت کی طرف سے مختلف قسم کی ذمہ داریاں عائد تھیں۔ یہ امر قابل توجہ ہے کہ اس زمانہ میں ریاست کی آمدنی کے کوئی مستقل ذرائع نہیں تھے اور اتنی آمدنی نہیں تھی کہ فوج کے لئے تنخواہ اور روزانہ عام کے کاموں کے لئے مزدوری اور دیگر اخراجات کے لئے رقومات مہیا ہو سکیں اس وجہ سے حکومت بجائے ٹیکس کے رعایا سے فوجی خدمت "بیگار" خوراک وغیرہ کی ذمہ داریاں حاصل کرتی تھی۔ البتہ رعایا کے طبقوں میں غیر کیسانیت موجود تھی جس کی وجوہ کچھ اوپر بیان ہو چکی ہیں اور ایک اہم وجہ یہ ہے کہ جس طبقہ پر مالیہ اور بیگار وغیرہ کے زیادہ بوجھ رکھے گئے تھے وہ وہی لوگ تھے جو وسیع زمینوں پر قابض تھے۔ اور ایک گمان یہ بھی ہے کہ وہ اس ملک کے قدیمی باشندے تھے اور حکمران طبقہ اور ان کے مقربین باہر سے آئی ہوئی قوموں سے تعلق رکھتے تھے جنہوں نے مقامی باشندوں کو مغلوب کر کے ان کی کچھ قوموں سے تعلق رکھتے تھے۔ جنہوں نے مقامی باشندوں کو مغلوب کر کے انکی کچھ زمینوں کے بدلے میں ان سے خدمت اور مالیہ وغیرہ لیتے تھے کلاش لوگ جو بیگار کرنے کے علاوہ مختلف اقسام کے ٹیکس بھی ادا کرتے تھے۔ اس طبقہ میں شامل تھے۔

(۱) اول الذکر طبقہ یعنی آدم زادے۔ خاص طور پر جنگی خدمات کے لئے مامور ہوتے تھے سوائے لڑائی کے اور بادشاہ وقت کی مصاحبانہ خدمت کے ان کے ذمہ کوئی کام وغیرہ نہیں تھا۔ البتہ بادشاہ یا شہزادوں کے دورہ کے موقع پر وہ ان کی ضیافت کرتے تھے اور نذرانہ پیش کرتے تھے۔ جسے اوشیل کہا جاتا ہے اگر یہ لوگ اپنے فرائض سے خصوصاً جنگ کے موقعوں پر غفلت اور کوتاہی کرتے تو ان کا منصب اور جائیداد وغیرہ ضبط کر لی جاتی تھی۔ علماء اور سادات بھی اس طبقہ میں شامل تھے۔ مگر جنگ میں شمولیت پر مجبور نہیں کئے جاتے تھے۔ بلکہ ان کا کام دعا کرنا اور دینی رسوم کی بجا آوری ہوتا تھا۔

آخر الذکر طبقہ یعنی فقیر مسکین بالعموم چار قسم کے ہوتے تھے۔ اول پٹالی یعنی نوکر پیشہ یہ لوگ ادائیگی مالیہ سے معاف تھے۔ مگر حکمران کی خدمت پر ہمیشہ حاضر ہوتے تھے۔ اور جنگی لشکروں میں بھی شامل ہوتے تھے۔ (۲) دوسرے لولدویو یعنی اہل بیگار۔ یہ لوگ مالیہ ادا کرتے جسے تھنگی یا قلنگ کہا جاتا تھا اس کے علاوہ حکومت کے لئے سڑکیں بنانے نہریں کھودنے۔ قلعے اور دیگر حکومتی عمارات تعمیر کرنے کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ اور جنگ کے موقع پر بھی فوج میں شامل ہوتے تھے۔ (۳) تیسری قسم ژیت یعنی بارکش۔ لفظاً جو علاوہ ادائیگی مالیہ کے حکومتی غلہ۔ سامان۔ مرتبان۔ شوتہ فقان وغیرہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے تھے۔ حکومتی زمینوں کی کاشتکاری اور قلعوں میں جلانے کی لکڑی مہیا کرنا کا کام انکے ذمہ تھا حکومتی ملازمین جب اپنے فرائض کی انجام دہی

کے سلسلے میں گاؤں جاتے تو اس طبقہ کے لوگوں کے گھروں سے خوراک حاصل کرتے تھے۔ شہزادوں اور ممتاز عہدیداران ریاست کو بھی دورہ پر خوراک مہیا کرنا اس طبقہ کے ذمہ تھا۔ اس طبقہ پر یہ گراں ذمہ داریاں رکھنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ ان کے پاس زیادہ زمینیں ہوتی تھیں۔ اور یہ زمینیں ابتداء سے حکمرانان ریاست اپنے قبضہ میں رکھ کر جو کوئی عوام سے ان ذمہ داریوں کو قبول کرتے تھے یہ زمینیں حاصل کرتے تھے۔ کفار کلش بھی اسی قسم کے فرائض انجام دیتے تھے

(۴) چوتھی قسم خانہ زاد طبقہ تھا جو غلام ہوتے تھے۔ یہ لوگ گھروں میں خدمت کرنے بار برداری وغیرہ کے کام کرتے تھے۔ اس زمانہ میں انکی خرید و فروخت کا رواج دوسرے ہمسایہ ممالک کیطرح چترال میں بھی عام تھا اس طبقہ میں اکثر وہی لوگ تھے۔ جو جنگوں میں اسیر ہو کر بدخشاں یا خشگل تانگیر۔ داریل۔ بلونز وغیرہ ملکوں سے یہاں کے معزز طبقوں کے گھروں میں خدمتگار رہا ہوتے تھے۔ اور یہیں آباد ہو گئے تھے۔ چنانچہ ابتک اس قسم کے لوگ یا انکی اولاد یا انکی اولاد اپنی اصلی وطن بتانے کیلئے موجود ہیں۔

بردہ فروشی اس زمانہ کے حکمرانوں کا ایک ذریعۂ آمدنی تھا۔ البتہ حکمران سوائے آدمزادہ طبقہ کے کسی کا شخص کو بھی فروخت کر سکتا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ رسم ختم ہوتی گئی اور ۱۸۹۵ء میں اس کو کلیتہً بند کر دیا گیا۔

انصاف و فیصلۂ مقدمات

شاہ امان الملک کے عہد میں مقدمات کے فیصلے اکثر زبانی ہوتے تھے اور سارے اختیارات خصوصاً زمینوں کے متعلق امور بادشاہ کے ہاتھ میں تھے۔ بادشاہ دربار عام میں بیٹھ کر عدالت کرتے اور لوگ اپنے عرائض اُن کی خدمت میں پیش کرتے۔ جنہیں بادشاہ خود موقع پر ہی فیصلہ کرتے بعض تنازعے خصوصاً قتل یا میراث کے متعلق "امور شرعی فیصلہ کے لئے قاضی کے حوالہ فرماتے تھے۔ زمینوں کے فیصلے عموماً بادشاہ وقت کی مرضی پر ہوتے تھے۔ کیونکہ حکمرانوں کے تغیر و تبدل اور ملک کے غیر مستقل حالات کی وجہ سے زمینیں زیادہ عرصہ تک کسی خاص شخص کے ہاتھ میں نہیں رہتی تھیں۔ اور ان کی ملکیت بدلتی رہتی تھی جس کی وجہ سے کسی مخصوص شخص کا حق اسپر ثابت ہونا مشکل ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ یہ دستور تھا کہ دو تین پشت تک جو زمین جس شخص کے قبضہ میں رہی ہو وہ اسکی ملکیت تصور ہوتی تھی۔ یہ دستور عموماً آدمزادہ طبقہ کے متعلق تھا دوسرے طبقوں کی زمینیں خصوصاً رئیت طبقہ کی زمینیں اگرچہ نسلاً بعد نسل ان کے وارثوں کے ہاتھ میں ہوتی تھیں مگر اصولی طور پر حکومتی زمینیں تصور ہوتی تھیں اور جب چاہتے حکمران طبقہ ان کو بیدخل کر کے زمین کسی اور شخص کو دے سکتا تھا چنانچہ سابق ہی ذکر ہوا ان زمینوں پر حکومت اپنا حق ثابت کرتی تھی۔ اور حق تصرف بہرحال قائم رکھتی تھی فقط

دسواں باب

شاہ افضل الملک ۱۸۹۲ء (۱۳۰۹ھ)

شہزادہ افضل الملک شاہ امان الملک مرحوم کا دوسرا لڑکا تھا اور ان کی وفات کے موقع پر چترال میں موجود تھا۔ بڑا لڑکا سردار نظام الملک درشگوم میں تھا۔ چنانچہ بادشاہ کے انتقال پر افضل الملک نے فوراً تخت پر قبضہ کرلیا۔ عمائدین ملک میں سے بعض نے رضامندی سے، اور بعض نے بکراہت اور ڈر سے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور حکمران تسلیم کیا اور سردار نظام الملک کو پیغام بھیجا کہ وہ درشگوم میں آرام سے رہے جب ملک میں امن وسکون ہو جائے گا تب باہمی مشورے سے جانشینی کے متعلق فیصلہ کریں گے۔

شاہ ملک، بہرام ملک، وزیر ملک کا قتل

شاہ افضل الملک اور شہزادہ شاہ ملک کے مابین والد کی زندگی کے زمانے سے ہی سخت رنجش تھی اگرچہ شاہ افضل الملک کی تخت نشینی کے بعد شہزادہ شاہ ملک نے قرآن کریم کی قسم کھا کر اپنی جانب سے وفاداری کا یقین دلایا مگر شاہ افضل الملک کے دل سے کینہ دور نہ ہوا اور جب بعض لوگوں نے یہ اطلاع پہنچائی کہ وہ سردار نظام الملک کے حق میں ہے اور اسکے یعنی شاہ افضل الملک کے خلاف کررہا ہے تو گویا اسے خواہ مخواہ بہانہ ملا۔ والد کی وفات کے چوتھے دن شاہ افضل الملک نے شاہ ملک اور اسکے دو بھائیوں وزیر ملک اور بہرام ملک کو اپنے محل میں رات کے کھانے پر بلایا۔ شہزادہ بہرام ملک نے بھائیوں کو اس بلاوے کے خطرات سے خبردار کیا۔ مگر وقت آگیا تھا۔ اور تینوں شاہ افضل الملک کے محل میں پہنچے رات کو پرتکلف کھانا ہوا جسمیں وزراء اور معتبرین بھی شامل تھے۔ مگر کسی کو اس سازش کا علم نہیں تھا۔ آدھی رات کو مجلس برخاست ہوئی۔ جب تینوں شہزادے بالاخانہ سے نیچے اترنے لگے تو شاہ افضل الملک کے دو خاص ملازم شاہ دوان اور دلاور شاہ چند ہمراہیوں کے ساتھ شمشیر برہنہ ہو کر شہزادوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور کافی کشمکش کے بعد تینوں شہزادوں کو قتل کردیا۔ ان کے اپنے ملازمین قلعہ سے باہر تھے اور کوئی مدد کو نہ پہنچ سکا۔ کہتے ہیں کہ ان کے قتل کے موقع پر شاہ افضل الملک کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے۔ جب ان کے میر منشی مرزا محمد غفران نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو کہا کہ میں نے اپنے بھائیوں کے قتل کا حکم دیا ہے اور شہزادہ شاہ ملک کی بدسلوکی اور دشمنی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میں نے قسم کھائی تھی۔ کہ جب میرا بس چلے گا تو اسے زندہ نہ چھوڑونگا۔ میر منشی نے دریافت کیا تو پھر اشکباری کا کیا مطلب۔ افضل الملک نے جواب دیا یہ آنسو شہزادہ بہرام ملک کے لئے ہیں جس کے ساتھ بہت زیادہ محبت تھی۔

اسے زندہ چھوڑنا بھی ناممکن تھا۔ شہید شہزادوں کی والدہ سیدہ بی بی جو حرم سرا میں تھی یہ خبر سنکر بابرہنگی اور اپنے ایک چھوٹے لڑکے شہزادہ ولی محمد خان کو لیکر روتے اور چیختے بادشاہ مرحوم کے مزار پر گئی۔ صبح طلوع ہونے کے بعد شہزادوں کو چیوڈوک کے مقام پر سپجاکر سپرد خاک کیا گیا۔ یہ واقعہ شنبہ کی رات کو ۱۰ ماہ صفر سنہ ۱۳۱۰ھ کو رونما ہوا۔ مرزا محمد غفران صاحب نے اس کی تاریخ ایک فقرہ شاہ و دان کوہ کشت سے نکالا ہے جو بحساب جمل تیرہ سو دس بنتا ہے۔ شاہ و دان اصل میں اس قتل کا منتظم تھا اور اس کی آنکھیں چھوٹی تھیں اس لئے اسے اندھا کہا جاتا تھا۔ خود شہزادہ شاہ ملک زلادر شاہ سکنہ ذین کی تلوار سے شہید ہوا۔ مرزا محمد غفران نے ان شہیدوں کے مرثیہ میں یہ مثنوی لکھی ہے۔

چو گویم بر حق افکار و دل ریش — چو سال بعد غم جا نگاہ درپیش
ز قتل شاہ ملک آن پر درد — بگفتم خاطرم شد پارہ اندر درد
دو چشم بچہ در دو نیل ئے ابد — رسید ئے بر فلک از خاطرم دود
زآہ گرم خاطر دامن لب — چو برگ خشک گشتہ اندر آتش

شہزادہ شاہ ملک زیور علم سے آراستہ تھے اور فارسی تقریر و تحریر میں مہارت رکھتے تھے اور اپنی مکارم اخلاق سے خاص و عام میں مقبولیت کا مالک تھا لائق شخص تھے۔

تخت نشینی — الغرض بھائیوں کے خون سے ہاتھ رنگنے کے شاہ افضل الملک بتاریخ ۱۶ ماہ صفر سنہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۸ ستمبر سنہ ۱۸۹۲ء تخت چترال پر رونق افروز ہوا۔ اور خاص و عام کو خلعت اور انعام تقسیم کئے۔ مرزا محمد غفران فرماتے ہیں۔

بفرق مرد و زن از خاص تا عام — فرو بارید زر از بحر انعام
ز صحت بخشش و ایثار بے جا — سمک را ہم بر آمد سر ز دریا
تو گفتی ابر [illegible] — کہ حاتم را ز حیرت تیرہ شد سر
بر آمد حاجت محتاج و درویش — نفقہ و بینوا بالید بر خویش

ورشگوم سے شہزادہ نظام الملک کا بیدہ ہونا — چونکہ مہتر افضل الملک کو بڑے بھائی کی جانب سے حملے کا کھٹکا تھا اور ما لیان مستوج اور بھی طور لوٹکھو کی وفاداری بھی مشکوک تھی۔ چنانچہ ان علاقوں کے لوگوں کو سردار نظام الملک کے ساتھ ہوا خواہ دیکھ کر ورشگوم سے تحویل ... اس اندر تو دیکھ ... لوگوں کو خلعت اور انعام سے اور سفر

ڈرا دھمکا کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ وہاں سے متوجہ آیا۔ اور یہاں بھی مشتبہ لوگوں کو انعام کے لالچ اور دھمکیوں سے مرعوب کیا۔ نوزکا حاکم رحمۃ اللہ جو مرحوم مہتر میر ولی کے لڑکے محمد ولی خان کی اپنے گھر پرورش کر رہا تھا۔ شاہ افضل الملک سے مل گیا اور دونوں سردار نظام الملک کو درشگوم سے نکال کر محمد ولی خان کو یہاں حکمران بنانے کی کوشش کرنے لگے۔ شاہ افضل الملک نے شہزادہ مرید دستگیر کو لشکر کے ساتھ بجاق پر حملے کے لئے درشگوم روانہ کیا۔ شہزادہ نظام الملک کے بہت سے ہمراہی ان کا ساتھ چھوڑ کر شاہ افضل الملک سے جا ملے اور جب شہزادہ موصوف کو یہ خبر پہنچائی گئی کہ شاہ افضل الملک بذات خود ایک بھاری لشکر لے کر علاقہ لٹکوہ کی راہ سے درشگوم میں داخل ہو گیا ہے تو سردار نظام الملک نے مقابلہ کی ہمت نہ کی۔ لہذا اہل و عیال اور چند وفادار ہمراہیوں کے ساتھ گلگت پہنچا اور وہاں انگریزی حکام نے ان کا مناسب احترام و عزت کی۔ اس طرح درشگوم شاہ افضل الملک کے ہاتھ آیا۔ جس نے مہتر میر ولی کے لڑکے محمد ولی خان کو وہاں گورنر مقرر کیا۔ اور وائسرائے ہند کو خط بھیجا کہ میرے بھائی شہزادہ نظام الملک کا گلگت میں رہنا ملک میں بدامنی کا باعث ہوگا۔ بہتر ہوگا کہ اسے کشمیر یا ہندوستان میں جگہ دی جائے۔ القصہ اس طرح نظام الملک کے عارضی خاتمے کے بعد شاہ افضل الملک مستوج سے چترال واپس روانہ ہوا۔

شیر افضل خان کی یورش اور مہتر شاہ افضل الملک کا قتل

شاہ افضل الملک جب ملک کے اندرونی انتظامات کو مکمل کر کے بجاق کی جانب جا رہا تھا تو یہ خبر ملی کہ عمرا خان والئی جندول نے بادشاہ مرحوم کی وفات کے بعد ہی سرعت کے ساتھ دوبارہ علاقہ نرست پر قبضہ کیا ہے لہذا اسکی مدافعت پر کمر ہمت باندھا اور ایک لشکر جرار واپس نرست بھیجکر اس پر حملہ کرنے کی تیاری میں مصروف تھے۔ کہ یہ علاقے اس کے قبضے سے باہر نکالے ناگاہ یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ اس کے چچا شہزادہ شیر افضل نے بدخشاں کی جانب سے چترال پر حملہ کر دیا۔ اور اس کشمکش میں اجل نے مہلت نہ دی کہ وہ اپنے منصوبہ کو پورا کر سکے۔ چنانچہ شاہ افضل الملک خود بھی کام آیا۔ اس اجمال کی تفصیل

شیر افضل خان شاہ امان الملک کا علاتی بھائی تھا۔ اور بیس سال سے افغانستان میں امیر کابل کی حفاظت میں رہتا تھا۔ اور بدخشاں میں امیر کا نائب تھا اس کو جب بھائی کی وفات اور بھتیجوں کے مابین خانہ جنگی کی اطلاع ملی تو موقع کو غنیمت جان کر دس افغانی لشکر کے ساتھ چترال کی جانب روانہ ہوا۔ اس کے ارادوں کی خبر شاہ افضل الملک کو پہنچ چکی تھی۔ مگر مہتر صاحب موصوف نے اس غلط فہمی میں پڑ کر کہ شیر افضل امیر کابل کے زیر حکومت ہے ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ۔ اور امیر کابل حکومت برطانیہ سے معاہدہ کر چکا ہے۔ وہ ہرگز شیر افضل کو چترال پر حملہ کی اجازت نہ دیگا۔ اسکی جانب سے بے فکر ہو گیا تھا۔ شیر افضل بجلی کی سرعت سے درہ گبور عبور کیا۔ اور وہاں کے پہرہ داروں کو گرفتار کر کے آدھی رات کو دروش پہنچکر وہاں شہزادہ مرید [illegible] قتل کیا۔ اور راتوں رات چل کر شغور پہنچا اور وہاں شہزادہ

امیرالملک کو تسلی دیکر اپنے ساتھ ملالیا۔ لشکرہ ارکاری کے علاقوں میں مشہور کیا۔ کہ امیر افغانستان کا لشکر میرے پیچھے آرہا ہے۔ جو میرے ساتھ نہ چلیں گے وہ بعد میں تباہ کئے جائیں گے۔ اور جو میرے ساتھ مل گئے۔ وہ انعام واکرام سے نوازے جائیں گے۔ چنانچہ علاقہ خذرہ کے باشندے بڑی تعداد میں منار سنگلو کی زیر کردگی اسکے لشکر میں مل گئے کہ جو اس علاقہ کا معتبر رئیس تھا۔ اور دروش اور دروازہ ارکاری کے لوگوں کو بھی لوٹ مار میں حصہ دینے کا لالچ دے کر اپنے لشکر میں شامل کرلیا۔ چنانچہ اس وعدہ پر خوشی سے یہ لوگ لشکر میں شامل ہو گئے۔ اقسقال نایاب باشندہ شغور بھی جو شاہ افضل الملک کے پسندیدہ اور معتبر اہلکاروں میں سے تھا طوعاً ورضا و خواہ جان کے خوف سے شیر افضل کے ہمرکاب روانہ ہوا۔ علاقہ خذرہ کے لوگ شاہ افضل الملک سے اس لئے خفا تھے کہ تخت نشینی کے موقع پر بوجہ عدیم الفرصتی انعامات میں سے ان کو کچھ حصہ نہیں ملا تھا وہ شکایت رکھتے تھے کہ ہم کو انعام سے محروم رکھا لہذا لوٹ مار میں حصہ لینے کے لئے شیر افضل کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ رات کے اندھیرے میں شیر افضل نے مع لشکر روانہ ہو کر صبح ہونے سے پہلے ہی جبکہ شاہ افضل الملک اور اہالیان قلعہ خواب غفلت میں سو رہے تھے ناگہانی طور پر قلعہ چترال پر حملہ بول دیا۔ قلعہ کے نگہبانوں نے آنکھیں کھولیں تو ہر ایک کے سر پر چار افغان جنگجو شمشیر کف کھڑے تھے۔ مجبوراً ہتھیار ڈالنے پڑے۔ شیر افضل کے رضاعی بھائی محمد عیسیٰ بن حرمت شاہ اور دانیال بیگ بن لاچین بیگ نے لشکر درہ خذرہ کے ساتھ باغ کے دروازے سے اور شاہ نادر خان بن شیر افضل لشکر اوژیر کے ہمراہ بڑے دروازہ کی راہ سے قلعہ میں داخل ہو کر ہلچل مچا دی۔ فضل رحیم بن دیوان بیگی ہزارہ بیگ بڑے دروازہ کے نگہبانی میں مارا گیا۔ مگر اقسقال فتح علی شاہ بھی جو وہاں موجود تھا بچ گیا۔ بادشاہ بیخود ہو کر حرم سرائے سے باہر نکلا اور بالا خانے کے اوپر برج میں داخل ہوا۔ اور وہاں سے باہر کی طرف جب سر نکالا۔ تو ایک ساتھ چھ گولیاں ان پر چلائی گئیں۔ ایک نشانہ پیشانی پر لگا وہ نیچے آ پڑا اور جان بحق تسلیم ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔۔ القصہ بادشاہ کی شہادت کے بعد اقسقال نایاب کے لڑکے گلنزار نامی نے تلوار سے انکے ہونٹ اور انگلیاں زخمی کردیں۔ جسکی پاداش میں سردار نظام الملک کے عہد میں اس نمک حرام کو دریا میں غرق کر دیا گیا۔ بیٹے کی شہادت کی خبر سنکر ان کی والدہ محترمہ خانزادیئے دیر حرم سرا سے نکل کر میاں حکمت شاہ کے مکان پر جا کر پناہ گیر ہوئیں۔

صبح پو پھٹتے ہی جنگ بند ہوئی۔ اور اہل درہ خذرہ نے شیر افضل کے وعدہ کے مطابق لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ اور جو جسکے ہاتھ آیا قبضہ کرلیا۔ منار سنگلو علی خان اور اقسقال نایاب جو مقتول بادشاہ کے مقربین خاص میں سے تھے شیر افضل کے اور بھی زیادہ مقرب بن گئے۔ ان کی بیوفائی اور اہل درہ خذرہ کی نمک حرامی اور بیوفائی یادگار رہ گئی۔ یہ واقعہ ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۱۰ھ مطابق ۷ نومبر ۱۸۹۲ء بروز سہ شنبہ بجات کو ظہور میں آیا۔ شاہ افضل الملک کی حکومت صرف دو ماہ نو دن رہی۔ دن چڑھتے ہی شاہ شہید کو قبرستان

شاہی میں لیجا کر دفن کیا گیا۔

ذاتی صفات

شاہ افضل الملک کا کوئی لڑکا نہیں تھا۔ صرف چار لڑکیاں یادگار رہ گئیں ۔ وہ سانولے رنگ کے میانہ قد اور تیز طبیعت تھے تیز مزاجی کا یہ عالم تھا کہ شیر بھی لرز جائے سخاوت اور جود و سخا ان کا شیوہ تھا جو بس نہیں کرتے تھے۔ شہادت کی رات کو جبکہ وہ ہر جانب سے مطمئن تھا اپنے خیر خواہوں کے لئے انعام و اکرام اور جاگیر و زمین تجویز کر کے قلمبند کرایا تھا کہ ان سب کو تقسیم کرے ۔ وہ سادہ زندگی کو پسند کرتے تھے اور ناچ و رنگ لہو و لعب سے نفرت کرتے ۔ کاہلی اور عیش و عشرت سے کوسوں دور رہتے تھے۔ زیور علم سے آراستہ تھے۔ شعر بھی کہتے تھے موجودہ تاریخ چترال ان کا ابتدائی کارنامہ تھا جو ان کے عہد میں اس کی تالیف کا مواد تسوید ہوا مگر ریاست میں انقلابات رونما ہونے کے باعث پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی ۔ اور ان کے حکم سے مولانا حسین کاشفی کی مشہور تصنیف کلیلہ و دمنہ کو مرزا محمد غفران صاحب نے نصف حصہ انتخاب کیا تھا جو ابتک شاہی کتب خانہ میں موجود ہے۔ شاہ مرحوم ابتدائے جوانی ہی میں مسند حکومت پر فائز تھے ۔ اور مہتر بیگ پہلوان کی معزولی کے بعد علاقہ مستوج بھی ان کے زیر نگین آ گیا تھا۔ اس طرح ان کی عمر کا زیادہ حصہ حکمرانی میں ہی گذرا ۔ وہ بڑے حوصلے کے مالک اور اپنے والد بزرگوار کی طرح سنجیدہ سیاستدان تھے۔ اور انکے عزائم بڑے بلند تھے اگر اجل مہلت دیتی تو علاقہ دیر و جندول سے عمرا خان کی حکومت کے خاتمہ کا عزم کیا ہوا تھا۔ ان کے اس بوقت زوال کا ظاہری سبب خاندانی بے اتفاقی ہی تھا۔ بھائیوں کا خون ناحق کرایا اور بڑے بھائی کو آوارہ بنایا اور دشمن کو اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا۔

کہتے ہیں کہ سردار نظام الملک گلگت میں انگریزی حکام سے ہمیشہ یہ درخواست کرتے رہتے تھے کہ میرے اور بھائی کے درمیان طریقۂ صلح [illegible] مجھے وطن کی طرف رخصت دیں۔ ورنہ دیر ہونے کی صورت میں میرا بھائی دشمنوں کے ہاتھ سے ہلاک ہو جائیگا ۔ نظم

چو در خاندانی بیفتد خلاف — زہر سو برآید تیغ از غلاف
چہ گویم ز شیری کہ روباہ دون — چو شورش بہ بیند درآید بلاف

مرزا محمد غفران مرحوم اس بادشاہ کے انتقال پر بہت سے اشعار لکھے ہیں بخوف طوالت ان میں سے چند اشعار یہاں درج کرتا ہوں تاکہ یادگار رہے ۔

افسوس کہ شاہ نوجواں رفت — چوں گل ز چمن بناگہاں رفت
شاہ افضل کامگار نامی — زین دار فنا فسردہ جان رفت

بوداشت گلی ز باغ شاہی — از صدمۂ بادِ مہرِ خزاں رفت
آں چشم چراغ دیدۂ دل — اے دیدہ چہ شد کجا نہاں رفت
از باغ حیات و کامرانی — آں سروِ چمن چو بیگماں رفت
آں حشمت و جاہ حکم نادر — یک لحظہ چہ شد کجا چہ ساں رفت
آں ماہ سپہر بادشاہی — زیر تتق فنا نہاں رفت
آں صدر نشین جاہ و اقبال — بی دیدن کس لبان جان رفت
دیدم آں شہ جوان سال — فریاد ز جان ناتواں رفت
آں گلبن باغ تاجداری — ہیہات ز دست باغباں رفت
در ہجرت آں گلاب سیراب — از بلبل دل عجب فغاں رفت
افسوس کہ نام شاہ افضل — از دفتر دہر بے نشاں رفت
بی لفظ ابد بگو بہ تاریخ — افسوس چہ شاہ نوجوان رفت

سنہ ۱۳۱۰ھ

یعنی لفظ ابد کو جو ابجد کے حساب سے سات بنتا ہے آخری مصرع سے نکالا جائے تو تاریخ وفات شہادت سنہ ۱۳۱۰ ہجری نکلتی ہے۔

مرحوم بادشاہ کے بارہ آدمی مسلح حفاظت کے لئے بالاخانہ میں موجود تھے اگر دشمن پر گولہ باری کرتے ممکن تھا کہ بادشاہ بچ جاتا۔ مگر ایک بھی انہیں سے اس ہمت و جرأت پر قادر نہ ہوا۔ اور ہمیشہ مورد طعن و ملامت رہے۔ شاہ دوان موکہ دوان کا سرکردہ تھا۔

شہزادہ شیر افضل خان ابن شاہ افضل ثانی

۸ر نومبر ۱۸۹۲ء تا ۲ر دسمبر ۱۸۹۲ء

مہتر شاہ افضل الملک کی شہادت کے بعد شیر افضل خان تخت پر قابض ہو گیا۔ اہالیان ملک میں سے بعض نے مجبوراً آکر ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

مخالفین کی فراری اور قتل

مہتر شیر افضل خان نے تخت نشینی کے بعد شاہ امان الملک اور انکے فرزندوں کے طرفداروں کا صفایا شروع کیا۔ مرحوم مہتر امان الملک کے رضاعی بھائی [illegible] بیگ کو توریکہو میں اور دستان شاہ [illegible] دیر تخت شاہ رضا خیلوں کو موری لشٹ میں قتل کرا دیا۔ شہزادہ غلام دستگیر

اور شہزادہ کو ممن بیگ جان بچاکر دیر بھاگ گئے۔ اور یارخون کا حاکم عبداللہ خان و اقستقال مرزا خان مستوج سے بھاگ کر گلگت میں شہزادہ سردار نظام الملک کے پاس پہونچے۔ مہتر موصوف نے وزیر عنایت خان اور میرمنشی مرزا محمد غفران کے قتل کے احکامات بھی صادر کردیئے تھے مگر انکے مقرب کی سفارش پر وہ بچ گئے۔

شہزادہ سردار نظام الملک کا حملہ

جب عبداللہ خان حاکم اور میرزا خان اقستقال نے گلگت پہنچکر سردار نظام الملک کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ تو سردار موصوف نے گلگت میں انگریزی حکام سے اجازت لیکر چترال کی جانب پیشقدمی کی۔ انگریزی حکام نے گلگت اور پونیال کے علاقہ سے کچھ دستے بھی سردار نظام الملک کے ساتھ روانہ کردیئے تھے۔ جب سردار موصوف غذر پہنچا تو وہاں تور کہو و موڑکہو کے لشکر کا ایک حصہ جو محمد عیسیٰ خان کی سرکردگی کی ماتحت وہاں موجود تھا۔ ان سے علیحدہ ہوکر سردار ممدوح سے ملگیا اور یہاں محمد عیسیٰ کے ساتھ سخت لڑائی ہوئی اور محمد عیسیٰ مقابلہ کی تاب نہ لاکر پسپا ہوگیا۔ اور وہاں سے شاہ نادر خان شیر افضل کے لڑکے پاس دراسن پہنچا۔ اور اسکی اپنی بندوق بھی اقستقال مرزا خان کے ہاتھ آئی۔ سردار موصوف نے آگے بڑھکر مستوج پر قبضہ کرلیا۔

شیر افضل نے اسطرح دانیال بیگ کو لشکر کے ساتھ اپنے بیٹے شاہ نادر خان کی کمک پر دراسن بھیجدیا۔ اور دوسری طرف اخوندزادہ محمد عاقل اویرنی اور سید محمد سعید خان باجوڑی کو جو دونوں معتبر اور غیر رسیدہ معززین تھے مصالحت کی خاطر سردار نظام الملک کے پاس روانہ کئے اور تجویز کی کہ ملک دونوں میں تقسیم کرلیا جائے۔ سردار موصوف جو مہتر شیر افضل خان کا بھتیجا ہونے کے علاوہ اسکا داماد بھی تھا۔ تقسیم ملک پر راضی ہوگیا۔ بشرطیکہ دراسن اور تورکہو بھی اسکے حصہ میں آئیں اور اپنی فوج کو آگے بڑھاکر دراسن کے سامنے مورچہ زن ہوگیا۔

جنگ دراسن

سردار نظام الملک کے لشکر کی اطلاع پاکر محمد عیسیٰ اور دانیال بیگ تورکہو اور موڑکہو کے لشکر کو لیکر قلعہ سے باہر نکلے اور ان کے مقابلہ پر صف آرا ہوگئے۔ مگر چونکہ صلح کے مذاکرات بھی جاری تھے۔ اس لئے طرفین جنگ سے اجتناب کرتے تھے لیکن شومئے قسمت مہتر شیر افضل کے ایک معتمد کابلی نوکر سید احمد خان نے سردار نظام الملک کے لشکر پر بندوق سے فائر کیا جسکے نتیجہ پر دونوں جانب سے گولہ باری شروع ہوئی اور جنگ رفتہ رفتہ شدت اختیار کرتی گئی۔ جلد ہی سردار نظام الملک کے لشکر نے دریا کو عبور کیا اور شام تک دست بدست لڑائی ہوتی رہی۔ دونوں جانب سے بہادروں نے داد شجاعت دی دانیال بیگ اور محمد عیسیٰ نے مردانہ وار پے درپے حملے کرکے شجاعت کے مثالی جوہر دکھائے مگر سردار نظام الملک کی فوجوں کو پیچھے نہ ہٹا سکے۔ شام ہونے پر مہتر شیر افضل کا لشکر قلعہ میں واپس چلا گیا۔ اور سردار نظام الملک نے مخترم رضا خیل کے گھر جاکر قیام کیا۔ دوسرے دن سردار موصوف نے قلعہ دراسن کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ شاہ نادر خان اور اسکے سردار محمد عیسیٰ اور دانیال بیگ وغیرہ نے مقابلہ کو بے سود سمجھ کر آدھی رات کو باہر نکل کر راہ فرار اختیار کی اور راہ آویرد اشدرو اوکاری بدخشاں چلے گئے۔ سردار نظام الملک نے انکا تعاقب کرنے کی کوشش نہیں کی۔

اور قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ مہتر شیر افضل خان کے سبھی ملازم جو وہاں موجود تھے گرفتار کر لئے گئے۔ دس دن یہاں قیام کرنے کے بعد سردار نظام الملک نے مع لشکر چترال کی طرف کوچ کیا۔

مہتر شیر افضل خان کی فراری

جس وقت سردار نظام الملک کا لشکر دراسن کی جانب روانہ ہو رہا تھا۔ مہتر شیر افضل خان نے اندازہ لگایا کہ اب چترال میں اسکی حکومت کے استحکام کا کوئی امکان باقی نہیں رہا۔ اسکی ساری امیدیں قلعہ دراسن کے دفاع پر مرکوز تھیں جہاں اس کا لڑکا شاہ نادر خان اور دو بہادر سردار محمد عیسیٰ اور دانیال بیگ لشکر کے بڑے حصے کے ساتھ مامور تھے چونکہ اہل چترال کی جانب سے سب اپنے ساتھ لیکر شغور پہونچا اور وہاں سے جنگ دراسن کے نتیجہ کا انتظار کرنے لگا۔

اس اثنا میں اسے سردار نظام الملک کا پیغام ملا جسمیں اس نے تقسیم ملک کی بنیاد پر صلح پر رضامندی کا اظہار کیا تھا یہ دیکھ کر اسکی کچھ ہمت بندھی اور وہ پھر شغور سے چترال چلا آیا۔ اور لشکر لیکر دراسن کی جانب روانہ ہوا تاکہ وہاں سردار نظام الملک سے صلح کی کوشش کرے۔ اور اپنے بیٹے شاہ نادر شاہ کو بھی بوقت ضرورت مدد پہنچا سکے لیکن دو میل ہی چلا تھا کہ اسے جنگ دراسن میں شاہ نادر خان۔ محمد عیسیٰ اور دانیال بیگ کے شکست کھا کر بھاگ جانے کی اطلاع ملی۔ لاچار واپس چترال آیا۔ اور اسی شام کو بتاریخ ۲ دسمبر ۱۸۹۲ء مطابق ۱۱ رجمادی الثانی ۱۳۱۰ھ براہ نرست و آسمار کابل روانہ ہو گیا۔ اس نے کل ۲۷ دن چترال پر حکومت کی۔ شیر افضل خان متواضع اور نرم زبان شخص تھے چترال کے بہت سے لوگ ان سے وابستگی رکھتے تھے۔

سردار نظام الملک بن شاہ امان الملک

(۱۶ دسمبر ۱۸۹۲ء / ۱۳۱۰ھ تا یکم جنوری ۱۸۹۵ء / ۱۳۱۲ھ)

تخت نشینی

ابھی سردار نظام الملک دراسن ہی میں تھا کہ اسے شیر افضل خان کے فرار ہونے کی اطلاع ملی۔ چنانچہ وہ دراسن میں دس دن قیام کرنے کے بعد ایک عظیم لشکر کے ساتھ چترال کی جانب روانہ ہوا اور ۱۶ دسمبر ۱۸۹۲ء کو یہاں پہنچ کر تخت شاہی پر جلوس فرمایا۔

اگرچہ اہالیان ملک نے اس کے بھائی شاہ افضل الملک اور عم نامہربان شیر افضل خان کے دور حکومت میں اس کے ساتھ کافی بے وفائی کی تھی۔ اور اب انجام سے ڈرتے تھے مگر اس نیک دل حکمران نے سب کو معاف کر کے مطمئن کر دیا اگرچہ بعض اہالی ملک کو شیر افضل خان کے ساتھ سابقہ وابستگی کے سبب وہی گمان تھا۔ جو ان کے دوبارہ مراجعت کے متوقع تھے اس لئے کچھ لوگ یہاں سے کابل کی طرف بھاگ بھی جاتے تھے۔ ان کے مہر گیر اوصاف نہایت بلند تھے۔ چنانچہ مرزا محمد غفران اپنے اشعار میں یوں بیان فرماتے ہیں جو اختصار کر کے درج کرتا ہوں۔

اور شہزادہ کو مکمن بیگ جان بچاکر دیو بھاگ گئے۔ اور یار خون کا حاکم عبداللہ خان و اقتقال مرزا خان مستوج سے بھاگ کر گلگت میں شہزادہ سردار نظام الملک کے پاس پہونچے۔ مہتر موصوف نے وزیر عنایت خان اور میرزشی مرزا محمد غفران کے قتل کے احکامات بھی صادر کردیئے تھے مگر امیر مقرب کی سفارش پر وہ بچ گئے۔

شہزادہ سردار نظام الملک کا حملہ

جب عبداللہ خان حاکم اور میرزا خان اقتقال نے گلگت پہنچکر سردار نظام الملک کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ تو سردار موصوف نے گلگت میں انگریزی حکام سے اجازت لیکر چترال کی جانب پیشقدمی کی۔ انگریزی حکام نے گلگت اور پونیال کے علاقہ سے کچھ دستے بھی سردار نظام الملک کے ساتھ روانہ کردیئے تھے۔ جب سردار موصوف غذر پہنچا تو وہاں تو ریکھو دیو تکھو کے لشکر کا ایک حصہ جو محمد عیسیٰ خان کی سرکردگی کی ماتحت وہاں موجود تھا۔ اس سے علیحدہ ہو کر سردار ممدوح سے ملگیا اور یہاں محمد عیسیٰ کے ساتھ سخت لڑائی ہوئی اور محمد عیسیٰ مقابلہ کی تاب نہ لاکر پسپا ہوگیا۔ اور وہاں سے شاہ نادر خان شیر افضل کے لڑکے کے پاس دراسن پہنچا۔ اور اسکی اپنی بندوق بھی اقتقال مرزا خان کے ہاتھ آئی۔ سردار موصوف نے آگے بڑھکر مستوج پر قبضہ کرلیا۔

شیر افضل نے ایکطرف دانیال بیگ کو لشکر کے ساتھ اپنے بیٹے شاہ نادر خان کی کمک پر دراسن بھیجدیا۔ اور دوسری طرف اخوندزادہ محمد عاقل ایوبی اور سید محمد سعید خان باجوڑی کو جو دونوں معتبر اور عمر رسیدہ معززین تھے مصالحت کی خاطر سردار نظام الملک کے پاس روانہ کئے اور تجویز کی کہ ملک دونوں میں تقسیم کرلیا جائے۔ سردار موصوف جو مہتر شیر افضل خان کا بھتیجا ہونے کے علاوہ اسکا داماد بھی تھا۔ تقسیم ملک پر راضی ہوگیا۔ بشرطیکہ دراسن اور تور ریکھو بھی اسکے حصہ میں آئیں اور اپنی فوج کو آگے بڑھاکر دراسن کے سامنے مورچہ زن ہوگیا۔

جنگ دراسن

سردار نظام الملک کے لشکر کی اطلاع پاکر محمد عیسیٰ اور دانیال بیگ تور ریکھو اور موڑیکھو کے لشکر کو لیکر قلعہ سے باہر نکلے اور ان کے مقابلہ پر صف آراء ہوگئے۔ مگر چونکہ صلح کے مذاکرات بھی جاری تھے۔ اس لئے طرفین جنگ سے اجتناب کرتے رہے لیکن شومئے قسمت مہتر شیر افضل کے ایک معتمد کابلی نوکر سید احمد خان نے سردار نظام الملک کے لشکر پر بندوق سے فائر کیا جسکے نتیجہ پر دونوں جانب سے گولہ باری شروع ہوئی اور جنگ رفتہ رفتہ شدت اختیار کرتی گئی۔ جلد ہی سردار نظام الملک کے لشکر نے دریا کو عبور کیا اور شام تک دست بدست لڑائی ہوتی رہی۔ دونوں جانب سے بہادروں نے داد شجاعت دی دانیال بیگ اور محمد عیسیٰ نے مردانہ وار پے درپے حملے کرکے شجاعت کے مظاہرے کئے مگر سردار نظام الملک کی فوجوں کو پیچھے دھکیلنے میں ناکام ہونے پر مہتر شیر افضل کا لشکر قلعہ میں واپس چلاگیا۔ اور سردار نظام الملک نے محترم رضا خیل کے گھر جاکر قیام کیا۔ دوسرے دن سردار موصوف نے قلعہ دراسن کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ شاہ نادر خان اور اسکے سردار محمد عیسیٰ اور دانیال بیگ وغیرہ نے مقابلہ کو بے سود سمجھ کر آدھی رات کو باہر نکل کر راہ فرار اختیار کی اور براہ آویرو اژدر و انکاری بدخشاں چلے گئے۔ سردار نظام الملک نے انکا تعاقب کرنے کی کوشش نہیں کی۔

اور قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ مہتر شیر افضل خان کے جس ملازم جو وہاں موجود تھے گرفتار کر لئے گئے۔ دس دن یہاں قیام کرنے کے بعد سردار نظام الملک نے مع لشکر چترال کی طرف کوچ کیا۔

مہتر شیر افضل خان کی فراری

جس وقت سردار نظام الملک کا لشکر دراسن کی جانب روانہ ہو رہا تھا۔ مہتر شیر افضل خان نے اندازہ لگایا کہ اب چترال میں اسکی حکومت کے استحکام کا کوئی امکان باقی نہیں رہا۔ اسکی ساری امیدیں قلعہ دراسن کے دفاع پر مرکوز تھیں جہاں اس کا لڑکا شاہ نادر خان اور دو بہادر سردار محمد عیسیٰ اور دانیال بیگ لشکر کے بڑے حصے کے ساتھ مامور تھے چونکہ اہل چترال کی جانب سے سب اپنے ساتھ لیکر شغور پہونچا اور وہاں سے جنگ دراسن کے نتیجہ کا انتظار کرنے لگا۔

اس اثنا میں اسے سردار نظام الملک کا پیغام ملا جسمیں اس نے تقسیم ملک کی بنیاد پر صلح پر رضامندی کا اظہار کیا تھا یہ دیکھکر اسکی کچھ ہمت بندھی اور وہ پھر شغور سے چترال چلا آیا۔ اور لشکر لیکر دراسن کی جانب روانہ ہوا تاکہ وہاں سردار نظام الملک سے صلح کی کوشش کرے۔ اور اپنے بیٹے شاہ نادر شاہ کو بھی بوقت ضرورت مدد پہنچا سکے لیکن دو میل ہی چلا تھا کہ اسے جنگ دراسن میں شاہ نادر خان۔ محمد عیسیٰ اور دانیال بیگ کے شکست کھا کر بھاگ جانے کی اطلاع ملی۔ لاچار واپس چترال آیا۔ اور اسی شام کو بتاریخ ۲ دسمبر ۱۸۹۲ء مطابق ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۱۰ھ براہ تورسیت و اسمار کابل روانہ ہو گیا۔ اس نے کل ۲۷ دن چترال پر حکومت کی۔ شیر افضل خان خوش وضع اور نرم زبان شخص تھے چترال کے بہت سے لوگ ان سے وابستگی رکھتے تھے۔

سردار نظام الملک بن شاہ امان الملک

(۱۶ دسمبر ۱۸۹۲ء / ۱۳۱۰ھ تا یکم جنوری ۱۸۹۵ء / ۱۳۱۲ھ)

تخت نشینی

ابھی سردار نظام الملک قلعہ دراسن ہی میں تھا کہ اسے شیر افضل خان کے فرار ہونے کی اطلاع ملی۔ چنانچہ وہ دراسن میں دس دن قیام کرنے کے بعد ایک عظیم لشکر کے ساتھ چترال کی جانب روانہ ہوا اور ۱۶ دسمبر ۱۸۹۲ء کو یہاں پہنچ کر تخت شاہی پر جلوس فرمایا۔

اگرچہ اہالیان ملک نے اس کے بھائی شاہ افضل الملک اور عم نا مہربان شیر افضل خان کے دور حکومت میں اس کے ساتھ کافی بے وفائی کی تھی۔ اور اب انجام سے ڈرتے تھے مگر اس نیک دل حکمران نے سب کو معاف کر کے مطمئن کر دیا اگرچہ بعض اہالی ملک کو شیر افضل خان کے ساتھ سابقہ دل بستگی کے سبب دہی گمان تھا۔ جو ان کے دوبارہ مراجعت کے متوقع تھے۔ اسلئے کچھ لوگ یہاں سے کابل کی طرف بھاگ بھی جاتے تھے۔ ان کے بعض گیر اوصاف نہایت بلند تھے۔ چنانچہ مرزا محمد غفران اپنے اشعار میں یوں بیان فرماتے ہیں جو اختصار کر کے درج کرتا ہوں۔

گرامی نسب شاہ عالی تبار ۔۔۔ زہے گوہر کان علم و وقار
خداوند تاج خداوند تخت ۔۔۔ سزاوار شاہی سزاوار تخت
حمیدہ شمائل پسندیدہ خوئی ۔۔۔ بخوبی نکو از ہمہ بردہ گوئی
بصورت چو مہر و بصیرت چو ماہ ۔۔۔ کمال جانش بمعنی گواہ
عطابخش شاہی بہمت بلند ۔۔۔ ز احسان ہر دم بہا دست بند
مراد دل شاہی گل باغ داد ۔۔۔ لبی خستہ خاطر از وگشت شاد
ز دولش سلطنت و باغ زمان ۔۔۔ ز دیدش منور دل مردمان
شہی نامور خسرو کامگار ۔۔۔ ز دریائے شاہی دُر شہوار
پدر بر پدر شاہ والا شکوہ ۔۔۔ خردمند شاہ و دانش پژوہ
ہمہ وقت چوں گل شگفتہ جبین ۔۔۔ بہ پیشانیش کس ندیدست چین
گل باغ دولت لبی تازہ رو ۔۔۔ مراد وج حشمت پسندیدہ خو

برطانوی سفارت

سردار نظام الملک نے گلگت سے روانگی کے وقت وہاں انگریزی حکام سے وعدہ کیا تھا کہ اسکی کامیابی کی صورت میں دو انگریز افسر مستوج میں اور ایک برٹش پولیٹیکل افسر چترال میں تعینات کئے جائیں گے۔ چنانچہ تخت حکومت پر فائز ہونے کے بعد گلگت کے برطانوی حکام کو لکھا از بسکہ ملک میں دشمنوں کی تعداد کافی ہے۔ اور بیرونی حملے کا خطرہ دور نہیں ہوا ہے ایک انگریز افسر مع ایک مسلح دستہ کے چترال میں مقرر کیا جائے تاکہ ملک میں امن و اطمینان رہے گورنمنٹ برطانیہ نے فوری طور پر مسٹر رابرٹسن کو مع تین منصبداران انگریز اور پچاس سپاہ کے گلگت سے بھیجا گیا۔ اور وہ ۲۵ جنوری ۱۸۹۲ء کو چترال پہنچے کچھ عرصہ بعد جب حالات سدھر گئے۔ اور ملک مطمئن ہوگیا۔ تو یہ سفارتی مشن واپس گلگت چلا گیا۔

محمد ولی خان بن مہتر میر ولی

شاہ افضل الملک مرحوم نے محمد ولی خان کو سردار نظام الملک کے گلگت جانے کے بعد درشگوم کا حکمران مقرر کیا تھا۔ جب سردار نظام الملک تخت حکومت پر فائز ہوئے تو محمد ولی خان نے اطاعت سے انحراف کیا۔ اور وہاں سے کچھ عرصہ بعد گلگت چلا گیا۔ پھر وہاں سے یاغستان تانگیر میں جاکر رہنے لگا۔

چترال میں پولیٹیکل افسر

مسٹر رابرٹسن کی مراجعت گلگت کے بعد سردار نظام الملک کی درخواست پر ایک برطانوی پولیٹیکل افسر کپتان ینگ ہسبنڈ چترال میں تعینات ہوا کچھ عرصہ کے بعد یہ افسر چترال سے مستوج جاکر وہاں مستقل طور پر رہنے لگا۔ البتہ کبھی کبھی یہ افسر مہتر نظام الملک کے ساتھ چ

یاسین وغیرہ میں ملاقات کیا کرتے تھے۔ سردار نظام الملک اپنی موروثی حکومت پر قبضہ کرنے میں برطانوی حکومت کا احسانمند تھا اور اسکے تعلقات گلگت میں حکومت برطانیہ کے منصب داروں کے ساتھ نہایت دوستانہ اور خوشگوار تھے اور وہ ایسے موقع کی تلاش میں تھا کہ حکومت برطانیہ کی خوشنودی حاصل کرکے ان کے احسان کا بدلہ اتار دے۔

شہزادہ امیر الملک کا مخالفانہ رویہ

مہتر شاہ افضل الملک اور سردار نظام الملک والئی دیر کی لڑکی کے بطن سے تھے۔ اور خان اسمار کی لڑکی سے شہزادہ امیر الملک اور شہزادہ شجاع الملک دو حقیقی بھائی تھے۔ جنمیں آخر الذکر کمسن اپنے رضاعی باپ کے گھر میں پرورش پاتا تھا شہزادہ امیر الملک مہتر شیر افضل خان کے حملہ کے وقت شغور میں حکومت کرتا تھا۔ جب شیر افضل خان چترال سے فرار ہوا تو یہ بھی اسکے ساتھ ترک وطن کرکے عمرا خان والی جندول کے پاس چلا گیا۔ اور حکومت دروش کا طلبگار رہا لیکن چونکہ سردار ممدوح علاقہ دروش و گرم چشمہ شاہ بن محمد شاہ کو علاقہ شغور شاہ افضل بن ہمایوں شاہ کو اور علاقہ دروش شہزادہ کوہ کن بیگ بن شاہ افضل ثانی کو تقسیم کر چکا تھا۔ اور خصوصاً دروش شہزادہ امیر الملک کی حکومت کی وجہ سے اسمار کی اور خان جندول کی باہمی سازش کرنے اور شرارت کا احتمال تھا۔ اس نے امیر الملک کی یہ درخواست منظور نہیں کی اس وجہ سے شہزادہ امیر الملک بھائی سے آزردہ خاطر تھا۔ اس کے علاوہ بعض شاہی اہلکاروں کی بے توجہی اور حسن سلوک میں کوتاہیوں سے وہ مہتر نظام الملک سے خفا ہو گیا تھا۔

سردار نظام الملک کے شہزادہ شجاع الملک کی نسبت نیک خیالات

سردار ممدوح اپنے نو عمر بھائی شہزادہ شجاع الملک کو بے حد عزیز رکھتا تھا۔ اور جہاں وہ شہزادہ امیر الملک کی غلط روش سے آزردہ خاطر تھا۔ شہزادہ موصوف کے متعلق نہایت اچھی امیدیں اور نیک خیالات رکھتا تھا۔ مرزا محمد زعفران صاحب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ایکدفعہ سردار موصوف نے مجھ سے کہا کہ شہزادہ امیر الملک کی روش روز بروز خراب ہوتی جاتی ہے۔ اور وہ امور سیاست سے بالکل بے بہرہ نظر آتا ہے۔ میرا چھوٹا بھائی شہزادہ شجاع الملک ہر طرح سے لائق اور عاقل ہے مگر افسوس ہے کہ ابھی بہت کمسن ہے ورنہ میرے دل کی آرزو ہے کہ اس دنیوی جھنجھٹ سے سبکدوش ہوکر اور حکومت اسکے حوالہ کرکے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں جاکر اپنی باقی ماندہ زندگی بسر کروں مگر ڈرتا ہوں کہ شہزادہ شجاع الملک کی کمسنی کیوجہ سے ملک میں کوئی فتنہ اور شورش پیدا نہ ہو جائے۔

مہتر نظام الملک سردار کی شہادت

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ شہزادہ امیر الملک سردار ممدوح سے آزردہ خاطر تھا۔ رفتہ رفتہ اس خفگی نے دشمنی کی شکل اختیار کرلی اور وہ خفیہ طور سردار نظام الملک کے قتل کی سازش کرنے لگا۔ ملک کے بعض سرکردہ اشخاص مثلاً عبدالرحمن خان بن میر عجب خان قوم رضا خیل، حاتم بیگ بن نادر جنگ حاتم بیگے۔ شمس پناہ (بلاصورت) قوم بیگے بھی اس سازش میں اسکے ساتھ شریک تھے۔ اگرچہ سردار موصوف کو بھائی کے ان فاسد خیالات کا علم ہو چکا تھا۔ مگر چونکہ وقت آگیا تھا

احتیاط نہ کر سکا۔ آخر کار یکم جنوری ۱۸۹۵ء کو جبکہ وہ مقام بروز بیں کوڑ کے مقام پر بازوں کا شکار کر کے واپس روانہ ہونے کی غرض سے گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا۔ شہزادہ امیر الملک کے ایک کلاش ملازم احمد جان سکنہ لادی نے بندوق سے بادشاہ پر فائر کیا۔ سردار ممدوح گھوڑے سے گر پڑے اور جان جان آفرین کے سپرد کی۔
انا للہ وانا الیہ راجعون ط

شہزادہ امیر الملک نے جو خود وہاں موجود تھا۔ بآواز بلند کہا کہ یہ میرے حکم سے ہوا ہے۔ اور گھوڑا دوڑا کر قلعہ چترال میں پہنچا اور تخت حکومت پر قبضہ کر لیا۔ سردار شہید کی والدہ خونزا صاحبہ دیر دو تین تک قلعہ سے باہر نکل کر گاؤں رمانہ موژگینی اور شاہ نظام الملک شہید کا جنازہ بروز سے لاکر دوسرے دن قبرستان شاہی میں انکے والد بزرگوار کے مقبرہ کے ساتھ دفن کیا گیا۔ علامہ مرزا محمد غفران نے انکا مرثیہ یوں لکھا ہے اور آخری مصرع حیف را بادریغ سے تاریخ شہادت نکالی ہے جو قابل داد ہے۔

شہ پر خرد خسرو نامدار	ز شاہان نامی خوشا یادگار
ستودہ باخلاق روشن برائے	بدانش بزرگ و بسایہ ہمائے
ازیں دار فانی چو بربست رخت	سوئے تختہ آمد ز بالائے تخت
بتاریخ فوتش صدا شد ز بیخ	بیا ضم بکن حیف را بادریغ
	۱۳۱۲ھ

سردار نظام الملک حسن صورت، شائستگی اور سیرت میں باکمال تھے کم گو، نرم گفتار، حلیم و بردبار۔ نماز پنجگانہ کے پابند اور روزہ کے پکے تھے ایام شہزادگی میں شکار کے شوقین اور عیش پسند تھے۔ کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ وفات سے دس دن پہلے دنیا کی محبت ان کے دل سے زائل ہو چکی تھی اور عزم کیا ہوا تھا کہ سفر حج اختیار کرے۔ دنیا کی بے اعتباری سے برکنار زندگی کو حکومت پر ترجیح دیتے تھے۔

شاہزادہ امیر الملک بن شاہ امان الملک

۲ جنوری ۱۸۹۵ء تا ۳ مارچ ۱۸۹۵ء

شہزادہ امیر الملک بھائی کو قتل کر کے فوراً قلعہ میں پہنچا اور اپنی فرمانروائی کا اعلان کر دیا لوگوں میں سے چند نے خوشی سے اور اکثر نے محض خوف و مجبوری سے اسکی فرمانروائی کو تسلیم کیا۔

برٹش ایجنٹ کا رویہ | لفٹننٹ گرڈن پولیٹیکل افسران دنوں ایک نیٹو اسسٹنٹ ایک منشی۔ ایک اسپیشل اسسٹنٹ

اور آٹھ سپاہیوں کے ساتھ چترال میں موجود تھا۔ وہ سردار نظام الملک کے قتل یہ خبر سنکر نہایت خفا ہوا۔ اور اپنے شاف کے لئے بھی خطرہ محسوس کرنے لگا۔ مگر مہتر امیر الملک نے آدمی بھیجکر اس کو تسلی دی اور دوسرے دن خود جاکر اس سے ملا اور حکومت برطانیہ کے ساتھ وفاداری کا اظہار کیا اور درخواست کی کہ اسے حکمران تسلیم کیا جائے۔ گرڈن بہادر نے جو شاہ نظام الملک کے قتل پر سخت غمگین تھا۔ جواب دیا کہ میں خود فی الحال کچھ نہیں کرسکتا۔ البتہ گورنمنٹ کو رپورٹ بھیجدونگا اور جواب آنے پر آپ کو مطلع کرونگا۔

عمرا خان والیٔ جندول کا چترال پر حملہ

مہتر امیر الملک کو عمرا خان والیٔ جندول کے ساتھ رشتہ داری اور خاص دوستانہ تعلقات کی بنا پر یہ توقع تھی کہ وہ استحکام حکومت میں اس کو مدد دیگا لیکن عمرا خان نے خلاف توقع جونہی سردار نظام الملک کی شہادت اور چترال میں بد انتظامی کی خبر سنی ایک بڑا لشکر لیکر موسم سرما کے مشکل وقت میں درہ لاوری کو عبور کرکے چترال پر حملہ آور ہوا۔ مہتر امیر الملک نے اس سے مطلع ہوکر اپنے چچا شہزادہ کوکمن بیگ کو قلعہ دروش کے استحکام و حفاظت کے لئے مقرر کیا۔ عمرا خان نے مہتر امیر الملک کو پیغام بھیجا کہ آپ اشرت کے مقام پر میرا استقبال کریں تاکہ دونوں ملکر باشگل پر حملہ کریں۔ اگر نہیں آئے تو پھر دروش کے علاقہ پر میں حملہ کرونگا۔ مہتر امیر الملک نے سوچا کہ اس نے مجھے اپنے قبضہ میں کرنے کیلئے کوئی تجویز سوچ رکھی ہے چنانچہ اس کے ساتھ نرمی کے ساتھ گفتگو جاری رکھی۔ اور ملک کے دوسرے حصوں سے لشکر جمع کرنے لگا۔ تین سو آدمی شہزادہ یادگار بیگ و محمد افضل بیگ کے ساتھ دروش روانہ کئے انہوں نے لاوری مقام پر جاکر مورچہ لگایا۔

مسٹر رابرٹسن کی آمد

اسی اثنا میں خبر ملی کہ گلگت سے مسٹر مابعد سرجارج رابرٹسن چترال آرہے ہیں مہتر امیر الملک نے اپنے چھوٹے بھائی شہزادہ شجاع الملک کو ان کے استقبال کے لئے مستوج بھیجا۔ اور خود گہیرت چلا گیا تاکہ حملہ آوروں کے خلاف دفاعی مورچے مضبوط کرے۔ شہزادہ نے سنوغر پہنچکر رابرٹسن سے ملاقات کی اور وہاں سے دونوں چترال کی طرف روانہ ہوئے بونی مقام پہنچے۔ تو ان کو جنگ دروش میں عمرا خان کی فتح کی اطلاع ملی۔ صاحب موصوف جلد تر چترال پہنچنے کے لئے راتوں رات سفر جاری رکھتے ہوئے سڑک کے دونوں طرف مشعلیں جلاکر روشنی کرتے ہوئے یکم فروری ۱۸۹۵ء کو چترال پہونچے۔ اور شہزادہ شجاع الملک کے انتظام سے خوش ہوئے۔

جنگ گرومیل دروش

عمرا خان خود کالکٹک میں رہا۔ اور اپنے لشکر کو جو پانچ ہزار سے زیادہ تھا اپنے ٹھکانہ دار بھائیوں عبد المجید خان اور عبد الغنی خان کے ماتحت ۲۵ جنوری ۱۸۹۵ء کو دروش کی جانب روانہ کیا۔ شہزادہ کوکمن بیگ مع دو سو مسلح سپاہ کے قلعہ دروش میں موجود تھا۔ شہزادہ یادگار بیگ و محمد افضل بیگ تین سو آدمیوں کو لیکر قلعہ سے باہر گرومیل کے پشتہ پر (جو اب سرکاری چھاؤنی ہے) مقابلہ کیلئے تیار تھے مگر عمرا خان کے لشکر نے قلعہ کو اپنے حال پر چھوڑ کر نالہ دروش کو عبور کیا۔ اور ان تین سو آدمیوں پر گولہ باری شروع

کی۔ اس موقع پر اگر قلعہ کے اندر سے عمرا خان کے لشکر پر گولہ باری کی جاتی تو ان کا دروش عبور کرنا نہایت مشکل ہوتا۔ لیکن شہزادہ کوہ کن بیگ اور شیر اعظم حاکم دروش نے قلعہ والوں کو گولہ باری سے منع کیا۔ انکی غداری یا پست ہمتی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل قلعہ کی ہمت ٹوٹ گئی اور وہ باہر نکل کر فرار ہونے لگے۔

پشتہ گرد میل پر شہزادہ یادگار بیگ کے ماتحت لشکر نے نہایت ہمت و جوانمردی سے دشمن کا مقابلہ کیا لیکن تین سو کا پانچ ہزار سے کیا مقابلہ ہوتا۔ آخر کار پسپا ہوئے اور راہ فرار اختیار کی۔ اس لڑائی میں چالیس آدمی ہلاک ہوئے اور بہت سے زخمی ہوئے۔ ہلاک ہونیوالوں میں نصرت علی خان قوم بروشے سنگ ریشن۔ گوہر حیات زوندرہ سنوغر۔ غلام حضرت رضا خیل بونی۔ قابل ذکر ہیں۔ گرشاسپ لال رضا خیل سونگھو، محمد شفیق محمد بیگے کوشٹ، تیمن خان مدروژی ایون زخمی ہوئے۔ آخر الذکر تیمن خان جو بعد میں آیون کا حاکم ہوا۔ شمشیر زنی سے افغانوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ اور آخر کار زخمی ہو گیا۔ افغانوں نے اس لشکر پر فتح حاصل کر کے قلعہ کا محاصرہ کیا اور انکے مقابلہ پر دو برج تعمیر کئے۔

دفاع گہیرت و چترال

اس اثنا میں مسٹر رابرٹسن بھی مع چار سو سکھ سپاہیوں کے ساتھ چترال پہنچ چکے تھے۔ مہتر امیر الملک گہیرت سے چترال آیا اور صاحب موصوف سے امداد کی درخواست کی مگر اس کے ساتھ سپاہی بھیجنے سے انکار کرنے پر مایوس ہو کر واپس گہیرت چلا آیا۔ ادھر رابرٹسن نے دو سو سپاہی شہزادہ شجاع الملک کے ساتھ قلعہ چترال میں تعینات کئے تو مہتر امیر الملک کو خدشہ محسوس ہوا اور جلد چترال واپس آکر بھائی کو بھی اپنے ہمراہ لیکر کیسو چلا گیا۔ وہاں شہزادہ موصوف کو ایک لشکر کا قائد بنا کر لاوی کے مورچہ پر بھیجدیا۔ مگر جب اسے خبر ملی کہ لشکر شہزادہ کے ساتھ غداری کا ارادہ کر رہا ہے اسے واپس کیسو بلالیا۔

قلعہ دروش پر افغان قبضہ

اگرچہ قلعہ دروش کے اندر اتنے لوگ موجود تھے۔ جو قلعہ کی کافی مدت تک حفاظت کر سکتے تھے مگر شہزادہ کوہ کن بیگ اور حاکم شیر اعظم کی غفلت کی وجہ سے افغانوں نے قلعہ کے پانی کا راستہ جو دریا کی جانب اترتا تھا۔ اپنے قبضے میں کر لیا۔ اہل قلعہ بے کسی کی وجہ سے مقابلہ سے عاجز آ گئے اور ۲۰ شعبان ۱۳۱۲ھ کو مع اسلحہ و مال وغیرہ مجید خان سالار افغانی لشکر کے حوالے کر کے اپنی جان بچانے کو غنیمت سمجھا اور بدنامی و کم ہمتی کا ٹیکہ ہمیشہ کے لئے اپنے نام پر لگایا۔ کل ایک سو ساٹھ سنائیڈر بندوقیں مع بے شمار کارتوس وغیرہ اسلحہ دشمن کے ہاتھ آیا۔ مہتر امیر الملک مع شہزادہ شجاع الملک یہ اطلاع سنکر کیسو سے پسپا ہو کر گہیرت کے تنگ مورچہ پر دشمن کے حملے کے خلاف تیاریوں میں مشغول ہو گیا۔ لاوی مقام پر جو فوج تھی وہ بھی گہیرت آگئی۔ لیکن دشمن کی بڑھتی ہوئی طاقت کے مدنظر مدافعت مشکل دیکھ کر مع بھائی کے چترال میں رابرٹسن کے پاس آکر مدد کی درخواست کی۔ کرنل رابرٹسن نے مہتر امیر الملک کو تو چترال میں ہی رکھا اور انکے چھوٹے بھائی شہزادہ شجاع الملک کو دو برطانوی افسروں کپتان بیرڈ اور کپتان ٹاؤنشنڈ اور شہزادہ بہادر خان کے ساتھ گہیرت روانہ کیا۔

شہزادہ شیر افضل خان کی دوبارہ آمد اور عمرا خان سے الحاق

جن دنوں شہزادہ شیر افضل خان کابل میں تھا اس کا معتمد دانیال بیگ کئی ماہ سے جندول میں خان عمرا خان والی جندول کے پاس موجود تھا۔ مہتر نظام الملک کی شہادت کی اطلاع ملتے ہی خان جندول شیر افضل خان کو خبر بھیجکر خود چترال روانہ ہوا۔ اور جلد ہی شہزادہ شیر افضل خان بھی باجوڑ دیر کے راستہ دروش پہنچا۔ عمرا خان جو ایک مکار سیاستدان تھا جانتا تھا کہ چترال کے شاہی خاندان میں تفرقہ ڈالنے اور اسطرح چترالی مدافعت کو کمزور کرنے کیلئے شہزادہ موصوف بہترین ذریعہ ہے۔ وہ بہت خوش ہوئے چنانچہ اس نے شیر افضل کی خاطر تواضع کی اور اسکی اہم پوزیشن سے فائدہ اٹھانے لگا۔

چترال میں سیاسی ہلچل

چنانچہ شہزادہ شیر افضل کے میدان میں اترتے ہی چترال کی سیاسی حالت بھی دگرگوں ہوگئی۔ اور فضا بدل گئی حتیٰ کہ کرنیل رابرٹسن نمائندہ حکومت برطانیہ نے بھی اعلانیہ اس امر کا اظہار کیا۔ کہ چونکہ شہزادہ شیر افضل خان جیسے خلاف حکومت برطانیہ کو ذاتی عناد ہیں اگر اکثریت تسلیم کرتے تو بھی تسلیم نہ کرےگی۔ اس اعلان کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کے لوگوں کی اکثریت جو سردار نظام الملک کے قتل کی وجہ سے مہتر امیر الملک سے خفا تھی۔ اور شہزادہ شجاع الملک کی کمسنی مدنظر رکھتے تھے۔ شہزادہ شیر افضل خان کی جانب متوجہ ہوئے۔ اسی اثنا میں وزیر عنایت خان غیر آباد جاکر شہزادہ موصوف کے معتمد دانیال بیگ سے مل کر واپس گہیرت آیا۔ جسکا مطلب یہ لیا گیا کہ وہ برطانوی افسروں کے حکم سے گیا تھا۔ اور عنقریب حکومت شیر افضل خان کی تحویل میں دے دی جائیگی۔ اس طرح لوگوں کے خیالات منتشر ہونے لگے اور شیر افضل کی طرف خاص و عام کا رجوع ہوا۔ ان حالات سے باخبر ہوکر کرنیل رابرٹسن خود گہیرت گیا اور وزیر عنایت خان کے دانیال بیگ سے ملنے پر سخت خفگی کا اظہار کیا۔

کرنیل رابرٹسن کا رویہ

کرنیل موصوف نے شہزادہ شیر افضل خان کو خط لکھ کر بھیجا کہ آپ عمرا خان والی جندول سے علیحدہ ہوکر ہمارے پاس آجائیں۔ اگر اہل ملک کا میلان آپ کی جانب ہوا تو اکثریت کی خواہش سے سرکار برطانیہ کو آگاہ کرینگے۔ مگر شہزادہ کی قسمت کا ستارہ گردش میں تھا۔ اس نے بجائے خط کا تحریری جواب دینے کے اپنے ایک کابلی ملازم سید احمد خان کو ایک درشت جواب دے کر کرنیل رابرٹسن کے پاس بھیجا اور اس ملازم نے گستاخانہ انداز میں کرنیل رابرٹسن سے مطالبہ کیا کہ برٹش افواج بغیر چترال اور مستوج کو خالی کرکے واپس چلے جائیں۔ صرف ایک اخبار نویس چترال میں مقرر ہو اور جو سالانہ وظائف والیان چترال کے لئے گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے مقرر ہے وہ شہزادہ شیر افضل کو ملے اگر یہ شرائط منظور نہ ہوں تو بزور شمشیر تمکو اس ملک سے نکال دیا جائیگا۔

کرنیل رابرٹسن یہ جواب سنکر غصہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور شہزادہ شجاع الملک کو ہمراہ لیکر گہیرت سے واپس چترال چلا آیا۔ شہزادہ شیر افضل خان نے مستوج و چترال کے درمیان راستے اور ڈاک کا سلسلہ مسدود کرادیا اور دونوں کے درمیان مفاہمت منقطع ہوکر مخالفت شروع ہوگئی۔

مہتر امیر الملک کی گرفتاری

بتاریخ ۳ مارچ ۱۸۹۵ء کو قلعہ چترال میں کرنل ڈاکٹر رابرٹسن نے معتبرین ملک کا جلسہ کیا اور ان کے سامنے مہتر امیر الملک کو طلب کر کے کہا کہ چونکہ تم سے چند ایسی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ جو حکومت برطانیہ کی ناراضگی کا باعث ہوئی ہیں۔ اول یہ کہ تم نے اپنے بھائی سردار نظام الملک کو بھی قتل کرا دیا۔ دوم یہ کہ تم نے عمرا خان جندول کو چترال آنے کی دعوت دی اور اس کے مقابلہ میں کوئی قابلیت نہ دکھا سکے اور ملک کی اکثریت بھی تمکو چھوڑ کر اس کے ساتھ مل گئی ہے۔ تمہارے مشیر جو مشورہ تم کو دے رہے ہیں۔ وہ بھی ہمکو معلوم ہو گیا ہے۔

لہٰذا ان امور کے مدنظر تم کو تخت حکومت سے معزول کر کے تمہارے چھوٹے بھائی شہزادہ شجاع الملک کو حکمران بناتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ ان کے زیر حکومت چترال امن و خوشحالی کے دن گذاریگا۔ اس اعلان کے بعد مہتر امیر الملک کو نظر بند کر دیا گیا اور شہزادہ شجاع الملک تخت نشین ہوا حکمران کی حیثیت سے انھوں نے سب سے پہلا حکم یہ دیا۔ کہ مہتر نظام الملک کے قاتل کو سزا دیجائے۔ چنانچہ امیر الملک کے اس ملازم کو گرفتار کر کے قصاصاً اسکی گردن اڑا دیگئی۔

گیارھواں باب

اعلیحضرت ہز ہائنس سر شجاع الملک مہتر والئی چترال کے سی آئی ای

۳ مارچ ۱۸۹۵ء / ۱۳۱۲ھ تا ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء / ۱۳۵۵ھ

تخت نشینی ۴ ماہ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ مطابق ۳ مارچ ۱۸۹۵ء کو قلعہ چترال کے دربار میں مسٹر جارج رابرٹسن (مابعد سر جارج رابرٹسن کے سی آئی ای) برٹش ایجنٹ گلگت نے جو ان دنوں چترال میں مقیم تھے۔ مہتر امیر الملک کی معزولی کے بعد اس کے حقیقی چھوٹے بھائی شہزادہ شجاع الملک کو تخت پر بٹھا دیا اور حکومت برطانیہ کی جانب سے ان کو ریاست کا حکمران تسلیم کر لیا۔ حاضرین دربار نے کھڑے ہو کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی ان میں شہزادہ کوہکن بیگ، شہزادہ بہادر خان شہزادہ محمد علی بیگ۔ بہادر شاہ۔ وزیر عنایت خان۔ اتالیق فتح علی شاہ شہزادہ خان رضا خیل۔ نسب علی خان خسرہ۔ مرزا محمد غفران۔ بہادر اتالیق۔ دیوان بیگی وفادار خان قابل ذکر ہیں۔ کئی برطانوی افسر بھی موجود تھے۔ شہزادہ شجاع الملک اس وقت چودہ سال کی عمر کے تھے۔ وہ شاہ امان الملک مرحوم کے چوتھے فرزند تھے۔ اس نوجوان بخت تاجدار کی تخت نشینی کا اعلان سارے ملک میں کیا گیا ان کی تاریخ جلوس کو ان کے میر منشی علامہ مرزا محمد غفران نے ذیل ابیات میں اس موقع پر پیش کیا۔

شجاع الملک، شاہ شاب اختر ۔۔۔ کہ چوں بر مسند شاہی نہد گام

صدا شد از فلک کائے خاک چترار ۔۔۔ مبارک مرترا ایں امن و آرام

از ایں پس عیش و شادی باد کارت ۔۔۔ باقبال ستہ با حشمت و نام

دعا گو شد ملائک از بر چرخ ۔۔۔ تہی باد ادلش از رنج ایام

مدام از ساغر راحت نوشند ۔۔۔ ہمی شادی ہمیشہ باد بر کام

ہمیشہ دوستانش باد خرم ۔۔۔ عدویش باد دائم خوار و گمنام

بتاریخش چو پرسیدم ز ہاتف ۔۔۔ بگفت از لفظ بخشش یافت انجام

زماہ صوم چہارم روز شنبہ

بشد بر تخت شاہی شاہ با نام

ملک کی حالت

شاہ شجاع الملک کی تخت نشینی کے وقت چترال ایک خطرناک دور سے گذر رہا تھا۔ عمرا خان والئی جندول اور شہزادہ شیر افضل خان کے کثیر التعداد لشکر لاوری کی راہ سے آگے بڑھ کر دروش پر قبضہ کر چکے تھے۔ گلگت کے مورچہ سے مسٹر میر الملک کی واپسی اور معزولی کے بعد چترال تک کا راستہ ان کے لئے صاف ہو چکا تھا اور شہزادہ شیر افضل خود دالیون پہنچ کر چترال پر حملہ کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ ملک کے لوگوں کی اکثریت ان کے حق میں تھی۔ چترال سے دو پرستوج تک کے اضلاع شیر افضل خان کے حق میں اعلان کر چکے تھے اور اس کے لشکر کے کچھ حصے ادھر پہنچ کر مستوج و چترال کے راستوں کو کاٹنے کی کوشش کر رہے تھے۔ برطانوی نمائندہ سر جارج رابرٹسن حالات کی نزاکت کا بروقت اندازہ لگا کر اپنی مختصر مسلح جمعیت اور برٹش افسروں کے ساتھ قلعہ چترال میں منتقل ہو چکا تھا۔ اور گنتی کے چند معززین قلعہ میں موجود تھے۔ جو کمسن حکمران شاہ شجاع الملک کی وفاداریوں کا دم بھرتے تھے۔ چنانچہ بادشاہ وقت کی تخت نشینی کا اعلان ملک کے سب حصوں میں کرایا گیا۔ تو کسی نے اس پر توجہ نہ دی تھی۔

جنگ خرکشاندہ چترال

شہزادہ شیر افضل خان نے جو ملک میں اپنی مقبولیت پر نازاں تھا شہزادہ یادگار بیگ کو ایون سے برطانوی ایجنٹ سر جارج رابرٹسن کے پاس روانہ کیا تاکہ صلح کی بات چیت کرے۔ اور خود بھی روانہ ہو کر اس کے پیچھے چترال کے خرکشاندہ گاؤں پہنچ کر وہاں کیمپ لگایا۔ سر جارج رابرٹسن نے بیشتر نصف سپاہ کو قلعہ کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر اور باقیماندہ کو اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ خرکشاندہ گاؤں کے مضافات میں طرفین میں شدید جنگ ہوئی۔ شروع میں شہزادہ شیر افضل کا لشکر اس خلاف توقع حملہ سے کچھ سراسیمہ ہو گیا تھا۔ لیکن کچھ دیر بعد اپنی صفیں درست کر لیں۔ اور سرکاری فوج پر سخت جوابی حملے شروع کئے۔ اور گھمسان کی لڑائی ہوئی چنانچہ مرزا محمد غفران کہتے ہیں۔

تو گفتی مگر ژالہ بارید تند	ز شر خش قلم را زبان است کند
بلرزید دشت و بلغزید کوہ	زمین شد ز سیل رعد و غرش ستوہ
سراسر فرو ریخت شاخ از درخت	دل سنگ و دیوار شد لخت لخت

سرکاری فوج میں سر جارج رابرٹسن کے زیر قیادت پانچ برٹش افسر کیپٹن کیمبل، ٹاؤنشنڈ، بیرڈ، لفٹنٹ گورڈن اور ڈاکٹر وہٹ چرچ اور دو ڈوگرہ افسر باج سنگھ، میجر بعیم سنگھ تھے۔ مقامی سرداروں میں سے دیوان بیگی وفادار خان، بہادر اتالیق، صفت بہادر بروشہ، بو علیلی بہادر سرکاری فوج میں شامل تھے۔ شہزادہ شیر افضل خان کے لشکر کی قیادت منار سنگاہ شغوہ کر رہا تھا۔ جسکے ہمراہ علاقہ خذیرہ کا لشکر بھی تھا انہوں نے خرکشاندہ کے اوپر پہاڑی پر مورچے سنبھالے ہوئے تھے۔ دو انگریز افسر اور جنرل باج سنگھ نے فوج کا ایک دستہ لیکر ان پر دھاوا

حملہ کر دیا۔ مگر سخت گولہ باری کی وجہ سے پسپا ہوئے اس حملہ میں جنرل باج سنگھ مقتول ہوا اور دو افسر زخمی ہوئے۔
جب شام ہونے لگی تو سرکاری فوج پسپا ہو کر قلعہ کی جانب بڑھی اور شیر افضل خان کے لشکر نے ان پر چاروں طرف سے سخت حملے شروع کر دیئے۔ آخر بڑی مشکلوں کے بعد ڈوگرہ فوج کے باقیماندہ لوگ قلعہ پہنچنے میں کامیاب ہو سکے۔ علاوہ جنرل باج سنگھ کے ایک برٹش افسر اور چالیس سپاہی اس جنگ میں کام آئے۔ اور بہت سے مجروح شہزادہ شیر افضل کے لشکر میں روشن علیخان رضا خیل کا بیٹا اور پوتا خان بہادر رنجواز خان ملتانی ولیمی پولیٹیکل افسر مقیم چترال کی گولی سے ہلاک ہوئے خود خان بہادر رنجواز خان بھی اسکی تلوار سے زخمی ہو کر قریب تھا کہ ہلاک کر دیا جاتا مگر شہزادہ اسفندیار خان اور ملا جیریت خان موقع پر پہنچے اور اسے ایک مکان کے اندر لگئے اور وہاں سے قلعہ میں پہنچا دیا۔ جہاں وہ علاج کے بعد تندرست ہو گیا۔ شیر افضل خان کے جس لشکری جسمیں کے ماموں زاد بھائی سرعنبر خان اور اسکے کابلی ملازم سید احمد خان بھی تھے مارے گئے۔ سید احمد خان کابلی وہی شخص ہے جو گلگیت میں سرجارج رابرٹسن کے پاس پیغام لایا تھا۔ وہ بڑے قد کا بہادر نوجوان تھا۔

آغاز محاصرہ قلعہ چترال سرکاری فوج ہزیمت اٹھا کر قلعہ میں پہنچ گئی۔ اور شہزادہ شیر افضل خان کے لشکر نے قلعہ کا محاصرہ شروع کر دیا اور اس پر گولہ باری کرنے لگے جو معتبر اشخاص اپنے بادشاہ شجاع الملک کے ہمراہ قلعہ میں محصور تھے۔ وہ حسب ذیل تھے۔

(۱) شہزادہ بہادر خان (۲) شہزادہ افراسیاب خان۔ (۳) وزیر عنایت خان (۴) اقسقال فتح علی شاہ (۵) دیوان بیگی وفادار خان (۶) بہادر اتالیق (۷) غلام پسر عبد قوشہ (۸) چترالی پسر شکور بابک خوشہ (۹) قیب علیخان خسرو (۱۰) شیر پا در قورا محمد خان (۱۱) کامران خان زندرہ (۱۲) عبادت خان مستگلہ معلم بادشاہ (۱۳) سلطان شاہ پسر اقسقال فتح علی شاہ (۱۴) محمد مختوم خان پسر وزیر عنایت خان (۱۵) میاں راحت شاہ کاکاخیل (۱۶) غلام صدیق پسر میاں راحت شاہ (۱۷) پیکٹ بیادل میں جالیس نفر ملازمان عام (۱۸) آزادہ خان (۱۹) جلالی خان

بہادر شاہ بن شہزادہ ریحان شاہ پہلے قلعہ میں داخل ہو گیا تھا۔ لیکن چند دن بعد شہزادہ شیر افضل خان کے پاس پیغام دے کر بھیجا گیا تو واپس نہ آیا۔ اور اسکے ہمراہ رہنے لگا۔
شیر افضل خان نے پہلے دن جنگ میں کامیابی کے بعد میمون بیگ کی حویلی میں کیمپ لگایا۔ یہ جگہ بعد میں پولیٹیکل ایجنٹ برٹش کا دفتر بنا دیا گیا۔

لشکر عمرا خان جندول چترال کی پہلی لڑائی میں شہزادہ شیر افضل خان کے لشکر کی فتح کی خبر سنکر عمرا خان والی جندول نے جو خود دروش میں تھا۔ اپنا سارا لشکر اپنے دو چچا زاد بھائیوں مجید خان اور عبدالغنی خان کے زیر کمان چترال روانہ کر دیا۔ چنانچہ جیسا ان دو لشکری شیر افضل خان کی فوج کے ساتھ آکر شامل ہو گئے۔ شہزادہ موصوف نے انکے مشترکہ لشکر کا ایک حصہ محمد عیسیٰ خان۔ محمد افضل بیگ، بخت ولی خان بن میر دل خوشوقتیہ کے ہمراہ مستوج بھیجدیا۔ تاکہ اس طرف سے آنیوالی سرکاری افواج کو روک دیں

اور مقابلہ کریں۔ اور خود قلعہ چترال کے سر کرنے کی تجویز سوچنے لگا۔

مذاکرات صلح

اگرچہ وہ فوری طور طاقت کا استعمال کرکے قلعہ پر قبضہ کر سکتا تھا۔ مگر اس نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ صلح و دوستی سے قلعہ ہاتھ آجائے تو بہتر ہے چنانچہ سر جارج رابرٹسن کو مراسلہ بھیجا جس میں اسے یہ پیشکش کی کہ سر جارج اور ان کے ہمراہیوں کو حفاظت سے گلگت پہنچا دیا جائے گا بشرطیکہ قلعہ اسکے حوالہ کر دیں۔ اس نے یہ یقین دہانی بھی کی کہ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ اس قسم کے دوستانہ تعلقات اور وفاداری قائم رکھونگا۔ جو شاہ امان الملک مرحوم لے گئے تھے۔ یہ مراسلہ ایک بوڑھی عورت مسماۃ کالو کے ہاتھ بھیجا۔ سر جارج رابرٹسن دراصل کسی صورت میں قلعہ چھوڑ کر گلگت واپس جانے پر آمادہ نہ تھا۔ لیکن اسے یہ خطرہ بھی درپیش تھا کہ گلگت سے کمک ملنے سے پیشتر شیر افضل خان جو زیادہ طاقتور ہو رہا تھا اس پر حملہ کرکے قلعہ پر قبضہ نہ کرلے۔ چنانچہ صاحب موصوف نے زیادہ سے زیادہ وقت حاصل کرنے کے خیال سے شہزادہ شیر افضل خان کو اس قسم کا جواب بھیجا۔ جس سے شیر افضل خان کو یہ امید ہوئی کہ سر جارج رابرٹسن صلح پر آمادہ ہے اور بغیر لڑائی کے قلعہ اور حکومت چترال اسکے ہاتھ آجائیگی۔ نیز اسے قوی امید تھی کہ اہل قلعہ خوراک کی قلت کی وجہ سے جلد ہتھیار ڈال دینگے۔

ممکن ہے کہ سر جارج رابرٹسن گلگت جانے پر آمادہ بھی ہوجاتا۔ مگر اس کے اور شیر افضل خان کے درمیان مصالحت کی راہ میں شدید رکاوٹ عمرا خان والئ جندول تھا۔ جسے شیر افضل خان کی برٹش گورنمنٹ کے ساتھ مفاہمت و دوستی بالکل گوارا نہ تھی۔ چنانچہ جب رابرٹسن نے اس پر رضامندی کا اظہار کیا کہ یرغمال کے ہمراہ وہ گلگت روانہ ہونگے تو عمرا خان نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ مع اپنی فوج کے بجائے گلگت جانے کے جندول کی راہ سے پشاور چلے جائیں۔ یہ بات سر جارج رابرٹسن کے لئے بالکل ناقابل قبول تھی۔ اسطرح مصالحت کی اندر پرامن طور پر شیر افضل خان کی کامیابی کی کوئی امید نہ رہی۔ لیکن مستوج سے آنے والی اطلاعات سے معلوم ہوتا تھا کہ وہاں بمقام ریشن سرکاری افواج کو سخت شکست ہوئی ہے اور دو برطانوی افسر محمد عیسیٰ کے ہاتھ گرفتار ہوئے ہیں سر جارج رابرٹسن نے شیر افضل خان سے دوبارہ مذاکرات صلح شروع کئے۔ مگر اس کا مقصد صرف شیر افضل خان کو پُرامید رکھ کر محصورین ریشن اور قلعہ چترال کو کمک پہنچنے تک معاملہ کو طوالت دینا تھا۔ ظاہر ہے کہ حصول مقصد کے لئے کرنل رابرٹسن کی یہ بہتر حکمت عملی تھی۔

جنگ کلاگ واقع مابین ریشن و کوراغ

قلعہ چترال کے محاصرہ کے بعد شیر افضل خان کے دو معتمد سردار محمد عیسیٰ اور محمد افضل بیگ چترالی اور افغانی لشکر کا ایک گروہ لیکر مستوج کیجانب بڑھے جہاں سے ایک سرکاری فوج کے چترال روانہ ہونے کی اطلاع ملی تھی سرکاری فوج جس میں ساٹھ سپاہی تھے لفٹننٹ فولر و لفٹننٹ ایڈورڈ کے ماتحت کوراغشت پہنچے تھے کہ محمد عیسیٰ کے دستوں نے ان پر حملہ کرکے انہیں ریشن کی جانب پسپائی پر مجبور کر دیا۔ جہاں وہ بنگلیا نمبر کے گاؤں میں محصور ہوگئے

اس اثنا میں خبر ملی کہ دو انگریز افسر مزید ساٹھ مسلح سکھ سپاہیوں کے ساتھ مستوج سے روانہ ہو کر کلکٹ پہنچے ہیں۔ جو نزیت اور کوراغ کے درمیان واقع ہے۔ شیر افضل خان کے لشکر نے دونوں طرف سے گھیرے میں لے کر ان پر شدید گولہ باری کی جس کے نتیجہ میں ایک انگریز افسر کیپٹن راس اور بہت سے سپاہی ہلاک ہوئے باقی ماندہ چند سپاہی مع انگریز افسر کیپٹن جونس نہایت بہادری سے لڑتے ہوئے گھیرے سے نکل گئے۔ اور بونی مقام پہنچے کوئی بیس سکھ سپاہی ان سے تنگ وادیوں میں چھپ کر چند دن لڑتے رہے۔ مگر آخر کار ریشن میں [illegible] کر دئیے

واقعہ ریشن میں سرکاری فوج کے محصورین

سرکاری فوج جو ریشن میں محصور تھی ایک ہفتہ تک لڑتی رہی لیکن انکا راشن ختم ہو گیا اور پانی کی سپلائی بھی مسدود کر دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔ محمد عیسیٰ خان نے انگریز افسروں یعنی لفٹننٹ فولر اور لفٹننٹ ایڈورڈز کو پولو دیکھنے کے لئے مدعو کیا۔ اور کھیل کے ختم ہونے پر دفعتہً انہیں گرفتار کر لیا اسکے بعد افغان لشکریوں نے محصور سکھ سپاہیوں پر ہلہ بول دیا۔ اور سب کو تہ تیغ کر دیا۔ دونوں برٹش افسروں کو چترال میں شیر افضل خان کے پاس بھیج دیا گیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر محمد عیسیٰ نے کلکٹ میں چھپے ہوئے سکھ سپاہیوں کو تلاش کر کے انکا بھی خاتمہ کر دیا۔ اور بہت سا گولہ بارود وغیرہ اسکے ہاتھ آیا۔ اس کے بعد اس کی فوج نے آگے بڑھ کر مستوج کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ جس میں کیپٹن موبرے تقریباً چار سو سکھ وغیرہ نیپالی سپاہ کے ساتھ موجود تھا۔ باقیماندہ چترالی دستوں نے نیچول دھرپنہ مقام کے تنگ موڑ پر قبضہ کر کے مستوج کو غذر سے کمک آنے کا راستہ بند کر دیا۔

محاصرۂ چترال کے حالات

شاہ شجاع الملک اور انکے خیر خواہ، برٹش ایجنٹ سر جارج رابرٹسن اور انگریز افسر مع سرکاری سپاہ جو قلعہ چترال میں محصور تھے محاصرہ سے پیشتر کافی اشیاء خوراک ذخیرہ قلعہ میں جمع کر چکے تھے۔ کمسن مگر باہمت و بلند اقبال شاہ شجاع الملک اپنے شاہی گودام کا سارا ذخیرہ برٹش ایجنٹ کے حوالہ کر دیا۔ تاکہ سرکاری سپاہ کے کام آئے۔ چنانچہ کرنل سر جارج رابرٹسن خود لکھتا ہے۔ کہ پولیٹیکل افسر مسٹر گرڈن اور اتالیق فتح علی شاہ نے بہت سی کوشش و جانفشانی سے کافی سامان رسد قلعہ میں جمع کیا تھا۔ جو ایام محاصرہ میں بہت سود مند ثابت ہوا کل قریباً چار سو آدمی قلعہ میں محصور تھے شیر افضل خان اور عمرا خان کے ماموں زاد بھائی عبید خان وغیرہ کی جانب سے مورخہ ۵ مارچ ۱۸۹۵ء کو صلح کے مذاکرات کے لئے نمائندے آئے۔ اسوقت انکے لشکر کیطرف سے قلعہ پر رات دن متواتر گولہ باری ہوتی تھی۔ دوسرے دن عمرا خان کا نمائندہ دیوان سر رابرٹسن سے ملنے آیا۔ ان سب کے لائے ہوئے پیغامات کا مطلب یہ تھا کہ سر رابرٹسن سرکاری سپاہ کے ہمراہ قلعہ کو خالی کر کے یا جندول کی راہ پشاور چلا جائے یا شیر افضل خان کو مہتر چترال تسلیم کر لیا جائے۔ سر رابرٹسن چونکہ قلعہ کے محصورین کی نازک حالت کو جانتا تھا وہ [illegible] صلح کی گفتگو کے ذریعہ حملہ آوروں کو یہ یقین دلاتا رہا کہ انکا مقصد پر امن طور پر حاصل ہوگا نیز قلعہ کے اندر خوراک

کی شدید کمی کے متعلق مصنوعی پروپیگنڈہ کر کے وہ حملہ آوروں کو اس دھوکہ میں رکھنا چاہتا تھا کہ اہلِ قلعہ کے پاس خوراک قریب الاختتام ہے اور وہ جلد ہتھیار ڈالدینگے۔

قلعہ کی شمالی دیوار کے نیچے سے ایک تہ خانے کی راہ سے دریا تک پہنچنے کا راستہ بنا تھا جہاں سے پانی لایا جاسکتا تھا۔ پانی لانے والوں پر محاصرین تاک تاک کر فائر کرتے تھے اور وہ آدمیوں کو گولی کا نشانہ بنا چکے تھے لہذا ان کی حفاظت کے لئے حفاظتی دیوار بنائی گئی۔ اور اس طرح پانی لانے کی مشکلات دور ہوگئیں۔ اس کے علاوہ قلعہ کی دیواروں میں لکڑی کافی مقدار میں موجود ہونے کی وجہ سے انہیں آگ لگنے کا ہمیشہ خطرہ تھا۔ اس لئے محصورین راتدن قلعہ کی دیواروں کی حفاظت کرتے رہتے تھے۔ قلعہ کے سامنے دریا کے دوسرے کنارے پر دمینگ کے گاؤں کی جانب سے دشمن نے چھوٹے چھوٹے مورچے بنا رکھے تھے اور وہاں سے قلعہ پر راتدن گولہ باری جاری تھی۔ اسی طرح حملہ آور قلعہ کے گرد اپنے مورچے نزدیک تر لاتے رہے اور وہاں سے قلعہ کے سوراخوں کو تاک کر ان کے اندر سے محصورین پر فائر کرتے رہے۔

۱۷ مارچ کو شیر افضل خان کی طرف سے ایک اور قاصد اسکا خط لیکر رابرٹسن بہادر کے پاس آیا اسکے ساتھ ہی ریشن سے لفٹننٹ ایڈورڈز کا خط بھی لایا جسمیں واقعہ ریشن کے حالات درج تھے بعد ازاں چند روز تک صلح کے دوران میں گولہ باری بند رہی۔

برٹش قیدی افسران

۲۰ مارچ کو ریشن میں گرفتار شدہ دو برٹش افسر لفٹننٹ فولر اور لفٹننٹ ایڈورڈز مع نو سپاہیوں کے چترال پہنچائے گئے۔ عبدالمجید خان نے انہیں خاص طور پر اپنی حراست میں رکھا اور انکے ذریعہ خط لکھوا کر سرجارج رابرٹسن کو بھیجا تا کہ رابرٹسن کو کوراغ میں سرکاری فوجوں کی شکست و تباہی کی خبر سنکر اہلِ قلعہ کی ہمت پست ہو جائے اور وہ ہتھیار ڈالدیں۔ سر رابرٹسن نے اپنے ہیڈ کلرک منشی امیر علی کو دوائیاں وسامان خوراک اور کچھ کپڑے دیکر قیدی افسروں کے پاس بھیجا۔ شیر افضل خان اور عبدالمجید خان نے سرجارج رابرٹسن کو دوبارہ دوستی سے کہا کہ وہ ہتھیار ڈالدے تو اسے حفاظت کے ساتھ براہ جندول پشاور پہنچا دیا جائیگا۔ لیکن صاحب موصوف اس کیلئے تیار نہ تھا۔ بلکہ وہ گلگت کی راہ سے بھی جانے کے لئے اپنے ساتھ یرغمال کا مطالبہ کرتا تھا۔ چنانچہ جب کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تو باہمی مراسلات بند کر دیئے گئے۔ اور دونوں قیدی برٹش افسروں کو عمرا خان کے پاس درگش بھیجدیا گیا۔ جہاں سے ان لوگوں کو براہ بجاوڑ پشاور روانہ کر دیا گیا۔

قلعہ کو آگ لگانا

مذاکرات صلح کی ناکامی کے بعد قلعہ کے گرد محاصرین کا احاطہ مزید تنگ ہوگیا۔ اور وہ راتدن چاروں اطراف سے قلعہ کے اندر گولے اور پتھر وغیرہ پھینکتے رہے۔ محصورین خوراک کی قلت کی وجہ سے نہایت مصیبت سے دن گذار رہے تھے یہاں تک کہ ۲۲ مارچ سے گھوڑے ذبح کرنے شروع کر دیئے۔ جن کا گوشت صرف بیماروں کو دیا جاتا تھا۔

گلگت و پشاور کی جانب سے برٹش فوجوں کی نقل و حرکت کی اطلاع سنکر شیر افضل خان اور عبدالمجید خان

وغیرہ نے فیصلہ کیا کہ جس طرح بھی ہو سکے جلد از جلد قلعہ پر قبضہ کر لیا جائے چنانچہ گولہ باری مزید تیز کر دی گئی اور ۶ اپریل کی رات کو دشمن نے دفعتہً قلعہ کے شمال مشرقی برج کو آگ لگا دی۔ اور محصورین نے بڑی محنت اور جانفشانی سے اسکو بجھایا اس کشمکش میں سر جارج رابرٹسن خود دشمن کی گولی سے زخمی ہو گیا اور کئی سپاہی بھی ہلاک و زخمی ہوئے۔

سرنگ لگانے کی ناکام کوشش

قلعہ کو آگ لگانے کی کوشش میں ناکامی کے بعد شہزادہ شیر افضل خان کے آدمیوں نے باغ کی طرف والی دیوار کے نیچے سے سرنگ نکال کر اسے بارود کے ذریعہ اڑانے کی اسکیم بنائی اور نہایت احتیاط سے کئی دن تک وہ خفیہ طور پر سرنگ کو دیوار کے نزدیک لاتے رہے سب سے پہلے وخیداز خان نے جو ۳ مارچ کی جنگ میں سخت زخمی ہوا تھا اور ہسپتال ہی میں تھا اس کی آواز سنی اور سر جارج رابرٹسن کو بتایا بعد ازاں مزید تحقیق کے بعد یہ شک درست ثابت ہوا۔ برٹش افسروں نے اسکی مدافعت کے لئے ایک دستہ باہر چھاپہ مارنے کے لئے بھیجنے کی تجویز کی تاکہ سرنگ میں بارود لگا کر اسے گرا دیا جائے۔ چنانچہ لفٹنٹ ہارپے کے زیر کمان اکیسویں سکھ سپاہی سہ پہر کے چار بجے قلعہ کے باغ والے دروازہ سے یکلخت باہر نکلے اور سرنگ کے دہانے پر افغان لشکریوں پر جو سرنگ کے اندر کام کرنے والے چترالیوں کی حفاظت کر رہے تھے حملہ کر دیا۔ افغان لشکری جو اس ناگہاں حملے سے بالکل غافل تھے بہادری سے لڑے۔ مگر آخر کار شکست کھا کر بھاگ گئے۔ انہیں سے ایک آدمی ہلاک اور دو زخمی ہوئے۔ بعد ازاں سرنگ کے اندر سے جو چترالی باہر نکلتے رہے انکو ایک ایک کر کے قتل کر دیا گیا۔ اس طرح پینتیس لشکری تہ تیغ ہوئے اور دو کو زندہ گرفتار کر کے قلعہ کے اندر بھیجا گیا لفٹنٹ ہارپے کے آدمیوں نے سرنگ کو بارود سے اڑا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند اور آدمی جو اس کے اندر موجود تھے وہ بھی ہلاک ہو گئے اور وہ چیدہ افغان لشکری جو نقب کے دہانہ پر محافظ تھے۔ انہیں سے چار نفر دیوار کے پیچھے چھپ کر کمال شجاعت سے لڑے اور آٹھ کو قتل اور تیرہ کو سرکاری سپاہیوں سے زخمی کرا دیا۔ لیفٹنٹ ہارپے اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد مع اپنی باقیماندہ سپاہیوں کے پھر قلعہ کے اندر چلا گیا۔

اس بہادرانہ کاروائی میں بائیس سرکاری سپاہی ہلاک اور چند زخمی ہوئے۔

کرنیل کیلی کی گلگت سے روانگی

چترال پر عمرا خان اور شیر افضل خان کے مشترکہ حملہ کی خبر ملنے پر برٹش گورنمنٹ نے گلگت میں کرنیل کیلی کو فوج لیکر قلعہ چترال میں برٹش دستوں کی امداد پر جانے کا حکم دیا۔ نوشہرہ سے ایک بڑی فوج میجر جنرل سر رابرٹ لو کی ماتحتی میں جندول مالاکنڈ، اور لاوری کے راستہ سے چترال روانہ کی۔ چنانچہ ایک سرکاری فوج کرنیل موصوف کی ماتحتی میں گوپس مقام میں جمع ہوئی۔ اور ۲۷ مارچ ۱۸۹۵ء کو وہاں سے روانہ ہوئی۔ اس فوج میں تقریباً چھ سو اعلیٰ پیمانہ کے مسلح سپاہی تھے۔ اور کچھ توپیں بھی تھیں ۱۳ اپریل کو اس فوج کے پہلے دستوں نے کپتان بوہ ڈیلکے ڈیکن

شندور کے شدید درے کو سخت مشکل حالات میں عبور کر لیا اور لاسپور پہنچے۔ وہاں شیر افضل خان کی طرف سے
کوئی مدافعت نہیں کی گئی۔ دوسرے دن باقیماندہ فوج بھی مع توپوں کے درہ شندور عبور کر چکی۔ اس اقدام
نے شیر افضل کی فوجوں اور خصوصاً دیہات کے باشندوں پر بہت بڑا اثر کیا۔ اور انکی ہمت پست ہو گئی۔

جنگ چکول وہرت و فتح مستوج

محمد عیسیٰ خان اور محمد ولی خان خوشوقتیہ جن کو شیر افضل خان
نے سرحد لاسپور پر سرکاری افواج کی مزاحمت کا حکم دیا تھا۔
مگر وقت پر بمقام لنگر نہ پہنچ سکے۔ اور سرکاری دستوں نے لاسپور کے بالائی حصہ پر بلا مقابلہ قبضہ کر لیا۔
نتیجہ یہ ہوا کہ انکے لشکر میں لاسپور کے بالائی حصہ کے لوگ بھی شامل ہو گئے۔ اور جنکے اہل و عیال برٹش
فوج کے قبضہ میں آ گئے تھے۔ چترال لشکر سے علیحدہ ہو کر برٹش افواج کے پاس گئے۔ اور انکے ساتھ
مل گئے۔ محمد عیسیٰ خان مجبوراً پسپا ہو کر لاسپور وادی کے جنوبی سرے پر چکول وہرت کے تنگ مقام
پر مورچے سنبھال لئے۔ کرنل کیلی کی فوجوں نے لاسپور میں لوگوں کے گھوڑے وغیرہ باربرداری کے لئے
حاصل کر لئے۔ اور ۸ اپریل کو پیش قدمی کرتے ہوئے گشٹ مقام پر پہنچے۔ محمد عیسیٰ خان نے گشٹ کے
جنوب میں پل کو برباد کر دیا۔ اور چکول وہرت کی تنگی میں دریائے لاسپور کے دونوں اطراف پر مضبوط
سنگر بنائے اور حملہ آوروں کے مقابلہ کے لئے تیاری کرنے لگا۔ یہ مقام مستوج کے دفاع کے لئے
نہایت اہم اور فائدہ مند تھا۔ لیکن محمد عیسیٰ کے پیچھے قلعہ مستوج میں کپتان موبرلے کے زیر کمان تقریباً پانچسو
سکھ ڈوگرہ سرکاری سپاہی اور گلگت بنیال کے لیوی وغیرہ موجود تھے اگرچہ وہ محاصرہ میں تھے تاہم کسی وقت
بھی وہ محاصرہ سے باہر نکل کر کرنل کیلی کی فوجوں سے مل سکتے تھے۔ اس لئے محمد عیسیٰ اس خطرہ کے مد نظر احتیاط
سے تیاریوں میں مشغول تھا۔ پہاڑوں کے اوپر نیچے مورچوں پر محمد عیسیٰ کے آدمی رکھے گئے تھے۔ تاکہ پیشقدمی
کرنے والے سرکاری دستوں پر بڑے بڑے پتھر گرائیں۔

۹ اپریل ۱۸۹۵ء کو کرنل کیلی نے ہونزہ اور نگر کی لیوی کے دستوں کو محمد عیسیٰ کے پہاڑی مورچوں پر حملہ
کرنے کیلئے روانہ کیا۔ اور خود ساری فوج کو لیکر سامنے سے حملہ کرنے کی خاطر گشٹ سے روانہ ہوا۔ سب سے پیچھے کپتان
سٹوارٹ کے زیر کمان سات پونڈ وزن کے گولے پھینکنے والی توپیں تھیں۔ محمد عیسیٰ کے آدمیوں نے سرکاری فوج
پر اپنے مورچوں اور سنگروں سے شدید گولہ باری کی۔ ہونزہ نگر کے لیوی دستوں اور پہاڑی مورچوں کے مدافعین میں
سخت مقابلہ ہوا۔ اتنے میں برٹش توپخانے نے مدافعین پر گولے برسانے شروع کئے۔ اور جلد ہی لڑائی کا نقشہ
بدل گیا۔ چترالی اور افغانی لشکری توپخانے کی پیہم و متواتر گولہ باری کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ اور مورچوں کو
چھوڑ کر جنوب کی طرف پسپا ہونے لگے۔ محمد عیسیٰ نے نازک حالات دیکھ کر پسپا ہونے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ
مستوج کے قلعہ میں محصورین پر اور سرکاری فوج پر متواتر گولہ باری جاری رکھتے ہوئے وہ اپنے لشکر کو صحیح
و سلامت یہاں سے نکال کر مستوج کے جنوب کی طرف تیزی سے پسپا ہو گیا۔ اور کرنل کیلی آگے بڑھ کر مستوج

پہنچا اور موڑ لے اور اسکے ہمراہیوں کو محاصرہ سے آزاد کر لیا۔ اس لڑائی میں طرفین کا معمولی نقصان ہوا۔

جنگ لنر گول

چونکہ قلعہ مستوج پہلے ہی سرکاری دستوں کے ہاتھ میں تھا اور میدانی جگہ ہونے کی وجہ سے مدافعت مشکل تھی۔ محمد عیسیٰ خان مستوج سے پانچ میل جنوب میں لنر گول کے تنگ مقام پر پہنچکر مورچہ زن ہوا۔ اور حملہ آوروں کی مدافعت پر آمد کا انتظار کرنے لگا۔ یہاں بھی دریا کے دونوں طرف پہاڑوں پر مضبوط مورچے اور سنگر بنائے گئے تھے۔ کرنیل کیلی تین دن مستوج میں قیام کے بعد ۱۳ اپریل ۱۸۹۵ء کو مستوج سے روانہ ہو کر لنر گول کے سامنے پہنچا مستوج سے موڑلے کے ماتحت پانچسو سپاہیوں کی فوج جو محاصرہ سے آزاد ہو گئی تھی۔ وہ بھی کرنیل کیلی کی فوج میں شامل ہو گئی۔ شروع میں سرکاری ہراول دستے اور محمد عیسیٰ کے آدمیوں نے ایک دوسرے پر بندوقوں سے فائر کئے سرکاری دستے نے بڑھتے ہوئے مدافعین کے سنگریزوں پر توپ خانہ سے گولہ باری شروع کر دی گئی۔ اور سرکاری توپوں کو مزید آگے بڑھایا جاتا رہا۔ اور توپوں کی گولہ باری کے سایہ میں سرکاری دستہ نے ندی کو عبور کر لیا۔ اور ایک مضبوط مورچہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ محمد عیسیٰ کے آدمیوں کا یہاں بہت نقصان ہوا۔ آخرکار سرکاری فوج نے اپنی زیادہ تعداد کے باعث خصوصاً توپوں کی ہلاکت خیز گولہ باری سے محمد عیسیٰ خان اور اس کے لشکر کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔ چترالی و افغان لشکریوں نے بہادرانہ مدافعت کی اور سرکاری فوج کے افسروں و سپاہیوں نے پہاڑی مورچوں پر حملہ میں بہت ہمت و جرأت کا مظاہرہ کیا۔ کئی سرکاری سپاہی زخمی ہوئے۔ اور کافی تعداد میں زخمی بھی ہوئے۔ محمد عیسیٰ کے لشکر کو بھی جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ یہاں ہزیمت اٹھانے کے بعد چترالی لشکر کی ہمت ٹوٹ گئی۔ اور لوگ لشکر کو چھوڑ کر منتشر ہونے لگے۔ چنانچہ سب سے پہلے تورکہو کے باشندے علیحدہ ہو کر اپنے علاقہ کی طرف چلے گئے۔ محمد عیسیٰ خان، محمد ولی خان، محمد افضل بیگ باقیماندہ چترالی و افغان لشکر کو لیکر دراسن پہنچے۔ مگر یہاں بھی قیام و مدافعت کی کوئی صورت نہ دیکھ کر پارپش کے مقام پر پہنچکر وہاں مورچے سنبھال لئے اور چترال میں شیر افضل خان کو مزید کمک کے لئے پیغام بھیجا۔ جنگ لنر گول کی اہمیت جانبین کی مزید سرگرمی سے مرزا محمد غفران مرحوم کے اشعار میں یوں بیان ہوئی ہے

خروشِ تفنگ و توپ و دلیر ... شدہ گرم ہنگامہ دار و گیر

ہوا شد ز دود توپ و تفنگ ... چو غرید توپ شب چون نہنگ

برآمد بکوہ و جبل تیرہ خاک ... ز جان ہر کسی دست برداشت خاک

تو گفتی کہ فردائے محشر رسید ... سراسیمگی شد بہر دم پدید

جوانان افغان شیران جنگ ... ستادہ بمیدان ناموس و ننگ

کرنیل کیلی کی پیشقدمی

فتح شندور گول کے بعد کرنل کیلی چترال کی جانب بڑھنے لگا۔ راستہ پہلے ہی خراب تھا اور محمد عیسیٰ کی پسپا ہونیوالی فوجوں نے اسے مزید برباد کر دیا تھا اور سارے پل توڑ دیئے تھے۔ چنانچہ سڑک کو از سر نو بنانے اور عارضی پل تعمیر کرتے ہوئے سرکاری فوج مع توپخانہ کے آگے بڑھتی رہی۔ اور درآسن پر قبضہ کر لیا۔ ۱۷ اپریل کو یہ فوج برنس سے آگے گولین گوہ کے مشیلک پل پر پہنچی یہاں کا پل بھی چترالی لشکر نے توڑ دیا تھا۔ سرکاری سفر مینا نے کچھ آدمیوں نے تیر کر دریا کو عبور کیا۔ اور ایک مختصر عارضی پل تعمیر کیا۔ اس اثنا میں محمد عیسیٰ جو مشیلک کے مورچہ پر مدافعت کے لئے آمادہ تھا شیر افضل خان کے بلاوے پر یہ مورچہ چھوڑ کر چترال پسپا ہو گیا۔ اور سرکاری فوج بغیر مقابلہ کے چترال پہنچ گئی۔

جندول پر حملہ اور عمرا خان کا فرار

اسی اثناء میں میجر جنرل سر رابرٹ لو کی معیت میں ایک برطانوی فوج نوشہرہ سے روانہ ہوئی اور ۳ اپریل کو مالاکنڈ کو فتح کر کے چکدرہ پر قبضہ کر لیا۔ اور ۱۷ اپریل ۱۸۹۵ء کو جنرل گاٹاکر کے زیر کمان برطانوی افواج جندول میں داخل ہو گئیں۔ عمرا خان والی جندول یہ اطلاع ملنے پر مع اہل وعیال دروش سے اسمار کی جانب بھاگ گیا۔ اور محمد شریف خان نے دوبارہ دیر پر قبضہ کر لیا۔ یہاں فتح حاصل کرنے کے بعد جنرل گاٹاکر نے لاوری کی راہ سے پانچسو سپاہیوں پر مشتمل فوج لیکر چترال کی جانب بڑھا۔

شیر افضل خان کا فرار اور محاصرہ کا خاتمہ

شمال اور جنوب کی طرف سے برٹش افواج کی پیشقدمی افغان لشکر کی متواتر پسپائی اور اہل ملک کی روز بروز بڑھتی ہوئی کم ہمتی کے مدنظر شیر افضل خان کو بھی اپنی کامیابی کی کوئی امید نہ رہی۔ چنانچہ اس نے محمد عیسیٰ کو مشیلک کے مورچہ سے واپس بلایا اور ۱۸ اپریل ۱۸۹۵ء کو محصورین قلعہ کو اطلاع دیئے بغیر راہ فرار اختیار کی۔ اور عبدالمجید خان و عبدالغنی خان باقیماندہ افغان لشکر کو ساتھ لیکر براہ نرست اسمار کی طرف اور شیر افضل خان شیشی کوہ کے درہ گورینگول سے کوہستان باشقار کی راہ چلے گئے۔ محمد شریف خان والیٔ دیر کا بھائی یوسف دیری لشکر کے ساتھ دروش میں پہنچ چکا تھا۔ مگر اس نے مفرورین کے ساتھ کوئی تعرض نہیں کیا۔ چترال سے بہت سے معتبر اور معزز لوگ مع اہل وعیال شیر افضل خان کے ساتھ فرار ہو گئے۔ اور باقیماندہ اہالی ملک قتل عام اور لوٹ مار کے خوف سے اپنے گھروں کو چھوڑ کر پہاڑوں پر جا کر چھپ گئے۔ اسی رات کو اقسقال فتح علی شاہ کے ایک لڑکے رستم نام نے قلعہ کے دروازہ پر جا کر محصورین قلعہ کو شیر افضل خان کی فراری کی اطلاع دی۔ لیکن اہل قلعہ نے صبح تک احتیاطاً دروازہ بند رکھا۔ اور کل دوسری صبح ۲۰ اپریل ۱۸۹۵ء مطابق ۱۶ شوال ۱۳۱۲ھ قلعہ کا دروازہ کھولا گیا اور کل چھیالیس دن کے بعد محاصرہ ختم ہو گیا۔

دوسرے دن کرنیل کیلی کی فوج بھی مستوج سے چترال جا پہنچی اور اسکے پانچ دن بعد جرنیل گاٹاکر کے زیر کمان

برٹش فوج بھی لواری عبور کرکے چترال پہونچ گئی۔

محصورین قلعہ

محاصرہ کے دوران میں محصورین قلعہ کی ہمت و جرأت بے مثال تھی۔ چنانچہ بادشاہ ضیاء اقبال شاہ شجاع الملک اور ان کے خیر خواہ معتبرین و سر جارج رابرٹسن و دیگر برٹش افسران اور سرکاری فوج ہر ایک نے حد درجہ جرأت ہمت و مردانگی کا اظہار کیا۔ سب نے انتہائے صبر و استقلال کے ساتھ مشکل سے مشکل حالات کا مقابلہ کیا۔ ۳ مارچ کو سرکاری فوج کو جو سخت ہزیمت واقع ہوئی اور اس کے بعد ریشن وکوراغ میں برٹش فوجوں کی بربادی۔ پیر ستوج کے محاصرہ کے بعد محصورین کی ہمت کا زوال سب سے بڑھ کر عمرا خان کے ہزاروں مسلح لشکری اور شیر افضل کی فوج کا غلبہ جیسی سارا ملک اور معززین قوم شامل تھے اور قلعہ کو دشمن گھیرے میں رکھے ہوئے تھے۔ اور اس پر گولوں پتھروں اور آگ کی بارش برسا رہے تھے۔ پھر چندول کے علاوہ سارا قبائلی علاقہ برٹش گورنمنٹ کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ باوجود ان سب حالات کے اہل قلعہ نے اپنے بادشاہ کے ساتھ نہایت استقلال اور بہادری سے ثابت قدم رہے۔ ان جاں نثاروں کی وفاداری و اخلاص کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے خاندان اور اہل و عیال سب باہر دشمنوں کے ہاتھ میں تھے۔ اور دشمن ان کو ہر طرح سے رشوت و دھمکی سے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی۔ لیکن یہ وفاداری سے اپنے بادشاہ کے ساتھ ڈٹے رہے۔ جس کا نتیجہ ان کے اہل و عیال و خاندان کو بھگتنا پڑا۔ محاصرہ کے بعد ان لوگوں کی وفاداری کے صلہ میں بادشاہ نے اپنی شاہانہ قدردانی اور خدمت شناسی کا ثبوت دیا اور سب کو جاگیریں دیں اور عزم و اکرام سے نوازا۔ قلعہ کی دیوار میں سرنگ لگاتے وقت اس پر حملہ کرکے دشمنوں کو ملیامیٹ کرنے میں لفٹنٹ ہارلے کی بہادری قابل تحسین ہے۔ راجہ صفت بہادر [illegible] خاندان کا فرزند جو سر رابرٹسن کے ساتھ قلعہ میں موجود تھا ہر موقع پر بہادری کا مظاہرہ کیا۔ بادشاہ ضیاء اقبال کی اپنی ہمت و استقلال باوجود کم سنی کے بے مثال تھا کہ انہوں نے اہم ذمہ داریوں کو سنبھال کر برٹش افسروں و افواج کے دوش بدوش جنگی امور میں پورا حصہ لیا۔ اور اپنی ہمت، جوش اور جرأت کا ثبوت دیا۔ سر جارج رابرٹسن نے اپنی کتاب محاصرۂ چترال میں خود شاہ شجاع الملک کی شجاعت و بلند ہمتی کی تعریف کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ ڈیڑھ ماہ کی طویل میعاد محاصرہ میں جبکہ دن رات گولیاں پتھر اور آگ قلعہ پر برس رہی تھی کسی وقت بھی کمسن بادشاہ کی ہمت و جرأت میں فرق نہ آیا اور انہوں نے ثابت کر دیا کہ اپنے نام کے مصداق وہ حقیقی معنوں میں شجاع اور شیر دل تھے۔

شاہ شجاع کی رحمدلی رعایا کے ساتھ

کرنیل کیلی بہادر جب اپنی فوجیں لے کر چترال پہنچے تو ان کا مصمم ارادہ تھا کہ چترال کے باشندوں کو جو عموماً سب شیر افضل خان کے ساتھ ملے تھے۔ اور اپنے بادشاہ اور برٹش گورنمنٹ کے خلاف جنگ میں شریک تھے عبرتناک سزا دی جائے اور ان کا قتل عام کرکے گھروں کو غارت کیا جائے۔ لیکن بادشاہ نے اپنی رعایا پروری رحمدلی اور فیاضی کا شاندار ثبوت دیتے ہوئے ان سب لوگوں کو معاف کر دیا اور کرنیل کیلی اور دیگر برٹش فوجی افسروں کی اس تجویز سے اختلاف کیا

سر جارج رابرٹسن اور اسکے پولیٹیکل نائب گرڈن بہادر نے بھی انکے خیال کی حمایت کی اور عام معافی کا اعلان کر دیا گیا۔ جو لوگ قتل و غارت سے ڈر کر اپنے گھروں کو چھوڑ کر پہاڑوں میں پناہ گزین تھے واپس چترال آئے اور بادشاہ کی معافی سے آرام سے اپنے گھروں میں رہنے لگے۔ اس موقع پر علاوہ برٹش افسروں کے میاں راحت شاہ کاکاخیل نے بھی رعایا کو سزا دلانے کی کوشش کی مگر بادشاہ کی بروقت مداخلت اور ہمدردی سے رعایا کو نجات حاصل ہوئی۔

جنرل سر رابرٹ لو کا ورود

۲۵ اپریل ۱۸۹۵ء کو بمیرا سے نامدار اور مشتمل ایک بٹالین فوج جنرل سر رابرٹ لو اور جنرل گاٹا کر کے ماتحت براہ لاوری چترال پہنچی اور زبردست فوجی مظاہرہ کیا فوج پشاور گئیں۔ چار دن قیام کرنے کے بعد واپس روانہ ہو گئے اور ایک بریگیڈ فوج چترال دروش میں چھوڑ گئے۔

مہتر امیر الملک کی روانگی

۳ مارچ ۱۸۹۵ء کو مہتر امیر الملک کو معزول کرنے کے فوراً بعد سے ہی قلعہ چترال میں نظر بند تھا۔ جب پشاور سے آمدہ فوج واپس روانہ ہوئی تو مہتر موصوف کو بھی اپنے ساتھ پشاور لے گئی۔ نیز میاں راحت شاہ کاکاخیل بھی جو دوران محاصرہ قلعہ چترال میں ہی تھا بعض سیاسی وجوہات کے باعث ان کے ساتھ پشاور بھیج دیا گیا۔ تاکہ دوبارہ چترال میں قیام نہ کرے۔

شیر افضل خان کا انجام

مہتر شیر افضل خان چترال سے فرار ہو کر ایک بڑی جماعت کے ساتھ کوہستان باشقار پہنچا تھا۔ اسوقت جنرل سر رابرٹ لو، میجر ڈین اور متعدد اعلیٰ افسر دیر میں ٹھہرے تھے۔ انھوں نے تجویز کی کہ نرم گفتاری اور تسلی آمیز پالیسی سے شیر افضل خان کو اپنے پاس بلا کر قابو میں لانا چاہیئے۔ چنانچہ محمد شریف خان والئے دیر اور میاں رحیم شاہ کاکاخیل پشاور نے مہتر شیر افضل خان کے پاس جا کر اسے میجر ڈین پولیٹیکل افسر ملاکنڈ کی طرف سے ضمانت پیش کر کے مطمئن کیا کہ اگر وہ برٹش افسروں کے پاس چلا آئے تو اسے اپنے ملک کی حکومت مل جائے گی۔ محمد شریف خان نے آپکی ملاقات میجر ڈین سے کرانے اور تنازعہ پر امن طریقہ سے حل کرانے کا وعدہ کیا۔ اور اسی قسم کا ایک خط سر جارج رابرٹسن نے بھی شیر افضل خان کو لکھا تھا۔ چنانچہ ان وعدوں سے مطمئن ہو کر شیر افضل خان دیر میں برٹش افسروں کے پاس آیا۔ دیر میں سر رابرٹ لو اور مسٹر ڈین نے اس سے ملاقات کی لیکن ملاقات کے بعد وہ اپنی جگہ پر پہنچا ہی تھا کہ اسے گرفتار کر لیا گیا۔ ان کے ہمراہیوں میں سے مہتر زادہ کوکن بیگ، یادگار بیگ، محمد افضل بیگ اور دانیال بیگ، نیت شاہ رضا خیل، عافیت خان تورکیھو، دلاور شاہ ذمین بھی گرفتار کر لئے گئے۔ ان سب کو ہندوستان بھیج دیا گیا۔ محمد عیسیٰ خان اور محمد ولی خان بن میر ولی خوشوقتیہ نے جو باشقار میں مقیم تھے۔ محمد شریف خان والئ دیر کے بلاوے کو دھوکا تصور کر کے دیر آنے سے انکار کر دیا۔ اور اس طرح گرفتاری سے بچ گئے۔ اور وہاں سے بھی بھاگ کر کوہستان واڈیل چلے گئے۔ باقی جو معززین چترال شیر افضل کے ساتھ تھے ان سب کو اپنے وطن آنے کی اجازت دی گئی۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ کوہستان تانگیر وغیرہ میں رہ کر چترال پر موقع دیکھ حملہ کیا جائے۔ مگر شیر افضل خان برٹش افسروں کے وعدہ پر اعتبار کر کے دیر آیا اور گرفتار ہو گیا۔ القصہ نتیجہ یہ ہوا کہ مہتر شیر افضل خان د

مہتر امیر الملک کو پنجاب میں بمقام دھرمسالہ پہنچا کر وہاں نظر بند رکھا گیا۔ پھر مدراس بھیجا گیا جہاں ان دونوں کو تا زیست قیدی ہی میں رکھا گیا اور وہیں فوت ہو گئے۔

دربار تخت نشینی شاہ شجاع الملک

چونکہ بادشاہ بلند اقبال کا جلوس قلعہ کے اندر ایام محاصرہ کے دوران واقع ہوا تھا اور رسم تخت نشینی حسب معمول ادا کی گئی مگر باضابطہ دربار نہ ہوا تھا لہذا بعد ازاں سر جارج رابرٹسن ہندوستان جا کر واپس آ گئے تھے۔ بتاریخ ۲ ماہ ستمبر ۱۸۹۵ء قلعہ کے سامنے میدان میں ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا گیا جسمیں اہالی ملک حاضر تھے اور تمام برٹش افسر اور فوج بھی موجود تھی۔ سر جارج رابرٹسن نے حسب ذیل تقریر کی۔

اے عمائدین چترال آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جناب والا القاب گورنر جنرل بہادر کشور ہند نے مہتر شجاع الملک کی فرمانروائی کو منظور فرمایا ہے اور میں حسب فرمان سرکار ہند ہندوستان ان کو مسند مہتری پر بٹھاتا ہوں۔

(۲) سال رواں کے شروع میں جو حادثات و صدمات بہر قیدو بولنگیوں کے ساتھ پیش آئے تھے۔ الحمد للہ اب ان کے ذکر کی حاجت نہیں ہے اور جو شخص بھی یہاں حاضر ہے اوائل سال کے مفسدات میں شمولیت و شرکت کی وجہ سے کوئی خوف و ہراس اپنے دل میں نہ لائے۔ کیونکہ سرکار عالیہ ہندوستان نے ان کی خطاکاری کو معاف فرمایا ہے اور ان کی نادانی پر رحم فرمایا ہے۔

(۳) سرکار عالیہ ہند کے حکم کے بموجب شجاع الملک کا تمام مملکت کھو و ریر پر مہتر ہونے کا اعلان کرتا ہوں اور تم سے فرداً و مجموعاً یہ خواہش رکھتا ہوں کہ مہتر صاحب ممدوح اور اسکی حکومت کی باخلاص تمام متابعت کرو گے اور چونکہ فراوانی نعمت کے اس موسم میں اسکی حکومت کا آغاز ہوتا ہے۔ امید رکھتا ہوں اور فال لیتا ہوں کہ اسکی حکومت میں خود اس کے لیئے اور تمام اہالی ملک کے لیئے کمال فرخندگی و آسودگی اور راحت حاصل و میسر ہو نگے

(۴) اسکی صغیر سنی کو مد نظر رکھ کر علاقہ خوشوقتیہ یعنی مستوج و یاسین کو عارضی طور پر اسکی حکومت سے علیحدہ کیا جاتا ہے اور وہ سرکار عالیہ ہندوستان کے ہاتھ میں رہیگا۔

(۵) ملک کے اندرونی عام معاملات کا انتظام مہتر صاحب اور اسکے مشیروں کے ہاتھ میں رہے گا۔ سرکار ہند انتظام معاملات داخلۂ ملک کو اپنی ذمہ داری میں لینا نہیں چاہتی ہے کیونکہ سرکار والا کا تعلق حکومت کے خارجہ معاملات اور عوام کی بہبود کے ساتھ ہے لیکن اس لحاظ پر کہ مہتر صاحب ابھی صغیر السن ہے اور سرکار والا نے ضروری سمجھا ہے۔ کہ اسکی خورد سالی کے دوران میں اس کے ساتھ کسی طرح مدد کرے لہذا یہ قرار پایا ہے کہ ایک تجربہ کار انگلش افسر کو اسکے ساتھ مشورہ کے لیئے چترال میں مقیم رکھا جائے۔ تاکہ مہتر صاحب اس سے صلاح و مشورہ و مدد لیا کرے۔ نیز اس ملک کے باشندوں میں سے تین اشخاص بہتر جو بہادر خان۔ وزیر عنایت خان اور اتسقال فتح علی شاہ کو اسکے مشیر مقرر کرتا ہوں کہ اسکو صلاح دیا کریں۔ اور مہتر صاحب کے بالغ ہونے

تک مشیروں کی رائے پر عملدرآمد ہوگا۔

(۹) مہتر صاحب کی مدد و حفاظت کے لئے ایک دستہ فوج عارضی طور پر اس ملک میں رکھی جائیگی تاکہ خارج کی طرف سے زبردستی کی مدافعت و حفاظت کے لئے متکفل ہو اور مہتر صاحب کے خردسالی کے ایام میں سرکاری بہرہ دار اس کے ساتھ مقرر رہینگے۔ امید ہے کہ قیام فوج برطانیہ کا انتظام حکومت و اصلاحات میں باعث حصول امن ہوگا۔ اور ملک کے اندرونی انتظام میں جس طرح کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائیگی۔

کرنل سر جارج رابرٹسن کی تقریر کے بعد عبدالحکیم خان، نیٹو اسسٹنٹ چترال نے اسکا فارسی میں ترجمہ پڑھ کر سنایا۔ ہر جانب سے بادشاہ کو مبارکباد پیش کی گئی۔ اس موقع پر مرزا محمد غفران کی مندرجہ ذیل دعائیہ نظم ناظرین کی دلچسپی کے لئے پیش کی جاتی ہے۔

خدایا تو این شاہ را تا ابد
ز تشویش و غم خاطرش دور دار
شہی کامیاب سپہر برین
مہ برج حشمت گرامی خصال
گل باغ شاہی لعید زیب رنگ
خوشا یادگاری ز شاہان پیش
ستودہ شمائل گرامی نسب
بدانش بزرگ و بہمت جوان
چو آب رواں فیض او ہست عام
خدایا ہمیشہ دلش شاد دار
بداری ہمہ سال گردن فراز
بہ تخت شہی باد فیروز مند

بداری بہ آرام دل بر سریر
بہر ملک چترار معمور دار
ز فیضان عامش لبو خوشہ چین
شہ تخت رفعت بہ فرخندہ فال
کہ شد وصف او تا بملک فرنگ
مروت شناس و پاکیزہ کیش
شناسائی قانون و علم و ادب
بہ اقلیم دانش شہ کامران
ہمہ وصف خوبی بذاتش تمام
بہر ملک چترار آباد دار
بدہ طالع و بخت عمر دراز
مبادا ز آسیب او را گزند

بارھواں باب

عہد حکومت سر شجاع الملک کے تاریخی حالات

علیحدگی مستوج و یاسین پر اظہار خفگی

دربار کے اختتام پر جارج رابرٹسن کے اعلان علیحدگی مستوج و یاسین پر بادشاہ یہاں شاہ والا جاہ نے ناراضگی و تشویش کا اظہار کیا اور سر جارج رابرٹسن کو خط لکھا لیکن صاحب موصوف نے ان کو یقین دلایا کہ یہ محض عارضی قسم کا فیصلہ ہے جو ان کی کم عمری کے مدنظر کیا گیا ہے۔ اور ان کے بڑے ہونے پر علاقہ جات مذکورہ واپس دے دیئے جائیں گے اس کے بعد مستوج کے علاقہ میں بادشاہ کے چچا مہتر جو بہادر خان کو گورنر مقرر کیا گیا۔

بادشاہ کی تربیت و تعلیم

چونکہ ایام شہزادگی میں بادشاہ کی تعلیمی تربیت ملک کے اندرونی بدامنی اور خانہ جنگیوں کی وجہ سے مکمل نہ ہو سکی تھی۔ لہذا تخت نشینی کے بعد بادشاہ کمال شوق سے حصول علم میں کوشاں ہوئے آپ نے کلام مجید اور دو تین کتابیں مبتدیانہ فارسی پہلے ملا خوشوار معلم محلسرائے شاہی کے پاس پڑھیں اور بعد ازاں مرزا عبادت خان قوم سنگین علیہ سے درس قرآن پاک لیا اور فارسی کی تعلیم پائی۔ بعد میں جب سر پر آرائی حکومت ہوئے تو مرزا محمد غفران نے جو اعلیحضرت شاہ امان الملک مرحوم کے میر منشی تھے اور فارسی و عربی کے شہرہ آفاق ادیب و شاعر تھے۔ ان کی تعلیم کی تدبیر و تشویق شروع کی۔ اور ان کی مجلس میں وہ کر ہمیشہ کتب تاریخ و اخلاق و دیوانات شعر پر مضامین دلچسپ فصاحت و شیریں کلامی سے اُن کو سنائے۔ اور ان کے مطالعہ کی طرف بادشاہ کو رغبت دلائی۔ چند سال کی کاوشوں سے نتیجہ یہ ہوا کہ جواں سال بادشاہ جو خود بھی ذکاوت ذہنی اور فہم و فراست میں قدرتی طور پر کامل تھا ایک ہوشیار و باکمال استاد کے زیر اثر رموز عبارات اور اشارات مشکلہ پر عبور حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور فارسی ادب۔ جغرافیہ۔ تاریخ اور علم دینی میں کافی مہارت حاصل کر لی۔ اسکے بعد شاہ عباس برادر سید شہزادہ لیث اور کاری سے انگریزی کی تعلیم بھی حاصل کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں انگریزی خطوط و اخبارات روانی سے پڑھنے لگے۔ البتہ بولنے میں زیادہ مہارت نہیں تھی۔ اگرچہ سمجھ سکتے تھے۔ چنانچہ عنداقبال بادشاہ آخر عمر تک علم دوستی میں یگانہ روزگار رہے اور کتاب پڑھا کتبخانہ قائم کیا جسمیں علوم فقہ و تفاسیر، حدیث، صرف و نحو، ادب ہیئت۔ تواریخ۔ جغرافیہ کلام و قصص و دیوانات وغیرہ بیش بہا اور نادر نسخے جمع کیے۔

اعلیحضرت ہز ہائی نس سر شجاع الملک فرمان روا چترال کے سی۔ آئی۔ ای

کونسل سے اختلاف

چونکہ مشیرانِ ثلاثہ یعنی مہتر جو بہادر خان و وزیر عنایت خان و اقسقال فتح علی شاہ جو کونسل مقرر ہو گئے تھے۔ وہ اور اہل چترال دونوں اپنے متعلقہ طریق کارروائی سے ناواقف تھے۔ لہٰذا کونسل مذکور اپنے آپ کو امور حکومت کے لئے خود مختار تصور کرتے تھے جس کو قبول کرنے کیلئے مہتر صاحب اور اہالیٔ ملک تیار نہیں تھے لہٰذا بادشاہ اور مشیران مذکور کے مابین شکر رنجی واقع ہو گئی۔ اور جانبین کی اس غلط فہمی سے کونسل کا مقصد انجام پذیر نہیں ہوا۔ بادشاہ کے جلوس کے تین سال بعد میجر ڈین پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ بتقریب ریلیف چترال میں وارد ہوا۔ تو میاں رحیم شاہ اتالیق کاخیل اسکا مشیر تھا۔ مشیران کونسل کی ناکامیابی کو اس نے معلوم کر لیا تھا۔ اور غالباً مشیران مذکور نے خود بھی شکایات کی ہوں گی۔ وہ میجر ڈین کی ناراضگی کا موجب بنا اور بعض غرضمندوں نے اسکو بادشاہ کے بعض خواص و مشیروں کی طرف منسوب کیا تھا۔ کہ انہیں کی کوشش سے بادشاہ اور کونسل کے مابین اختلاف اور شکر رنجی واقع ہو گئی ہے۔ لہٰذا میجر ڈین نے انہیں بطور اظہار ناراضگی چند مدت کے لئے بادشاہ کے حضور سے دور رکھا اور مرزا محمد غفران کو اپنے ہمراہ مالاکنڈ لیجا کر ایکماہ کے بعد واپس رخصت کر دیا اور مزید ایک سال کے لئے اسکو بادشاہ کی ملازمت سے دور رکھا۔ پھر ایک سال کے بعد بدستور ملازمت میں داخل ہوئے مشیران مذکور میں سے مہتر جو بہادر خان تو گورنر مستوج مقرر تھا اور اقسقال فتح علی شاہ ۱۸۹۷ء میں انتقال کر گیا تھا البتہ وزیر عنایت خان اب تک اس عہدہ پر موجود تھا میاں راحت شاہ و میاں رحیم شاہ جو عہد سابق سے شاہی خاندان سے بیشمار نوازش یافتہ تھے۔ پاس حقوق نہ کر سکے۔

سیاحت کلکتہ

لارڈ کرزن نائب السلطنت ہند کی دعوت پر شاہ شجاع الملک ماہ نومبر ۱۸۹۹ء میں مع پچاس معتبرین اور خواص کے کلکتہ گئے راستہ میں راولپنڈی میں شاندار فوجی مشق کا معائنہ کیا اور دہلی بھی گئے جہاں انہوں نے متبرک تاریخی مقامات مثلاً درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی و قاضی حمید الدین ناگوری رحمہم اللہ تعالیٰ و مقبرہ ہمایوں وغیرہ کی زیارت کی۔ کلکتہ میں نو دن لارڈ کرزن کے مہمان خصوصی کی حیثیت سے گذارے۔ دہلی سے آگرہ، گوالیار اور راولپنڈی ہوتے ہوئے ۲ مارچ ۱۹۰۰ء کو واپس چترال پہنچے۔ یہ بادشاہ کا پہلا سفر ہند تھا۔ ان کے ہمراہ جانے والوں میں محمد علی بیگ۔ اسفندیار خان۔ افراسیاب خان۔ شاہ زرین۔ بل خان۔ فیروز خان فریدون خان۔ نواب احمد خان۔ مرزا محمد غفران۔ محمد لطیف منشی، وفادار خان، شاہ امیر خان۔ فیروزہ بیگ۔ محمد نجوم خان، قربان خان وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

دربار پشاور

دوسرے سال ۱۹۰۱ء میں لارڈ کرزن کی پشاور میں تشریف آوری کے موقع پر بادشاہ دربار کے سلسلہ میں مدعو کئے گئے تھے۔ مہتر جو بہادر خان، مہتر جو غلام دستگیر اور مہتر جو عبدالرحمٰن خان مع دیگر معتبرین ملک ان کے ہمرکاب تھے۔ دربار میں تمام رؤسائے سرحد خصوصاً

نواب محمد شریف خان والی دیر، نواب صفدر خان والی ناوگی۔ نواب سر محمد اکرم خان والی امب۔ نواب اللہ داد خان والی ڈیرہ وغیرہ رؤسا و معززین صوبۂ سرحد بڑی تعداد میں موجود تھے۔ مہتر صاحب والی چترال کو وائسرائے ہند کے دائیں طرف پہلی کرسی دیگئی۔

کپتان گرڈن بہادر پہلے پولیٹیکل افسر چترال سات سال چترال میں مامور رہنے کے بعد ۱۹۰۲ء میں چترال سے تبدیل ہوکر چلے گئے۔ ان کی جگہ کپتان کینن پولیٹیکل افسر مقرر ہوئے کپتان گرڈن محاصرہ سے پہلے ہی سردار نظام الملک کے عہد میں برطانوی پولیٹیکل نمائندہ کی حیثیت سے چترال آئے تھے۔ اور محاصرہ کے ایام میں قلعہ میں موجود تھے۔ قیام امن کے ان کو مستقل یہاں رکھا گیا۔ علاوہ پولیٹیکل امور کے وہ شاہ شجاع الملک کے ایام نابالغی میں ریاستی انتظام کے ذمہ دار بھی رہے اور اپنے فرائض منصبی کو احسن طریقہ سے انجام دیتے رہے ابتداء میں بادشاہ اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے ان کے ساتھ ناخوش رہے لیکن بعد میں انکی خیر خواہی اور اچھے اخلاق و نیک خیالات پر اعتماد کرنے لگے اور ان کی تبدیلی کے بعد بھی ہمیشہ دوستانہ خط و کتابت قائم رکھی۔

دھلی دربار ۱۹۰۲ء میں ملکہ وکٹوریہ کے انتقال پر انکے ولیعہد ایڈورڈ ہفتم کی تخت نشینی کے موقع پر دہلی میں ایک شاہی دربار منعقد ہوا۔ جسمیں شمولیت کیلئے گورنمنٹ ہند کی دعوت پر اعلیحضرت والی چترال ۲۲ دسمبر ۱۹۰۲ء معہ متعدد معتبرین کے دہلی پہنچے اور یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو دربار میں شرکت کی اس موقع پر بادشاہ انگلستان کی جانب سے اعلیحضرت کو سی۔ آئی۔ ای کا خطاب عطا کیا اختتام دربار کے موقع پر تمام والیان ریاست و اصحاب نے نائب صوبہ سرحد وائسرائے ہند کی خدمت میں ایک شکریہ نامہ لکھا کہ ہماری طرف سے شہنشاہ انگلستان کی خدمت میں اس دعوت دربار کے لئے شکریہ پیش کریں اور یہ شکریہ نامہ فارسی میں تھا جو بقلم مرزا محمد غفران میر منشی مہتر صاحب والی چترال لکھایا گیا تھا۔ کیونکہ اسوقت تمام اہل ہند فارسی میں خطوط لکھتے تھے۔ اور فارسی کا رواج باقی تھا۔

لارڈ کچنر سپہ سالار ہند کی آمد اور قیام ٹیلیگراف لائن چترال میں در ۱۹۰۳ء لارڈ کچنر بہادر سپہ سالار ہند دورہ پر گلگت کی راہ سے چترال پہنچے بادشاہ چترال نے انکا شاندار استقبال کیا۔ لارڈ موصوف کی تجویز کے مطابق گلگت و چترال درمیان ٹیلیگراف لائن اسی سال قائم کیگئی۔

واپسی علاقہ مستوج کیلئے جدوجہد اعلیحضرت بادشاہ چترال کیلئے علاقہ مستوج کی، ان کی حکومت سے علیحدگی ناقابل برداشت مسئلہ تھی تخت نشینی کے بعد وہ ہر موقع پر اسکے متعلق حکومت برطانیہ سے درخواست کرتے رہے ۱۹۰۴ء میں اس بارے میں باضابطہ درخواست پیش کی اور اس معاملہ پر غور شروع ہوا۔

کپتان کینین بہادر

سنہ ۱۹۰۴ء کو چترال کے پولیٹیکل افسر کپتان کینین یہاں سے تبدیل ہو کر چلے گئے۔ اور ان کی جگہ چند ماہ کے لئے کپتان ڈگرنڈیر افسر اعلیٰ سکوٹ اور اسکے بعد کپتان نوکس نے آکر یہ عہدہ مستقل سنبھالا۔ کپتان کینین ایک نیک خیال اور تجربہ کار افسر تھے۔ اور انھوں نے چترال کی تجارتی ترقی اور دیگر اصلاحات پر خاص توجہ دی۔ اس کے عہد سے پہلے ملک کے اندرونی معاملات میں بعض لوگوں کی کوشش سے جو مداخلت پیدا ہوئی تھی۔ وہ بند ہو گئی۔ اور مقدمات کے فیصلے مستقل طور پر بادشاہ کو تفویض ہوئے تھے۔

کپتان نوکس

سنہ ۱۹۰۵ء بموقع دربار تشریف آوری شہزادہ انگلستان جبکہ بادشاہ چترال پشاور گئے اور دہلی دربار میں شمولیت فرمائی کپتان نوکس پولیٹیکل افسر چترال انکے ساتھ تھے۔ واپسی پر درہ لاوری عبور کرتے وقت سخت برفباری اور بچال گرنے کی وجہ سے کپتان نوکس برف کے تودہ کے نیچے دب گئے اور انکے بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ مگر ان کے ایک اردلی حاصل نام باشندہ چترال نے بڑی جرأت و بہادری سے انکی جان بچائی اور اشرت و دبیل کے بائیس آدمی اور گیارہ گھوڑے اس حادثہ سے یہاں ہلاک ہوئے بادشاہ مع اپنے تمام ہمراہیوں کے خیریت سے درہ عبور کر آئے۔

کپتان نوکس سنہ ۱۹۰۶ء میں چترال سے تبدیل ہو کر چلے گئے اور انکی جگہ کپتان سمتھ بہادر پولیٹیکل افسر چترال مقرر ہوئے کپتان نوکس خود پسند و متلون المزاج افسر تھے اور انہوں نے ایک سال تک خود غرض لوگوں کی تحریک پر کپتان کینین کے طرز عمل کے خلاف ریاست کے داخلی امور میں مداخلت بڑھانی چاہی جسکے نتیجہ پر انکے اور اعلیحضرت بادشاہ کے مابین اختلافات پیدا ہو گئے تھے لیکن اعلیحضرت کے سفر پشاور اور چیف کمشنر سے ملاقات کے بعد گورنمنٹ ہند کی ہدایات کے مطابق کپتان نوکس نے اندرونی معاملات میں دخل اندازی بند کر دی تھی۔ اور چترال سے تبدیل ہو کر چلے گئے تھے کپتان سمتھ نے اسکی بےقاعدگیوں کو دور کر کے پھر ملک میں خوشحالی پیدا کر دی۔

معدنیات ملک کے لئے سنہ ۱۹۰۷ء میں حکومت ہند سے مذاکرات

اعلیحضرت شجاع الملک صاحب ملک کے اندر معدنی دولت کی تفتیش کے متعلق خاص دلچسپی رکھتے تھے چنانچہ سنہ ۱۹۰۷ء میں حکومت ہند کو لکھ کر مسٹر ہنگلہرسٹ کو چترال میں مختلف معدنیات کے بابت تحقیقات کے لئے مدعو کیا۔ مسٹر ہنگلہرسٹ۔ یورپین کان شناس اور مائننگ جیالوجسٹ چند سال قبل وزیرآباد کے ایک معزز شخص شیخ احمد حسین کے ساتھ چترال آئے تھے۔ اور معدنی کانوں کی تحقیق کرنا چاہتے تھے۔ لیکن کپتان نوکس (پولیٹیکل ایجنٹ) نے اس کی اجازت نہیں دی تھی۔ اور وہ واپس چلے گئے تھے مگر شیخ احمد حسین باشندہ وزیرآباد اعلیحضرت کے حکم سے بدستور معاملہ معدنیات کے حصول اجازت کے سلسلہ میں مصروف رہے۔ چنانچہ اسی سال بادشاہ نے کپتان سمتھ پولیٹیکل افسر چترال کو اپنے ساتھ لیکر براہ ایبٹ آباد و مری شملہ تشریف لے گئے۔

اور لارڈ منٹو وائسرائے ہند سے ملاقات کے دوران میں والیٔی علاقہ مستوج معاملہ معدنیات و جنگلات کے متعلق زبانی و تحریری عرضداشت پیش کیں اور امید دلائی گئی کہ زیر غور ہیں۔ آپ تسلی رکھیں۔ وہاں دو ہفتہ وائسرائے ہند لارڈ منٹو کے مہمان رہے اور لارڈ کچنر سے بھی اس سفر میں دوبارہ ملاقات کی۔

اسی سال ۱۹۰۷ء میں بادشاہ نے کپتان سمتھ پولیٹیکل افسر چترال کو اپنے ساتھ لیکر سرحدی اضلاع کا طویل دورہ کیا۔ پولو کھیل تماشے اور لوگوں کے شاندار استقبال قابل دید تھے۔ کپتان سمتھ بہادر پولو اور کھیل تماشے کے نہایت شوقین تھے۔

اسی سال بادشاہ نے برون شال کے مقام کو اچھی صحت افزا جگہ دیکھ کر پسند فرمایا۔ اور یہاں بنگلہ وغیرہ تعمیر کرایا۔ اور چترال سے براہ زوندرا کے نئے سڑک سواری بنوائی۔

اسی سال افغانوں نے سرحد ارندو کے نزدیک ایک مقام سناگلہ پر قبضہ کر لیا۔ یہ ارندو کی حدود کے اندر سمجھا جاتا ہے بادشاہ نے اس بارے میں حکومت افغانستان کے خلاف کارروائی کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن حکومت ہند نے اس کی اجازت نہ دی۔

مرض ہیضہ اور زلزلہ سنہ ۱۹۰۸ء میں چترال میں سخت مرض ہیضہ پھیلا۔ جو اس سے قبل کبھی اس ملک میں نمودار نہ ہوا تھا۔ جس سے بہت سے لوگ ہلاک ہوئے۔ اور اگلے سال سنہ ۱۹۰۹ء کو ایک شدید زلزلہ بھی آیا جس سے قلعہ چترال اور دیہات میں بیشمار مکانات منہدم ہوئے

مہتر جو عبدالرحمٰن و امین الملک سنہ ۱۹۰۹ء میں مہتر جو عبدالرحمٰن خان اعلیحضرت کے علاتی بھائی اور امین الملک بن شاہ ملک جو شینی و دروش میں کثیر جائیداد کے مالک تھے اور اعلیحضرت کی طرف سے معقول پرورش پا رہے تھے اپنی کوتاہ اندیشی سے بادشاہ کے خلاف سازش کرکے نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بادشاہ کے حکم سے گرفتار ہوئیں۔ اور بعدازاں مع اہل و عیال براہ گبور افغانستان کی طرف جلاوطن کر دیئے گئے۔ دس سال کے بعد امین الملک واپس آ گئے۔ اور بادشاہ نے اسکی خطا معاف کرکے اس کی جاگیر وغیرہ واپس مرحمت فرما دے۔ مہتر جو عبدالرحمٰن نے مستقل طور پر کابل میں سکونت اختیار کی۔

کپتان سمتھ چار سال چترال میں عہدہ پولیٹیکل افسر گذارنے کے بعد سنہ ۱۹۰۹ء میں یہاں سے تبدیل ہو کر چلے گئے اور کپتان الفرنڈ لائل نے ان سے اس عہدہ کا چارج لیا۔ کپتان سمتھ ایک شریف خصلت اور خوش اخلاق افسر تھے خصوصاً بادشاہ کے ساتھ ان کے تعلقات نہایت دوستانہ اور مخلصانہ رہے اور قیام چترال کے زمانے میں اہل ملک ان سے بہت خوش و مطمئن رہے۔

مہتر جو بہادر گورنر مستوج سنہ ۱۸۹۵ء سے مہتر جو بہادر علاقہ مستوج پر حکومت ہند کی طرف سے گورنر مقرر تھے۔ اور اعلیحضرت شاہ شجاع الملک والیٔی علاقہ مذکور کے نئے

طویل مدت سے مطالبہ جاری رکھتے ہوئے حکومت ہند سے مذاکرات کر رہے تھے۔ اور حکومت ہند واپسی علاقہ مذکورہ کے لئے غور کر رہی تھی۔ اسی سلسلہ میں کپتان لائل پولیٹیکل افسر چترال نے حکومت ہند کے حکم سے مہتر جو بہادر خان سے استعفیٰ حاصل کیا۔ اور اعلیحضرت نے مہتر جو موصوف کو الیون و چترال میں جاگیر اور پنشن دے کر فکر معاش سے فراغت بخشی۔

نواب سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان

۱۹۰۹ء میں پشاور کے صاحبزادہ عبدالقیوم خان کپتان لائل کی جگہ چترال کے پولیٹیکل افسر مقرر ہو کر آئے۔ اور کپتان لائل یہاں سے تبدیل ہو کر چلے گئے اور وہ بدرجہ اعلیٰ افسر نیک خیال تھے۔ صاحبزادہ عبدالقیوم زمانہ سابق سے اعلیحضرت کے مخلص دوست تھے لہٰذا بادشاہ اور اہل علاقہ نے ایک مسلمان افسر کی آمد پر انتہائی خوشدلی و نیک خیالات کا اظہار کیا۔ اور ان کی خوب خاطر و مدارات کی۔

نواب دیر کی خوشی

۱۹۱۰ء میں نواب اورنگ زیب خان والئی دیر کی اعلیحضرت کی ہمشیرہ سے نسبت قرار پائی اور انھوں نے اپنی منسوبہ کو دیر لیجانے کے لئے اپنے معززین کو قریباً تین ہزار لوگوں کے ساتھ چترال میں بھیجا۔ جو یہاں سے ان کی مخطوبہ کو لیکر بخیر و خوبی رخصت ہوئے۔

سفر کلکتہ و دہلی

۱۹۱۱ء میں اعلیحضرت سفر ہندوستان پر روانہ ہو کر پشاور و الہ آباد ہوتے ہوئے کلکتہ پہنچے اور وہاں لارڈ ہارڈنگ وائسرائے ہند سے ملاقات کی۔ واپسی پر آگرہ فتح پور سیکری کی سیر بھی فرمائی۔ اور آگرہ میں اپنے پرانے دوست کرنل گرڈن سے بھی ملاقات فرمائی۔ اور ماہ جنوری ۱۹۱۱ء میں واپس تشریف لے آئے۔ اسی سال ماہ نومبر ۱۹۱۱ء میں بادشاہ انگلستان جارج پنجم کی تاجپوشی کے دربار میں شرکت کے لئے پھر دہلی تشریف لے گئے۔ دربار کے اختتام پر واپس تشریف لائے۔

برموغلشٹ کی بنائے آبادی

ماہ مارچ ۱۹۱۲ء میں اعلیحضرت نے چترال سے نو میل دور ایک پہاڑی مقام برموغلشٹ پر عمارات و باغات بنانے کا کام شروع کیا۔ یہ ایک صحت افزا مقام ہے۔ موسم گرما کا دارالحکومت اور حکمرانوں کی مقبول جگہ ہے اور چترال سے آٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے اور سال کے اندر اندر یہاں کی آبادی بھی تکمیل کے لئے اسی سال تیار ہوئی۔

بادشاہ خان نواب دیر کی آمد زیارت میں

کچھ دنوں سے اعلیحضرت اور نواب بادشاہ خان والئی دیر کے تعلقات کشیدہ تھے۔ اس اثنا میں نواب کے بھائی میاں گل جان اور سید احمد خان والئی جندول نے بادشاہ چترال کی ناراضگی سے فائدہ اٹھا کر نواب بادشاہ خان پر حملہ کر کے دیر پر قبضہ کر لیا۔ نواب دیر فرار ہو کر لواری عبور کر کے ۱۳ جولائی ۱۹۱۳ء کو زیارت پہنچا جو لواری کے دامن میں واقع ہے اس موقع پر مہتر صاحب اور برٹش ایجنٹ ملاکنڈ کرنل کیپن یہاں ایام گرما گذارنے کے سلسلہ میں موجود تھے۔ اعلیحضرت نے نواب صاحب کی سابقہ بے مروتیوں کو نظر انداز کیا اور اسکی

سراسیمگی پریشان خاطر ہوئے اور کچھ بھی زبانی اور قلمی امداد سے دریغ نہیں کیا۔ مگر ایک ہفتہ کے بعد نواب بادشاہ خان۔ اعلیٰحضرت شاہ چترال کے ساتھ اپنی سابقہ بدسلوکی کے مدنظر اپنی نجات و کامیابی کی کوئی امید نہ دیکھ کر ہوئے مقام زیارت سے راتوں رات فرار ہو کر قبائل پائندہ خیل کے پاس پہنچ گیا۔

میاں گل جان اور سید احمد خان والی جندول نے جو دیر پر قابض تھے جبکہ نواب صاحب زیارت میں موجود تھے اسی اثناء میں نواب کی ہمشیرہ کو جو بادشاہ چترال سے چار سال قبل منسوب ہو چکی تھیں اور انکی رخصت پردہ تعویق میں پڑی تھی۔ جلد از جلد چترال روانہ کیا۔ وہ بھی نواب بادشاہ خان کے لئے موجب ندامت کا معاملہ ہو گیا۔ نواب بادشاہ خان نے کافی تکالیف برداشت کرنے کے بعد ۵ دسمبر ۱۹۱۳ء کو پائندہ خیل قبائل کی مدد سے دوبارہ دیر پر قبضہ کر لیا۔ اور میاں گل جان فرار ہوئے نواب دیر جو گھوڑے اور سامان وغیرہ پہلے فرار کے وقت چترال میں چھوڑ گیا تھا۔ وہ سب اعلیٰحضرت نے واپس بھجوا دیا۔

علاقہ مستوج کی واپسی اور استصواب رائے عامہ

اعلیٰحضرت شاہ شجاع الملک کے کمسنی کے مدنظر ۱۸۹۵ء کے محاصرہ کے بعد حکومت برطانیہ نے مستوج اور یاسین کے علاقے جنہیں علاقہ خوشوقتیہ کہا جاتا ہے ان کی حکومت سے علیحدہ کرکے براہ راست اپنے ہاتھ میں لیکر مہتر جو بہادر خان کو وہاں کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اعلیٰحضرت نے ۱۸۹۹ء میں اپنے اولین سفر ہندوستان میں وائسرائے ہند کو اسباب میں عریضہ پیش کیا تھا۔ اور اس کے بعد ہمیشہ ان علاقہ جات کی واپسی کے لئے مطالبہ کرتے رہے۔ ۱۹۰۷ء میں کچھ خوشوقتیہ مہترزادگان نے یہاں کے لوگوں سے روابط پیدا کرکے علاقہ مذکور کی حکومت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اور چونکہ مہتر جو بہادر خان خود اس تحریک کو روکنے میں عاجز تھے۔ ناکام رہے۔ اعلیٰحضرت نے سر ہیرلڈ دین بہادر چیف کمشنر پشاور سے یہ اجازت حاصل کی کہ اہل مستوج کو آزادانہ چترال آنے جانے کی آزادی ہو۔ تاکہ حکومت برطانیہ کو معلوم ہو سکے کہ آیا مستوج کے لوگ مہتر صاحب چترال کے زیر سایہ آنا چاہتے ہیں یا خوشوقت خاندان والوں کے۔ جب حکومت کی طرف سے پابندی اٹھ گئی تو اہل مستوج جوق درجوق چترال آنے اور مہتر صاحب چترال کے ساتھ وفاداری اور اخلاص کا کھلم کھلا اعلان کرنے لگے۔ مہتر جو بہادر خان گورنر مستوج یہ دیکھ کر سراسیمہ ہوا اور افسران بالا سے حکومت برطانیہ کو اس کے خلاف عرضیاں بھیجیں اور لوگوں کو روکنے کی کوشش کی۔ مگر اسکی یہ سرگرمیاں جب ناکام ہو گئیں۔ تو ناچار بادشاہ ملنیا اقبال کے حق میں حکومت مستوج سے کلیتہً استعفیٰ دیدیا۔ جب حکومت برطانیہ پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ مستوج کے باشندے دل وجان سے مہتر صاحب چترال کے وفادار ہیں اور ان کے زیر سایہ آنا چاہتے ہیں تو برٹش گورنمنٹ نے مستوج کا علاقہ اعلیٰحضرت مہتر چترال کو واپس دینے کا فیصلہ کیا۔

دربار تفویض مستوج

چنانچہ مالاکنڈ کے پولیٹیکل ایجنٹ کرنل کینن بہادر چترال پہنچے اور بتاریخ ۱۳ مئی

۱۵ستمبر ۱۹۱۹ کو ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا گیا اس موقع پر کرنل کینن بہادر نے حکومت برطانیہ کی طرف سے علاقہ مستوج کو واپس [illegible]
وفاداری، رعایا پروری اور انصاف پسندی کی تعریف کی۔ اہل چترال کی جانب سے مرزا محمد غفران نے ایک شکریہ کا ایڈریس پیش کیا۔ شاندار فوجی پریڈ اور توپوں کی سلامی ہوئی۔ تقریباً آٹھ ہزار لوگوں نے دربار و جلسہ میں شرکت کی۔ اور ایک ہفتہ تک خوب جشن منایا گیا۔
علامہ مرزا محمد غفران نے اس واقعہ کی تاریخ ذیل کے اشعار میں لکھی ہے۔

بحمد اللہ در ینوقت مبارک	بر آمد چو زشادی ملک چترار
طلوع کوکب اقبال و اجلال	زخاک ما برون انگند زنگار
حسودان شہ ما از ندامت	نتاوندانہ خجالت سرنگونسار!
مستوج شد بشاہم ملک خوشوقت	زخوشوقتی دل ما گشت گلزار
سو بشادا ز شمار لفظ خوشوقت	کشتی تاریخ آمد ناں پدیدار
	۱۳۳۷ھ

علاقہ مستوج کی واپسی سے شاہ شجاع الملک اور تمام باشندگان چترال کی آدھی تمنائیں پوری ہو گئیں کیونکہ ملک کی تقسیم سے سب کو سخت صدمہ تھا۔ مگر علاقہ غذر، یاسین کے علاقے چترال کا حصہ تھے اور جن کے باشندے اسی ملک کے لوگوں کی اولاد ہیں اور زبان، کلچر، ثقافت میں ایک ہی ہیں۔ چترال سے منحرف نہیں کئے گئے۔ بلکہ برٹش ایجنٹ گلگت کے ماتحت رکھے گئے اور اب بھی علیحدہ ہیں۔ اسوقت سے اب تک شاہان چترال اور عوام اس علاقے کی واپسی کا مطالبہ کرتے آئے ہیں اور ہر بالغ النظر انسان اس مطالبہ کو مبنی بر حقیقت خیال کرتا ہے۔

دورہ مستوج

علاقہ مستوج کے باشندے اپنے بادشاہ والا جاہ کے دیدار کے مشتاق تھے۔ ان کی خواہشات کے مدنظر اعلیٰحضرت معہ کیپٹن ولسن بہادر اسسٹنٹ پولیٹکل ایجنٹ چترال بتاریخ ۶ جولائی ۱۹۲۰ کو اہل مستوج کی بار بار مخلصانہ دعوت پر دورہ مستوج پر روانہ ہوئے۔ رعایائے مستوج نے ہر گاؤں میں پرجوش استقبال کر کے محبت بھرے جذبات سے ان کو خوش آمدید کہا عورتوں اور بچوں تک تمام اہل ملک نے جس جوش سے اپنے محبوب بادشاہ کا استقبال کیا۔ وہ سارے علاقہ میں شامل تھا۔ بادشاہ نے بھی وفادارانہ جذبات کی پوری قدر دانی کی۔ اور تمام خاص و عام کو اپنے فیوض و کرم سے مالا مال کیا۔ ۱۵ جولائی کو خاص قلعہ مستوج میں داخل ہوئے۔ اور شاندار دربار منعقد کیا۔ ہزاروں لوگوں کو انعام و اکرام سے نوازا۔ چند روز قیام کے بعد شندور گئے جہاں گلگت کے پولیٹکل افسر اور راجہ مراد خان گورنر غذر نے بادشاہ کا استقبال کیا

یہاں پولو کا تماشا بھی ہوا۔ چونکہ رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو گیا تھا۔ بادشاہ اور ان کے مصاحبین نے ختم قرآن پاک شندور میں ایک ہفتہ میں پورا کیا اور وادی لاسپور کی سیر مکمل کر کے واپس قلعہ مستوج تشریف لائے۔

۴ راگست ۱۹۱۴ء کو جرمنی کے بلجیم پر حملے اور جنگ عظیم چھڑ جانے کی خبر آئی۔ پولیٹیکل افسر کیپٹن ولسن واپس چترال آئے۔ اعلیحضرت اپنا دورہ جاری رکھتے ہوئے بروغیل گئے اور چترال "افغانستان" وخان کی سرحدات کا ملاحظہ فرمایا اور شوا شیر اور ایلاق تلماق اور تالاب قولی سادہ کے پرفضا مقامات پر ایک ایک رات گذاری اور کوتل چیق گہر کی راہ سے تورکہو میں داخل ہو کر شاہ جنالی پہنچے یہاں سے ریچ اور پھر شگرام آئے جہاں عید الفطر منائی۔ تورکہو سے موڑکہو۔ کوشٹ۔ آدیر ہوتے ہوئے کیا تاتاق کے درہ سے عبور کر گئے اور اویر پہنچے اور ۷ر ستمبر ۱۹۱۴ء کو بخیریت تمام چترال پہنچ گئے۔

جنگ یورپ

بادشاہ والا جاہ بروغیل میں تھے۔ کہ ۴ راگست ۱۹۱۴ء کو جنگ عظیم چھڑنے کی اطلاع موصول ہوئی۔ اعلیحضرت نے حکومت ہند و گورنمنٹ برطانیہ کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا اپنی اور اپنی رعایا کی خدمات پیش کیں۔ ۲۲ر ستمبر کو میجر کمپ پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ چترال تشریف لائے اور ایک بڑے دربار میں حکومت برطانیہ کی طرف سے اعلیحضرت اور ان کی رعایا کے وفادارانہ جذبات و پیشکش کا شکریہ ادا کیا۔ اعلیحضرت اور ان کی رعایا نے تقریباً پچاس ہزار روپے مختلف جنگی فنڈوں میں بطور امداد بھیجے اور سرحدات چترال کی حفاظت کے لئے کمربستہ رہے۔

سیلاب دروش نالہ

۱۴ر جولائی ۱۹۱۵ء کو دروش نالہ میں ایک ایسا زبردست سیلاب آیا جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ دروش میں زمینوں کا کافی حصہ سیلاب میں تباہ ہو گیا اور کئی ہزار کا مالی نقصان ہوا۔ بہت سے آدمی بھی اس سیلاب میں غرق ہوئے ایک انہیں سے خان محمد ہارون خان جنگی افسر دروش بھی تھا۔ اعلیحضرت نے بنفس نفیس دروش جا کر حالات کا ملاحظہ کیا۔ مصیبت زدگان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کر کے ابتدائی امداد کیلئے ایک ہزار روپے مرحمت فرمائے۔

تعمیر قلعہ چترال

قلعہ چترال کی عمارت مہتر محترم شاہ کٹور ثانی کے وقت بنی تھی۔ اور اس طویل عرصہ میں اسکی حالت نہایت فرسودہ اور از سرنو قابل تجدید تھی۔ ایام محاصرہ میں کچھ اندرونی محاصرین نے خود دفاعی نکتہ نظر سے گرادی تھیں۔ اور کچھ حملہ آوروں کی گولہ باری اور آگ لگانے سے بھی اکثر نقصان ہوا تھا۔ اور اسکی از سرنو بطرز جدید تعمیر کی ضرورت تھی۔ لہذا بادشاہ نے سادہ سے قلعہ کو منہدم کر کے از سرنو مضبوط قلعہ تعمیر کر دیا۔ بتاریخ ۲۱ر نومبر ۱۹۱۵ء کو تعمیر جدید کا کام شروع ہوا۔ دو ماہ کے عرصہ میں اس کی تکمیل ہو گئی۔ تین ہزار آدمیوں نے جن میں شہزادے اور معززین ملک بھی بطور رضاکار شامل تھے اسکی تعمیر میں حصہ لیا۔ اعلیحضرت نے خود اس کے تعمیری کام کی نگرانی کی۔ اور شہزادہ اسفندیار خان لوگوں سے کام لینے اور تعمیر کی نگرانی میں مصروف رہے۔ لوگوں کو شاہی لنگرخانہ سے تیار خوراک

دیجاتی تھی۔ اور تکمیل کے بعد سب کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا گیا۔ اس دوران میں اعلیٰحضرت کا ایک فرزند شہزادہ امین الدین خان قلعہ کی دیوار کے نیچے گر کر فوت ہوگیا اس کی بارہ سال عمر تھی اور تعلیم پا رہا تھا۔

شورش اہل مستوج

مستوج کے چند معتبر لوگ جو اس علاقہ میں کٹور یہ حکومت کے دوبارہ قیام کے مخالف تھے۔ بادشاہ کے خلاف سازش کر کے عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ چنانچہ یکم جنوری ۱۹۱۷ء میں ایک عورت مخالف لوگوں کے خاندان سے یہ دعویٰ کیا کہ وہ مر گئی تھی۔ اور دفن ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر آئی ہے۔ اور اس کے اس دعویٰ پر چند لوگوں نے گواہی بھی دی۔ علاقہ مستوج کے بہت سے لوگ جو اسماعیلی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس دعوے کو تسلیم کر کے عورت مذکورہ کے معتقد ہوگئے اس کی خدمت میں نذرانے پیش کرنے لگے۔ بادشاہ کے مخالفین نے اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر عورت مذکورہ سے یہ وعظ کرایا کہ کٹور یہ خاندان کی حکومت کے خلاف بغاوت کرنا اہل مستوج کا فرض ہے۔ چنانچہ اس تحریک نے زور پکڑا سید جلیل شاہ بن سید حمید سکنہ چوینج مستوج جو اس علاقہ کا پیر تھا اس شورش کا سرغنہ بن گیا اعلیٰحضرت نے اس حقیقت سے باخبر ہو کر پہلے بہادر اتالیق کو جو اس وقت چترال میں منتظم کل ریاست پر فائز تھا۔ مستوج روانہ کیا۔ کہ فہمائش و نصیحت سے ان کو اس شورش سے باز رکھے مگر مفسد و خود غرض لوگ اس تحریک سے باز نہ آئے۔ اور تحریک کو زیادہ زور دینے لگے۔ پر امن مصالحت کی کوئی صورت نہ دیکھ کر اعلیٰحضرت نے میجر سرفراز شاہ کو ایک ہزار مسلح فوج علاقہ موڑکھو و تورکھو کے ساتھ مستوج روانہ کیا اس نے مستوج پہنچکر مفسدوں کے سرغنوں کو گرفتار کر کے چترال بھیجدیا۔ اور عوام کو تسلی دے کر علاقہ میں امن وامان قائم کیا۔ پیر سید جلیل شاہ مع خاندان بدخشاں کی طرف جلا وطن کر دیا گیا۔ اور باقی سرغنوں کو کچھ عرصہ چترال میں قید رکھنے کے بعد ان کے گھروں کو واپس بھیجدیا گیا۔ اور اس شورش کی بانی مفسدہ عورت کو جو نرو نذرہ قوم سے تھی بالکل ثابت ہونے کے بعد اسکو قوم کے سپرد کرایا گیا۔ جنہوں نے اسکی مجنونانہ حرکات سے تنگ آکر زندہ بدریا غرق کر دیا۔ خس کم جہاں پاک۔

تعمیر قلعہ مستوج

علاقہ میں امن وامان قائم ہونے کے بعد اعلیٰحضرت نے ماہ جولائی ۱۹۱۷ء میں دوبارہ مستوج کا دورہ کیا۔ اس موقع پر میجر سمتھ بہادر پولیٹکل ایجنٹ گلگت جو بادشاہ کے مخلص دوست تھے۔ مستوج تشریف لا کر مہمان ہوئے۔ چند دن کے بعد جب واپس روانہ ہوئے تو اعلیٰحضرت نے شندور تک جا کر ان کو الوداع کیا۔ اور واپسی پر باشقار گول دیکھنے کے لئے سوآباد و کچھنی تک معائنہ کر کے واپس مستوج پہنچے اور یہاں پرانے قلعہ کو منہدم کر کے نئے اور مضبوط قلعہ کی بنیاد رکھی جو شہزادہ غلام دستگیر گورنر مستوج کی زیر نگرانی تین ماہ کے اندر مکمل تیار ہوگیا۔

اسلحہ کا کارخانہ

اعلیٰحضرت شاہ شجاع الملک کو ملک کی جدید ترقی کا ہمیشہ خیال رہتا تھا اور یہاں کی صنعتی اور تعلیمی ترقی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے

خاد کشی کی ایک مشین کاریگروں کے ساتھ راولپنڈی سے سید عبدالرزاق پاشا کے ذریعہ منگوا کر قلعہ میں نصب کرائی اور جیب نے اسلحے بندوق تفنگچے وغیرہ یہاں بننے لگے۔ استاد فقیر محمد سکندر دیہ کو جو اسلحہ سازی کا مستری تھا۔ مقامی آہنگروں کے ساتھ اس کام کے لئے نوکر رکھا اور انکے ذریعہ معاش کا بندوبست کرایا۔

سر جارج روس کیپل

صوبہ سرحد کے چیف کمشنر سر جارج روس کیپل بہادر جو اعلیحضرت کے گہرے دوست تھے کافی عرصہ سے سیاحت چترال کے متمنی تھے۔ چنانچہ اعلیحضرت کی دعوت پر بتاریخ ۲۵ مئی ۱۹۱۸ء کو چترال پہنچے اور چند یوم یہاں مقیم رہے۔ ان کے ہمراہ کرنل جی ڈی ڈیس۔ مسٹر کننگھم، مابعد سر جارج کننگھم گورنر سرحد۔ خان منلباز خان۔ میجر برائرلی۔ میجر جمیل احمد۔ میجر کین۔ خان محمد ظریف خان وغیرہ بھی آئے تھے۔ بادشاہ نے معزز مہمانوں کا شایان شان استقبال کر کے شاہانہ خاطر تواضع و مہمانی سے انہیں محظوظ کیا۔ ایک دربار عام میں سر جارج نے اعلیحضرت کو ایک تاج جو مروارید و الماس سے مرصع تھا پہنایا۔ ۲۷ مئی کو بادشاہ کے تین ہزار باڈی گارڈ اور چترال سکاؤٹس کے ایک ہزار جوانوں نے ایک شاندار پریڈ میں سر جارج کو سلامی دی۔ اور بہترین فوجی مظاہرہ کیا۔ ۲۸ مئی کو سرکاری دربار کیا۔ ایڈریس پیش ہوئے جس میں باڈی گارڈ کے لئے اسلحہ خدمات جنگ کے لئے اور نقدی امداد ریاست کے لئے پرزور الفاظ میں مطالبات ہوئے۔ ۲۹ مئی کو یہ معزز مہمان پشاور واپس چلے گئے

انفلوئنزا

نومبر ۱۹۱۸ء میں مرض انفلوئنزا چترال ریاست میں زوروں سے پھیلا اور سارا ملک ماتم کدہ بن گیا۔ جنگ عظیم میں ہلاک شدہ مردوں کے بغیر تدفین پڑے رہنے سے ان کی عفونت سے یہ مرض پہلے فوجوں میں پھیلا۔ بعد ازاں اس کا اثر افریقہ۔ ہندوستان اور ایران تک پہنچا جہاں اس نے تباہی مچائی۔ یہاں سے یہ مرض چین، تبت، ترکستان کی جانب بڑھتا گیا اور پھر افغانستان باجوڑ۔ سوات میں رونما ہوا۔ اور چترال تک پہنچ گیا۔ بادشاہ بذات خود رعایا کی مصیبت میں ان کی ہر قسم کی امداد کی۔ اور فوت ہونے والوں کی تجہیز و تکفین پر ہزاروں روپے خرچ کئے۔

روسی مہاجرین

انقلاب روس میں زار نکولاس آف روس کی ملکہ کے قتل کے بعد ملک میں جو خون خرابہ ہوا۔ اس سے بچنے کے لئے سابق روسی امراء اور افسر ہر طرف بھاگنے لگے اسی سلسلہ میں دسمبر ۱۹۱۸ء کو ایک کرنیل و چار دیگر افسر اور پچیس سپاہی معہ اپنے بال بچوں کے شغنان سے بھاگ کر براہ یارخون مستوج پہنچے۔ پولیٹیکل افسر مقیم چترال میجر ریلی نے خود مستوج میں جا کر انہیں اپنے ساتھ لیا اور چترال لایا یہ مہاجرین چترال میں چند روز آرام کرنے کے بعد لاوری کی راہ سے ہندوستان چلے گئے۔ بادشاہ نے ان کی امداد و خاطر تواضع اعلیٰ پیمانہ پر کی۔

خطاب کے سی۔ آئی۔ ای

جنوری ۱۹۱۹ء میں سال نو کے خطابات کے موقع پر وائسرائے ہند نے شاہ شجاع الملک کو بذریعہ تار بادشاہ انگلستان کی طرف سے کے۔سی

او۔ بی۔ ای کا خطاب ملنے پر مبارک باد دی۔ چترال میں اس تقریب پر خوب جشن ہوا اور خوشیاں منائی گئیں۔

امیر امان اللہ خان کی کابل میں تخت نشینی اور برطانیہ سے مخالفت

امیر حبیب اللہ خان بن امیر عبدالرحمٰن خان بادشاہ افغانستان در ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ لغمان کے علاقہ میں تھا کہ چند نمک حرام امراء کی سازش سے قتل کر دیا گیا۔ شروع میں سردار نصر اللہ خان برادر بادشاہ شہید کو جلال آباد میں تخت پر بٹھایا گیا تھا لیکن بالآخر سلطنت سردار امان اللہ خان بن امیر حبیب اللہ کے قبضہ میں آئی اور سردار نصر اللہ خان گرفتار کر لیا گیا۔ امیر امان اللہ خان نے تخت نشینی کے بعد حکومت برطانیہ سے دوستانہ تعلقات منقطع کرکے اور برطانیہ کے خلاف اعلان جہاد کرکے اپنی افواج کو سرحد ہندوستان کی طرف بڑھایا۔ ہندوستان کے شمال میں قبائلی علاقوں میں بھی پریشانی پھیل گئی۔ اور سرحدی قبائل افغانوں کی حمایت پر اٹھ کھڑے ہوئے۔

علاقہ چترال پر یورش

اسمار میں مقیم افواج کے کمانڈر بریگیڈیر محمد عثمان خان نے شاہ شجاع الملک والئی چترال کو ایک مراسلہ بھیجا کہ وہ بھی ان کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد کریں۔ شاہ شجاع نے اس افغان دعوت کو حکومت برطانیہ کے ساتھ دوستانہ معاہدات اور چترال اور افغانستان کی قدیمی مخالفت کے مدنظر رد کر دیا۔ اسپر افغانوں نے چترال پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ کنڑ کے ایک افغان عہدیدار میر زمان خان نے امیر افغانستان کے پاس جا کر چترال پر قبضہ کرنے کی اجازت چاہی اور افغان عسکری اسے مہیا کئے گئے۔ نیز اس علاقہ کے مذہبی پیشواؤں نے سید زور شاہ کی زیر سرکردگی تمام ملک میں وعظ و تقاریر کے ذریعہ لوگوں کو چترال میں مقیم برطانوی فوجوں کے وہاں سے نکالنے کے بہانے جہاد پر آمادہ کیا۔ اس طرح ہزاروں قبائل ان کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ اور چترال کی سرحدات کی جانب پیشقدمی شروع کی۔

چترال میں دفاعی انتظامات

شاہ شجاع الملک والئی ریاست نے یہ اطلاعات سنکر ملک کے دفاع اور دشمنوں کے مقابلہ کے لئے وسیع پیمانے پر انتظامات و تیاریاں شروع کیں چنانچہ بادشاہ نے اپنے بھائی شہزادہ غلام دستگیر کو انتظام کیلئے دروش روانہ کیا اور اپنے دوسرے لڑکے شہزادہ محمد مظفر الملک کو مستوج بھیجا تاکہ یارخون کے سرحدی مورچوں کے استحکام کا انتظام کرے۔ سرحد مستوج و وخان کو بند کرکے بارو غیل کے نزدیک ویدین کُمت کے مقام پر ایک مختصر فوج متعین کی گئی اور زمانہ قدیم کی طرح پہاڑوں پر آگ لگانے کے لئے مناسب انتظام کئے گئے تاکہ دشمن کے حملہ کے وقت پہاڑوں کی چوٹیوں پر آگ لگا کر ہر میار ایک دوسرے کو خبردار کریں۔ اور جلد ہی چترال میں اسکی اطلاع مل سکے۔ شہزادہ خدیو الملک اور شہزادہ غازی الدین خان۔ میجر سرفراز شاہ حاکم خفرہ۔ سید شاہ ابوالمعالی ارکاری اور سید عبدالمحسن اشدر حسن آباد کیساتھ چار سو سپاہ کے شلوہ بھیجا گیا۔ اور یہاں بھی دفاعی انتظامات مکمل کر دیئے گئے۔ بادشاہ نے اپنے بڑے بیٹے

شہزادہ محمد ناصر الملک کو کچھ مسلح سپاہ کے ساتھ دروش روانہ فرمایا تاکہ وہاں وہ اور مہتر جو غلام دستگیر برٹش افسروں کے ساتھ ملحق ہو کر سرحد ارندو و بانشگل پر دفاعی امور میں انکا ہاتھ بٹائیں۔ انھوں نے میرکھنی۔ ارسون۔ دمیلنسار۔ وغیرہ کے سرحدی مورچوں پر فوج متعین کرکے یہاں کی حالت تسلی بخش بنائی اور شہزادہ محمد حسام الملک نے محاذ ارندو میں خواص کی ایک منظم جماعت کے ساتھ والنٹیرز کا انتظام کیا۔ اور خود اس میں شامل ہو کر برکوٹ کے حملے کی تیاری کی۔

افغان حملہ اور جنگ گھوڑاپسی

ابھی چترالی و برطانوی دستوں نے مورچے سنبھالے ہی تھے کہ ۱۲ مئی ۱۹۱۹ء کو تقریباً چھ ہزار افغان عسکری اور قبائلی دستے مرزمان خان اور سید زیور شاہ کی ماتحتی میں کاؤتی اور ارندو کی حدود میں داخل ہو گئے۔ اور کچھ نے کاؤتی سے دمیلنسار کی جانب دریا عبور کرکے گھوڑاپسی پر گولہ باری شروع کی۔ یہ مقام کاؤتی کے سامنے دریا کے مشرقی کنارے پر واقع ہے کچھ چترالی اور برطانوی فوجی دستے یہاں میجر ریلی پولیٹیکل افسر چترال اور مہتر جو غلام دستگیر کے زیر کمان موجود تھے تمام دن گولہ باری ہوتی رہی اور افغانوں نے چترالی مورچوں پر کئی بار حملے کئے مگر ناکام رہے رات ہو جانے پر لڑائی بند ہوئی مگر صبح سویرے پھر شدید جنگ شروع ہوئی۔ دو چترالی فوجوں نے صوبیدار امیر اللہ خان اور صوبیدار محمد شریف خان کے زیر کمان دریا کے مغربی کنارے سے اور ایک کمپنی صوبیدار افضل امان کی ماتحتی میں گھوڑاپسی کی جانب سے دشمن پر جوابی حملہ کیا۔ میجر ریلی بہادر اور مہتر جو غلام دستگیر خود اس حملہ کی قیادت کر رہے تھے۔ کئی گھنٹہ گھمسان کی دست بدست جنگ اور مسلسل گولہ باری کے بعد حملہ آوروں کی ہمت ٹوٹ گئی۔ اور وہ پریشان و سراسیمہ ہو کر یہاں سے پسپا ہو گئے۔

جنگ دمیلنسار

گھوڑاپسی و کاؤتی میں شکست کھانے کے بعد افغانوں نے دمیلنسار کی طرف توجہ کی۔ یہاں انکی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور یہ لوگ دمیلنسار کے بالائی پشتوں پر مورچہ زن تھے۔ افغانوں نے یہاں بہت زوردار حملے کئے لیکن آخر کار شکست کھا کر پسپا ہو گئے۔ ۸۰ افغان ہلاک اور بہت سے مجروح ہوئے چترالی فوج میں سے صرف چند اشخاص کو معمولی زخم آئے۔ اس شاندار فتح پر چترال میں خوشیاں منائی گئیں چیف کمشنر صوبہ سرحد۔ وائسرائے ہند و کمانڈرانچیف ہند نے اعلیحضرت شاہ شجاع الملک کو مبارکباد کے پیغامات بھیجے اور چترالی فوجوں کے بہادرانہ کارنامہ پر خراج تحسین ادا کیا۔

برکوٹ پر حملے کی تیاریاں

جنگ دمیلنسار میں کامیابی کے بعد شاہ شجاع الملک بالقابہ خود بتاریخ ۱۹ مئی ۱۹۱۹ء کو دروش پہنچے اور برٹش فوجوں کے کمانڈر کرنل سامبر اور دوسرے اعلیٰ افسروں کے ساتھ جنگی صورت حالات پر غور کرنے کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ مورچوں میں بیٹھ کر افغان حملے کے انتظار سے بہتر ہوگا۔ کہ پیشقدمی کرکے برکوٹ و بانشگل میں مقیم افغان افواج پر حملہ کرکے ان کو وہاں سے پسپا کر دیا جائے۔ اور چترال کی سرحدات کو دشمن کے خطرہ سے محفوظ کر لیا جائے۔ چنانچہ برٹش فوج چترال

سکاؤٹس اور ریاستی باڈی گارڈ کے دستوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا تاکہ وہ باشگل و برکوٹ پر حملہ کریں۔ ایک فوج
شہزادہ محمد ناصر الملک و مہتر جو غلام دستگیر کے زیر کمان ارسون واستورگس کی راہ سے روانہ کی گئی۔ جس میں بارہ سو
پچیس نفری مندرجہ ذیل صوبیداروں کے ماتحت تھے۔

۱۔ صوبیدار دلارام خان چترال سکاؤٹس۔ صوبیدار شاہ دستگیر۔ صوبیدار رحمت کریم۔ صوبیدار سلطان شاہ
صوبیدار شاہ ببیر خان۔ صوبیدار تین بیگ۔ صوبیدار مبارک شاہ۔ صوبیدار محمد شریف خان۔ صوبیدار
میر حسین شاہ۔ صوبیدار جی۔ صوبیدار درویش خان۔ صوبیدار شیرک خان۔ جمعدار امیہ بیگ۔ سوائے
اول الذکر کے یہ سب ریاستی باڈی گارڈ کی کمپنیاں تھیں۔

ایک اور دستہ جس میں تین سو سپاہی تھے چترال سکاؤٹس کے صوبیدار امیر اللہ خان و صوبیدار محمد زمان خان
و صوبیدار افضل امان کے زیر کمان لفٹننٹ بادیس بہادر کی سرکردگی میں نغر و کاوتی کی راہ سے دریا کے
مغربی کنارے بیارندو کی جانب برٹش کمانڈر کرنیل سامبر۔ میجر ریلی و دیگر برٹش افسران چار سو افراد پر
مشتمل راجپوت بٹالین دو توپوں، پانچ مشین گنوں کے ساتھ پیشقدمی کرنے لگے ان کے ہمراہ چترال سکاؤٹس
کی دو کمپنیاں بھی صوبیدار ولی محمد خان و صوبیدار لعل زمان خان کے زیر کمان موجود تھیں۔ چنیا سون اور شخنہ
سکاکور کی راہ سے ریاستی باڈی گارڈ کے تین سو سپاہی صوبیدار رستم خان و صوبیدار زبیر خان و صوبیدار یوسف خان
کی ماتحتی میں روانہ ہوئے۔

ارندو کے اوپر پہاڑی راستوں و مورچوں پر چترال سکاؤٹس کے صوبیدار غازی الملک و صوبیدار نور احمد خان
اور صوبیدار رحمت زمان خان اپنی کمپنیوں کے ساتھ مامور تھے۔ کپتان کریں کمانڈنٹ سکاؤٹس اور اسفنال
شکورمن شاہ المکیار بذات خود ان دستوں کے ہمراہ تھے۔

پیشقدمی

برکوٹ میں ایک افغان نظامی پلٹن کرنیل خورشید خان کے زیر کمان موجود تھی اور اس کے ساتھ ہزاروں
قبائلی مسلح لشکری بھی تھے۔ جن کو جہاد کے بہانے جمع کیا گیا تھا۔ افغانوں نے برکوٹ کے
کے قلعہ سے نالہ باشگل کے کنارے تک اور دریا سے پہاڑ کے وسط تک مضبوط مورچے بنائے اور برکوٹ کے
اوپر بلند جگہ پر چار بڑی توپیں نصب کر کے دفاع کے لئے مستعد بیٹھے تھے۔ شہزادہ محمد ناصر الملک اور مہتر جو غلام
دستگیر ارسون سے روانہ ہو کر کوہ پتیاسون پہنچے۔ تو وہاں چار سو باشندگان علاقہ کام کرنیل خورشید خان کے حکم سے
مدافعت کے لئے متعین تھے لیکن چونکہ اہالیان باشگل زمانہ قدیم سے شاہان چترال کے زیر اثر تھے۔ اور دربار
چترال سے بہت زیادہ نوازش و عنایات دیکھے و پائے ہوئے تھے۔ انہوں نے بپاس حقوق سابق نعمت و نمک
بادشاہان چترال شہزادہ محمد ناصر الملک کو سلام کر کے ان کے ساتھ معہ اپنے اسلحہ کے شامل ہو گئے۔ قریباً اسی نفر
معتبر لوگ انہیں سے علیحدہ ہو کر دروش کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں وہ اعلیٰحضرت شاہ شجاع الملک کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور باقی لوگ شہزادہ موصوف کے لشکر کے ساتھ ملکر واپس روانہ ہو گئے۔

فتح بریکوٹ

دوسرے دن چترالی لشکر کا ایک حصہ مہتر جو غلام دستگیر کے زیرکمان اسنوئی گس سے روانہ ہو کر بانگل نالہ کے اہم پل پر قبضہ کرنے کے لئے بڑھا تا کہ وہ افغانوں کے ہاتھ نہ پڑ جائے لیکن وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ افغانوں کا ایک مضبوط دستہ اس پر قابض ہو چکا ہے طرفین میں شدید جھڑپ ہوئی اور تمام دن لڑائی جاری رہی۔ رات کو افغان دستے کے لوگ آگ لگا کر خود بھاگ گئے۔ چترالی فوج نے دوسرے دن کمال چالاکیستی سے پل کو دوبارہ تعمیر کیا۔ اور ساری فوج نے دریا عبور کر لیا۔ مہتر جو دلارام خان۔ صوبیدار شاہ دستگیر۔ انسپکٹر حیدر علی خان اور صوبیدار محمد شریف خان اپنی کمپنیوں کے ساتھ نالۂ چنارگول کے اندر آگے بڑھے تاکہ پہاڑی پر چڑھ کر اوپر سے دشمن پر حملہ کریں۔ باقی لشکر شہزادہ محمد ناصر الملک اور مہتر جو غلام دستگیر کے زیر کمان دریا کے کنارے کے ساتھ ساتھ پیشقدمی کرنے لگا۔ اور ۲۲ رمئی ۱۹۱۹ء کو بریکوٹ دارندو کے مورچوں پر پہنچ کر دشمن پر حملہ کر دیا۔ دونوں جانب سے بندوقوں اور توپوں سے سخت گولہ باری ہوئی۔ الغرض تین بجے شام تک گھمسان کی لڑائی جاری رہی اور آخر کار افغان فوج مزید مقابلہ کی تاب نہ لا کر پیٹھ دکھانے لگی۔ مرزبان خان۔ اور سید زلو شاہ مع اپنے قبائلی لشکریوں کے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے اور کرنل خورشید خان نے بھی باقیماندہ فوج کے ساتھ راہ فرار اختیار کی۔ اس جنگ کو تاریخی اشعار میں مرزا محمد غفران فرماتے ہیں ؎

بغرید توپ و بلرزید خاک — برانگیخت گرد سیہ از مغاک!
تگرگے ببارید تند و مہیب — گہی رو بہ بالا گہی سرنشیب
گرفت آتش تیر روئے زمین — ہوا پر شد از گولۂ آتشین
دہان تفنگ شعلۂ خشم ریخت — پلنگ از سر کوہ لرزان گریخت
دل ماہیان سوخت در قعر آب — پرندہ بروئے ہوا شد کباب
جگرہا ز کینہ شدہ شعلہ زن — برافروخت آتش بہر انجمن
زبس خون با خاک گردید ست — غرور از سر و سینہ ہا گشت پست
پلنگ بن غار لرزید سخت — ز صدمہ دل شیر شد لخت لخت

افغان فوج کی ہزیمت اور فرار پر چترالی افواج نے بریکوٹ دارندو کے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں اپنا جھنڈا لگا دیا۔ اس لڑائی میں طرفین کے کافی آدمی مارے گئے۔ افغان مقتولین کی تعداد ڈھائی سو کے قریب تھی اور زخمیوں کا کوئی شمار ہی نہ تھا۔ ان کی چار عدد توپیں۔ ایک سو بندوقیں اور بیشمار دیگر اسلحہ۔ گولہ بارود۔ خیمے اور سامان رسد وغیرہ فاتحین کے ہاتھ آیا۔ چترالی فوج میں سے پندرہ آدمی ہلاک اور اکیس زخمی ہوئے

مقتولین جنگ

١ ۔ صوبیدار ولی محمد خان کٹورہ سکنہ بروزنہ — محاذ ارندو میں مارا گیا۔
٢ ۔ صوبیدار گل حسین شاہ رشتہ " چترال — " " "
٣ ۔ دلاور شاہ گلپونہ " ریئن — بریکوٹ میں مارا گیا
٤ ۔ حوالدار عظمت شاہ سمرقندیہ " اخوزج — پل بریکوٹ میں مارا گیا
٥ ۔ جمعدار محمد لطیف خان شابونہ " دروش — دملیفسا کی جنگ میں مارا گیا
٦ ۔ نذر دانہ خان " دروش — بریکوٹ کی پل پہ مارا گیا
٧ ۔ خنجر خان سنگلہ بہرتول — ارندو کی جنگ میں مارا گیا
٨ ۔ نائیک جمروز خان توریکہو — " " " " "
٩ ۔ تعجب شاہ " — " " " " "
١٠ ۔ ابراہیم " — " " " " "
١١ ۔ بلور خان " — " " " " "
١٢ ۔ ریزنین " — " " " " "
١٣ ۔ مستجب خان رضاخیل " مروئی — " " " " "
١٤ ۔ پردم خان رضاخیل " مروئی — " " " " "
١٥ ۔ محمد عارف " مستوج — " " " " "

مجروحین جنگ

(١) صوبیدار تمین خان قوم ہرروشی سکنہ ایون
(٢) جمعدار امیر بیگ " قوزیہ " توریکہو
(٣) حوالدار کریم امان " خوشوقتیہ " مستوج
(٤) " میر حسین شاہ " رضاخیل " ارخوزج
(٥) " علیمراد شاہ " دشمنہ " موڑکہو
(٦) صوبیدار میر سلطان شاہ " روشتہ " چترال
(٧) نائیک گوہر خان " خوشامدہ " ریشن
(٨) حمائل شاہ " رضاخیل " ایون
(٩) حوالدار امیر حیات شاہ " رضاخیل " جغور

(۱۰) افضل خان قوم کوڑہ سکنہ ڈنین
(۱۱) حوالدار مطالب شاہ ״ رضا خیل ״ آدی مستوج
(۱۲) ״ صفدر حیات ״ زوندرہ ״ تورکہو
(۱۳) سپاہی نورافرین شاہ ״ ״ ״ سنوغر
(۱۴) ״ نور خان ״ ״ مستوج
(۱۵) ״ سعادت خان ״ ״ ״ ״
(۱۶) ״ سلام خان ״ ״ ״ ״
(۱۷) ״ برآمد خان ״ ״ ״ ״
(۱۸) ״ محمد فضل ״ ״ ״ ״
(۱۹) ״ مہربان خان ״ ״ ״ ״
(۲۰) ״ عبدالامان ״ ״
(۲۱) ״ شکور آباد ״ ״
(۲۲) ״ حسن بیگ ״ شاد غوشیہ ״ آویر
(۲۳) ״ حاصل تراب ״ سیین شادہ ״ تورکہو
(۲۴) ״ شاہ عصمت ״ دشمنہ ״ موڑکہو
(۲۵) ״ بلبل خان ״ دشمنہ ״ موڑکہو
(۲۶) ״ دولہ خان ״ مدروزی ״ اویون
(۲۷) ״ قلندر خان ״ خواجہ ״ موڑکہو
(۲۸) ״ غلام سرور خان ״ ابراہیم خیل ״ درویش
(۲۹) ״ برات خان ״ ״ ״ بروز
(۳۰) ״ ہجوم خان ״ شین شادہ ״ ״
(۳۱) ״ غلام الحسین ״ ״ ״ ״

دلاوران جنگ کے کارنامے

اہالیان چترال نے اس جنگ میں کمال جوش و مردانگی سے حصہ لیا جنہوں نے خاص امتیاز حاصل کیا۔ انکا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے چنانچہ مختصر طور پر درج ذیل کیا جاتا ہے۔

(۱) شہزادہ محمد ناصر الملک سپہ سالار افواج ریاست اپنی کمسنی کے باوجود اہم ذمہ داریاں نہایت خوش اسلوبی اور لیاقت و شجاعت سے سرانجام دیں اور انکی ذہانت اور دور اندیشی اور جنگی تدبر و

بھارت کا کرنیل سامبریا ہر کمانڈر افواج برطانیہ اور دیگر برطانوی افسروں نے علی الاعلان اعتراف کیا۔

(۲) مہتر جو غلام دستگیر نے بھی جو بادشاہ کے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے اور ایک معمر اور تجربہ کار افسر تھے۔ شہزادہ کے مشیر اور افواج ریاست کے نائب سالار کی حیثیت سے جنگ دیلنگ جنگ بریکوٹ اور میردلش میں انتہائی تدبر اور شجاعت کا ثبوت دیا ان کے تین لڑکے میر حیدر علی خان، رحمت کرم اور شاہ دستگیر نے جو علیحدہ علیحدہ کمپنیوں کی کمان کر رہے تھے شجاعت دمردانگی سے اپنے فرائض انجام دیئے۔

(۳) مہتر جو محمد دلارام خان جو بادشاہ کے چھوٹے بھائی تھے اور اس وقت سکولش چترال میں صوبیدار تھے ان دستوں کی کمان کر رہے تھے جو چنار گول کی راہ سے پیشقدمی کر کے بری کوٹ پر حملہ آور ہوئے۔ شہزادہ موصوف نے کمال ہوشیاری جرات اور تدبر سے دشمن کے مورچوں پر حملہ کر کے چار عدد اعلیٰ قسم کی توپیں افغانوں سے چھین کر نمایاں کامیابی حاصل کی۔

(۴) صوبیدار محمد شریف خان حاکم دمدش جو نالۂ چنار گول کے حملہ میں اپنی کمپنی کی قیادت کر رہا تھا۔ نہایت بہادری سے حملہ میں کامیابی حاصل کی۔

(۵) صوبیدار امیر اللہ خان۔ صوبیدار افضل آمان اور صوبیدار رحمت زمان خان نے بریکوٹ کے پل کے پشتہ پر حملے کے وقت نہایت ہمت کا مظاہرہ کیا اور پل پر قبضہ کر لیا۔

(۶) صوبیدار ولی محمد خان محاذ ارندو پر اپنی کمپنی کی قیادت اس جوش سے کر رہے تھے کہ اپنی جان کی پرواہ نہ کی۔ آخر کار دشمن کی گولیوں سے جام شہادت نوش کیا۔

(۷) صوبیدار گل حسین شاہ اتالیق بہادر شاہ کے ۲۴ سالہ نوجوان لڑکے تھے باوجود صغیر سنی کے دشمن کی گولہ باری کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دشمن کے مورچوں پہ حملے جاری رکھے اور اپنی پرجوش حملوں کے دوران میں دشمن کی گولی سے شہادت حاصل کی۔

(۸) صوبیدار نتین خان نے جو ۱۸۹۵ء میں عمرا خان والئی جندول کے خلاف جنگ دمدش میں اپنی بہادری کا ثبوت دے چکا تھا۔ اپنی پیرانہ سالی کے باوجود اس جنگ میں ہمت و جرات کا مظاہرہ کیا اور دشمن کے مورچوں پر شمشیر برہنہ لیکر حملہ کیا اور سخت زخمی ہوا۔

(۹) صوبیدار مبارک شاہ نے دست بدست جنگ میں اپنی شمشیر سے دو افغانوں کو بریکوٹ کے پل کے برج پر حملے کے موقع پر تہ تیغ کیا۔

(۱۰) صوبیدار شاہ ببر خان نے دشمن کے مورچوں پر بریکوٹ محاذ میں مردانہ وار حملہ کر کے کثیر تعداد میں دشمن کی فوجوں کو وہاں سے بھگا دیا

(۱۱) صوبیدار میجر سلطان شاہ بھی دشمن کے ایک مورچہ پر حملہ کر کے دشمن کی گولی سے زخمی ہوا۔

(١٢) صوبیدار نور احمد خان، صوبیدار لعل زمان خان اور صوبیدار میجر سرفراز شاہ دریا کے مشرقی کنارے کے مورچوں پر دشمن سے برسرپیکار تھے اپنی اپنی ذمہ داری کو ہر ایک نے نہایت بہادری سے انجام دیا۔

(١٣) جمعدار محمد لطیف خان کلدم دروکش دمیلنسار میں انتہائی شجاعت سے پیشقدمی کرتا ہوا دشمن کے مورچوں میں گھس گیا۔ اور بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا۔

(١٤) حوالدار عظمت شاہ آرغوچ پل کے برج پر مردانہ وار حملہ کیا اور بہادری سے لڑتے ہوئے دشمن کی گولی سے شہید ہوا۔

(١٥) غلام سرور خان ابن نائب غلام خان آسماری نے دشمن کے لشکر پر دلاوری سے حملہ کر کے ان کو پراگندہ کیا۔ اور خود بھی مجروح ہو گیا۔

(١٦) للادر شاہ باشندہ دنین جو ایک معمر شخص تھا نے انتہائی شجاعت و جوش و خروش سے دشمن سے مقابلہ کیا اور آخر دشمن کے ہاتھوں مارا گیا۔ چترال میں یہ شخص بڑے بہادروں میں شمار ہوتا تھا۔

(١٧) زردانہ خان باشندہ دروش ...... نہایت جوش سے دیوانہ وار برکوٹ کے پل پر دشمن پر حملہ آور ہوا اور اسی حملے میں کام آیا۔

جشن فتح

لشکر چترال کی اس شاندار فتح پر تمام ملک میں جشن منائے گئے لارڈ چیمسفورڈ وائسرائے ہند، سر جارج روس کیپل چیف کمشنر صوبہ سرحد، نظام دکن، مہاراجہ کشمیر و دیگر والیان ریاست کی طرف سے شاہ شجاع الملک کے نام مبارک باد کے پیغامات موصول ہوئے۔

خطاب ہز ہائی نس و سلامی توپ

تھوڑے ہی دن بعد شہنشاہ انگلستان کی جانب سے اعلیحضرت شاہ شجاع الملک کو ایک تہنیت نامہ ملا اور اس کے ساتھ ہی ہز ہائی نس کا خطاب اور گیارہ توپوں کی سلامی بطور اظہار شکر گذاری و خراج تحسین دی گئی گورنمنٹ برطانیہ نے اس جنگ میں بادشاہ چترال اور اسکی رعایا کے بہادرانہ کارناموں کا شاندار الفاظ میں اعتراف کیا۔

لشکر چترال کی واپسی محاذات جنگ سے

فتح برکوٹ کے بعد چترالی لشکر نے آگے بڑھ کر اسمار، زرست اور ناشنگل کے سارے علاقے کو افغانوں سے پاک کر دیا۔ زرست کے پل کو آگ لگا کر برباد کر دیا۔ شاہ شجاع الملک کی ذاتی خواہش یہ تھی کہ جلال آباد کی طرف پیشقدمی کی جائے۔ مگر برٹش افسروں نے حکومت ہند کے احکام کے مطابق اس کی اجازت نہیں دی۔ چند دن بعد شہزادہ محمد ناصر الملک جو اپنی فوج کے ساتھ برکوٹ میں مقیم تھے انہیں سرکاری حکم سے واپس چلے آنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ حکومت ہند کی ہدایات کے مطابق چترالی لشکر زرست۔ اسمار۔ برکوٹ سے کم

افغان علاقے خالی کر کے واپس بیرکھنی آ گیا اور کچھ فوج یہاں اور کچھ ارسون میں چھوڑ کر باقیماندہ فوج شہزادہ محمد ناصر الملک کے ساتھ چترال کی جانب روانہ ہو گئی۔

برکوٹ اور باشگل پھر افغانوں کے قبضہ

افغانوں نے جب علاقہ نرست۔ برکوٹ۔ دارندو۔ سے لشکر چترال کی واپسی کی وجہ سے میدان کو خالی دیکھا تو جرنیل وکیل خان کتوری و کرنیل خورشید خان کے زیر کمان حبیب الاسلام و آسمار سے قبائلی لشکر لے کر آگے بڑھ کر برکوٹ اور دارندو پہنچے۔ بادشاہ چترال کا ایک بھائی مہتر جو عبدالرحمٰن خان جو عرصہ دراز سے امیر افغانستان کے دربار میں تھا بحیثیت کرنیل اس لشکر کے ہمراہ تھا۔ افغانوں کے اس اقدام سے باشگل کا علاقہ بھی پھر ان کے ہاتھ چلا گیا۔ اور ان باشگلی سرداروں اور معتبروں کے اہل و عیال جو جنگ کے دوران میں بادشاہ چترال کے پاس آ گئے تھے افغانوں کے قبضہ میں آ گئے جس سے یہ لوگ پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔

باشگل پر چترالی لشکر کا حملہ اور پسپائی

چنانچہ ہز ہائی نس شاہ شجاع الملک نے مہتر جو غلام دستگیر کو ایک لشکر دے کر ارسون کی راہ سے باشگل روانہ کیا۔ تاکہ وہاں استحکام سے پہلے ہی اس علاقہ پر قبضہ کرلے۔ چنانچہ شہزادہ موصوف دو سو سپاہی لیکر علاقہ کام میں میردیش کے مقام پر پہنچا اور وہاں کے آدمیوں کو ساتھ لیکر اپنے فرزند رحمت کریم کے ہمراہ کام بزدگ مقام فتح کیا۔ لیکن اسی اثناء میں جرنیل وکیل خان اور کرنیل مہتر جو عبدالرحمٰن خان برکوٹ سے مع ڈیڑھ ہزار فوج مسلح روانہ ہو کر کام کے نزدیک پہنچے۔ چنانچہ رحمت کریم واپس میردیش آیا اور میردیش و کام کے درمیان پل کو توڑ کر افغان لشکر کے خلاف مدافعت کے لئے مورچے بنائے دوسرے دن جرنیل وکیل خان کام پہنچا اور وہاں سے ایک زبردست لشکر سمیت آگے بڑھ کر کنارہ دریا پر مورچہ زن ہوا۔ اور میردیش پر گولہ باری شروع کر دی۔ چترالی لشکر نے جس کی قیادت مہتر جو غلام دستگیر اور ان کے لڑکے میر حیدر علی خان اور رحمت کریم خود کر رہے تھے۔ مقابلہ میں گولے برسائے دونوں طرف سے کچھ جانی نقصان ہوا دشمن کے آٹھ آدمی مارے گئے اور چند مجروح ہوئے۔ لیکن دو سو چترالی سپاہ کے لئے ڈیڑھ ہزار سے زائد افراد پر مشتمل افغان لشکر کا مقابلہ زیادہ دیر تک ممکن نہ تھا۔ چنانچہ دن ڈھلنے سے پہلے ہی شہزادہ غلام دستگیر نے اپنے لشکر کو نالہ میردیش کی راہ سے پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ اسطرح علاقہ باشگل کلیتاً افغانوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ یہاں کے جو لوگ چترال و دروش میں بادشاہ چترال کے پاس تھے انمیں سے بعض واپس اپنے وطن چلے گئے۔ اور کل سترہ آدمی تھے جنمیں مشہور معتبرین یہ تھے۔

استان ملک مع اپنے لڑکوں کے حبیب اللہ، میرک، عبدالملک، ٹانگ۔ نشکام۔ زارگھان غلام حیدر۔ جلال الدین، محمد عظیم خان، جان محمد۔ کزمرہ، بڈیل، بہادر وغیرہ مختلف اقوام سے خام کوم کے ۲ ۲ نفر بذدگل کے ۳ نفر۔ لوٹ دہ کے ۲۳ نفر۔ بشد گل کے ۳ نفر آپسائے کے ۸ نفر شوئے

کے لوگ نعزادر بڈناک کے، نغر چترال اور دروش میں سکونت پذیر تھے۔ ان لوگوں کو دربار کابل سے وظیفہ بھی ملتا تھا۔ لیکن انھوں نے اس تعلق کی خاطر جو بادشاہان چترال سے قدیم زمانے سے رکھتے تھے اور انکے نمکخوار تھے حقوق نعمت بجا لانے کے لئے بادشاہ چترال کے ساتھ وفاداری وخلوص کی خاطر حکومت افغانستان کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور چترال میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ مابعد جب یہاں سے سابقہ تعلق کی دوبارہ تجدید ممکن نظر نہ آئی۔ ناچار اپنے وطن واپس چلے گئے۔

گلگت اسکاوٹس کی کمک

جولائی ۱۹۱۹ء میں صوبیدار میر بایہ خان پنیال، صوبیدار محمد امان شاہ غذر، صوبیدار محمد شریف خان یسین، صوبیدار عزن خان ہونزا اور صوبیدار محمد علی خان نگیر۔ ایک ایک کمپنی گلگت سکاوٹس کے ساتھ چترال پہنچے۔ تاکہ بدخشان اور دیگر اطراف سے افغان حملے کے وقت چترال کے دفاع میں مدد دیں۔ لیکن جنگ بریکوٹ کے بعد افغانوں کی جرات وہمت ختم ہو چکی تھی۔ اور ان کے حملے کا کوئی احتمال نہ رہا تھا۔ تھوڑے عرصہ بعد یہ دستے واپس گلگت روانہ ہوگئے۔

صلح نامہ راولپنڈی

۲۲ جولائی ۱۹۱۹ء کو افغان حکومت کی طرف سے وفد صلح سردار علی احمد خان کی زیر قیادت خیبر ایجنسی میں ٹھاکر کے مقام پر پہنچا اور وہاں سے راولپنڈی آیا جہاں ۲۶ جولائی ۱۹۱۹ء کو افغان وفد اور سر ہملٹن گرانٹ کے مابین مذاکرات صلح شروع ہوئے اور ۸ اگست ۱۹۱۹ء کو صلحنامہ پر دستخط ہوئے جس کی رو سے حکومت برطانیہ نے افغانستان کی آزادی تسلیم کرلی۔ اور امیر افغانستان کو سالانہ مواجب دینا بند کر دیا۔ نیز ہندوستان کی راہ سے افغانستان کو اسلحہ وغیرہ کی درآمد بند کر دی گئی۔ علاوہ ازیں افغانستان اور ہندوستان کی وہی سرحد تسلیم کی گئی جو بہت عرصہ پہلے کرنیل ڈیورنڈ کے باؤنڈری کمیشن (ہندوستان اور افغانستان کا مشترکہ کمیشن) نے قائم کی تھی۔ کرنیل موصوف کی اس حد بندی کو آج بھی ڈیورنڈ لائن کہتے ہیں) بعد کے معاہدات اور واقعات نے افغانستان کی خود مختار حیثیت کو اور نمایاں کر دیا۔

ربانتی باڈی گارڈ کے لئے جدید اسلحہ

ہز ہائی نس میر شجاع الملک اور ان کی رعایا کی وفاداری اور افغانوں کے خلاف جنگ میں نمایاں بہادری کے صلے میں حکومت برطانیہ نے ہز ہائی نس کے باڈی گارڈ کے لئے دو ہزار نئی ۳۰۳ بور کی رائفلیں عطا کیں جو گلگت کی راہ سے ستمبر ۱۹۱۹ء میں چترال پہنچائی گئیں اور ان رائفلوں کے ساتھ چودہ لاکھ کارتوس وسامان وردی بھی عطا کئے ہز ہائی نس نے جنگ افغانستان کے بعد باڈی گارڈ کی جدید تنظیم شروع کی اور مزید باقاعدہ کمپنیاں تیار کی گئیں۔ اور از سر نو ان کی تعلیم وتربیت پر توجہ مبذول فرمائی۔

میر سکندر خان بدخشی

اسی اثنا میں بدخشاں کے میر سلطان شاہ اژدہا کے ایک نواسے میر سکندر خان

بن میر عالم خان ہجرت کر کے چترال پہنچے۔ بادشاہ نے خاطر و مدارات شاہانہ سے نوازا۔ ان کے جد اعلیٰ سلطان شاہ اژدہا نے جبکہ وہ بدخشان میں حکمران تھے چترال پر یورش کی تھی اور شاہ عبدالقادر رئیس کو تخت چترال پر بٹھا کر واپس بدخشان چلا گیا تھا اور سارے ملک کو لوٹ مار سے تباہ کر دیا تھا۔

والدۂ بادشاہ کی وفات

ستمبر ۱۹۱۹ء میں بادشاہ والاجاہ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔ مرحومہ کامران خان والئ اسمار کی صاحبزادی اور ایک نیک دل عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں۔ بادشاہ حق شناس نے ایک ماہ تک علما کو جمع کر کے صدقات و خیرات جاری رکھے۔ وفات کے بعد ان کو جامع مسجد کے صحن میں نئے شاہی قبرستان واقع قلعہ میں دفن کیا گیا۔

خطابات جنگ بریکوٹ

میجر برٹ پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ اکتوبر ۱۹۲۰ء میں چترال آئے اور حکومت برطانیہ کی طرف سے ان لوگوں کو خطابات سے سرفراز کیا جنہوں نے جنگ بریکوٹ میں نمایاں طور پر جنگی خدمات انجام دی تھیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

(۱) مہتر جو غلام دستگیر اتالیق بہادر کو "خان بہادر" کا خطاب دیا گیا۔

(۲) مہتر جو دلارام خان و شیر ملک و نور احمد خان اور یقین خان کو "خانصاحب" کا خطاب دیا گیا۔

(۳) صوبیدار میجر شاہ عنبر خان اور صوبیدار محمد شریف خان کو ایم۔ بی۔ ای کے خطابات دیئے۔

اختتام دربار پر ہز ہائی نس سر شجاع الملک خود پشاور تشریف لے گئے اور وہاں سر ہملٹن گرانٹ چیف کمشنر بہادر سے ملاقات کر کے ۱۵ نومبر ۱۹۲۰ء کو واپس چترال آئے۔

وزیر عنایت خان کا انتقال

اس اثنا میں وزیر عنایت خان جغور کا اسی سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ آپ شاہ امان الملک بادشاہ کے وقت سے عہدۂ وزارت پر مامور تھے۔ اور حکومت برطانیہ و مہاراجہ کشمیر سے مذاکرات دوستی میں چترال کی طرف سے نمائندگی کرتے رہے تھے۔ ۱۸۹۵ء میں بھی شاہ شجاع الملک کی تخت نشینی کے بعد جو سرداران ثلاثہ کی کونسل بنائی گئی تھی۔ وہ اس کے ممبر تھے۔ مابعد ریاستی کونسل میں بھی شامل تھے۔ بادشاہ کو ان کی وفات پر بہت افسوس ہوا اور اس کے لڑکوں صوبیدار یعقوب خان و صوبیدار یوسف خان کے ساتھ ہمدردی فرمائی۔

روسی مہاجرین

نومبر ۱۹۲۰ء میں دوسرا قافلہ روسیوں کا جنہیں دو آفیسران عہدے دار اور پچیس سپاہی تھے۔ کرنل بنچالیک کی زیر سرکردگی روس سے فرار ہو کر بروغیل کے راستے چترال پہنچے ان لوگوں نے بالشویک انقلابیوں سے بچ کر راہ فرار اختیار کی تھی اور ان کی عورتیں اور بال بچے بھی ہمراہ تھے چترال میں ایک ہفتہ تک بادشاہ کی مہمانی اور خاطر و تواضع میں گذار کر ہندوستان روانہ ہوئے۔

انتقال خان بہادر اتالیق بہادر

اپریل ۱۹۲۱ء میں خان بہادر اتالیق بہادر کا انتقال ہو گیا۔ بادشاہ نے بذات خود ان کے جنازہ میں شرکت فرمائی مرحوم

سنہ ۱۹۰۵ء سے منصب اتالیقی اور وزارت اعلیٰ پر سرفراز تھے اور منتظم کل ریاست چترال کہلاتے تھے ایک حلیم و متواضع شخص تھے اور حکومت برطانیہ نے ان کو خان بہادر کا خطاب دیا تھا۔ ان کی ایک صاحبزادی شاہ شجاع الملک کے سلک ازدواج میں تھی۔ جن کے بطن سے شہزادہ خوشوقت ملک و شہزادہ خوش احمد ملک و شہزادہ محمد محی الدین خان ہیں۔ شہزادہ خوشوقت ملک پاکستان آرمی میں بریگیڈیر رہے۔ اتالیق مرحوم کے انتقال مرحوم کے انتقال پر ان کے لڑکے سرفراز شاہ کو جو باڈی گارڈ میں میجر کے عہدے پر تھے ان کی جگہ منصب اتالیق پر فائز کیا گیا۔

سفر دہلی شہزادہ انگلستان کے دہلی تشریف لانے کے موقع پر ہز ہائی نس دربار میں شرکت کے لئے ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء دہلی گئے۔ اور اختتام دربار کے بعد اندور، بمبئی۔ اجمیر شریف۔ لاہور جموں کی سیاحت کرنے کے بعد ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۲ء کو واپس چترال تشریف لائے۔

وفد کالام باشقار ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۳ء میں معززین کالام کا ایک وفد چترال آکر بادشاہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ اور والی سوات کے خلاف عریضہ دائر کیا کہ ہم لوگ زمانہ قدیم سے شاہان چترال کے باجگذار اور وفادار رعایا ہیں۔ ہم پرمیاں گل عبدالودود خان والی سوات نے دست تطاول دراز کیا اور ہم پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ لہذا بادشاہ نے اپنے بڑے فرزند شہزادہ محمد ناصر الملک کو معاملہ کی تحقیق کی غرض سے سوات میں والی سوات کے پاس روانہ کیا۔ تاکہ ان کو بے جا مداخلت سے منع کرے۔ کیونکہ کالام باشقار پر جو کوہستان کے آزاد علاقہ کا حصہ ہے۔ وہاں کے لوگ زمانہ قدیم سے شاہان چترال کے باجگذار رعایا ہیں اور مزید احتیاط کے مدنظر موجودہ گورنر مستوج جو دلارام خان اور سید عبدالرزاق پاشا کو تورکہو اور موڑکہو کی مسلح کمپنیوں کے ساتھ مستوج روانہ کیا۔ تاکہ اگر والی سوات مداخلت سے باز نہ آئے تو طاقت کے ذریعہ اپنی کالامی رعایا کو والی سوات کی مداخلت سے محفوظ کریں۔ لیکن شہزادہ محمد ناصر الملک کی کوششوں سے پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ نے والی سوات کو کالام باشقار میں دست درازی سے منع کیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ اہل کالام بدستور آزاد رہیں۔ چنانچہ باڈی گارڈ کے دستوں کو مستوج سے واپس بلا لیا گیا۔

لارڈ راؤلنسن کی آمد ۳ ر اگست سنہ ۱۹۲۳ء کو لارڈ راؤلنسن سپہ سالار افواج ہند سیاحت کی غرض سے چترال پہنچے۔ اگرچہ بادشاہ اس وقت خود بیمار تھے مگر پھر بھی معزز مہمان کی انتہائی شان سے خاطر و مدارات کی۔ ایک ہفتہ قیام کے بعد لارڈ راؤلنسن مستوج کی راہ سے گلگت چلے گئے۔

سیلاب چترال گول کی بربادی بتاریخ ۱۹ ر اگست سنہ ۱۹۲۳ء کو رات کے وقت چترال گول کے نالہ میں ایک زبردست سیلاب آیا۔ تین دن پہلے ۱۶ تاریخ کو بھی آیا تھا۔ مگر اس قسم کا ہیبت ناک اور شورانگیز اور شدید سیلاب موجودہ دور میں اس سے پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔ نالہ کے دونوں طرف ایک ایک میل کی دوری تک ساری زمین زلزلہ کی طرح کانپ رہی تھی۔ اور جس جگہ نالہ دریائے چترال

ے ملتا ہے اس مقام پر سیلاب کے لائے ہوئے پتھروں اور لکڑیوں سے ایک بڑی وسیع اور اونچی دیوار بن گئی جس نے سارے دریا کو روک دیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ دریا شمال کی طرف بڑا تالاب بنتا گیا۔ حتیٰ کہ پل چیو دریا کے اندر غائب ہو گیا۔ قلعہ شاہی بھی شدید خطرہ میں پڑ گیا۔

آدھی رات سے کچھ دیر بعد سیلاب سے بنی ہوئی بند دیوار یکایک ٹوٹ گئی۔ اور بند شدہ دریا کا تالاب پورے زور سے سب کچھ اپنے ساتھ بہاتا ہوا اچھل پڑا۔ پل چیو اور دریائے چترال کے چھاؤنی پل کا بڑا حصہ جڑ سے ہی اکھڑ کر بہہ گیا۔ قلعہ شاہی کے سامنے سفید پتھر کا ایک خوبصورت بنگلہ بھی زیر آب قلعہ کے سامنے کوچ میں بڑا گودام خانہ اور باغ مشرق میں اسلحہ سازی کا کارخانہ بھی سیلاب کی نذر ہو گئے ملک کے دوسرے حصوں میں بھی شدید بارش اور سیلاب کی وجہ سے بہت سا جانی و مالی نقصان ہوا اور چترال گول کے آس پاس کے رہنے والے انیس آدمی غرق ہوئے اور مال مویشیوں کے نقصان کا کوئی شمار ہی نہ تھا

تیرھواں باب

سفرنامہ حج کا اقتباس

بادشاہ کا عزم حج اس سال ہزہائی نس شاہ شجاع الملک نے فریضۂ حج کی ادائیگی یعنی زیارت حرمین الشریفین کا عزم کیا اور یہ نعرہ ورد زبان تھا۔ سفر جانب شہر بیت الحرام ز کی سفر راست علی مقام چنانچہ بتاریخ ۲۲ نومبر ۱۹۲۳ء مطابق ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ کو چترال سے خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہوئے روانگی سے پیشتر بادشاہ نے اپنے بڑے فرزند شہزادہ محمد ناصر الملک کو اپنا ولیعہد مقرر فرمایا۔ اور املاک و جائداد کی اپنے بیٹوں میں تقسیم کے متعلق وصیت نامہ بھی تیار کیا۔ بادشاہ نے اپنی غیر موجودگی میں انتظام حکومت کیلئے شہزادہ محمد ناصر الملک اور اپنے بھائی شہزادہ دلارام خان کو مقرر فرمایا۔ اعلیٰحضرت ۹۔ فروری ۱۹۲۴ء کو بمبئی سے جہاز پر سوار ہوئے۔ ان کے ہمراہ مندرجہ ذیل اشخاص تھے۔

مولوی حمد اللہ کمال الدین قادری پی اے پشاور۔ سید عبدالرزاق پاشا۔ صوفی حسن احمد۔ میجر مبارک شاہ سیکرٹری۔ غلام مصطفےٰ خان۔ قاضی محمد جہان خان۔ صوبیدار میر گلاب شاہ۔ غلام محمد کشمیری۔ سلامت شاہ۔ اور ایک دھوبی۔ کشتی ۱۳ فروری کو کراچی پہنچی اور ۱۵ فروری کو بصرہ اور وہاں سے ۱۸ فروری کو بغداد شریف میں وارد ہوئے۔ اس کے بعد سیکرٹری کے سفرنامہ سے مختصر حالات و مقامات مبارکہ بھی درج ہوتے ہیں۔

بغداد شریف و درگاہ حضرت غوث الاعظم قدس سرہ: جہاں نقیب الاشراف حضرت سید محمود آفندی اور ان کے چچا سید احمد آفندی اور ان کے دونوں بھائی سید محی الدین و سید عاصم اور ان کے خاندان کے دوسرے اشراف سید محمد صالح و سید ناصر الدین اور پادشاہ عراق و ہائی کمشنر برطانیہ کے نمائندے نے اسٹیشن پر بادشاہ چترال کا استقبال کیا۔ بادشاہ اور ان کے ہمراہیوں نے یہاں درگاہ حضرت غوث الاعظم قدس سرہ کی زیارت کی۔ ۲۰ فروری کو پادشاہ عراق سے ملاقات کی۔ دوسرے دن بغداد شریف کے مشہور مقامات کی سیر کی۔ کاظمین شریف میں حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم و محمد الجواد رضی اللہ عنہم کی زیارت سے مشرف ہوئے مگر زائرین کے اژدحام نہ دعا بفراغت ہوئی اور نہ بغور دیکھنے کا موقع ملا نیز یہاں حضرت سری سقطی و جنید بغدادی رحمہم اللہ و حضرت یوشع علیہ السلام۔ بہلول دانا مجذوب و شیخ ابراہیم الخواص و حضرت شیخ معروف کرخی، و حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے مزارات مقدسہ کی زیارت بھی کی۔

کربلائے معلیٰ و نجف اشرف: ۲۲ فروری ۱۹۲۴ء کی صبح کو پادشاہ اور ان کے ہمراہی ریل میں بیٹھ کر کربلائے

میں پہنچے۔ جہاں شاہ فیصل کی طرف سے حکام فوجی اور رؤسائے شہر نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ یہاں بادشاہ معہ ہمراہیوں کے سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے مقبرہ کی زیارت کی پھر نجف اشرف گئے جہاں مزار سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور ان کے مزار کے پنجرہ کے اندر قبر ہائے آدم و نوح علیہم السلام بھی بتائی گئیں۔ سب کی زیارت کرکے شہر سے باہر حضرت ہود و حضرت صالح علیہم السلام کے مرقد مبارک پر گئے۔ جو ایک گنبد کے اندر واقع ہیں۔ وہاں پر زیارت کا شرف حاصل کیا۔ پھر نجف اشرف سے بذریعہ موٹر کوفہ گئے۔

کوفہ:۔ جہاں مسجد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دیکھی۔ اس مسجد میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ شہید کر دیئے گئے تھے۔ یہاں حضرت ایوب صابر علیہ السلام اور حضرت ذی الکفل علیہ السلام اور ان کے پانچ اصحاب کے مقبروں کی زیارت کی۔ اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے مزار پر بھی گئے اور مقام الیاس بھی دیکھا۔ جہاں حضرت الیاس علیہ السلام نے نماز پڑھی تھی۔ دوسرے دن آثار بابل۔ وچاہ بابل اور خانۂ بخت نصر کے ویرانوں کے اندر جا کر سیر عبرت کی۔ شہر بابل کا رقبہ موجودہ آثار کے مطابق پندرہ میل طول اور پندرہ میل عرض بتایا گیا۔ تابوت سکندری یہاں سے اٹھا کر استنبول لے گئے تھے۔ یہاں حضرت عمران بن علی المرتضیٰ کی زیارت بھی حاصل کی رضی اللہ عنہم۔

مدائن:۔ ۲۷ رفروری ۱۹۲۳ء مدائن گئے۔ اور وہاں حضرت سلیمان فارسی و حذیفۃ الیمانی و عبداللہ ابن جابر رضی اللہ عنہم کے مزارات پر گئے اور زیارت کی۔ مدائن بغداد سے ۲۵ میل دور واقع ہے ایوان کسریٰ و متصل ان طاق کی شکل کا ایک مکان ہے جس کا اکثر حصہ گر گیا ہے۔

دمشق:۔ بغداد سے موٹر کے ذریعہ ۳ر مارچ کو شاہ چترال ہمراہیوں کے ساتھ دمشق پہنچے یہاں حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت بلال و ابو عبیدہ بن الجراح و حضرت محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہم کے مزارات پر گئے اور دعا کا شرف حاصل کیا۔ بادشاہ حجاز ملک حسین چند ماہ پیشتر مکہ معظمہ سے آکر عمان سلطنت کے نزدیک شونے کے مقام پر اقامت پذیر تھے۔ انھوں نے شاہ چترال کو وہاں مدعو کرکے چند دن شاہانہ خاطر تواضع کی۔ شونے بحیرۂ لوط کے کنارے پر واقع ہے فلسطین کے تمام علما اور عمائد بادشاہ حجاز سے بیعت خلافت کے لئے یہاں جمع تھے۔

بیت المقدس:۔ ۱۲ر مارچ ۱۹۲۳ء کو شاہ شجاع الملک بذریعۂ موٹر بیت المقدس پہنچے مسجد اقصیٰ کی زیارت کی۔ اور پھر مسجد حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیکھی جو اسکے جنوب میں واقع ہے اور خود بیت المقدس میں حجر صخرہ مبارک ہے وہ وسط صحن میں واقع ہے۔ وہاں سے نیچے اتر کر سنگ معلق بھی دیکھا۔ ان سب کی زیارت کرنے کے بعد مقام الخلیل گئے۔ جہاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ و حضرت اسحاق و حضرت یعقوب و حضرت یوسف علیہم السلام کے مزارات مقدس موجود ہیں۔ وہاں ان مزارات کا شرف حاصل کیا۔ دوسرے دن حضرت

موسیٰ علیہ السلام کی زیارت سے شرف اندوز ہوا اور وادیٔ شعیب کے اندر حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار بھی دور سے دیکھا مگر زیارت نصیب نہ ہوئی۔

مدینہ منورہ: الغرض یہ قافلہ گھومتا ہوا ۲۹ مارچ ۱۹۲۴ء کو مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ اور روضہ اقدس کی زیارت سے سعادت یاب ہوا اور ایک قصر شاہانہ میں مقیم رہکر ڈیڑھ مہینہ تک مزار پر انوار کا شرف حاصل کرتا رہا۔ اور جنت البقیع اور احد کے زیارات میں جا کر دعا پڑھی مسجد قبلتین اور مسجد قبا بھی دیکھی یہاں سے ۱۵ مئی کو آخری زیارت حاصل کرنے کے بعد الوداع کہکر شاہ چترال معان۔ عقبہ۔ ھدایہ اور جدہ کے راستے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔

مکہ معظمہ: بتاریخ ۲ جون ۱۹۲۴ء کو مکہ معظمہ پہنچکر کعبہ کے دیدار سے شرف یاب ہوئے یہاں قاضی القضاۃ اور کمانڈر اور کمانڈر انچیف افواج عربیہ نے شاہ حجاز کی طرف سے شاہ چترال کا استقبال کیا اور انکی رہائش کے لئے ایک قصر مخصوص کیا۔

وفات میجر سلطان شاہ۔ انہیں دنوں چترال سے حاجیوں کی ایک مختصر جماعت جس میں شیر اعظم حاکم واتالیق میرزا شاہ دیشرتت قربان محمد میجر سلطان شاہ اور شادوٹ لال تھے فریضۂ حج کے لئے مکہ معظمہ پہنچے تھے۔ انہیں سے میجر سلطان شاہ بمقام مشہد انتقال ہو گیا تھا جہاں سے وہ مکہ معظمہ پہنچا کر جنت المعلیٰ میں سپرد خاک کیا گیا۔

وفات سیکرٹری غلام مصطفےٰ خان: دوران قیام مکہ معظمہ کے تین ہفتہ بعد بادشاہ کے سیکرٹری مرزا غلام مصطفےٰ جو چند دن سے بیمار تھے ۲۲ جون ۱۹۲۴ء کو مکہ معظمہ میں وفات پا گئے۔ بادشاہ نے خود ان کے جنازہ میں شرکت فرمائی۔ اور جنت المعلیٰ میں دفن کیا۔ اور چترال میں انکے والد مرزا محمد غفران کو بذریعہ خط ہمدردی اور تعزیتی خط لکھا۔ مرحوم علیگڑھ یونیورسٹی کے گریجویٹ تھے اور اٹھارہ سال سے بادشاہ کے سیکرٹری کے عہدہ پر مامور تھے۔ انکی عمر ۳۸ سال سے کچھ اوپر تھی۔

حج کعبہ: بادشاہ اور ان کے مصاحبین نے فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد ۱۰ جولائی ۱۹۲۴ء کو واپس روانہ ہوئے بادشاہ حجاز ملک حسین نے غلاف مبارک بیت اللہ شریف بطور تحفہ اپنے وزیر عبدالوہاب کے ملفوفہ شاہ شجاع الملک کے پاس بھیجکر ان کی عزت افزائی کی۔ اعلیحضرت ۲۹ جولائی کو بذریعہ جہاز بمبئی پہنچے جہاں شہزادے اور دیگر معززین چترال اپنے بادشاہ کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے وہاں سے روانہ ہو کر براستہ آگرہ۔ لاہور۔ پشاور ۲۱ اگست کو چترال میں تشریف لائے۔ ہزاروں لوگوں نے اپنے محبوب حکمران کو خوش آمدید کہا۔ اس سفر میں آٹھ مہینہ اور پندرہ دن گذار دیئے ایک کثیر رقم خیرات وغیرہ پر صرف کی۔ ان کی فیاضی کی شہرت کا یہ عالم تھا کہ چند سال تک عربستان کے لوگ ان کی فیاضی کو یاد کرتے ہوئے چترال آتے رہے اور ان کو نیکی سے یاد کرتے رہے۔

اعلیٰحضرت شاہ شجاع الملک کی غیر موجودگی کے حالات سر ولیم برڈ وڈ کی آمد

سابق بیان ہو چکا ہے کہ بادشاہ نے سفر حج پر روانگی سے پیشتر اپنے بڑے فرزند شہزادہ محمد ناصر الملک کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا اور اپنے بھائی مہتر جو ولارام کو ان کے ساتھ امور حکومت چلانے پر مامور فرمایا تھا اس اثنا میں سر ولیم برڈ وڈ سپہ سالار افواج ہندوستان سیاحت پر چترال تشریف لائے۔ یہاں شہزادہ ناصر الملک نے انکا شاندار استقبال کیا اور شایان شان مہمانی کی۔ جس سے صاحب موصوف شہزادہ کے انتظام سے بہت خوش ہوئے اور اُن کی درخواست پر باڈی گارڈ ریاست کے لئے مزید ایک ہزار بندوق ۳۰۳ مرحمت کیں۔ اور شہزادہ ناصر الملک کو انڈین آرمی میں لفٹنٹ کا اعزازی عہدہ بھی دیا

نواب دیر کی آمد

سپہ سالار ہند کی مراجعت کے بعد نواب بادشاہ خان والئی دیر گرم چشمہ کی سیاحت کی غرض سے چترال آئے۔ اُنکے ہمراہ چھ سو سے زائد آدمی تھے۔ شہزادہ محمد ناصر الملک اور مہتر جو ولارام خان نے ان کا بھی شاہانہ استقبال کیا۔ اور اعلیٰ پیمانہ پر مہمانی اور خاطر مدارات کی۔ نواب صاحب بیس دن چترال اور گرم چشمہ میں قیام پذیر ہونے کے بعد واپس دیر مراجعت فرما ہوئے۔ اسی اثنا میں جرنیل کاسل (افواج ہند) بھی سیاحت کے طور پر چترال میں تشریف لائے اور چند دن قلعہ میں مہمان رہ کر واپس مراجعت کی۔ اور تینوں جلیل القدر مہمانوں کے شایان شان مہمانی اور انتظام بوجہ احسن سرانجام ہوئے۔

۱۹۲۴ء میں اسماعیلیہ فرقہ کا اپنے مذہب سے تبرا

اعلیٰحضرت شاہ شجاع الملک سفر حرمین الشریفین سے واپسی کے بعد اپنی یہ دیرینہ خواہش ظاہر کی۔ کہ ریاست میں اسماعیلی فرقہ کے لوگوں کو جو علاقہ مستوج و علاقہ لٹکوہ میں اکثریت رکھتے ہیں اور جہالت کی وجہ سے فرائض اسلامی سے لاعلم ہیں۔ تبلیغ کے ذریعہ شریعت اسلامی کی تعمیل اور سرانجام دینی احکام کی جانب راغب کیا جائے چنانچہ انھوں نے فرقہ اسماعیلیہ کے معتبروں سے اس بارے میں گفتگو کی۔ اور ان صاحبان کی کوشش سے سارے علاقہ میں اسماعیلی فرقہ کے لوگوں میں اسلامی تعلیمات اور شرعی اصولوں کی تبلیغ شروع کی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند مہینوں کے اندر ہی ہزاروں لوگوں نے سابقہ اسماعیلی فرقہ کے اصولوں سے تائب ہو کر شریعت اسلامی کے مطابق زندگی بسر کرنی شروع کر دی۔ اور اہلسنت والجماعت میں شامل ہو گئے۔ بادشاہ نے بھی خوش ہو کر ان تمام لوگوں کو انعام و اکرام سے نوازا۔ سارے علاقے میں دینی مدرسے قائم کئے گئے۔ اور معلمین و مدرسین دینیات مقرر ہوئے ایک سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ بعد میں ان میں سے بعض لوگ جو اپنے سابقہ مذہب پر قائم تھے۔ حکام کے ہاں شکایات پیش کیں کہ اس فرقہ اسماعیلیہ کو زبردستی سے اہلسنت والجماعت میں داخل کیا گیا ہے لہٰذا بادشاہ نے حکم صادر فرمایا کہ کسی پر جبر روا نہ رکھو گا۔

اور ہر شخص جس فرقہ میں رہنا چاہے اسے بالکل آزادی ہے اس لئے بہت سے لوگ دوبارہ اپنے آبائی کیش میں داخل ہوئے بقول موسیٰ بدین خود عیسیٰ بدین خود۔

۱۹۲۵ء میں عرب مہمانوں کی آمد حجاز پر ابن سعود کے تسلط کے بعد بہت سے شرفائے عرب حرمین الشریفین سے ہجرت کر کے ادھر ادھر منتشر ہوئے جنہیں سے ایک قافلہ چترال پہنچا جسمیں شریف علی، عبدالقادر، شریف شہاد، احمد بارسوخ عرب تھے۔ تھوڑے عرصہ بعد ایک اور قافلہ آیا جسمیں سید محمد عقیل خوشنویس سابق معلم حرم پاک و سید محمد تھے۔ تیسرے قافلے میں حضرت شیخ عبداللہ شیبی کلید بردار مکہ معظمہ معہ اپنے ہمراہیوں کے تشریف لائے۔ بادشاہ نے ان کا بہت عزت و احترام کیا۔ حضرت شیبی نے جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھائی اور شائقین کو اپنے لحن عربی سے مستفیض فرمایا۔ یہ لوگ سوائے شیبی صاحب کے چند دن مہمان رہنے کے بعد یارقند کی جانب روانہ ہوئے۔ اور حضرت شیبی مراجعت فرمائے وطن ہوئے۔

پیرزادہ سید جمال الدین آفندی اکتوبر ۱۹۲۵ء میں نقیب الاشراف بغداد شریف کے فرزند ارجمند پیرزادہ سید جمال الدین آفندی چترال تشریف لائے۔ بادشاہ نے علماء و اکابرین ملک کے کثیر تعداد ساتھ لیکر شہر سے کئی میل دور جاکر انکا استقبال کیا۔ چند دن کے بعد ۱۲؍ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو حضرت پیرزادہ ممدوح نے جامع مسجد میں تشریف لاکر رسم افتتاح ادا کیا۔ نماز جمعہ پڑھائی اور خطبہ میں بانی مسجد شاہ شجاع الملک خلد اللہ ملکہ کے لئے دعا پڑھی۔ حاضرین نماز پر بڑی رقت طاری ہوئی۔ آخر میں اس فرمان پر اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ دعا کو ختم فرمایا۔ بعد ازاں بادشاہ نے اپنی بڑی صاحبزادی پیرزادہ ممدوح کے عقد میں دینے کا اعلان فرمایا اور عقد مناکحت دوسرے سال انجام پذیر ہوا۔ پیرزادہ صاحب کے دو صاحبزادے ہیں سید حسن صلاح الدین و سید عبداللہ معز الدین جو تحصیل علم کر رہے ہیں۔

سازش کا انکشاف مارچ ۱۹۲۶ء میں ایک سازش کا انکشاف ہوا جسکا مقصد بادشاہ کے خلاف باغیانہ جذبات پیدا کرنے اور حکومت کے موجودہ نظام پر ناراضی کا اظہار کرنا تھا۔ بروقت اس سازش کا پتہ لگ گیا۔ اور اسکے بانیوں کو جنمیں مہتر جو میر حیدر علی خان و حاجی امیر علی خان و صوفی سکندر خان و مصنف خان و محمد سعید خان پیش پیش تھے گرفتار کر کے صوبہ سرحد ضلع ہزارہ کی ایبٹ آباد جیل میں بھیج دیئے گئے۔ اور باقی کو رہا کر دیا گیا۔

وفات صوفی صاحب سنگور چترال ریاست میں صوفی صاحب ایک باخدا رسیدہ بزرگ تھے اور حضرت بادشاہ صاحب کو ان سے اخذ طریقت رکھتے تھے۔ اس موسم گرما میں وفات پائی تو بادشاہ نے جو گرمائی مقام بروغ لشٹ میں مقیم تھے خود سنگور آئے اور انکے آخری ایام میں حاضر

ہو کر ان سے دعائیں حاصل کیں۔

دورۂ پشاور

وائسرائے ہند کی ملاقات کے لئے جب ان دنوں پشاور آئے ہوئے تھے ہز ہائینس ماہ اکتوبر ۱۹۲۶ء میں چند شہزادوں اور معتبروں کے ساتھ پشاور گئے۔ اور ایک ہفتہ بعد واپس تشریف لائے۔

وفات مرزا صاحب محمد غفران

ہز ہائینس کے قیام پشاور کے دوران میں مرزا صاحب محمد غفران کا ان کے گھر چترال میں ۲ر نومبر ۱۹۲۶ء میں انتقال ہوگیا مرزا صاحب مرحوم کی عمر ۷۵ سال کی تھی۔ اور اعلیٰ حضرت ان کو حقوق استادی و دیرینہ خدمات کے مدنظر مرزا صاحب کے نام سے یاد فرماتے تھے وہ انیسویں صدی کے چترالی رؤسا و علماء میں ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ اور اپنی علمی، دینی و ادبی قابلیت اور تاریخی تصنیفات و شعر و شاعری و فہم فراست کے لئے تاریخ چترال میں ممتاز ترین حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ شاہ امان الملک بادشاہ مرحوم کے زمانہ سے والیان ریاست کے میر منشی اور وزیر خاص کے عہدہ پر سرفراز تھے چند سال منتظم امور داخلہ ریاست تھے مابعد کونسل عدلیہ کے پریذیڈنٹ بھی تھے۔ ان کی متعدد تصانیف ہیں جنمیں تاریخ چترال ایک وہ تصنیف ہے جس نے چترال کے والیان چترال کو حیات جاودانی سے ہمکنار کردیا ہے۔

امیر عبداللطیف عرب

عرب کے امرا میں سے امیر عبداللطیف سابق والئ حائل اس سال چترال تشریف لائے۔ سید عبدالکریم مکی بھی چترال میں موجود تھے۔ یہ دونوں اصحاب ایک مہینہ تک بادشاہ کے مہمان رہے۔ آغا خلیل احمد سردار اغوات ایک برگزیدہ ہستی بھی اسی اثنا میں چترال میں تشریف لائے جو حرم نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے چوتھے نائب و شیخ الحرم ہیں۔ تین اغوات انکے ہمراہ اور بھی تھے۔ بادشاہ نے انکا بیحد احترام کیا۔ ایک ایک مہینہ گذارنے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔ اور امیر عبداللطیف نے کاشغر کو مراجعت فرمائی۔

چترال میں پہلی موٹر کار

ستمبر ۱۹۲۷ء میں پہلی بار ایک موٹر کار بادشاہ کے حکم سے خرید کر کے سید عبدالرزاق پاشا چترال لایا تھا۔ لوگ اسے دیکھ کر حیرت کرنے لگے کیونکہ چترال میں اکثر لوگ اس سے ناآشنا تھے اور یہ پہلی موٹر تھی جو چترال میں لائی گئی۔ کابلی شاعر مرزا شیر احمد خان کابل سے ہجرت کرکے یہاں موجود تھا۔ اس نے اس کی تعریف میں چند اشعار بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے جو درج کئے جاتے ہیں۔

بامر شہنشاہ عبدالرزاق	بیاورد از ہند با طمطراق
کہ نام ہمیں تخت نو موتر است	بہندوستان نام او موٹر است

ولیکن بہ کہسارہا تاکنوں	نکردہ است او را کسی رہنمون
نگفتند شہ را صغار و کبار	مبارک بود بر تو اے شہریار
پس ایں شہریاراں تخت نگیں نشست	زمانش ڈرائیور گرفتہ بدست
بہ رفتار او چوں کرد امتحان	چو سیلاب در راہ خود شد رواں
بچترال امروز شد ایں رواج	کہ دل ہائے مردم گرفت ابتہاج

باڈی گارڈ کے لئے بندوق ۱۹۲۷ء میں باڈی گارڈ چترال کے لئے حکومت برطانیہ کیطرف سے دہ ہزار بندوق جو سرولیم برڈوڈ سپہ سالار ہند نے ۱۹۲۴ء میں منظور کی تھیں۔ باڈی گارڈ کے اسلحہ خانہ میں تفویض ہوئیں۔

قلعہ لغر اور سڑکوں کی تعمیر ۱۹۲۸ء میں لغر کے مقام پر ایک عالیشان قلعہ تعمیر کیا گیا۔ بادشاہ نے خود جا کر اس کا افتتاح کیا اور اپنے فرزند شہزادہ غازی الدین خان کو یہاں مقرر فرمایا اور اسکو بخشدیا بعد ازاں ملک کے اندر رسل و رسائل کے بارے میں توجہ دیتے ہوئے چترال سے دروش اور چترال سے ایون کے درمیان موٹروں کے لئے سڑک تعمیر کرائی۔ تاکہ تجارتی آمد و رفت میں سہولت ہو۔ چنانچہ ہز ہائی نس ریاست کی ترقی اور بہبودی کے بارے میں ہمیشہ کوشاں تھے۔ اسی سال چترال اور بروغل کے درمیان نو میل سڑک لوٹ کوہ کے لئے اتالیق سرفراز شاہ نے نے خدزرہ کے لوگوں کے ذریعہ بنا کر مکمل کرلی۔

دورہ ہند ۱۹۲۸ء میں ماہ اکتوبر اعلیحضرت شاہ شجاع الملک ہندوستان کے دورہ پر روانہ ہوئے اور سوات، پشاور، لاہور، اور رامپور کی سیر کرتے ہوئے دہلی پہنچے اور وہاں ایک ماہ قیام کرنیکے بعد ۲۸ر نومبر ۱۹۲۸ء کو واپس چترال مراجعت فرما ہوئے۔

دورہ سرحدات چترال اگلے موسم گرما میں ۲۲ر جولائی ۱۹۲۹ء کو بادشاہ نے ریاست کے بالائی علاقوں یعنی مستوج، تورکہو، موڑکہو وغیرہ کی سیاحت پر روانہ ہوئے، شندور کے تالاب، پارگام گول، و بہرشال وغیرہ کی سیر کرکے اشپرو ڈوک کے راستے سے تورکہو پہنچے وہاں سے ان علاقوں کی سیاحت کرنے کے بعد ۵ر ستمبر ۱۹۲۹ء چترال میں وارد ہوئے۔

حکومت برطانیہ کیطرف سے ۲ دو بڑی توپیں بتاریخ ۹ ماہ نومبر ۱۹۲۹ء حکومت برطانیہ کی جانب سے دو بڑی توپیں دس پونڈر کی جو دروش چھاؤنی میں ۱۸۹۵ء سے موجود تھیں۔ ہز ہائی نس کو مرحمت ہوگئیں۔ اس اعزاز پر سارے ملک میں خوشیاں منائی گئیں۔

وفات مہتر جو غلام دستگیر مہتر جو صاحب جو بادشاہ کے بڑے بھائی تھے ۳۰ر دسمبر ۱۹۲۹ء کو اپنے

گھر مقام کیپو میں اسّی سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ وہ قہران الملک مرحوم کے شہزادگان میں سے بہت نامور اور لائق گذرے ہیں۔ انہوں نے ایام شباب میں دیر۔ اسمار کی لڑائیوں میں بہادرانہ کارنامے دکھائے اور شاہ شجاع الملک کی تخت نشینی کے بعد سر زمرۂ امرا و وزرا شامل تھے۔ چند سال مستوج کی گورنری پر مامور تھے اور بعد ازاں ریاست کے محکمۂ مال وغیرہ میں وزارت اعلیٰ کے عہدہ پر سرفراز رہے جنگ افغانستان ۱۹۱۹ء میں ان کے جنگی کارنامے اور مہارت و شجاعت تاریخ میں ہمیشہ کے لئے یادگار رہیں۔

وفات قاضی القضاۃ چترال

قاضی الحاج عبدالرحمٰن صاحب انواع علوم میں استفادہ کر کے دستار فضیلت زیب کر کے پشاور سے جب چترال آئے قاضی احرار کی وفات کے بعد اعلیٰحضرت سر شجاع الملک مرحوم نے ان کو قضائے چترال کے منصب پر فائز کئے تھے آپ ۲۶ جولائی ۱۹۳۰ء میں وفات پا گئے۔ بادشاہ ان کا بہت احترام کرتے تھے اور ان کی جگہ اخوندزادہ محمد فاضل صاحب محکمہ قضا میں مامور کیا گیا۔

ریڈیو اور بجلی

۱۹۳۱ء کے اوائل میں پہلی بار چترال میں ایک ریڈیو سیٹ لایا گیا۔ اور شاہی محل میں نصب کیا گیا۔ اور جب عوام کو خبریں سننے کے لئے اجازت ہوئی تو وہ لوگ سخت متعجب اور حیران ہو گئے۔ کیونکہ چترال میں یہ نئی چیز تھی۔ نیز اسی سال چترال میں تیل سے چلنے والی بجلی کی مشین لا کر نصب کی گئی۔ ریاستی محلات اور دفاتر نیز آس پاس کے دیہات میں بجلی کی روشنی پہنچا دی گئی۔ پھر دوسرے سال پانی سے چلنے والی نئی مشین لا کر چترال میں اس بجلی کا عام رواج جاری ہوا۔

سفر دہلی

۱۹۳۱ء میں اعلیٰحضرت شاہ شجاع الملک دورۂ ہندوستان کی غرض سے روانہ ہو کر پشاور اور وہاں سے دہلی گئے۔ یہاں قریباً چھ مہینے تک قیام کیا۔ اور لارڈ ولنگڈن وائسرائے ہند سے سرحد افغانستان کے متعلق بعض امور ضروری پر مذاکرات کئے اور ہندوستان کے بڑے بڑے مشاہیر واصحاب مناصب وعلما وفضلا سے ملاقاتیں کیں۔ اور اسی دوران میں کلکتہ، اجمیر شریف اور آگرہ بھی گئے۔ بلاد وامصار کی سیاحت اور آثار واماکن دیکھے۔ مزارات سے بہرہ اندوز ہوئے۔ اپریل ۱۹۳۲ء میں پشاور سے بذریعہ طیارہ چترال واپس تشریف لائے۔

ڈوک عالم کی واپسی

افغانستان کے ساتھ جنوبی سرحد کے تعین کے لئے حکومت ہند نے ایک باؤنڈری کمیشن بنایا تھا جس کے ممبر کپتان بیٹ پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ واسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ چترال اور شہزادہ محمد ناصر الملک تھے جون ۱۹۳۲ء میں یہ کمیشن سرحد ارندو پر جا کر افغان نمائندوں سے ملا۔ اور باہمی فیصلے کے مطابق "ڈوک عالم" کا قلعہ مسمار کر کے اس علاقہ کو افغانستان کی حدود میں شامل کر دیا۔ "اگرچہ چترالی فوجوں نے نہایت بہادری سے یہ علاقہ فتح کیا تھا۔ اور اب اسے افغانوں کو واپس دینے کی وجہ سے اہل چترال بہت خفا ہوئے۔ لیکن حکومت برطانیہ کی مرضی یہی تھی۔ اظہار رنج وملال کے ساتھ یہ فیصلہ قبول کیا۔

خطاب ہزہائی نس کا موروثی ہونا

اسی سال جولائی ۱۹۳۲ء میں پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ نے چترال آکر ایک دربار منعقد کیا جس میں اعلان کیا گیا کہ حکومت برطانیہ نے سر شجاع الملک کو ہزہائی نس کا خطاب اور گیارہ توپوں کی سلامی کا جو ذاتی اعزاز دیا تھا اب وہ موروثی کر دیئے گئے ہیں اور یہ اعزاز ان کے خاندان میں نسلاً بعد نسل موروثی رہینگے۔

کالام باشقار کے نمایندے

کوہستان باشقار کے باشندے زمانہ قدیم سے شاہان چترال کے باجگذار اور وفادار رعایا رہے ہیں اور سالانہ گھوڑے سلامی کے طور پر لایا کرتے تھے۔ اسی طرح ۱۹۳۱ء میں بائیس گھوڑے ساتھ لیکر چترال لائے تھے۔ اخوندزادہ احمد جی اور دیگر معتبر لوگوں کی جماعت تھی۔ اس سال ۱۹۳۲ء میں پھر وہی معتبر لوگ اپنی مقررہ سلامی ساتھ لیکر چترال آئے اور انعامات و خلعت لیکر رخصت ہوئے۔

مشائخ کرام سلسلہ عالیہ نقشبندیہ پشاور کی تشریف آوری

ستمبر ۱۹۳۲ء میں حقائق و معارف آگاہ الحاج حضرت محمد عبدالرحمن صاحب نقشبندی خانقاہ بہادر کلی پشاور بادشاہ کی بار بار دعوت پر اپنے مرشدزادہ حافظ محمد ابراہیم صاحب خانقاہ موسیٰ زئی اور متعدد مریدوں کے چترال تشریف لائے۔ چونکہ اعلیحضرت علماء و مشائخ کے بیحد قدردان اور اخلاص و عقیدت کے رازدان ہیں دونوں مشائخ کا مناسب احترام کیا اور ان کے تعارف و تالف سے بنہایت محظوظ رہے۔ ایک ماہ یہاں گذارنے کے بعد دونوں حضرات نے واپس وطن مراجعت فرمائی۔ رخصت کے وقت اعلیحضرت نے برسم مشایعت حضور کے پل تک ان کے ساتھ تشریف لیگئے۔

لارڈ ہیڈلی جلال الدین

اکتوبر ۱۹۳۲ء میں لارڈ ہیڈلی سر جلال الدین جو انگلش نژاد اور نو مسلم تھے۔ یعنی آپ انگلستان کے ایک معزز خاندان کے فرد اور حال ہی میں مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ ورود فرمائے چترال ہوئے اعلیحضرت سر شجاع الملک نے قلعے سے باہر تشریف لا کر علمائے کرام و عمائدین ملک اور کثیر انبوہ عوام کی معیت میں انکا شاندار استقبال کیا۔ جب لارڈ موصوف موٹر سے باہر تشریف لائے اعلیحضرت اور تمام علماء و عمائدین ملک سے عام مروج اسلامی طریق پر بغل گیر ہوئے پھر حاضرین کے سامنے مختصراً اردو زبان میں تقریر ارشاد فرمائی اور اس تقریر کا مقصد صرف حقانیت اسلام کا اظہار و بیان تھا اسکے بعد انتظام کے مطابق شاہی باغ میں تالاب کے قریب قیام پذیر ہوئے مشائخ کرام میں سلسلۂ نقشبندیہ سے حضرت عبدالرحمن صاحب بہادر کلی پشاور ان دنوں چترال ہی میں موجود تھے محترم نو مسلم لارڈ سر جلال الدین انکی قیامگاہ پر تشریف لے گئے ملاقات کی پھر ہاتھ آگے بڑھایا اور ان سے بیعت بھی کی چترال میں دو ہفتے کے قیام کے بعد مراجعت فرمائے لاہور ہو گئے۔ اعلیحضرت نے ان کے شایان شان لوازم مہمان نوازی انجام دیئے۔ مالی امداد اور مراعات میں بھی حتی الامکان کوئی کمی روا نہ رکھی۔ چنانچہ حکیم سید امام علی شاہ گیلانی

ایڈیٹر لاہور نے لاہور کے مشہور اخبارات میں اس واقعہ کو شائع کرایا تھا۔ جسکا ہیڈنگ یہ تھا۔ "اعلیحضرت ہز ہائی نس والئے چترال کا جذبہ اسلامی"۔ لارڈ سر جلال الدین کا چترال تشریف لانا اور انکا تعارف اعلیحضرت سے سید امام علی شاہ کی وساطت اور کوشش سے انجام ہوئے تھے۔

وفات میجر شاہ مبرخان ۲۷ مارچ ۱۹۳۴ء میں الحاج میجر شاہ مبرخان حاکم آویرکا انتقال ہوگیا مرحوم اعلیحضرت کی تخت نشینی کے بعد سے ان کے خاص معتقدین میں سے ایک تھے۔ اور انہی وفادارانہ خدمات کے صلہ میں حاکم آویر بنائے گئے تھے۔ صوبیداری سے ترقی کر کے میجر کے عہدے پر مامور تھے۔ جنگ برکوٹ میں نمایاں حصہ لیا۔ حکومت ہند نے انکو ایم۔ بی۔ ای کے خطاب سے نوازا تھا۔ چند سال وزیر مالیہ کے عہدہ پر سرفراز تھا۔ آخری عمر میں حج سے بھی شرف اندوز ہوئے اور سفر آخرت اختیار کیا۔

چترالی شہزادوں کے تابوت شہزادہ امیر الملک اور شہزادہ شیر افضل خان محاصرہ ۱۸۹۵ء کے بعد بمقام نیلگری واقع مدراس بحالت قید نظر بند کیا گیا تھا جہاں ان کا انتقال ہوگیا اور وہیں دفن کئے گئے تھے۔ ۱۹۳۶ء میں اعلیحضرت اپنے ایک معتمد فوجی افسر قاضی محمد جہان خان کو مدراس بھیجکر دونوں شہزادوں کی ہڈیوں کو تابوتوں میں ڈلوا کر چترال منگایا۔ اور یہاں شاہی قبرستان میں احترام کے ساتھ دفن کرایا۔ شاہزادہ امیر الملک نے مدراس میں وہاں کی ایک خاتون سے شادی کی تھی اور جس کے بطن سے ایک لڑکا شاہزادہ آب حیات خان اور ایک لڑکی تولد ہوئی تھی۔ اعلیحضرت ان کو بھی چترال بلا کر اپنے زیر سایہ پرورش کرنے لگے۔

مرزا شیر احمد خان کابلی انقلاب افغانستان کے بعد مرزا شیر احمد خان کابل سے ہجرت کر کے چترال آئے اور کئی سال تک عزت و احترام سے بادشاہ کے دربار میں رہے موصوف کابل کے نامور شعرا میں سے تھے۔ اور یہاں تاریخ چترال فارسی کو نظم میں آراستہ کیا۔ اور بہت سے اشعار بادشاہ اور چترال کے اوصاف میں قلمبند کئے۔ شہزادوں کو فارسی ادب میں بھی تعلیم دیتے رہے آخر کار وطن مالوف کو مراجعت کی۔ اعلیحضرت نے کشادہ دلی سے ان کو رخصت کیا۔

سانحہ وفات اعلیحضرت سر شجاع الملک ۱۹۳۶ء اعلیحضرت اوائل ماہ اکتوبر میں حمام گرم چشمہ کیلئے تشریف لے گئے۔ مگر وہاں سے بہت جلد ۱۰ اکتوبر کو چترال واپس آئے ۱۳ اکتوبر کو یکا یک انکے سینہ میں شدید درد شروع ہوگیا۔ ظہر کے وقت بمشکل وضو کر کے نماز کے لئے کوشش کی۔ مگر درد شدت اختیار کر گیا تھا لہذا نماز سے قاصر رہا اور حالت دگرگوں ہوگئی۔ اللہ اللہ کہتے ہوئے اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ط

سارا ملک ان کی اس ناگہانی وفات کے غم و الم سے ماتم کدہ بن گیا۔ ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو مرحوم کا جنازہ کئی ہزار آدمیوں نے پڑھا اور جامع مسجد قلعہ کے شرقی کونے میں ان کے اپنے بنائے ہوئے مقام میں

سپرد خاک کر دیئے گئے۔

بادشاہ کی عمر وفات کے وقت چھپن سال تھی اور ان کی حکومت اکتالیس سال رہی۔ ان کی اولاد کی تعداد بقید حیات انیس تھی جن میں پندرہ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں۔ بادشاہ مرحوم کی اولاد حسب ذیل ہے۔

(۱) شاہزادہ محمد ناصر الملک (۲) شہزادہ محمد مظفر الملک (۳) شاہزادہ محمد حسام الملک (۴) شہزادہ محمد خدیو الملک۔ ان کی والدہ مہتر سیدان خوشوقتیہ کی صاحبزادی تھی۔ ان کی ایک بہن پیرزادہ سید جمال الدین نقیب زادہ بغداد شریف کے عقد میں دی گئی۔

(۵) شاہزادہ غازی الدین خان۔ ان کی والدہ باشگل حال نورستان کے نامور رئیس مرہ کی لڑکی ہیں۔

(۶) شہزادہ شہاب الدین خان۔ انکی والدہ محمود بیگ کی اولاد سے ہیں جو شاہ کٹور ثانی کے معززین سے تھے۔

(۷) شہزادہ امیر الدین خان (۸) شاہزادہ برہان الدین خان۔ ان دونوں کی والدہ منصور شاہ کی اولاد سے ہیں۔ جو دانشمنہ قوم کا سربرآوردہ تھا۔

(۹) شاہزادہ خوشوقت ملک۔ ان کی والدہ خان بہادر اتالیق کی صاحبزادی ہیں۔

(۱۰) شاہزادہ محمد مطاع الملک۔ انکی والدہ نواب محمد شریف خان مرحوم والئ دیر کی صاحبزادی ہیں۔

(۱۱) شاہزادہ خوش احمد ملک۔ شاہزادہ خوشوقت ملک کے بھائی۔

(۱۲) شاہزادہ خسرو الملک۔ شاہزادہ محمد مطاع الملک کے بھائی۔

(۱۳) شاہزادہ محی الدین خان۔ شاہزادہ خوشوقت ملک کے بھائی۔

(۱۴) شاہزادہ خلیل الملک (۱۵) شہزادہ مبارک الملک۔ یہ دونوں شاہزادہ مطاع الملک کے بھائی ہیں۔

اعلیحضرت مرحوم کے خصوصی اوصاف

شاہ شجاع الملک صاحبقران امیر تیمور گورگان کو یکتا یادگار تھے اور تیموریت کی ہر شان انہیں موجود تھی۔ نام بھی شجاع اور دل بھی شجاع رکھتا تھا۔ گورا رنگ، میانہ قد، گول چہرہ، سیاہ خوبصورت داڑھی۔ درخشاں اور بڑی جادو نظر شاہانہ رعب رکھنے والی آنکھیں۔ جو صورت دیکھتا تھا۔ فرشتہ اور ولی کہنے لگتا تھا۔ نماز روزہ اور سب احکام شریعت کے پکے پابند۔ خدا کے دربار میں بھی مقبول۔ حج کر چکے تھے۔ آپ چودہ سال کی عمر میں ۱۸۹۵ء میں تخت نشین ہوئے تھے۔ اس وقت ریاست گلگت سے اسمار تک علاقہ افغانستان اور مشرقی علاقہ کافرستان حال نورستان تک پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن انگریزوں نے اپنی خاص مصلحتوں کے مدنظر بعض علاقوں یعنی غذر، یاسین، اشقومن اور پھر اسمار دکافرستان وغیرہ کو علیحدہ کر کے ریاست کی حدود کو بہت مختصر کر دیا۔ اور مستوج کا علاقہ بھی اول علیحدہ کر کے گلگت کے ساتھ ملا دیا گیا تھا۔ مگر ہز ہائی نس کے متواتر مطالبہ کے نتیجہ میں انیس سال کے بعد

یہ علاقہ واپس کر دیا گیا۔

حکومت برطانیہ کے ساتھ باوجود اس امر کے کہ حکومت برطانیہ نے ان کے والد شاہ امان الملک کے ساتھ کئے ہوئے معاہدات کو بالائے طاق رکھ کر ریاست کے وسیع حصوں کو علیحدہ کر کے دوسروں کے حوالہ کیا۔ ہمیشہ وفاداری اور خلوص سے تعلقات قائم رکھے۔ سنہ ۱۸۹۷ء میں جبکہ تمام سرحدی قبائل گورنمنٹ کے خلاف شورش کر رہے تھے۔ تو چترال بالکل الگ رہنے کے سبب با امن رہا۔ چنانچہ سر ہیرالڈ ڈین برٹش ایجنٹ مالاکنڈ نے اپنے خط میں مہتر چترال کا شکریہ ادا کیا۔ کہ آپ اور آپ کی رعایا کی وفاداری میں اس بے چینی کے زمانہ میں کوئی فرق نہیں آیا۔

حکومت برطانیہ نے اس طویل تعلقات وفاداری کے سلسلہ میں انکو ہز ہائی نس کا موروثی خطاب اور گیارہ توپوں کی سلامی اور کے سی۔ آئی۔ ای کا خطاب دیا تھا۔ اور فوج میں اعزازی کرنیل کا رتبہ بھی تھا۔ ان کے ذاتی وقار و اقتدار کا یہ حال تھا کہ ریاست کے مختصر رقبہ اور معمولی مالی پوزیشن کے باوجود سب سے بڑا تھا اور ہندوستان کے بڑے بڑے والیان ریاست کے برابر ان کی عظمت و منزلت کی جاتی تھی۔

اعلیحضرت انکا قومی لقب تھا اور عوام کا مروجہ لقب مہتر۔ انہوں نے اپنے ملک و رعایا کی ترقی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔ چونکہ رقبہ کی کمی اور آبادی کی زیادتی کے سبب ملک کے ذرائع معاش کم تھے۔ لہذا انہوں نے ملک کے ذرائع قدرتی یعنی جنگلات و معدنیات سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور سنہ ۱۹۰۰ء میں اس غرض کے لئے ہندوستان بھی گئے۔ اور یہ سلسلہ جاری رکھا۔ اندرون ملک میں وہ تمام راستے جو دشوار گذار تھے شاہراہوں کی صورت میں آراستہ کئے۔ سڑکوں کے کنارے جابجا سرائے۔ مسافرخانے اور ڈاک بنگلے بنائے۔ ٹیلیفون۔ بجلی گھر۔ موٹروں کا رواج قائم کیا۔ علاقوں میں تعلیم گاہیں کھول دیں۔ ملک کے دفاع کے لئے ایک فوج باڈی گارڈ کے نام سے ترتیب دی۔ اور اندرونی انتظام کے لئے منظم پولیس فورس بھی قائم تاکہ ہر واقعہ و حالات سے حکومت کو خبردار کرے۔ اعلیحضرت مرحوم اپنے دور حکومت میں رعیت کے غریب و پسماندہ عوام کے حقوق کی حفاظت ان کی پرورش اور حوصلہ افزائی کا خاص خیال رکھتے تھے اور جہاں تک ریاست کے مروجہ دستور و قانون کے اندر اس سے ہوسکا اس نے بارسوخ طبقہ کے لوگوں کو غریب و ناتوان رعایا پر دست اندازی سے روکا۔ اس سلسلہ میں اگرچہ اسے تکالیف و اختلافات کا سامنا کرنا پڑا اور آخر کو ایک سازش کی بھی شکل اختیار کر لی۔ لیکن اس نے اپنے اس نیک ارادہ سے ٹلنا گوارا نہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے ایک یادداشت میں بعنوان چترال چہار بدکردہ میں اپنی ضمیر کی آواز ظاہر فرمائی ہے۔ اور اس مسئلہ پر دلچسپ پیرایہ میں روشنی ڈالی ہے۔ آپ ہر دلعزیز حکمران تھے۔ قوم نے اسی لئے ان کو اعلیحضرت کا خطاب دیا۔ اور اس نام سے وہ ہر گھر میں محبت و احترام سے یاد کئے جاتے

ہیں۔ آپ اپنے خاندان کے سب بادشاہوں میں جود وسخا میں سبقت لے گئے تھے۔ فیاض اور دریا دل تھے۔ ان کے زمانے میں ریاست کی آمدنی ایک لاکھ کے قریب تھی۔ مگر ان کا خرچ بڑے بڑے بادشاہوں سے کم نہ تھا۔ ان کی فیاضی سے بڑے بڑے علما و مشائخ ہندوستان و صوبہ سرحد میں بہرہ مند تھے۔ عرب کے شرفا یہاں آتے تھے۔ اور ان کے جود وسخا سے مالا مال ہو کر واپس لوٹتے تھے۔ جب آپ حج سے مشرف ہوئے تو تمام مقامات مقدس کربلائے معلّٰے، نجف اشرف، دمشق، شام وغیرہ کی سیر و سیاحت سے بھی مستفیض ہوئے اماکن و مقامات و مزارات انبیاء و اولیاء سے سعادت اندوز ہوئے۔ قریباً ایک ماہ مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس کی خدمت کی۔ عاشق رسول بھی تھے۔

آپ علم دوست تعلیم جدید و قدیم و تواریخ سے باخبر تھے۔ ان کے دربار میں علمی مسائل پر ہمیشہ بحث کا سلسلہ جاری رہتا۔ اور علمائے کرام کا اجتماع رہتا تھا۔ رمضان شریف میں تمام مساجد میں ختم قرآن مجید کرایا جاتا تھا اور ان کا خرچ جیب خاص سے ادا کرتے تھے۔ افطاری اور سحری کا خاص اہتمام ہوتا تھا۔ معراج النبی اور شب معراج کی راتوں میں علما بڑی بڑی دور سے اجتماع کرتے اور بادشاہ انہیں موجود رہتے تھے۔

اعلیٰحضرت مرحوم مہاجر و مسافروں کی جو طلبا وغیرہ سے اس ملک میں وارد ہوتے تھے نہایت قدردانی فرماتے تھے۔ اس لئے ان کے دورِ حکومت میں بہت سے افغان، تاجک، ترک و عرب اس ملک میں آ کر بس گئے۔ ان کو زمینیں ملی تھیں اور پرورش ہوئی۔

اعلیٰحضرت مرحوم جب تخت نشین ہوئے اپنی غریب رعایا کے لئے تخفیف اور معافیاں دینے کا عزم کیا۔ اور وہ یہ تھا۔ کہ عہد قدیم سے مختلف ناموں سے تحت گر طبقہ پر جو تلنگ اہلکاروں کو دیا جاتا تھا وہ معاف فرمایا۔ اور یہ قاعدہ جاری کیا گیا کہ آئندہ اہلکاروں کا وہ حصہ حکومتی مالیہ سے دے دیا جائے۔ رعایا اس سے سبکدوش ہو۔ پھر بعض رعایا سے جو تلنگ از قسم قالین۔ کمبل۔ لوہا، اون، بال حکومت کو ادا ہوتے تھے۔ وہ بھی معاف فرمایا۔ پھر شوقہ اور ترگا ڈسکہ مالیہ معاف فرمائے جس سے حکومت کے لئے کافی آمدنی کا ذریعہ تھا۔ اسی طرح بعض دیہات میں عشر لینے کا رواج قدیم سے رائج تھا مگر اس سے علاوہ مالیہ بصورت غلہ بھی وہ ادا کرتے تھے۔ جسے تھنگی کہا جاتا تھا۔ یہ بھی معاف فرمایا۔ عشر ان کے ذمہ باقی رہا۔ جو شرعی مالیہ تھا اس سے انکو بہت سہولت ہوئی اور اس طبقہ کے لوگوں میں بادشاہ کی غریب پروری سے بہت خوشیاں ہوئیں۔

اصلاحات جدیدہ اعلیٰحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے اکتالیس سالہ دورِ حکومت میں ریاست چترال ایک گمنام سرحدی علاقہ سے ترقی کر کے جدید طرز کی ترقی یافتہ حکومت میں تبدیل ہو گئی۔ ملک کی اقتصادی اور مالی پسماندگی۔ رسل و رسائل کی مشکلات اور دوسرے ترقی یافتہ علاقوں

سے دوستی کے باوجود چترال ریاست میں اعلیحضرت مرحوم نے اپنی محدود ذرائع سے جو کچھ کر دکھایا۔ انکے دورِ حکومت کی اصلاحات درج ہیں۔ جو انہوں نے اس ملک کے نظام حکومت و دیگر امور میں نافذ فرمائیں۔

(۱) دفتر عدالت
عہد سابق میں عدالت کا کوئی محکمہ موجود نہیں تھا۔ اور حکمران وقت دربار عام یا نذرہ ڈشکار میں جہاں کہیں بھی زبانی عرضیاں سنکر بغیر تحقیقات کے فیصلہ صادر کرتے تھے۔ اور ان کی کوئی تحریری مسل نہیں رکھی جاتی تھی۔ یہی حال دوسرے ہمسایہ ممالک مثلاً بدخشاں، دیر، بجاوڑ وغیرہ کا تھا۔ اعلیٰ حضرت مرحوم نے تخت نشینی کے بعد یہ طریقہ ختم کرکے تحریری عرضیاں پیش کرنے کا حکم دیا جو مخصوص اوقات میں پیش ہونے لگیں۔ اور تحقیقات کے بعد فیصلوں کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جانے لگا۔

چنانچہ ۱۹۰۹ء میں ایک عدلیہ کونسل قائم کی جسمیں ملک کے چیدہ چیدہ تجربہ کار ارکان کو مقرر کیا گیا تاکہ لوگوں کی زمینوں اور دیگر فوجداری مقدمات اس عدالت میں پیش ہوکر فریقین کی غیر جانبدارانہ تحقیقات مکمل کرکے بادشاہ کے حضور میں پیش کی جائیں جو فیصلہ صادر ہو تعمیل کے بعد انکی تحریری مسل قائم رہے۔ اس کونسل میں ہر علاقے سے چیدہ چیدہ اشخاص کو مقررہ میعاد تک رکھا جاتا تھا۔ کونسل کے ماتحت ہر علاقہ میں مقامی معتبر اشخاص پر مشتمل کمیٹیاں بنائی گئیں۔ جو مقامی چھوٹے چھوٹے مقدمات میں تحقیقات کرکے کاغذات کو کونسل میں بھیجتی تھیں۔

۲۔ میزان شریعت
قدیم سے یہاں زمینوں وغیرہ کے مخصوص مقدمات شریعت کے مطابق فیصلہ ہوتے تھے۔ اور قاضیات شرعیہ مامور تھے۔ مگر بڑے بڑے مقدمات ترمیم جو مقامی قاضیوں کے فیصلوں سے باہر ہوتے تھے یہاں فیصلہ کرنے کیلئے یہ محکمہ قائم ہوا۔ جسمیں علماء معتبر مامور تھے۔ جو فیصلہ شرعی صادر کرتے تھے۔

۳۔ محکمہ پولیس
اعلیحضرت مرحوم نے پہلی بار ریاست میں پولیس کا محکمہ قائم کیا۔ اور ہر بڑے علاقہ میں محرروں کا تقرر کیا۔ جن کا کام دیہات میں امن وامان قائم رکھنا اور ہر واقعہ اور حالات سے حکومت کو خبردار رکھنا تھا۔ اور حکومت کے احکام کو ملک میں نافذ کرنا تھا۔ اس محکمہ کے اجراء سے چوری، ڈکیتی اور دیگر جرائم میں کمی ہوگئی۔ اور ملزموں کو سزایاب کرنے میں سہولت ہوگئی۔ اور عوام میں اعتماد کا احساس پیدا ہوگیا۔

(۴) محکمہ مال
آپ نے ملک کے غلے اور نقد آمدنی کے حساب کتاب اور انتظام کیلئے ایک محکمہ مال قائم کیا جو رعایا سے وصول شدہ ٹیکس وغیرہ کی پڑتال کرتا۔ اور مالیہ ایک معین مقدار اور طریقے سے وصول کرتا تھا۔ اس سے پیشتر مقامی حکام اپنی مرضی سے ٹیکس مالیہ وصول کرکے بڑا حصہ خود ہضم کرتے تھے۔ جس سے ایک طرف رعایا کو تکلیف ہوتی تھی اور دوسری طرف حکومت کو بھی خسارہ رہتا تھا۔ اس محکمہ کے قیام سے عوام کو بہت سہولت ہوئی۔ اور حکومت کی آمدنی میں بھی اضافہ ہوگیا۔ یہ محکمہ سب سے اول ۱۸۹۶ء میں قائم ہوا۔ اور ایک بڑے رجسٹر میں زمینداروں کے نام اور ہر ایک کا مقررہ مالیہ درج ہوکر اس کے مطابق مالیہ وصول ہونے لگا۔

۵۔ محکمہ تجارت پہلے محصول تجارت کی وصولی میں بےقاعدگی تھی۔ اور دروش، بروز، چترال، شغور اور دروشپ میں ہر جگہ سوداگروں سے بار بار محصول لیا جاتا تھا۔ جوان کے لئے باعث تکلیف ہوتا تھا۔ لیکن باوجود اسکے ریاست کی آمدنی بھی کم تھی۔ بادشاہ مرحوم نے اس رسم کو بھی ختم کر کے صرف دروش اور چترال میں چونگی خانے بنوائے اور چھاپ شدہ فارموں پر چونگی کی رسیدات کا اجرا کیا۔ اسطرح ۱۹۰۳ء میں تجارت کا نیا محکمہ بنا کر یہ انتظام اسکے سپرد کر دیا۔ اس انتظام سے سوداگروں پر بوجھ کم ہو گیا اور پورا محصول باقاعدہ ریاست کو ملنے لگا۔ اور جلد ہی ریاست کی آمدنی میں اضافہ ہو کر اس مد میں بجائے چھ ہزار کے چالیس ہزار روپے کی آمدنی ہونے لگی۔

۶۔ عشر و سواں حصہ پیداوار کا عہد قدیم میں اس ملک کے حکمرانوں نے غلہ پر عشر یعنی دسویں حصہ پیداوار کا رعایا سے وصول کرنے کا اگرچہ خیال رکھتے تھے مگر رعایا کی عامہ کی کمزوری سے یہ رواج نہیں تھا۔ بلکہ رعایا سے قفنگی، قلنگ وغیرہ ٹیکس لئے جاتے تھے۔ شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں صرف چند دیہات مثلاً نشکو، مدک، توتھکیر، ایون، بروز، ارغوچ، چمرکھون۔ چترال میں غلہ پر عشر وصول ہوتا تھا اور وہ بھی غریب اور عاجز طبقہ پر صرف اور ظالمانہ طور اقوام، نوکر پیشہ، علما اور سادات اس سے مستثنیٰ تھے۔ ۱۹۱۰ء میں اعلیحضرت شاہ شجاع الملک مرحوم نے علما و اکابر قوم کو بلا کر ان سے عشر کے بارے میں مشورہ لیا۔ اور ان کی متفقہ رائے سے تمام ملک پر عشر لینا مقرر کیا۔ غلہ عشر کی فراہمی کے لئے انتظام کیا۔ اور بڑے بڑے دیہات اور قصبوں میں گودام خانے بنوائے گئے۔ اسطرح ملک کی ایک مستقل اور بڑی آمدنی کا ذریعہ پیدا ہو گیا۔ اور اسی کے ذریعہ ملک کی آئندہ خوشحالی و ترقی کے کام سرانجام ہونے لگے۔

۷۔ جرائم عہد سابق میں جرمانوں کا رواج نہیں تھا اور دو شخصوں کے جھگڑے کی صورت میں ایک فریق سے کچھ لے کر دوسرے فریق کو دیا جاتا تھا۔ بعض دفعہ ایک فریق کی جائیداد حکومت ضبط کرتی تھی۔ چوری اثبات ہونے پر دو چند قیمت مال مسروقہ کی یکبارگی مال کو دیکھاتی تھی اور جرمانہ کچھ بھی نہیں تھا۔ بادشاہ مرحوم نے جرم کے لئے علیحدہ مقدار میں جرمانے تعین کئے۔ جس کا کچھ حصہ فریق مظلوم کو دیا جاتا تھا اور باقی حصہ حکومتی خزانہ میں جمع ہوتا تھا۔ اس سے نہ صرف جرائم میں کمی ہونے لگی بلکہ ریاست کی آمدنی میں بھی اضافہ ہو گیا۔

۸۔ جنگلات اعلیحضرت مرحوم نے پہلی بار ریاست کے جنگلات کی طرف توجہ دی ۱۹۰۸ء میں ایک محکمہ جنگلات کی حفاظت اور انتظام کے لئے مقرر کیا اور دروش و چترال کے علاقوں کے لئے علیحدہ علیحدہ جنگل آفیسر مقرر کئے۔ جن کا کام لوگوں کو جنگل کو بے احتیاطی و اسراف سے کاٹنے سے منع کرنا۔ اور عوام کو سوکھے ہوئے درخت علیحدہ کر کے عمارتیں بنانے کے لئے مہیا کرنا تھا جنگلوں میں آگ لگنے کی صورت میں جگہ جگہ چوکیدار مقرر کئے گئے۔ درختوں کی کٹائی پر ایک معمولی ٹیکس بھی لگا دیا گیا جو عوام کے لئے

بہت معمولی اور قابلِ برداشت تھا۔ مگر ریاست کے لئے خاص آمدنی کا ذریعہ بن گیا۔

۹۔ محکمۂ دفاع زمانۂ قدیم میں اس ملک میں فوج کا کوئی باقاعدہ انتظام نہیں تھا۔ جسطرح بدخشان و دیر، سوات وغیرہ میں دستور تھا یہاں بھی لڑائی کے وقت ہر سلاقہ کے لوگ اپنے ذاتی ہتھیار لیکر حاضر ہو جاتے اور جنگ کے اختتام پر اپنے گھروں کو لوٹ جاتے تھے اعلیحضرت شاہ شجاع الملک نے سنہ ۱۹۱۹ء میں ریاست کے لئے ایک منظم اور باقاعدہ فوج ترتیب دی جسکا نام باڈی گارڈ رکھا گیا۔ اس کی چالیس کمپنیاں ایک ایک صوبیدار کے ماتحت بنائی گئیں اور دو کمانڈر یعنی فسٹ کمانڈر مہتر جو اسفندیار خان اور سیکنڈ کمانڈر مہتر جو شیر صفدر علی خان مقرر ہوئے۔ ابتدا میں چھ کمپنیاں تھیں۔ رفتہ رفتہ اس کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی۔ اور حکومت برطانیہ نے نیا اسلحہ "مشین گنز" اور توپ و امیونیشن وغیرہ سامان مہیا کئے۔ اس فوج کی دو کمپنیاں یعنی دو سو آدمی ہر ماہ ڈیوٹی پر تبدیل ہو کر آتے اور فوجی تربیت حاصل کرکے واپس چلے جاتے تھے اس مختصر عرصہ میں ساری فوج نے مکمل تربیت حاصل کر لی۔ اور ایک منظم فوج کی شکل اختیار کی۔ یہی سورما تھے جنہوں نے سنہ ۱۹۱۹ء میں افغانستان کے عسکری اور قبائلی لشکر کو سخت شکست دے کر سرحدِ چترال سے پسپا کر دیا۔

۲۔ سپیپرز اینڈ مائنرز :- اس کے علاوہ دو ہزار آدمیوں کی ایک سفر مینا قائم کی۔ جو فوجی اہمیت کی سڑکیں بنانے، پل تعمیر کرنے اور ضرورت کے وقت فوج کے لئے رسد و خوراک ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کا کام کرتی تھیں۔

۳۔ سٹیٹ سکاؤٹس چترال :- باڈی گارڈ کے علاوہ برطانوی افسروں کے ماتحت چترال سٹیٹ سکاؤٹس بنائی گئی جو جدید اسلحہ سے باقاعدہ مسلح اور اعلیٰ تربیت یافتہ کارآمد فوج ثابت ہوئی۔

تعمیری کارنامے اس بادشاہ نے نہ صرف ریاستی نظام کے ڈھانچے کو از سرِ نو منظم کرکے جدید بنیادوں پر اعلیٰ انتظامات کئے بلکہ انہوں نے ملک کے اندر رفاہِ عام کے کاموں پر نہایت دلچسپی سے توجہ دی سڑکیں اور عمارات بنوانا انکا خاص مشغلہ تھا جن کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ بلچ :- قلعہ چترال سے دو میل شمال کی طرف بلچ کا وسیع میدان پانی نہ ہونے کی وجہ سے غیر آباد پڑا تھا۔ اس کو آباد کرنے کیلئے سنہ ۱۸۹۹ء میں نالہ سین سے ایک نہر نکال کر دو سال میں مکمل کر لی گئی تھی جس سے سنگور اور بلچ کے بہت سے حصے سبزہ زار بن گئے چند سال بعد نالہ چترال سے ایک اور نہر جو شاہ کٹور ثانی کے عہد میں شروع ہو کر نامکمل چھوڑ دی گئی تھی۔ بنا دی گئی اور بلچ کا باقیماندہ حصہ بھی آباد ہو گیا اور وسیع زمینیں اس پانی سے سیراب ہونے لگیں۔ اور یہاں اعلیٰ حضرت مرحوم نے بنگلہ بھی تعمیر کرایا تھا اور پولو گراؤنڈ اور گھوڑ دوڑ کے میدان بھی بنائے تھے اور ایک بڑا باغ بھی لگوایا تھا۔

۲۔ میرین :- یہ مقام چترال گول کے اندر چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے بادشاہ نے اسے آباد کرکے یہاں

بنگلہ تعمیر کیا جو ایک مشہور شکارگاہ ہے یہاں باغات بھی لگائے جہاں ہر قسم کے میوے اور سبزیاں پیدا ہوتی ہیں

۳ - برون شال :- چترال سے مغرب کی طرف پہاڑی کی چوٹی پر برون شال کو چشموں کے پانی سے آباد کرکے یہاں بنگلہ تعمیر کیا - اور زمین آباد ہوئی - گرمیوں کے ایام اکثر یہاں گذارتے تھے خوشگوار مقام ہے

۴ - بروموغ لشٹ :- یہ مقام چترال سے نو میل دور ایک پہاڑی پر واقع ہے کافی میدانی و ہموار جگہ ہے لیکن پانی نہ ہونے کی وجہ سے غیر آباد اور سبزہ سے بے بہرہ تھا - بادشاہ نے یہ مقام پسند کرکے سنگور نالہ سے ۱۹۰۳ء میں نہر نکال کر اسے آباد کیا اور باغات لگوائے بعد میں یہاں عظیم الشان بنگلے اور مہمان خانے اور مساجد تعمیر کیں - ٹینس کورٹ ، فٹ بال ، اور پولو گراونڈ بھی بنوائے - گرمیوں میں برون شال کے بعد کئی مہینے یہاں گذارتے رہتے تھے اور ریاست کا گرمائی پایہ تخت قرار پایا تھا یہ مقام چترال سے آٹھ ہزار فٹ بلندی پر واقع ہے -

۵ - کساویہ اور گوخشال :- یہ مقامات بھی نالہ چترال کے اندر واقع ہیں اور ایام سرما کی شکارگاہ ہیں - یہاں بھی نہریں نکال کر ۱۹۱۲ء میں زمینیں آباد ہوئیں - باغات لگوائے اور مکانات تعمیر کرائے -

۶ - بکر آباد :- یہ جغور اور چمرکون کے مابین ایک وسیع اور ہموار جگہ ہے - بادشاہ نے جغور نالہ سے نہر نکال کر اسے آباد کرا دیا اور رعایا کے بے زمین خاندانوں کو یہاں مفت زمینیں دیکر اور تقسیم کرکے ان کو آباد کرایا اور اس نہر سے موضع چمرکون بھی جو بے آبی سے دوچار تھا خوب سرسبز و شاداب ہوا -

۷ - گومبش :- یہ بروز مقام کے جنوبی بالائی حصہ میں ایک وسیع ہموار میدان ہے مہتر شاہ کٹور اول نے سب سے پہلے ایک نہر بروز نالہ سے نکال کر اسکے کچھ حصہ کو آباد کر دیا تھا - مگر کافی نہ تھا - اعلیحضرت مرحوم نے نالہ بروز سے وسیع نہر پہاڑوں کو کاٹ کر تعمیر کرائی جس سے گومبش کی ساری زمین سیراب اور شاداب ہوگئی - اور یہاں بادشاہ کے حکم سے چیرو طلو شیرک خان آدیر ایک دل کشا بنگلہ اور دیگر عمارات بھی تعمیر کیں اور یہ بھی اسکی کوشش سے تیار ہوئی جہاں شہزادہ شہاب الدین خان کا گھر آباد ہے -

۸ - برادشٹی :- ایون میں درخانزہ گاؤں کے اوپر نالہ ایون کے بائیں دامن پر ایک صحرا تھا - جو پانی نہ ہونے سے غیر آباد پڑا تھا بادشاہ نے ایون کے نالہ سے میجر شاہ میر خان حاکم آدیر کے اہتمام سے پہاڑوں کو بہت محنت سے کٹوا کر ایک وسیع نہر تیار کرائی جس سے برادشٹی کی زمینیں آباد ہوگئیں خوشنما باغات یہاں شاداب ہوئے بنگلے اور محل تعمیر کئے گئے یہاں شہزادہ خوش احمد ملک کا گھر آباد ہے

۹ - مستکور :- یہ مقام ایون کی جنوب میں بریر فسار کے نزدیک ایک غیر آباد وسیع زمین پڑی تھی - سابق حکمرانوں نے بھی اس کے آباد کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا مگر ابھی تک کسی نے ہمت نہ کی تھی سنہ ۱۸۹۵ء میں شاہ شجاع الملک مرحوم نے اس کے لئے نہر نکالنے کا کام شروع کیا اور بڑی محنت اور کثیر اخراجات سے گیارہ سال کے عرصہ میں سنہ ۱۹۰۶ء کو یہ نہر پایۂ تکمیل تک پہنچ گئی اور ساری غیر آباد زمینیں ایون سے مستکور تک

سیراب و آباد ہو گئیں۔ یہ زمین جو شاہی قبضہ میں تھی اسکو بادشاہ نے اپنے دودھ بھائی خانصاحب نورمحمد خان کو بخشدیا جہاں اس کا گھر آباد ہے۔

۱۰۔ کالکٹک: بردروش سے پانچ میل جنوب میں نالۂ بٹوری سے ایک نہر نکال کالکٹک کے گاؤں کے بالائی حصوں میں ایک وسیع زمین آباد کرلی گئی۔ جو غیر آباد پڑی تھی۔ یہاں شہزادہ میرالمین خان کا گھر ہے۔

۱۱۔ سویرلشٹ: سویر گاؤں کے جنوب میں ایک بڑا میدان غیر آباد پڑا ہوا تھا۔ نالہ سویر سے نہر نکال کر اس زمین کو بادشاہ کے حکم سے سیراب کیا گیا۔ اور کثیر زمین مزروعہ بن گئی۔ یہاں سید عبدالرزاق پاشا کا گھر ہے۔

۱۲۔ میرکھنی: یہاں کا ایک وسیع خطۂ زمین تشنۂ آب و گیاہ تھا۔ بادشاہ مرحوم کے حکم سے اشریت نالہ سے نہر نکال کر اسکو پانی پہنچایا گیا اور شاداب کر دیا۔

۱۳۔ شیشئ بیاڑی: نالۂ اشریت میں کوہ لاوری کے دامن میں ایک ہموار مقام غیر آباد تھا اس کیلئے نہر نکال کر اس کو آباد کیا گیا۔ اور بہت سے بے خانماں افغانوں کو یہاں بسایا گیا تھا جب وہ واپس وطن چلے گئے ہیں اشریت کے لوگ یہاں آباد ہیں اور متمتع ہوتے ہیں۔

۱۴۔ ارندولشٹ: ارندو گاؤں کے سامنے ایک وسیع زمین پانی سے محروم اور بنجر پڑی تھی بادشاہ مرحوم کے حکم سے سفر میا نے ارندو نالہ سے ایک وسیع نہر دو تین سال کی محنت سے نکالی۔ اور سارے ارندولشٹ کو آباد و شاداب بنایا۔ اور یہ زمین موسلیکھو کے لوگوں کو جو بے زمین تھے ان کو اور باقی زمین ارندو کے مستحقین میں تقسیم کی گئی اور کچھ حصہ میں باغ لگا کر نارنج ترنج کے پودے لگائے جہاں سے خاصے میوے حاصل ہوتے ہیں اور عمدہ نارنج کا باغ آباد ہوا ہے۔

۱۵۔ بیرقول: دریائے خندرہ کے بائیں کنارے چترال سے آٹھ میل شمال کی جانب یہ جگہ واقع ہے۔ بیرقول گول سے نہر نکال کر اسے آباد کیا باغ لگایا اور بنگلہ تعمیر کیا۔

۱۶۔ شغور: یہاں کا قدیم اور تاریخی قلعہ سیلاب کیوجہ سے برباد ہو گیا تھا اور قلعہ کی زمینیں بھی غیر آباد ہو گئی تھیں۔ بادشاہ مرحوم نے یہ ساری زمینیں آباد کرائیں اور قلعہ کو پرانی جگہ سے ہٹا کر دریا کے دائیں کنارے پہاڑی کے مقام پر از سرِنو تعمیر اور عالی شان بنگلے اور باغات بنائے یہاں شہزادہ محمد صلاح الملک کا خاندان آباد ہے۔

۱۷۔ بستسوم: علاقہ اودیر میں ترچ میر پہاڑ کے دامن میں ایک وسیع جنگل میں نہر نکال کر یہاں بنگلہ تعمیر کیا۔ پولو گراؤنڈ اور ٹینس کورٹ یہاں بنوائے اور گرمیوں میں چند سال یہاں مقیم رہے خودرو پھولوں اور گنجان درختوں اور کثیر آبشاروں کے سبب سے یہ مشہور صحت افزا مقام تھا۔

۱۸۔ گرم چشمہ: یہ لٹکوہ میں ایک دلکشا اور صحت افزا مقام ہے جہاں ہزاروں لوگ گرم چشمہ میں غسل صحت کے لئے سالانہ آیا کرتے تھے۔ یہاں بادشاہ مرحوم نے وسیع زمینیں آباد کیں اور ایک

اعلیٰ بنگلہ تعمیر کرایا، اسکے ساتھ باغ لگوائے۔

۱۹۔ آخونی لشٹ :۔ علاقہ لٹکوہ میں وادی پارہ بیگ کے اندر واقع ہے بادشاہ کے حکم سے یہ جگہ پانی سے سیراب کی گئی ہے جہاں دو ہزار من سے زیادہ رشقہ چارہ حاصل ہوتا ہے۔ اور مال مویشی پالنے کے لئے عمدہ ترین جگہ ہے۔

۲۰۔ لمباغ :۔ کوغشٹ اور چرون کے درمیان ایک وسیع صحرا خشک اور بنجر پڑا تھا۔ بادشاہ کے حکم سے نہر نکال کر اس کو آباد کیا گیا۔ یہاں زمینیں اور باغات آباد ہوئے۔

۲۱۔ شارع عام :۔ اعلیٰحضرت مرحوم نے اندرونی علاقوں کے راستوں کو وسیع بنوایا اور کئی جگہ نئی سڑکیں تعمیر کروائیں چترال سے دروش و میر کھنی تک موٹر چلنے کے قابل وسیع سڑک بنوائی چترال سے کڑیچ اور چترال سے برموغ لشٹ اور چترال سے ایون تک بھی موٹر کے لئے سڑک بنوائی چترال گول کے اندر کسادیہ، برون شال اور گوخشال تک دشوار گذار راہوں کو وسعت دیکر قابل آمد و رفت بنا دیا۔

۲۲۔ تعمیرات بنگلے :۔ ریاست چترال کے طول و عرض میں جس قدر بنگلے اور دیگر اہم عمارات ہیں وہ سب اعلیٰحضرت مرحوم کی یادگار ہیں اور انہوں نے ان امور پر خاص توجہ دی۔ چنانچہ ذیل مقامات پر انہوں نے بنگلے تعمیر کئے۔ زیارت، دروش، ایون، برموغلشٹ۔ میرین، کسادیہ، برونشال۔ بہرتول، گرم چشمہ۔ سوسوم۔ پیچ۔ کوغزی۔ مروئی، برنس۔ ریشن۔ بونی۔ ستوغز۔ لاسپور وغیرہ میں بنگلے تعمیر کئے جہاں ہر قسم کا فرش اور دیگر ضروریات زندگی موجود رکھے تاکہ آیام دورہ میں شہزادوں اور دیگر معزز مہمانوں کے قیام کے لئے آراستہ رہیں۔

۲۳۔ قلعے :۔ اعلیٰحضرت مرحوم نے مختلف مقامات پر پرانے قلعے مسمار کر کے نئے قلعے تعمیر کرائے۔ چنانچہ قلعہ چترال، قلعہ شغور، قلعہ دروشپ، قلعہ مستوج، قلعہ دراسن وغیرہ ہیں جو اعلیٰ پیمانے پر از سر نو تعمیر کرائے گئے ہیں۔

۲۴۔ جامع مسجد قلعہ :۔ اسکی تعمیر ۱۹۱۹ء میں ہندوستانی تجربہ کار معماروں سے شروع کرائی اور چھ سال میں چار لاکھ روپے کی لاگت سے اسکی تکمیل ہو گئی۔ یہ مسجد تاشقند سے پشاور تک کے علاقہ میں اپنی نوعیت کی سب سے بڑی اور شاندار مسجد ہے۔ اعلیٰحضرت نے اپنی زندگی میں ہی اس مسجد کے شرقی کونے میں اپنی قبر کی جگہ ایک شاندار گنبد کے نیچے تیار کرائی تھی۔ جہاں وفات کے بعد انکا مزار واقع ہے اور انکی والدہ ماجدہ و دیگر ازواج خاندان کے مزارات بھی یہیں ہیں۔ اعلیٰحضرت مرحوم نے ژنگ بازار کی مسجد جامع کو بھی جدید طرز پر تعمیر کرایا۔ اور اس کے جنوب میں مشہور بزرگ شاہ بوریا ولی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر ایک شاندار گنبد بھی تعمیر کرایا۔

۲۵ - **بازار چترال** ۔ پہلے موجودہ بازار کی جگہ صرف چند بے رونق دوکانیں موجود تھیں۔ روڈ
کے مغربی حصہ میں چند لوگوں کے مکانات بھی موجود تھے۔ اس لئے یہ تنگ تھا۔ اعلیحضرت نے ان لوگوں
کو وہاں سے ہٹا کر ریحان کوٹ میں بسایا اور بازار نیچے ایک وسیع سڑک بنوا کر اس کے دونوں کناروں پر دوکانیں
تعمیر کرائیں تاکہ تجار لوگ انہیں سامان تجارت سجائیں۔ بازار کی حفاظت کے لئے چوکیدار مقرر کئے اور
انتظام کے لئے ایک مخصوص اہلکار مقرر فرمایا۔ بازار کے سرے پر چترال ندی کے جنوبی کنارے وسیع مہمان خانہ
اور سرائے تعمیر کرایا۔ بازار کے پیچھے مغربی وسیع ٹیلہ پر جو گنبد رغیباں واقع تھا۔ افغانوں کو رہائش کے
لئے زمین مرحمت کی۔ افغانوں نے جو تجارت کی غرض سے چترال میں مستقل رہتے تھے یہاں اپنی رہائش
کے لئے مکانات بنائے۔ یہ جگہ آباد ہو کر گاؤں بن گیا۔ جو ریحان کوٹ کے نام سے مشہور ہے۔

اسی طرح دروش۔ اشریت۔ زیارت۔ شغور اور گرم چشمہ میں سوداگروں کیلئے سرائیں بنوائیں جہاں
وہ اپنا مال و اسباب حفاظت و آسانی سے رکھ سکتے تھے۔

چودھواں باب

ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک کے۔ سی۔ آئی۔ ای

۱۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء تا ۲۹ جولائی ۱۹۴۳ء

تخت نشینی اعلیحضرت سر شجاع الملک صاحب کی وفات کے بعد ان کے بڑے لڑکے اور ولیعہد شہزادہ محمد ناصر الملک اپنے سب بھائیوں اور اعیان خاندان و اراکین ملک کی اتفاق آراء سے بتاریخ ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوئے چند روز بعد پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ میجر جانسن نے چترال آکر بتاریخ ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۶ء ایک دربار عام میں ہز ہائی نس کی رسم تاجپوشی ادا کی اور ان کو چترال کا حکمران تسلیم کیا۔ دربار میں شہزادہ محمد مظفر الملک نے شاہی خاندان کی طرف سے اور دوسرے عمائدین نے اپنے علاقوں اور اقوام کی جانب سے وفاداری اور متابعت کا اعلان کیا۔ والد بزرگوار کے چہلم ختم ہونے کے بعد ہز ہائی نس سر ناصر الملک نے تمام ریاست کے معتبروں اور قوم کے سربرآوردوں اور بعد ازاں خاص و عام کو بلا کر ایک لاکھ روپے کی خلعت اور نقدی انعامات تقسیم کئے۔

انتظامی اصلاحات تخت حکومت پر جلوس فرما ہونے کے بعد انہوں نے ریاست کے نظم و نسق کی جدید طرز پر تنظیم شروع کی۔ اور ایک باقاعدہ وزارت بنائی۔ اپنے چچا خان بہادر میتر جو محمد دلآرام خان کو وزیر اعظم کے عہدہ پر فائز کیا۔ اور کپتان منصف خان کو وزیر مالیہ اور میر غیاث الدین کو وزیر تجارت۔ مشرف خان کو وزیر صنعت و حرفت لفٹنٹ غلام مرتضیٰ کو انچارج خزانہ۔ ناصر علی شاہ کو انتقال اراضی شاہی۔ اور حاجی قربان محمد کو حاکم چترال کے عہدوں پر مامور فرمایا۔ اور اپنے چھوٹے بھائی شہزادہ محمد مطاع الملک کو جو انڈین ملٹری اکیڈیمی ڈیرہ دون میں رہ کر تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ جب چترال آیا اپنے ساتھ شغور لیجا کر علاقہ غذرہ کا گورنر مقرر کیا اور وہاں جدید قلعہ آدی انکے سپرد کر دیا۔ جو اعلیحضرت مرحوم کی وصیت میں شغور کی جاگیر اور وہاں کی گورنری ان کے حق میں تحویل تھی۔

بعد ازاں ہز ہائی نس ریاست کے جنوبی حصوں کے دورہ پر روانہ ہوئے ان کے ہمراہ شرفائے ملک کے

ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک کے۔سی۔آئی۔ای والیٔ چترال

علاوہ راجہ محمد رحیم خان گورنر سابقہ تقدیر فرزند راجہ عبدالرحمٰن خان سابقہ گورنر دروشگوم، وزیر مہوشزہ، شہزادہ عبدالرحیم بیگ تو تقدیری حال لپشادر جو اعلیٰحضرت مرحوم کے عہدہ سیکرٹری پر چند سال رہ چکے تھے۔ اور آج کل چترال میں مہمان تھے موجود تھے چترال سے دروش تک کے دیہات کے شرفا اور عوام نے اپنے بادشاہ کا پرخلوص اور شاندار استقبال کیا۔ یکم جنوری ۱۹۳۷ء کو دروش میں برٹش افواج نے انکو ایک شاندار سلامی پیش کی۔ دروش سے نغر۔ سویر کا دورہ کرنے کے بعد ہز ہائی نس ایون پہنچے جہاں کے لوگوں نے اپنے محبوب حکمران کو شاندار طور پر خوش آمدید کہا اور سارا ایون دلہن کیطرح سجایا گیا دوسرے دن ہز ہائی نس بخیریت چترال واپس پہنچ گئے۔

ولادت فرزند

یکم اپریل ۱۹۳۷ء کو اس بادشاہ کا ایک فرزند بیٹا تولد ہوا چونکہ یہ پہلا شہزادہ تھا سارے ملک میں خوشحالی کی لہر دوڑ گئی اور جشن عظیم منایا گیا لیکن افسوس کہ یہ نونہال بارہ دن کے بعد فوت ہو گیا۔

افغانستان سے تجارتی مذاکرات

ریاست چترال اور افغانستان کے درمیان زمانہ قدیم سے تجارتی تعلقات جاری تھے۔ جس سے اس ملک کو کافی آمدنی ہوتی تھی بدخشاں سے گھوڑے۔ خشک میوے۔ پوست۔ افیون۔ نمدے۔ برنج وغیرہ کی درآمد سے چترال کی تجارت پر خوشگوار اثر پڑتا تھا۔ اسکے علاوہ چترال سے عمارتی لکڑیوں کی برآمد کا سستا اور آسان ذریعہ دریائے چترال میں بہانے جانا ہی تھا۔ جو آگے چل کر افغان علاقہ میں سے ہو کر گذرتا ہے لیکن جنگ ۱۹۱۹ء کے بعد ان تجارتی سہولیات پر دونوں جانب سے پابندی لگنے کی وجہ سے دونوں ملکوں کو اقتصادی نقصان پہنچ رہا تھا۔ چنانچہ اس تکلیف کو رفع کرنے کی خاطر سر ناصر الملک نے گورنمنٹ برطانیہ کی منظوری سے ایک وفد اپنے بھائی شہزادہ محمد حسام الملک گورنر دروش کی قیادت میں کابل روانہ کیا وفد میں ہز ہائی نس کے رضاعی بھائی لفٹننٹ عبدالرحمٰن اور ریاست کے وزیر تجارت میر غیاث الدین اور صوبیدار اقبال شاہ وغیرہ شامل تھے۔ یہ وفد ۱۹ اپریل ۱۹۳۷ء کو براستہ جمرود کابل روانہ ہوا کابل پہنچنے پر امیر صاحب افغانستان نے شہزادہ صاحب اور ان کے ہمراہیوں کا نہایت عزت و احترام سے استقبال کرایا۔ کرنیل عسکری اور وزیر تشریفات باجہ خانہ کے ساتھ استقبال کو آئے اور قصر دلکشا میں ان کو رہائش دے کر ہر قسم کی سہولتیں مہیا کیں۔ وفد مذکور دو مہینہ کابل میں قیام پذیر رہا اور اس عرصہ میں افغان وزیر تجارت وغیرہ سے متعلقہ امور پر مذاکرات کئے جس کے نتیجہ پر حکومت افغانستان نے چترال کیا تمام تجارتی پابندیاں اٹھالیں اور چترال سے عمارتی لکڑیوں کی دریائے کابل کے ذریعہ برآمد کو بھی آزاد کر دیا وفد مذکور اپنا مقصد کامیابی سے حاصل کرنے کے بعد ۲ اگست ۱۹۳۷ء کو واپس چترال پہنچا۔

تعلیمی ترقی

چترال خاص اور دوسرے بڑے بڑے دیہات میں اعلیٰحضرت مرحوم کے زمانہ سے مدارس کھل

دیئے گئے تھے جنمیں دنیوی اور دینوی تعلیم سے مالک کے بچوں کو آراستہ کیا جاتا تھا۔ ہز ہائی نس سر ناصر الملک نے جو خود ایک گریجویٹ تھے اور جدید تعلیم کے دلدادہ تھے چترال کے سکول کو مزید منظم کیا اور ترقی دے کر مڈل سکول کا درجہ دیا۔ اس کے لئے تربیت یافتہ معلمین ور سے طلب فرمایا۔ سکول کی جدید عمارت تعمیر کی۔ جس کی رسم افتتاح ۱۰ ستمبر ۱۹۴۰ء کو ڈائریکٹر تعلیمات صوبہ سرحد شاہ عالم خان کی موجودگی میں ادا ہوئی۔ اسکے علاوہ علاقائی سکولوں کو باقاعدہ بنا کر پرائمری کا درجہ دیا گیا۔ اور ہر جگہ تربیت یافتہ استادوں کا بھی انتظام کیا گیا۔

ہز ہائی نس کی بیماری

۱۳ جون ۱۹۳۶ء کو جبکہ ہز ہائی نس بروغلشٹ میں موسم گرما گزار رہے تھے۔ یکایک ان پر فالج کا حملہ ہوا۔ ان کو فوراً چترال پہنچایا گیا۔ جہاں سول سرجن اور دیگر اطباء نے انکا علاج شروع کیا۔ بادشاہ انگلستان بادشاہ افغانستان و والیان ریاست ہائے ہند نے اور دنیا کے تمام حصوں سے بادشاہ کے ساتھ ہمدردی اور مزاج پرسی کے پیغامات بھیجے اگست ۱۹۳۶ء تک ہز ہائی نس کی صحت کافی حد تک درست ہو گئی اور ریاستی امور سرانجام دینے لگے۔ ہز ہائی نس اس بیماری کی عین شدت تکلیف میں چونکہ وہ شاعر تھے ایک طویل مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات منظوم کیا تھا۔ انمیں چند سطور بطور یادگار یہاں درج کرتا ہوں۔ ناظرین بانکین قصیدہ گوئی کے معائب سے قطع نظر صرف ملاحظہ فرمائیں۔

خداوندا بذاتِ کبریایت
خداوند بحقِ مصطفائیت
بحقِ وحدتِ ذاتِ قدیمت
بحقِ ایں کلامِ پُر جلالت
بحقِ جملہ آیاتِ کلامت
بحقِ کعبہ بیت الحرامت
بحقِ صدقِ صدیقِ معتبر
بحقِ ناشرِ قرآن عثمان
بحقِ اہلِ بیتِ پاکِ اطہر
بحقِ جملہ خاصانِ یگانہ
بمن دہ صحتِ گم کردۂ من
خداوندا عطا کن تندرستی

خداوندا بحقِ انبیائیت
بحقِ آلِ رسولِ باصفائیت
بحقِ رتبتِ عرشِ عظیمت
بحقِ ایں کمالِ بے زوالت
بحقِ جملہ احکامِ عظامت
بحقِ رتبتِ ماہِ صیامت
بحقِ رتبتِ فاروقِ اکبر
بحقِ مرتضیٰ محبوبِ سبحان
بحقِ جملہ اصحابِ پیمبر
ز وقتِ مصطفیٰ تا ایں زمانہ
بدہ جانم بجسمِ مردۂ من
بجانم دہ ز رنج و ضعف سستی

مرا دہ باز آں تاب و توانم	میاور نقص در نطق و بیانم
خداوندا ز الطاف نہانی	مکن شل دست و پایم در جوانی
اگرچہ پرگناہ و روسیاہم	بدربارت خدایا داد خواہم
سزائے بغی و عصیانؑ چو دادی	بکن رحمے کہ تو ربّ العبادی

یہ وہ مناجات تھے جو ان کے دل سے اشک زبان و قلم سے ٹپک پڑے ہیں اور مقبول بارگاہ الٰہی ہوئے۔

انکشاف سازش ۳۰ اگست ۱۹۳۷ء کو قلعہ آدمی واقع شوغور میں چوری کی واردات ہوئی۔ اس ضمن میں جو تحقیقات کی گئی۔ اس میں یہ انکشاف ہوا کہ مہترکیون کے صوبیدار میجر یوسف خان بن وزیر عنایت خان بن وزیر عنایت خانؒ نے ہز ہائی نس کے جانی نقصان رسانی کی سازش کی تھی۔ چنانچہ ثبوت ہونے پر صوبیدار میجر یوسف خان کو گرفتار کر کے کچھ دن بعد راہ بدخشان کی طرف ملک بدر کر دیا۔ اور اس کی جائیداد ضبط کی گئی۔

ہولناک زلزلہ ۱۲ نومبر ۱۹۳۷ء کو عصر کے وقت چترال اور اس کے اطراف میں ایک ایسا شدید زلزلہ آیا جس کی مثال نہیں ملتی ہے۔ چترال اور دیہات میں سینکڑوں مکانات منہدم ہوئے۔ البتہ جانی نقصان معمولی ہوا۔ پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ حالات سے باخبر ہو کر فوراً چترال پہنچے۔

کالام باشقار کالام کوہستان جو باشقار کہلاتا ہے قدیم زمانہ سے شاہان چترال کے زیر اقتدار رہا ہے چند سال پیشتر اس علاقہ پر والئے سوات کی جانب سے جارحانہ اقدام پر اعلیٰحضرت شاہ شجاع الملکؒ نے فوجی اقدام کیا تھا۔ لیکن پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ نے بروقت مداخلت کر کے والئے سوات نے خفیہ طور پر اس علاقہ میں دوبارہ ریشہ دوانیاں شروع کیں۔ اس کے خلاف کالام کے لوگوں نے پُرزور مظاہرے کئے۔ اور اسی سلسلہ میں ایک سو آدمی لاسپور کے راہ سے چترال پہنچے اور اپنے پرانے و قدیمی آقا یعنی بادشاہ چترال کی خدمت میں والئے سوات کی ناجائز مداخلت اور مظالم کے خلاف استغاثہ دائر کیا۔ ہز ہائی نس نے ان لوگوں کے عرائض اور اپنے چترالی رعایا کے جذبات کے مدنظر حکومت ہند سے اس بارے میں پُرزور احتجاج کیا۔ کہ یا والئے سوات کو سختی سے اس جارحانہ اقدام اور معاہدہ آزادی کالام ۱۹۲۲ء کی خلاف ورزی سے منع کیا جائے۔ یا چترال کے لوگوں کو اجازت دیجائے۔ تاکہ وہ اپنے کالامی جانبوں کی آزادی و عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے خود براہ راست اقدام کریں۔ اہل کالام نے بھی واضح الفاظ میں حکومت ہند کی خدمتیں والئے سوات کے مظالم کے خلاف درخواست کی۔ اور اس امر کی خواہش کی کہ انہیں ان کے قدیمی حکمران شاہ چترال کے ماتحت آزاد رہنے دیا جائے۔

یہ لوگ تقریباً دو سال چترال میں مقیم رہے اور کچھ لوٹ گئے۔ جہاں برطانوی گورنمنٹ حکام بالا کو مظالم

مرا دہ بازہ آں تاب و توانم
خداوندا ز الطاف نہانی
اگرچہ پُر گناہ و روسیاہم
سزائے بغی و عصیانش چہ دادی

میاور نقص در نطق و بیانم
مکن شل دست و پایم در جوانی
بدر بارت خدایا داد خواہم
بکن رحمے کہ تو رب العبادی

یہ وہ مناجات تھے جو ان کے دل سے نکل کر زبان و قلم سے ٹپک پڑے ہیں اور مقبول بارگاہ الٰہی ہوئے۔

انکشاف سازش

۳۰ اگست ١٩٣٦ء کو قلعہ آدمی واقع شوغور میں چوری کی واردات ہوئی۔ اس ضمن میں جو تحقیقات کی گئی۔ اس میں یہ انکشاف ہوا کہ پرگنہ موڑکہو کے صوبیدار میجر یوسف خان بن وزیر عنایت خان بن وزیر عنایت خان نے ہز ہائی نس کے جانی نقصان رسانی کی سازش کی تھی۔ چنانچہ ثبوت ہونے پر صوبیدار میجر یوسف خان کو گرفتار کر کے کچھ دن بعد براہ بدخشان کی طرف ملک بدر کر دیا۔ اور اس کی جائیداد ضبط کی گئی۔

ہولناک زلزلہ

۲۱ نومبر ١٩٣٧ء کو عصر کے وقت چترال اور اس کے اطراف میں ایک ایسا شدید زلزلہ آیا جس کی مثال نہیں ملتی ہے چترال اور دیہات میں سینکڑوں مکانات منہدم ہوئے۔ البتہ جانی نقصان معمولی ہوا۔ پولیٹکل ایجنٹ مالاکنڈ حالات سے باخبر ہو کر فوراً چترال پہنچے۔

کالام یا شتقار

کالام کوہستان جو باشتقار کہلاتا ہے قدیم زمانہ سے شاہان چترال کے زیر اقتدار رہا ہے چند سال پیشتر اس علاقہ پر والئے سوات کی جانب سے جارحانہ اقدام پر اعلیٰحضرت شاہ شجاع الملک نے فوجی اقدام کیا تھا۔ لیکن پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ نے بروقت مداخلت کر کے والئے سوات نے خفیہ طور پر اس علاقہ میں دوبارہ ریشہ دوانیاں شروع کیں۔ اس کے خلاف کالام کے لوگوں نے پُر زور مظاہرے کئے۔ اور اسی سلسلہ میں ایک سو آدمی لاسپور کے راہ سے چترال پہنچے اور اپنے پرانے وقدیمی آقا یعنی بادشاہ چترال کی خدمت میں والئے سوات کی ناجائز مداخلت اور مظالم کے خلاف استغاثہ دائر کیا۔ ہز ہائی نس نے ان لوگوں کے عرائض اور اپنے چترالی رعایا کے جذبات کے مدنظر حکومت ہند سے اس بارے میں پُرزور احتجاج کیا۔ کہ یا والئے سوات کو سختی سے اس جارحانہ اقدام۔ اور معاہدہ آزادی کالام ١٩٢٢ء کی خلاف ورزی سے منع کیا جائے۔ یا چترال کے لوگوں کو اجازت دیجائے۔ تاکہ وہ اپنے کالامی بھائیوں کی آزادی و عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے خود براہ راست اقدام کریں۔ اہل کالام نے بھی واضح الفاظ میں حکومت ہند کی خدمت میں والئے سوات کے مظالم کے خلاف درخواست کی۔ اور اس امر کی خواہش کی کہ انہیں ان کے قدیمی حکمران شاہ چترال کے ماتحت آزاد رہنے دیا جائے۔

یہ لوگ تقریباً دو سال چترال میں مقیم رہے اور کچھ لوٹ گئے۔ جہاں برطانوی گورنمنٹ حکام بالا کو مظالم

کے ۲۱ ماہ ۹ ماہ بارہ والی سے منع کیا اور اس طرح دونوں ریاستوں کے درمیان تصادم نہیں ہوا۔ اپریل ١٩٣٧ء میں والیٔ سوات

والیٔ سوات کے خلاف اور چترال میں شمولیت کے لئے درخواستیں دیتے رہے آخرکار مئی سنہ ۱۹۲۰ء میں حکومت ہند نے فیصلہ کیا کہ کالام پر والیٔ سوات کا قبضہ ناجائز اور معاہدہ ۱۹۲۳ء کی صریح خلاف ورزی ہے جس کے رو سے دیر، سوات اور چترال تینوں نے اس علاقہ کی آزادی تسلیم کرلی ہے۔ چنانچہ والیٔ سوات نے حکومت ہند کے حکم سے یہاں سے اپنی فوجیں نکال لیں۔ اور کالام آزاد ہوگیا۔

ہز ہائی نس اور اہل چترال نے اس پر خوشی و اطمینان کا اظہار کیا۔ اور حکومت ہند کا شکریہ ادا کیا۔ اور کالام کے جو باشندے چترال آئے ہوئے تھے ان کو انعام و اکرام کے ساتھ واپس کردیا گیا تاکہ وہ آزادی سے اپنے گھروں میں آرام و آسائش سے رہیں۔

پولو ٹورنامنٹ گلگت

۲۴ مئی ۱۹۳۵ء میں گلگت ایجنسی کے پولو ٹورنامنٹ میں غذر، یسین، پنیال وغیرہ کی ایک پولو ٹیم پنیال اور غذر کے گورنروں کے بھائیوں کی سرکردگی میں چترال آئی اور چترال کے سالانہ دربار و پولو ٹورنامنٹ میں شرکت کی۔ نہایت دلچسپ میچ ہوئے جب میں پنیال کی ٹیم جیت گئی۔ چترال کی ٹیم میں اتالیق سرفراز شاہ، صوبیدار امیر خان رئیس نے نمایاں کھیل کھیلا مگر آخر میں ان کے مقابلہ میں ناکام رہے۔

راجہ عبدالرحیم خان یسین کا انتقال

اسی سال غذر کے سابق گورنر راجہ عبدالرحیم خان بن مہتر پہلوان علاقہ یاسین جو ہز ہائی نس کے ماموں ہیں آٹھ ماہ سے چترال میں بیمار تھے۔ انتقال کرگئے۔ اور شاہی قبرستان میں مدفون ہوئے۔

سفر پشاور

ہز ہائی نس گورنر سرحد سے ملنے کے لئے ۱۹۳٦ء میں بذریعہ طیارہ پشاور تشریف لے گئے اور ۲۴ ستمبر کو وہاں سے واپس چترال آئے۔ اس سفر میں اسلامیہ کالج پشاور کے اراکین نے ہز ہائی نس کے اعزاز میں چائے کی دعوت کی۔ اور خوش آمدید و خیر مقدم کا شاندار انتظام کیا دو سو سے زائد اصحاب مناسب اور شرفائے پشاور اس میں مدعو تھے۔ ایڈریس میں ہز ہائی نس کی تشریف آوری پر شکریہ ادا کیا۔ اور ان کے تعلیمی ایام کی یاد کو تازہ کرکے موجودہ ریاست کی اس بڑی ذمہ داری پر ہدیہ تبریک پیش کیا۔ واپسی پر ہز ہائی نس تھانہ سکول میں تشریف لائے اور سکول کے طلباء کو پانچسو روپیہ نقد انعام دے کر ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

سفر حج

ہز ہائی نس محمد ناصر الملک مدتوں سے فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے بیتاب تھے مگر عارضہ فالج کی وجہ سے اس مقصد میں ناکامیاب تھے۔ آخرکار جب صحت کچھ بہتر ہوئی تو اپنی دیرینہ آرزو کے لئے تیار ہوئے۔ ۳۰ نومبر ۱۹۳٦ء میں چترال سے روانہ ہوئے ان کی معیت میں شاہزادہ محمد مظفر الملک اور قریباً چالیس معززین و ملازمین شامل تھے۔ پشاور سے ہوتے ہوئے ۲٦ دسمبر کو بمبئی پہنچے اور یہاں تین ہفتہ قیام فرمایا۔ ہز ہائی نس سر آغا خان اور سیف الدین طاہر و دیگر معززین سے ملاقاتیں کیں۔

۱۰ رجنوری ۱۹۳۹ء کو بمبئی سے عازم جدہ ہوئے جدہ میں وزیر حکومت سعودیہ اور کونسل برطانیہ کے ایک ممبر استقبال کو آئے۔ اور سلطان ابن سعود نے اپنے وزیر کے ذریعہ ٹیلیفون پر خوش آمدید کا پیغام بھیجا اور میر عثمان علی خاں تاجدار دکن نے بذریعہ تار احوال پرسی کرکے واپسی کے ایام میں حیدرآباد آنے کی دعوت بھی پیش کی۔

۲۵ رجنوری کو مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور باب الصفا میں اقامت پذیر ہوگئے۔ دوسرے دن سلطان ابن سعود عبدالعزیز سے ملاقات کی۔ مکہ معظمہ زاد اللہ شرفہا کے شرفاء میں سے عبداللہ شیبی کلید بردار بیت اللہ المکرم مولانا سعد وقاص بخاری نیز اور بہت سے شرفاء مکہ معظمہ بنفس نفیس ملاقات کو تشریف لائے۔

الغرض مکہ معظمہ کے قیام میں مناسک حج کے لوازمات بھی ادا ہوئے روزانہ طواف کی سعادت وتلاوت قرآن مجید وقیام شب کے مواظبات سے شرفیابی حاصل ہوئی۔ اور ۸ رفروری ۱۹۳۹ء کو وہاں سے الوداع حاصل کیا۔ اور مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ ۱۰ رفروری مدینہ منورہ پہنچے اور دربار حبیب میں روضۂ اقدس کی زیارت حاصل کی۔ اور اس سعادت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اور ناصر الملک نے اپنے جذبۂ خلوص کا اظہار شاعرانہ ذوق میں یوں نغمہ طراز کیا تھا۔ جو برغرض یادگار درج کی جاتی ہے۔

یا رسول اللہ امین خالق اکبر توئی — رحمۃ للعالمین و شافع محشر توئی
غالب آمد بر زمیں تاریکیٔ جور و جفا — اندریں ظلمتکدہ خورشید جانانم توئی
دادۂ پیغام حق را تو بہ اقوام امم — محو اسود احمر ناصر ملت توئی
فخر موجودات اے نور الہدیٰ بدر الدجیٰ — المزمل المدثر صاحب کوثر توئی
خاک تیرہ برتری بر انجم و اختر کند — باعث صد نازش ایں کرۂ اغبر توئی
عاشقانت آمدند از ہر طرف پروانہ وار — الغیاثت چوں سپند مجمرا آگر توئی
راہ گم کردیم در تاریکیٔ جہل و فساد — الامان بشنوا ما یا نبیؐ رہبر توئی
بر در تو آمد غریبی مستمندی بیکسی — یا محمدؐ بیکساں را ناصر و یاور توئی
گرد راہ طیبہ اے سرمۂ چشمان ما — خوشتر از مشک و گلاب و عطر و از عنبر توئی
وادیٔ بطحا خس و خاشاک تو محبوب ما — مسکن و ہم مدفن آں حضرت سرور توئی

مدینہ منورہ میں جنت البقیع کی زیارتوں اور دیگر متبرک مقامات و مزارات پر گئے اور فاتحہ پڑھا مسجد قبا میں دوگانہ ادا کیا۔ اسی طرح ۱۷ رفروری تک مدینہ پاک کے قیام میں روزانہ روضۂ اقدس کی زیارت سے مستفیض ہوتا رہا۔

۱۸ فروری کو مدینہ منورہ سے رخصت ہوئے اور جمال جہاں آرا سے الوداع ہو کر جدہ واپس آ گئے۔ مدینہ منورہ سے رخصت ہوتے وقت وہاں کے مستحقین و مطوفین کو کثیر صدقات تقسیم کرائے۔ جدہ سے ۲ مارچ کو کراچی اور ۴ مارچ بمبئی پہنچے۔ وہاں سے نظام حیدر آباد کی دعوت پر حیدر آباد تشریف لے گئے۔ صدر اعظم سر اکبر حیدری استقبال کو آئے۔ اور توپ کی سلامی پیش کی۔ اراکین حیدر آباد کا بڑا ہجوم تھا۔ ہز ہائی نس سے ان کا تعارف کرایا گیا۔ پھر نظام سے ملاقات ہوئی۔ اور مشہور مقامات پر گئے۔ اور سیر سے فرحت اندوز ہوئے۔ وہاں سے بھوپال اور وہاں سے دہلی میں وارد ہوئے۔ دہلی میں مقامی شرفاء کا بڑا ہجوم اور دلکش نظارہ تھا۔ ہز ہائی نس نے ان سے ملاقات کی۔ بمبئی میں پیر جمال الدین نقیب زادہ لنڈا و شریف رخان بہادر یوسف خان و خان بہادر مہتر جو دلا رام خان و شاہزادہ غازی الدین کا استقبال سب سے پہلے واقع ہوا تھا۔ اور انکا یہ کمال ہوا کہ جذبۂ خلوص میں سبقت لے گئے اور حاجیوں سے دعائیں حاصل کیں۔

دہلی سے لاہور آئے اور وہاں سے وزیر آباد تشریف لے گئے اور کرنل شیخ احمد حسین کے گھر فروکش ہو کر ان سے ملاقات کی۔ اور وہاں سے جموں پہنچے اور راجہ ہری سنگھ والئے جموں سے ملاقات ہوئی پھر پشاور تشریف لائے۔ پشاور سے مالاکنڈ و چکدرہ ہوتے ہوئے بذریعہ طیارہ دروش اور وہاں سے بخیر و عافیت ۱۸ اپریل ۱۹۳۹ء چترال میں تشریف لائے۔ جہاں ان کی رعایا نے اپنے بادشاہ کا پرخلوص خیر مقدم کیا۔

شہزادی دیر سے شادی

ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک کی یہ دوسری شادی ہے جو نواب شاہ جہان خان والئی دیر کی صاحبزادی سے قرار پائی تھی۔ ۱۸ جون ۱۹۳۹ء میں چترال کے عمائدین کا استقبالیہ ہجوم دیر گیا۔ اور عروس مخطوبہ کو بڑی شان و شوکت سے چترال لائے استقبالیوں میں شاہزادہ محمد حسام الملک گورنر دروش و خان بہادر مہتر جو دلا رام خان وزیر اعظم وغیرہ قابل ذکر ہیں چترال میں بڑا جشن منایا گیا۔

گورنر صوبہ سرحد

سر ارتھر پارسنز گورنر صوبہ سرحد ہز ہائی نس کی دعوت پر ان کی سالگرہ جشن تاجپوشی پر ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو چترال آئے۔ ان کا شاندار استقبال ہوا۔ جشن کے بعد انھوں نے دربار کیا۔ اور معتبرین ملک کو انعامات دیئے۔ اور اپنی تقریر میں ہز ہائی نس اور ان کی رعایا کی وفاداری پر سرکاری طور پر شکریہ ادا کیا۔ اور جنگ عظیم کے سلسلہ میں اہل چترال کی طرف سے جو مالی امداد اور جانی خدمات کی جو پیشکش کی گئی تھی ان کو خراج تحسین سے یاد کیا۔

دوسری جنگ عظیم

یکم ستمبر ۱۹۳۹ء میں جب برطانیہ نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کیا تو اس کے فوراً بعد بالشویک روس اور نازی جرمنی کے مابین دوستانہ معاہدہ ہو گیا جس سے ہندوستان کی شمالی سرحدیں جو روس کے قریب تھیں انہیں نیا خطرہ پیدا ہو گیا۔ چترال ریاست چونکہ روسی سرحدوں سے قریب تر ہے ہز ہائی نس کو اس کا احساس ہوا اور ریاست کے دفاع کے لئے

برطانوی افسروں کے تعاون سے یہ انتظام کیا کہ چترال میں ایک دفاعی کونسل بنائی جس کی قیادت شہزادہ محمد حسام الملک گورنر دروش کو تفویض کی گئی۔ انہوں نے سرحدوں کی حفاظتی تدابیر اور ہوائی حملوں سے بچاؤ کے سامان اور روسی جاسوسوں کے خلاف کارروائیوں کا لائحہ عمل مرتب کیا۔ اور اپنی نگرانی میں یہ سب انتظام مکمل کئے۔

ہز ہائی نس نے اپنی اور اہل چترال کی جانب سے چالیس ہزار روپیہ وائسرائے فنڈ میں بھیج دیئے۔

سر جارج کننگھم کی آمد

۱۸ اکتوبر ۱۹۴۰ء میں گورنر سرحد سر جارج کننگھم ہز ہائی نس کی دعوت پر چترال آئے۔ اور سالانہ جشن سالگرہ میں شامل ہوئے۔ میجر مسلم پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ اور دیگر افسران فوجی بھی ان کے معیت میں چترال آئے اور بڑے شان و شوکت سے منایا گیا۔ ریاست کے معتبرین اور اراکین ان کی خدمت میں ایک سپاسنامہ پیش کیا۔ جس میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ دروش، شنگوم اور غذر ہمارے موروثی علاقے ہیں۔ جو ۱۸۹۵ء کے بعد عارضی طور پر چترال سے علیحدہ کئے گئے تھے وہ ہم کو واپس ملیں۔ دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ چترال کی حفاظت کے لئے جو بیرونی فوج یہاں رکھی گئی ہے اسے ہٹا دیا جائے۔ اور اس کی بجائے یہ حفاظت کی ذمہ داری اہل چترال کو سونپی جائے تاکہ ہم اپنا دفاع خود کریں۔ اور ہمیں نئے اسلحہ سے مسلح کیا جائے۔ تیسرا یہ تھا کہ افسران عام نے موٹر چلانے کے لئے لاوری سڑک کی جو پیمائش کی ہے اسکو عملی جامہ پہنانے کے لئے جلد از جلد غور کریں۔ ہز ہائی نس نے انکے بارے میں سابق میں متعدد مذاکرات کئے ہیں ان کو یقین دلایا گیا ہے کہ غور ہوگا۔

خطاب کے۔ سی۔ آئی۔ ای

یکم جنوری ۱۹۴۱ء میں سال نو کے موقع پر بادشاہ انگلستان کی طرف سے ہز ہائی نس محمد ناصر الملک کو اس نئے خطاب کا اعزاز حاصل ہوا۔ وائسرائے ہند نے اپنے مکتوب میں مبارکباد کے علاوہ ان خدمات کا اعتراف بھی کیا۔ جو انہوں نے جنگ کے اوائل میں دفاع چترال کے متعلق انجام دی تھیں انکا بھی شکریہ ادا کیا۔

سفر دہلی

فروری ۱۹۴۱ء میں ہز ہائی نس دہلی تشریف لے گئے جہاں انہوں نے وائسرائے ہند سے ملاقات کی اور کئی مطالبات بھی پیش کئے۔ اس موقع پر آپ ہندوستان کے نامور مشاہیر سے ملے اور ہندوستان کے مستقبل کے سیاسی حالات پر تبادلۂ خیالات کیا۔ آپ نے محمد علی جناح، مسٹر گاندھی۔ سر ظفر اللہ خان۔ سر محمد یعقوب۔ سر سلیمان۔ سر رضا علی۔ نواب بہادر یار جنگ۔ ڈاکٹر کچلو وغیرہ مشاہیر سیاست سے ملاقاتیں کیں۔ مولانا ابو الکلام آزاد، خواجہ حسن نظامی، مولانا حسین احمد مدنی وغیرہ علمائے ہند سے مذہبی مباحث اور علمی مذاکرے میں محظوظ ہوئے۔ پھر خواجہ صاحب کی دعوت پر ان کے گھر تشریف لے گئے۔ الغرض جنہیہ مجموعی کے مشاہیر علمیہ و سیاسیہ کی ملاقاتوں سے مسرور ہو

مشکور ہونے کے بعد دہلی سے واپس مراجعت فرمائے پشاور ہوئے۔ اور ۱۲ مارچ ۱۹۴۱ء کو چترال تشریف لائے۔

انڈین فوج کی چترال سے واپسی

آخر کار ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک کی پیہم کوششوں سے چترال اور دروش سے انڈین رجمنٹیں ہٹا دی گئیں۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۲ء میں یہ فوج چترال سے واپس گئی۔ اور ان کی جگہ چترال سٹیٹ سکاؤٹس کے نام سے ایک فوج ترتیب دی گئی۔ جس نے اہل ملک کی طرف سے ملک کی اس اہم سرحدی چوکی کی حفاظت و مدافعت کی ذمہ داری قبول کی۔ ہز ہائی نس کو اس نئی فوج میں آنریری کرنیل کا عہدہ دیا گیا۔ ایک اور معاہدہ کی رُو سے افسروں کی ترقی وغیرہ بھی ہز ہائی نس کی منظوری سے ہونے لگی۔

ہز ہائی نس کی مسلسل کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل ملک اپنے وطن عزیز کے دفاع پر مامور ہو کر فوجی اعزازوں اور خانگی معاشی معاملات میں کامیاب ہوئے۔

شاہزادہ محمد خدیو الملک کی وفات

۱۸ دسمبر ۱۹۴۲ء میں ہز ہائی نس کے حقیقی چھوٹے بھائی شاہزادہ محمد خدیو الملک کا اپنے گھر دراسن میں انتقال ہوگیا۔ شاہزادہ محمد مظفر الملک تورکہو سے اور شاہزادہ دلارام خان وزیر اعظم چترال سے دراسن پہنچے۔ اور ان کی تجہیز و تکفین میں شمولیت کرکے انہیں دراسن ہی میں دفن کیا۔

شاہزادہ صاحب علاقہ موڑکہو کے گورنر تھے اور اسلامیہ کالج پشاور سے ایف اے تک تعلیم پائی تھی۔ بڑے ذہین، نیک اخلاق اور اچھی صورت کے شاہزادے تھے۔ جغرافیہ اور تاریخ میں انکا حافظہ بڑا زبردست تھا۔ مگر باوجود اس کے ان کے اپنے علاقہ میں تعلیم یافتہ لوگوں کا وجود ختم تھا۔ علمی مشاغل سے برکنار رہے اور زمینداری میں لگ گئے۔

ان کے تین فرزند ہیں جنمیں سے بڑا شہزادہ غلام جیلانی ہے جو اسلامیہ کالج پشاور سے بی اے کرنے کے بعد مشرقی پاکستان کے گورنر کے اے ڈی سی ہیں اور حکومت کی طرف سے کپتان کے اعزاز یافتہ ہیں اپنے خاندان اور عوام میں نہایت ہردلعزیز ہیں۔ دوسرے اور تیسرے فخر الملک و عماد الملک چترال سکول میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

آنریری کرنیل کا عہدہ

۱۹۴۳ء میں سال نو کے اعزازات میں ہز ہائی نس کو برٹش آرمی میں کرنیل کا اعزازی عہدہ حاصل ہوا۔ ہز ہائی نس نے اس سال اپنے باڈی گارڈ کی تنظیم و تربیت کیلئے یہ کام کیا کہ انڈین آرمی اور اسکاؤٹس سے انسٹرکٹر بلائے اور تمام عہدیداروں کو جنگی تربیت کی نئی تعلیم سے آراستہ کیا۔ اور جاندماری کے لئے سرکاری خرچ کی منظوری کرائی۔ اور ریاستی سفر مینا کو نقد تنخواہ کی منظوری صادر فرمائی۔ اور ان کے لئے باقاعدہ دفتر اور عملہ کو کاموں کی ذمہ داری

کے دستور العمل قائم ہوئے۔

دورۂ نتھیا گلی

جون ۱۹۴۲ء میں عین شدت گرمی کے ایام گورنر سرحد سے ملنے کیلئے نتھیا گلی کو تشریف لے گئے۔ جہاں چند ضروری مذاکرات کے سلسلہ میں گورنر سرحد کے مہمان رہے۔ وہاں سے نواب محمد فرید خان والئی امب کی دعوت پر امب گئے جہاں ہزہائی نس کا بڑا پرجوش استقبال کیا گیا۔ نواب صاحب ہزہائی نس کے پرانے صادق دوست ہیں اور ان کے باہمی دوستانہ تعلقات بڑے خوشگوار تھے۔ ان تعلقات کی یاد پھر تازہ ہوئی اور آپس میں بڑے خلوص اور محبت سے ملے۔ چند دن وہاں گذار کر واپس دیر آئے۔ دیر میں جب یہ معلوم ہوا کہ خان سمکوٹ عرصہ دس سال سے معہ عیال و اطفال دیر سے جلاوطنی کی زندگی گذار رہے ہیں اور دیر نہیں آنے پاتے۔ نواب صاحب دیر سے سفارش کر کے ان کا قصور معاف کرایا۔ اور ان کو دوبارہ اپنے وطن و گھر میں سکونت بخشی۔ خان سمکوٹ کی قوم بلکہ تمام افغان قوم ہزہائی نس کے احسان پر شکر گذار ہوئے۔

محمد ناصر الملک کی ناگہانی وفات

بتاریخ ۲۹ جولائی ۱۹۴۳ء مطابق ۲۵ رجب ۱۳۶۲ھ بروز پنجشنبہ آپ کا انتقال ہوا۔ آپ بالکل تندرست تھے اور چند خواص کے ساتھ کھانا تناول کر رہے تھے۔ کہ ناگہانی طور پر داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور جان بحق آفرین کے سپرد کی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اور اسی دن شاہی قبرستان واقع بازار کہنہ مسجد کے سامنے سپرد خاک کئے گئے۔ اور جمعہ کی رات کو جبکہ شب معراج بھی تھا ابدی نیند سو گئے۔ ان کی یادگار دو معصوم شہزادیاں رہ گئیں۔ نرینہ اولاد سے محروم تھے۔

محمد ناصر الملک مرحوم کے ذاتی حالات و خصوصیات

آپ کی پیدائش ۲۹ ستمبر ۱۸۹۷ء مطابق یکم جمادی الاول ۱۳۱۵ھ تھی۔ آپ کی ولادت پر مرزا محمد غفران مرحوم نے بہت سے اشعار موزوں کئے تھے۔ اور سنہ پیدائش کو "گل خنداں از گلزار شاہی" سے استخراج کیا تھا۔ جو بحساب جمل کے ۱۳۱۵ھ بنتا ہے ابتدائی تعلیم چترال سکول میں پائی۔ پھر اسلامیہ کالج پشاور میں داخل ہوئے اور بی اے تک تعلیم حاصل کی۔ امتحان میں صوبہ بھر کے طلباء میں اول آئے اور چیمسفورڈ گولڈ میڈل حاصل کیا۔ پھر برطانوی فوج میں داخل ہوئے۔ اور کپتان کا عہدہ پایا۔ مابعد انڈین سول سروس میں تربیت حاصل کی۔ اور کافی عرصہ تک صوبہ سرحد میں اسسٹنٹ کمشنر رہے۔ آپ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن کے ممبر بھی تھے۔

سنہ ۱۹۱۹ء کی جنگ بریکوٹ میں آپ نے بحیثیت سپہ سالار کمان کرتے ہوئے اپنی فوجی تنظیم اور شجاعت سے نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ اور برطانوی کمانڈر بھی آپ کی قابلیت کے معترف ہوئے۔

سنہ ۱۹۲۰ء میں آپ نے بحیثیت ریجنٹ اعلیحضرت مرحوم کی سفر حج سے واپسی تک ریاست کے انتظامی

کاروبار انجام دیئے۔ ۱۹۲۵ء سے تخت نشینی تک گورنر مستوج کے عہدہ پر فائز رہے آپ ۱۹۲۶ء میں جبکہ چترال میں ریجنٹ تھے سر ولیم برڈووڈ سپہ سالار افواج ہند سے سیاحت چترال کے دوران میں سفارش کر کے باڈی گارڈ کے لئے مزید ایک ہزار بندوقیں ۳۰۳ کی اور حاصل کیں۔

۱۹۳۲ء میں آپ باؤنڈری کمیشن کے ممبروں میں سے ایک ممبر تھے۔

ذاتی حالات: اخلاق میں آپ بہترین صفات سے موصوف تھے اپنی سادگی اور انصاف پسندی اور رعایا میں امیر سے غریب تک یکساں سلوک و برتاؤ کے سبب بادشاہ غریباں سے مشہور ہوئے۔ سادہ خوراک کے عادی تھے۔ کر و فر اور شان و شوکت دکھانے سے متنفر رہتے تھے۔ اپنے دوران حکومت میں شاید ہی کسی پر ظلم و ستم کیا ہو۔ کسی سے ظلماً زمین ضبط نہیں کی۔ جب کسی کو زمین دینا چاہتے مالک زمین کو منہ مانگی قیمت ادا کر کے اس سے زمین لیتے اور دوسرے کو دے دیتے۔ اور اس کی قیمت بھی اپنی خاص مقررہ رقم سے ادا کرتے جو ماہوار ایک ہزار روپیہ خزانہ سے اپنے ذاتی اخراجات کے لئے وصول کرتے تھے۔

سیاست دانی اور بلند خیالی میں آپ کا درجہ بہت بلند تھا۔ جمہوریت پسند تھے اور پاکستان بننے کے متعلق آپ کامیابی کی توقعات رکھتے تھے۔ اور پاکستان کے قیام پر یقین محکم رکھتے تھے۔ حالانکہ انکی زندگی میں پاکستان ایک خواب پریشان کہلاتا تھا۔ انہوں نے پاکستان بننے سے چار سال قبل قلعہ شاہی کے بڑے دروازے پر اسلامی پرچم گاڑا اور اس پر کتبہ کندہ کراتے وقت پاکستان کے یقینی ظہور کے متعلق ایک فارسی شعر اپنی زبان سے ادا کیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ پاکستان کا اسلامی جھنڈا ہے۔

صحیفۃ التکوین ان کی آخری تصنیف تھی جو دو ہزار اشعار پر فارسی زبان میں شہرہ آفاق تصنیف ہے۔ علمی دنیا میں اسکی بڑی قدر تھی۔ یہ کتاب اپنے خوشنما مدلل الفاظ میں اس بات کا ثبوت پیش کرتی ہے کہ سائنس و فلسفہ کی جدید ترین معلومات تیرہ سو برس پہلے خداوند تعالیٰ نے قرآن پاک کے ذریعہ ظاہر فرما دی تھیں جو تخلیق عالم اور نظام شمسی کے متعلق معلومات کا خزانہ ہے۔ مرحوم کی دوسری تصانیف تحفۃ الابرار و مشرق الانوار اور نصائح دینیات مقبول ترین کتابیں ہیں۔

ہز ہائی نس مرحوم اپنی کھوار زبان کی نوشت و خواند کو جاری رکھنے کے لئے ۱۹۱۷ء سے کوشاں تھے اور اس کے حروف کی اشکال اور مخصوص حروف کو قواعد نحویہ کے تحت ترتیب دے کر طبع کرایا تھا مگر رواج نہ پا سکی۔

تعمیری اور ترقیاتی امور: ملک کی خوشحالی اور مرفہ الحالی کے لئے کوشاں تھے مگر اہل ملک کی بدقسمتی ہے کہ تخت نشینی کے تھوڑے عرصہ بعد فالج کی بیماری سے معذور ہوئے اور وفات تک ان کی صحت مخدوش رہی۔ اس کے باوجود لوگوں کی ترقی اور خوشحالی کے لئے اس چھ سال کے اندر جس قدر کوشش آپ نے

کی وہ لائق صد تحسین ہے۔ ان کی اس کوشش کا خاکہ درج ذیل ہے۔

(۱) تجارتی ترقی کے سلسلہ میں انہوں نے کابل کو ایک وفد بھیجا جس کے نتائج تجارتی سہولتیں اور تجارتی لکڑی کی برآمد میں نکلے اور جدید تعلقات تازہ ہو کر تجارتی ابواب کھل گئے۔

(۲) کرٹیچ مقام میں انٹیمنی کی کان کنی شروع کرائی جس سے صدہا لوگوں کو مزدوری ملی اور ریاست کو رائلٹی کے طور پر بڑی آمدنی آنے لگی۔

(۳) ریاست کو حکومت برطانیہ کی طرف سے سالانہ ساٹھ ہزار روپیہ ملا کرتا تھا۔ ہز ہائی نس کی کوشش سے یہ رقم ایک لاکھ اسی ہزار روپیہ تک آنے لگی۔

(۴) سکولوں کے ذرائع بڑھا دیئے اور ملک کی مصنوعات اور دستکاریوں کا بڑا رواج ہوا۔

(۵) نہر دیت گول سے نہر نکلوا کر دنین کے لوگوں کو اور چترال گول سے نہر کو بڑھا کر سنگور کے لوگوں کو پانی کی قلت سے بچایا اور ان کی زمینیں سیراب ہونے سے ان کی مشکلات دور ہوئیں۔ شاہی قلعہ کے لئے شاڈوک کے چشمہ سے نالی کے ذریعہ پانی قلعہ میں پہنچایا اور ان کو صاف پانی ملنے لگا۔

(۶) قلعہ چترال کے اندرونی حصہ کو بڑھا دیا اور اسکے اندر شاہی مستورات کے لئے نئے مکانات تعمیر کرائے اور قلعہ کے حصاروں کو پختہ کرایا۔ اور اسکے شمالی حصوں میں متعدد مکانات بنوائے جنمیں معتبرین ملک کے رہائشی مکانات کے علاوہ توشہ خانہ اور باورچی خانہ وغیرہ بھی علیحدہ تیار ہوئے۔ قلعہ کے بیرونی مغربی و شمالی حصوں میں باڈی گارڈ کی بارکیں اور دفتر قائم ہوئے۔ قلعہ سے باہر کونسل ہال اور باغ میں متعدد بنگلہ جات اور ساری ریاست میں مہمان خانے اور برموغلشٹ کا نیا بنگلہ ہز ہائی نس مرحوم کی یادگاری ایجادیں ہیں۔

(۷) تعلیم کی ترقی کے مدنظر چترال میں باقاعدہ مڈل سکول کھولا اور جابجا پرائمری سکول کھلوائے اور پشاور سے تربیت یافتہ استاد بلا کر مقرر کئے (اب چترال کے مڈل سکول کو ہائی سکول کا درجہ حاصل ہے)

(۸) ہز ہائی نس مرحوم کی سب سے بڑی یادگار چترال سٹیٹ سکاوٹس کے نام سے چترالی فورس کا قیام ہے۔ جسکے ذریعہ ملک کے ہزاروں جوان تربیت یافتہ ہو کر فوج میں اپنے وطن کی حفاظت کے قابل ہو گئے ہیں۔ اور مالی طور پر بھی آسودہ حال ہو گئے۔

(۹) آپ ریاست کے حقوق کے متعلق حکومت برطانیہ سے ہمیشہ مذاکرات کرتے رہے ورشگوم وغذر کی واپسی کے لئے کئی بار وائسرائے ہند تک درخواستیں دیں اور کالام باشقار کے لوگوں پر جب والئی سوات کی بے جا مداخلتیں جاری تھیں تو آپ نے ان کو بڑی کوشش سے آزاد کرایا۔

(۱۰) چترال سول ہسپتال میں ابتک خواتین ومعززین کے لئے دوران علاج رہائش کا کوئی خاص انتظام نہ

تھا۔ ہز ہائی نس مرحوم نے ریاستی خرچ سے وہاں وارڈ تعمیر کرایا۔ جسمیں ملک کے معززین دوران علاج رہائش کرتے ہیں۔

(۱۱) ہز ہائی نس مرحوم نے ۱۹۴۳ء میں تمام ریاستی دفاتر میں اعلان کرایا تھا کہ آئندہ شمسی عیسوی سنہ اور مہینوں کے بجائے شمسی ہجری سنہ اور مہینوں کا رواج جاری کریں۔ اور اسپر عملدرآمد بھی شروع ہوگیا مگر وفات کے بعد پھر یہ سلسلہ بند ہوگیا۔

تیموریہ خاندان چترال کی وضاحت

تیموریوں کے متعلق ہر وہ شخص جسکو تاریخ و وقائع عالم سے کچھ بھی سروکار اور واسطہ رہا ہو بخوبی جانتا ہے کہ خاندان تیموریہ کے افراد جہاں بھی گئے۔ انہوں نے وہاں کے حالات پر اثر ڈالا اور اپنے ساتھ ایک نیا دور تاریخ لائے اور اپنے لئے ایک نیا مقام پیدا کیا۔ یہی حال چترال اور یاسین کے تیموریوں کا رہا ہے یہ ایک ہی خاندان ہے اور دو حصوں میں بٹ گیا ہے۔ چترال کی حکمران شاخ کٹورئیہ اور یاسین کی حکمران شاخ خوشوقتیہ سے منسوب و معروف ہوئی۔ اور یہ عظیم خاندان شاہ محترم شاہ کٹور اول سے شروع ہوتا ہے جس کی حکومت شمال میں گلگت اور جنوب میں چغانسرائے تک پھیلی ہوئی تھی۔ انہوں نے یہ وسیع علاقے اپنے بھائیوں میں تقسیم کرکے حکومت کی۔ ذیل فہرست میں شجرۂ نسب امیر تیمور سے محترم شاہ کٹور اول تک پیش کی جاتی ہے۔ یہ عظیم خاندان سلطان حسین والئ ہرات کی نسل سے متصل ہے۔

(۱) امیر تیمور صاحبقران

(۲) سلطان محمد مرزا

(۳) سلطان ابوسعید مرزا

(۴) عمر شیخ بہادر

(۵) امیرزادہ بایقرا

(۶) غیاث الدین

(۷) سلطان حسین مرزا والئ ہرات

(۸) فریدون حسین

(۹) بابا ایوب

(۱۰) شاہ طاق

شاہ نو

(۱۱) خوشحال

(۱۲) سنگین علی اوّل

(۱۳) محمد بیگ

(۱۴) شاہ محترم شاہ کٹور اول — کٹوریہ

شاہ خوشوقت (محمد رضا) — خوشوقتیہ

خوش احمد (رام) — [illegible] خوش احمد

بودلہ ۔ طریق اللہ ۔ نعمت اللہ (دوست محمد) — محمد بیگیہ

اسمائے تیموریہ حکمرانان چترال

نمبر شمار	نام حکمران و سنہ جلوس	اسکی اولاد
۱	محترم شاہ کٹور اول سنہ ۱۵۹۵ء	سنگین علی ثانی ۔ محمد غلام ۔ عبدالغنی ۔ شاہ افضل اول ۔ شاہ فاضل مرزا شوکت ۔ شاہ عزت ۔ گل چین خان ۔
۲	سنگین علی ثانی سنہ ۱۶۵۵ء	شاہ مردان قلی بیگ ۔ شاہ محمد شفیع ۔ ناصر علی ۔ جہانگیر ۔ غنیمت خضر بیگ ۔ شال ۔ جوان سلطان بیت
۳	محمد غلام سنہ ۱۶۹۱ء	×
۴	شاہ عالم سنہ ۱۶۹۴ء	بادشاہ ۔ شاہ بریش ۔ امیرالملک
۵	شاہ محمد شفیع سنہ ۱۶۹۶ء	خان بہادر ۔ خان دوران ۔ وندیا خان ۔ سنگین علی ثالث عالمگیر
۶	شاہ فرامرد سنہ ۱۷۱۷ء	
۷	شاہ افضل اول سنہ ۱۷۲۴ء	شاہ نواز خان ۔ محترم شاہ کٹور ثانی ۔ سربلند خان شیر جنگ
۸	شاہ فاضل سنہ ۱۷۵۴ء	
۹	شاہ نواز خان سنہ ۱۷۸۲ء ۱۷۶۰ء	سلیمان شاہ ۔ مسلم شاہ ۔ شاہ پردین
۱۰	شاہ خیراللہ سنہ ۱۷۶۱ء	داراب شاہ ۔ قرہ ۔ بہادر شاہ
۱۱	شاہ محترم شاہ کٹور ثانی سنہ ۱۷۸۹ء	فرخ سیر ۔ میر غضب ۔ غضب شاہ ۔ مقرب شاہ ۔ شاہ افضل ثانی تجمل شاہ ۔ تحمل شاہ ۔ مقدم شاہ ۔ بجنور شاہ ۔ ذوالفقار ۔ شیر ۔ سہراب شاہ ۔ شتر آباد
۱۲	شاہ افضل ثانی سنہ ۱۸۳۸ء	محترم شاہ ثالث ۔ امان الملک ۔ میراز خان ۔ شیر افضل خان ۔ کوہ من بیگ ۔ محمد علی بیگ ۔ یادگار بیگ ۔ شادمان بیگ ۔ بہادر خان
۱۳	محترم شاہ ثالث سنہ ۱۸۵۴ء	×
۱۴	امان الملک سنہ ۱۸۵۶ء	مرید دستگیر ۔ غلام دستگیر ۔ نظام الملک ۔ شاہ ملک ۔ افضل الملک

نمبر شمار	نام حکمران و سنہ جلوس	اولاد
		بہرام ملک۔ وزیر ملک۔ عبدالرحمن خان۔ عبدالکریم خان تیمور شاہ امیر الملک۔ اسفندیار خان۔ محمد سرور خان۔ افراسیاب خان شجاع الملک۔ ولی محمد خان۔ فرامرز خان۔ سعادت سیر۔ دلارام خان۔
۱۵	افضل الملک سنہ ۱۸۹۲ء	دو شہزادیاں
۱۶	شیر افضل خان سنہ ۱۸۹۲ء	شاہ نادر خان
۱۷	امیر الملک سنہ ۱۸۹۵ء	آبحیات خان
۱۸	شجاع الملک سنہ ۱۸۹۵ء	محمد ناصر الملک۔ محمد مظفر الملک۔ محمد حسام الملک۔ محمد خدیو الملک غازی الدین خان۔ شہاب الدین خان۔ امیر الدین خان۔ برہان الدین خان۔ خوشوقت الملک۔ محمد مطاع الملک۔ عنصر الملک۔ خوش احمد ملک۔ محمد محی الدین خان۔ مبارک ملک
۱۹	محمد ناصر الملک سنہ ۱۹۳۶ء	دو شہزادیاں
۲۰	محمد مظفر الملک سنہ ۱۹۴۳ء	سیف الرحمن و اسد الرحمن و عزیز الرحمن
۲۱	سیف الرحمن سنہ ۱۹۴۹ء	سیف الملوک ناصر و شجاع الرحمن
۲۲	سیف الملوک ناصر سنہ ۱۹۵۴ء	

خوشوقتیہ خاندان کی اولاد
شاہ خوشوقت ابن محمد بیگ
شاہ عالم
شاہ فرامرد
عظمت اللہ
عالمگیر
خوش احمد ثانی
شاہ خیر اللہ
باقی سلسلہ ختم
پادشاہ
شاہ بردش امیر الملک
سلیمان شاہ
قوت خان
شیر شاہ
نور شاہ
شاہ بہادر
خان دوران
آزاد خان
ابراہیم خان
سلامت شاہ
پادشاہ
عظمت شاہ
خوشوقت ثانی
شیر غضب
بیرام خان
عیسیٰ بہادر
جان
اقبال امان
عباس علی خان
علی اکبر
تائب خان
میر عباس خان
میر غازی
شیر غازی
عبدالرحیم خان
محمد رحیم خان
غلام دستگیر
محمد اعظم
نیت بہادر
پادشاہ
پختون ولی خان
محمد ولی خان
سلطان ولی خان
شاہ عالم
ولی خان
شاہ جہان
میر فضل ولی خان
اکبر ولی خان
سلطان امین خان
شاہ امین خان

ہز ہائی نس محمد مظفر الملک کی تخت نشینی

۲۹ رجولائی ۱۹۴۳ء تا جنوری ۱۹۴۹ء

ہز ہائی نس محمد ناصر الملک مرحوم کی وفات کے بعد شاہزادہ محمد مظفر الملک شاہی خاندان اور شرفائے ملک کے اتفاق سے تخت نشین ہوئے ۵ راگست ۱۹۴۳ء میں میجر بیکیمین پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ چترال آئے اور ایک عام دربار میں حکومت برطانیہ کی جانب سے انہیں چترال کا حکمران تسلیم کیا۔

جنوری ۱۹۴۴ء میں حکومت برطانیہ نے باڈی گارڈ کیلئے چار بڑی توپیں اور ایک سو چھ عدد مارٹینی ہنری بندوقیں مزید بطور عطیہ ہز ہائی نس کو دے کر ان کی حوصلہ افزائی کی۔ ہز ہائی نس نے حکومتی مشاغل جاری رکھتے ہوئے سابقہ کوارٹر گارڈ کو جسمیں بندوقیں اور ایمونیشن تھے۔ از سر نو تعمیر کرانے کیلئے احکام صادر فرمائے نیز ساتھ ہی وزیر اعظم ریاست کے لئے علیحدہ مکان اور دفتر بنانے کا حکم دیا۔ اور نظام حکومت میں سہولت کے لئے مالیہ و خزانہ کے پرانے اہلکاروں کو سبکدوش کرکے ان کی بجائے نئے اہلکاروں کے تقرر کا حکم صادر فرمایا تاکہ ہز ہائی نس کی مرضی کے مطابق کام جاری رکھیں۔

شاہزادہ محمد مطاع الملک کی آمد اپریل ۱۹۴۶ء موصوف اپنے بھائی شاہزادہ برہان الدین خان کے ساتھ محاذ سنگاپور و برما میں جاپانیوں کی شکست کے بعد گرفتار ہوکر دہلی لائے گئے۔ یہ دونوں شہزادے انڈین آرمی میں کپتان کے عہدے پر تھے اور جنگ کی ابتدائی دنوں میں ہی محاذ سنگاپور پر لڑتے ہوئے جاپانیوں کے ہاتھ قیدی بن گئے تھے۔ بعد میں سبھاش چندر بوس کی انڈین نیشنل آرمی کی تشکیل کے بعد شاہزادہ برہان الدین خان اسمیں شامل ہوکر بریگیڈیر بن گئے تھے اور شاہزادہ محمد مطاع الملک کمانڈر ۸ گوریلا بریگیڈ کے منصب پر فائز ہوئے تھے۔

جاپان کی شکست کے بعد انڈین نیشنل آرمی نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور ان کے سینکڑوں افسروں کو دہلی لاکر کورٹ مارشل کے ذریعہ بادشاہ کے خلاف بغاوت اور قیدیوں پر ظلم و تشدد کے مقدمے چلائے گئے۔ اور سات سال قید بامشقت کی سزا ہوئی۔ اور بری لور جیل بھیجدیئے گئے۔ شاہزادہ برہان الدین بھی ان میں شامل تھا۔ اور شاہزادہ محمد مطاع الملک پر مقدمہ چلائے بغیر ان کو رہا کرکے چترال بھیجدیا گیا اور اپریل ۱۹۴۶ء میں بذریعہ طیارہ چترال تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ ایک چینی خاتون بھی چترال آگئیں جن کے ساتھ سنگاپور میں نکاح کیا تھا۔ بیگم صاحبہ مذہباً مسیحی تھیں۔ شہزادہ صاحب کے ہاتھ مشرف باسلام ہوئیں اور پابند صوم و صلوٰۃ و پردہ نشین ہیں۔ چترال کے صدہا لوگوں نے شاہزادہ محمد مطاع الملک کا پرجوش استقبال کیا۔

ہز ہائی نس محمد مظفر الملک والئی چترال

۱۹۴۷ء میں پاکستان بننے کے بعد شاہزادہ برہان الدین خان بھی رہا ہو کر واپس چترال آئے اور چترال کے لوگوں نے انکا بھی شاندار استقبال کیا۔

ہز ہائی نس کی بیماری

مئی ۱۹۴۶ء میں جب ہز ہائی نس ذیابیطس کی بیماری میں مبتلا ہوئے اور صحت کی امید نہ رہی تو شاہزادہ سیف الرحمٰن کو جو اسلامیہ کالج پشاور میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ چترال طلب کیا گیا۔ نواب محبوب علی خان پولیٹیکل ایجنٹ ملاکنڈ بھی چترال آئے ۲۳ مئی کو ایک عام دربار کر کے شاہزادہ سیف الرحمٰن کو حکومت ہند کی طرف سے ریاست چترال کا ولیعہد تسلیم کر کے اعلان کیا گیا۔

شاہزادہ محمد حسام الملک کی گرفتاری

موصوف نے اعلان ولیعہدی کو تسلیم کرنے سے انکار کیا بلکہ اس فیصلہ کیخلاف عملی اقدام کرنے لگے کیونکہ وہ ولیعہد کے امیدوار تھے جب اس سے محروم کیا گیا۔ تو تنگ آمد بجنگ آمد کا مقولہ پیش آیا اور چترال پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لہٰذا سرکاری حکم سے گرفتار کیا گیا۔ اور بذریعہ طیارہ لورہ لائے مقام میں پہنچا کر نظر بند رکھا گیا۔ ستمبر ۱۹۴۹ء میں شاہزادہ صاحب وہاں سے رہا ہو کر واپس چترال آئے اور اپنے سابقہ عہدہ گورنری و مقام پر فائز ہوئے

قائد اعظم اور پاکستان سے عقیدت

۱۹۴۷ء کے ابتدائی مہینوں میں جبکہ قائد اعظم محمد علی جناح انگریزی حکومت اور ہندو لیڈروں کے ساتھ سیاسی میدان میں پاکستان کے لئے لڑ رہے تھے اور مسلمانان ہند کا فیصلہ کن انجام ہو رہا تھا ہز ہائی نس محمد مظفر الملک نے علی الاعلان پاکستان کی حمایت کا اظہار کیا۔ اور اپنا خاص نمائندہ قائد اعظم کی خدمت میں بھیجکر ان کو یقین دلایا کہ قیام پاکستان کے لئے وہ اور ان کی رعایا جان و مال کی قربانی دینے کے لئے تیار ہے۔ نیز انہوں نے چالیس ہزار روپیہ قائد اعظم کے پاکستان فنڈ میں بھیجدیئے اور پاکستان کے حامی والیان ریاست سے سبقت لے گئے۔

مئی ۱۹۴۷ء میں جب حکومت ہند کے سیکرٹری برائے قبائل و ریاستہائے مسٹر ایس بی شاہ چترال آئے تو ہز ہائی نس نے ان کے ذریعہ سرکاری طور پر وائسرائے ہند کو مطلع کیا۔ کہ وہ پاکستان کی اسلامی مملکت میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔

ریاست میں سیاسی شورش

اگرچہ ۱۹۴۶ء کے بعد ریاست میں سیاسی بے چینی کے ہنگامے حکومت کیخلاف تھوڑے تھوڑے مظاہرے ہو رہے تھے۔ مگر وجہ یہ تھی کہ ہز ہائی نس خود بستر علالت پر تھے اور نظام حکومت ان کی ذاتی نگرانی نہ ہونے سے کچھ بگڑ گیا تھا۔ اور مقامی اہلکاروں نے ہز ہائی نس کی علالت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر عوام کے متعلق لاپرواہی برتی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ماہ مئی ۱۹۴۸ء میں اس ہنگامہ نے جلوس کی شکل اختیار کی۔ عوام دروش وادیوں سے چترال آئے اور مظاہرے کئے اور سرکاری

حکام کے پاس اپنے مطالبات پیش کئے۔ وزیر اعظم ریاست نے مظاہرین سے ملکر انہیں یقین دلایا کہ تمہاری شکایات رفع کی جائینگی۔ پھر ان کے مطالبات کے بعض حصوں کی معافی کا اعلان بھی کرایا گیا مگر یہ سیاسی تحریک بدستور جاری رہی۔

پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ ماہ مئی ۱۹۴۷ء میں خود چترال آئے۔ اور حالات معائنہ کرنے کے بعد ہز ہائی نس کے چند اہلکاروں کو بھی جنکو عوام ناپسند کرتے تھے برطرف کرا دیا اور ساتھ ہی حکومت کے خلاف تحریک کے بانیوں سے مولوی نور شاہ دین و مولوی محمد عقیل کو گرفتار کر کے چترال سے دور سرحدوں میں بھیجدیا۔ اسی طرح سیاسی تحریک عارضی طور پر دب گئی۔ مگر ان کے رفقاء کی ریشہ دوانیاں بدستور جاری رہیں۔

قیام پاکستان اور یوم آزادی

۱۴ راگست ۱۹۴۷ء میں قائد اعظم کی پیہم کوششیں اور مسلمانان ہند کی قربانیاں آخر رنگ لائیں۔ اور آزاد اسلامی سلطنت پاکستان معرض وجود میں آیا۔ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک نے پاکستان کی اسلامی مملکت میں شمولیت کا اعلان کر دیا اسطرح چترال کی ریاست سب سے پہلی ریاست ہے جس نے پاکستان سے الحاق کا اعلان کیا۔ ماہ نومبر ۱۹۴۷ء میں معاہدہ الحاق پر باضابطہ دستخط کر دیئے۔ یوم آزادی پاکستان کا جشن منایا گیا اور چراغاں ہوئے۔

وفد ورشگوم

نومبر ۱۹۴۷ء میں گلگت ایجنسی کے لوگوں کا ایک وفد چترال آیا جسمیں محمد اکبر خان فریسین و یاقوت شاہ حاکم غذر وغیرہ تھے۔ انہوں نے ہز ہائی نس کی خدمت میں یہ پیغام پہنچایا۔ کہ علاقہ ورشگوم قدیم سے حکمرانان چترال کے زیر نگیں رہا ہے اور ایک ہی خاندان کے افراد یہاں حکومت کرتے آئے ہیں۔ نیز دونوں علاقوں کے لوگ ایک ہی زبان و تہذیب کے مالک ہیں تقسیم ہند کے بعد نئے حالات کے مدنظر یہ علاقے پہلے کی طرح متحد کر دیئے جائیں اور یہاں کے علاقوں پر جن غیر متعلق لوگوں کو حاکم بنایا گیا ہے وہ اصلی حقداروں کو منتقل کر دیا جائے۔ ہز ہائی نس نے ان کی درخواست اپنی سفارش کے ساتھ متعلقہ پولیٹیکل افیسر چترال کی وساطت سے قائد اعظم کی خدمت میں بھجوا دی اور وفد کے اراکین کو انعام دیکر رخصت کر دیا۔

مسئلہ کشمیر اور گلگت ایجنسی

حسب شرح کرادیہ بیان ہوا کہ گلگت کے بڑے حصے یسین کے حکمران اور عوام چترال کے ساتھ قدیم سے وابستہ ہیں اور ایک ہی خون و زبان سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیا کہ دنیا کو معلوم ہے کہ یہ علاقہ ۱۸۹۵ء سے پہلے کشمیر کے زیر تسلط نہیں تھا۔

اکتوبر ۱۹۴۷ء میں جب مہاراجہ کشمیر راجہ ہری سنگھ نے کشمیری مسلمانوں کی خواہش و جذبات کے خلاف ہندیونین میں شامل ہونا چاہا۔ تو اہل چترال کو یہ بات ناگوار گذری کہ گلگت کا علاقہ ہندوستان میں شامل ہو جائے چنانچہ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک نے مہاراجہ کشمیر کو بذریعہ تار خبردار کیا کہ وہ اگر ہندوستان میں شامل ہو جائیگا۔ تو اہل چترال گلگت ایجنسی میں اپنے ہم قوم بھائیوں کی حفاظت و آزادی کے لئے مناسب اقدام کرینگے۔ اور ان کی

آزادی کیلئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرینگے۔ مگر مہاراجہ کشمیر نے ہزہائی نس کے اس پیغام کا کوئی جواب بھی نہیں دیا بلکہ نتیجہ یہ ہوا کہ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں مہاراجہ کشمیر نے ہندوستان میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔ اور ساتھ ہی جموں اور پونچھ میں مسلمانوں کا قتل عام بڑے پیمانہ پر شروع ہوا۔ اور مسلمانوں کی حمایت میں قبائلی علاقوں اور پاکستان سے مجاہدین کے دستے روانہ ہونے لگے اور ڈوگرہ فوجوں پر حملے کرتے ہوئے سرینگر تک پہنچ گئے چترال سے بھی ایک دستہ مجاہدین کا دروش کے غیور نوجوانوں سے حیدر ملک بن امین ملک اور سیف اللہ جان لال کی قیادت میں روانہ ہو کر نوشہرہ کے محاذ پر جہاد میں شامل ہوا اور بہادرانہ لڑتے ہوئے حیدر ملک نے جام شہادت نوش فرمایا۔ اور باقی لوگ نمایاں بہادری دکھا کر واپس آگئے۔

جب کشمیر کی جنگ مزید تیز ہونے لگی تو چترال کے مسلمانوں میں کشمیر میں مسلمانوں کے بے دریغ قتل عام سے ہیجان پیدا ہو گیا اور جوش انتقام کی آگ بھڑک اُٹھی۔ چنانچہ ۱۹۴۸ء میں ہزہائی نس محمد مظفر الملک نے جہاد کا اعلان کیا۔ اور کشمیری مسلمانوں کی آزادی کیلئے رضاکاروں کا ایک دستہ تیار کیا اور اس کی قیادت اپنے بھائی شاہزادہ محمد مطاع الملک کو پیش کر کے اور انکو کرنیل کے خطاب سے نواز کر گلگت کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد مجاہدین کے اور دستے شاہزادہ برہان الدین خان و شاہزادہ محی الدین خان کی قیادت میں روانہ کئے گئے جنہوں نے مسلسل چار ماہ تک وہاں جہاد جاری رکھا۔

چنانچہ شاہزادہ محمد مطاع الملک نے گلگت سے بلتستان کی اور اسکردو تک پہنچ گیا جہاں دشمن کو ایک مضبوط ترین قلعہ میں محصور رکھا اور دشمن کے ہوائی جہازوں کی بمباری اور توپوں کی گولہ باری کی پرواہ نہ کرتے ہوئے چار مہینہ تک جہاد جاری رکھا۔ اور بڑی پامردی، کمال دلاوری اور جنگی تجربہ کاری سے اسکردو کا قلعہ فتح کر لیا۔ چترال مجاہدین کے دستے جہاد کے لئے جب کوہ عالم پیر کو عبور کر رہے تھے انکی تصویر دلچسپی سے خالی نہیں جو یہاں پیش کی جاتی ہے۔

انہوں نے دشمنوں کو اپنے متواتر حملوں سے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ کرنیل شیر جنگ تھاپہ نے دشمن کے سپاہیوں کو مع سترہ دیگر افسروں کے گرفتار کر لیا اور باون قیدی ہمراہ لائے۔ اور ہتھیار جنگی اسلحہ و سامان پر قبضہ کیا۔ مجاہدین میں سے نو آدمی شہید اور انیس مجروح ہوئے شہداء کے نام پیش کئے جاتے ہیں تاکہ یادگار رہے۔

صوبی خان یارخون۔ داؤد پناہ لاسپور۔ مرزا نادر تورکہو۔ بائی خان سہرت۔ سراج الدین و جندی خان ساکنان کشم۔ اکبر خان تریچ۔ نواب خان تورکہو۔ اور بڑنگ خان دنین۔ ہزہائی نس نے مقتولین کے ورثاء کے ساتھ اظہار ہمدردی فرمایا اور خوراک و پوشاک سے نوازا۔

مجاہدین کے دستوں کے ساتھ جن سرداروں نے کمانڈنگ اور فوجی خطابوں اور ہزہائی نس کی مہربانیوں سے سرفراز ہوئے تا جل ذکر میں ان کے نام حسب ذیل ہیں۔ مہتر جو خادم دستگیر۔ مہتر جو علی دیار۔ مہتر جو سلطان کرم

سردار امان شاہ۔ محمد ایوب خان۔ ابو اللیث خان۔ عبد الجہان خان۔ شاہ عبد الحسن۔ ولایت خان۔ شیر رب خان۔ محراب حسین شاہ۔ لعل مردان۔ زیر ولی خان۔ محبت خان۔ محمد گل۔ انور بیگ۔ بہرام جاگیب بیغ علی خان۔ دوران خان۔ شیر ولی خان۔ عبد الجبار جنگی لاٹ وغیرہ۔

شاہزادہ برہان الدین خان و شاہزادہ محی الدین خان نے اپنے دستوں کے ساتھ بھی لڑائی۔ گریز اور تر تبال کے محاذوں پر ڈوگرہ فوجوں پر پامردی سے حملے جاری رکھے اور ان کے دانت کھٹے کر کے کرامت توڑدی

شاہزادہ کرنیل محمد مطاع الملک کی گرفتاری

مجاہدین اسکردو جب قلعہ فتح کرنے کے بعد چترال کی طرف روانہ ہو کر گلگت پہنچے تو ۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ء ہی ان کے کرنیل شاہزادہ محمد مطاع الملک سرکاری حکم سے گرفتار ہوئے اور بذریعہ طیارہ پشاور پہنچائے گئے۔ جہاں ان کو سنٹرل جیل میں نظر بند رکھا گیا۔ اور ان کے ماتحت مجاہدین کو غیر مسلح کر کے چترال بھیجا گیا۔ شہزادہ کی گرفتاری اسوقت زیر دفعہ بنگال ریگولیشن ۱۸۱۸ء بتائی گئی لیکن مابعد انکشاف ہوا کہ ہز ہائینس نے شر پسند عناصر کی غلط رپورٹوں سے متاثر ہو کر گورنمنٹ پاکستان سے درخواست کی تھی کہ شاہزادہ محمد مطاع الملک اسکردو فتح کرنے کے بعد اپنے اثر و رسوخ سے کام لیکر تخت چترال پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا وہ گرفتار ہو گئے۔

شہزادہ محمد مطاع الملک اکتوبر ۱۹۴۹ء تک پشاور میں نظر بند رہے پھر رہا ہو کر چترال واپس آئے اور اپنے سابقہ عہدہ گورنری پر تعینات ہوئے۔

ہز ہائی نس محمد مظفر الملک کی وفات

ہز ہائی نس تین سال سے بیماری میں مبتلا تھے۔ سوائے قلیل وقفوں کے ان کی صحت ہمیشہ خراب رہی بالآخر صحت سے مایوس ہوئے چنانچہ ۷ رجنوری ۱۹۴۹ء کو جمعہ کی رات اس عالم فانی سے رنگرائے عالم جاودانی ہوئے۔ اور اپنے والد بزرگوار اعلیحضرت مرحوم کے مقبرہ کی پائنتی میں مدفون ہوئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

شروع ماہ جنوری سے چترال میں معمول سے زیادہ برفباری ہوئی جس سے ریاست کے تمام راستے مسدود ٹیلیگراف اور ٹیلیفون کے سلسلے درہم برہم ہوئے۔

ہز ہائینس مرحوم کے ذاتی حالات

ان کا یوم پیدائش ۶ ر اکتوبر ۱۹۰۱ء تھا اس لحاظ سے سینتالیس سال عمر پائی۔ دینی تعلیم تورکھو میں اپنے رضاعی باپ شاہ زرین چارد بلو خوشتہ کے گھر میں استادوں سے پائی۔ مابعد اسلامیہ کالج پشاور میں الیف۔ اے تک تعلیم حاصل کر کے چترال واپس آئے اور ۱۹۲۲ء میں اعلیحضرت کے حیثیت سیکریٹری ہوئے۔ ۱۹۳۰ء میں تورکھو کے گورنر مقرر کئے گئے ۱۹۳۸ء میں بڑے بھائی کے ساتھ فریضہ حج بھی ادا کیا۔ ۱۹۴۳ء میں اپنے بڑے بھائی سر ناصر الملک مرحوم کی وفات کے بعد تخت نشین ہوئے۔ تین سال تخت نشینی کے بعد بیمار ہوئے

اور اس بیماری کے ایام میں عوام سے رابطہ قائم نہ کر سکے۔ اور مصاحبین خاص کے ساتھ وقت گذارنے لگے آپ شکار کے بڑے شوقین تھے پولو بھی خوب کھیلتے تھے۔ شکار کے لئے ژوغی لشٹ اور شیر گول کے دہانہ پر بنگلے تعمیر کرائے۔ آپ اکثر وہاں جایا کرتے شیر گول کے بنگلہ کو شہر شام کا نام دیا جس میں باغ اور میوے لگے ہوئے تھے۔ آپ نماز باجماعت اور تہجد کے بڑے پابند تھے علماء کی قدردانی کرتے تھے۔ اور روزانہ دو وقت طعام میں شریک کرتے تھے۔ آپ کے ذاتی اخلاق بڑے بلند تھے حلیم الطبع اور نرم گفتار تھے۔ بذلہ سنجی اور ظرافت بھی آپ کے حصہ میں آئی تھی۔ قدامت پسندی اور قدیم پروری آپ کا شیوہ تھا۔ اپنے خصوصی مصاحبین پر بڑے مہربان تھے اور زمین اور دیگر مراعات سے ان کو خوش رکھا۔ آپ کے عہد میں ریاستی باڈی گارڈ کی کمپنیوں میں اضافہ ہوا کیونکہ ریاست میں لوگوں کو عزت دینے کے وسائل باڈی گارڈ کی سرداری اور کونسل کی ممبری وغیرہ ہیں جن کے عہدوں سے خیر خواہوں کو عزت دی جاتی ہے اور ان کے مراتب بلند کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہز ہائی نس مرحوم کے عہد میں صوبیداروں جمعداروں اور کونسل کے ممبروں اور حاکموں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔ جس سے خوش ہوئے اسکو فوراً لیفٹیننٹ کا عہدہ بخش دیا۔ چنانچہ ان کے عہد میں اعزازی افسروں کی تعداد اعلیحضرت مرحوم اور سر ناصر الملک مرحوم کے عہد سے دو چند زیادہ تھی۔ باڈی گارڈ کا موجودہ اسلحہ خانہ اور جیغنبی دلیوار کے متصل عالیشان عمارت ان کے عہد کی یادگار رہیں۔ لیکن ریاستی و عوامی مفاد کا کوئی تعمیری و اصلاحی کام نہ ہو سکا جس کی وجہ صحت کی خرابی اور ریاست میں عوام کی بے چینی کے دور کا آغاز تھا۔

ہز ہائی نس مرحوم کے عہد کی خصوصیات

ہز ہائی نس مرحوم کا عہد حکومت اگرچہ مختصر تھا مگر تاریخ میں ان کا عہد اس لئے اہم حیثیت رکھتا ہے کہ پاکستان عالم وجود میں آیا۔

چترال پر ۱۸۹۵ء میں انگریزوں کا تسلط ہو گیا تھا۔ انہیں شک نہیں کہ انگریزی حکومت کے دور میں اس ملک کو بیرونی دشمنوں سے امن و امان حاصل ہوا اور انہوں نے یہاں شفا خانے کھولے۔ سڑکوں کا جال بچھایا۔ تعلیمی تعمیر کیں جدید تعلیم جاری کی۔ اور گورنمنٹ کی امداد سے ریاست کی اقتصادی حالت کو سنوارنے کا سروسامان کیا۔ دفاعی انتظام کے نئے ملکی فوج کی تنظیم کی۔ مگر ان سب کے باوجود یہ ایک بیرونی حکومت تھی اور چترال ریاست کو انگریزوں کی غلامی کا درجہ ہی حاصل تھا۔ اور اس محکومیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ریاست کی حدود ارندو سے شندور تک محدود ہو کر رہ گئی ۱۸۹۵ء سے پہلے اس ریاست کی حدود دکاگئت سے اسمار تک نیز باشگل حال نورستان تک پھیلی ہوئی تھی

آزاد حکومت پاکستان جب وجود میں آگئی تو یہاں کے لوگ انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہو گئے اور ایک اسلامی سلطنت کے آزاد باشندے ہوئے اور ہز ہائی نس مرحوم کے اس فیصلہ پر فخر کا اظہار ہے جس کے ذریعہ آپ نے سب سے پہلے اپنی ریاست کے الحاق کا باضابطہ اعلان کیا تھا۔

(۲) ہز ہائی نس مرحوم کے دور کا دوسرا اہم واقعہ جہاد کشمیر میں مجاہدین چترال کا نمایاں کارنامہ ہے جو مختلف محاذوں پر انہوں نے کامیابی حاصل کر کے اسکردو کی بڑی چھاؤنی پر قبضہ کر لیا۔

(۳) تیسرا اہم واقعہ ان کے عہد میں ریاست میں سیاسی بیداری کا پیدا ہونا اور عوام کا حکومت کے خلاف مظاہرہ کرنا۔ مطالبات پیش کرنا۔ ایک حد تک انکے مطالبات منظور کرنا تاریخ کا نیا واقعہ ہے

(۴) ہز ہائینس مرحوم کے عہد میں شہزادوں کے اختلافات بھی اہم واقعات ہیں جو ۱۹۴۶ء و ۱۹۴۷ء میں رونما ہوئے تاریخ شاہد ہے کہ تیموریہ کے اسلاف کا موروثی جذبات کا دستور ہے کہ وہ اقتدار پسندانہ خصوصیات سے اپنے لئے نیا تاریخی مقام پیدا کرتے ہیں۔ ریاست چترال قدیم سے ایک آزاد حکومت تھی۔ اور اسکے اندرونی معاملات و واقعات بالائی حکومت کے زیر اثر نہیں تھے۔ اس لحاظ کے اختلافات کے نتائج مکمل جنگ کے مترادف ہوتے تھے۔ مگر جب ۱۸۹۵ء کے بعد چترال بالائی طاقت کے زیر اثر آیا تو انکے مطلق العنانی کے عزائم کا خاتمہ ہو گیا۔ اور ان کے اختلافات کا فیصلہ بھی بالائی حکومت کے ماتحت ہو گیا۔

(۵) ہز ہائی نس کے عہد میں کالام باشقار کا متنازعہ فیہ علاقہ کا سوات میں شامل ہونا اور اس کے عوض میں رقم وصول کرنا اگرچہ اہل چترال کی خواہش کے خلاف تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ریاست اسکی سرپرستی سے عہدہ برآ نہ ہو سکی اور مصلحت اسی میں دیکھی کہ اس کی مزید سرگردانیوں سے نجات پائے۔

(۶) ہز ہائی نس مرحوم نے اپنے آخری دورہ کے موقع پر مال روڈ پشاور میں جو عالیشان بنگلہ خریدا تھا۔ وہ چترال ہاؤس کے نام سے ان کی ایک بہترین یادگار رہ گئی ہے شاہی خاندان کے افراد وغیرہ وہاں قیام و آرام حاصل کر رہے ہیں۔

ہز ہائی نس کی اولاد شاہزادہ سیف الرحمٰن و اسد الرحمٰن اور عزیز الرحمٰن۔ اور دو شہزادیاں ہیں جو محمد عثمان خان و شاہزادہ صمصام الملک کے عقد ازدواج میں ہیں۔

شاہزادہ سیف الرحمٰن اپنے والد بزرگوار کے عہد ہی میں ولی عہد تسلیم ہو چکا تھا۔ ان کی وفات پر ۷ جنوری ۱۹۴۹ء کو تخت نشین ہوئے اور ۱۲ جنوری کو پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ نے چترال میں آکر حکومت

پاکستان کی جانب سے ایک نمائندہ دربار میں ان کو حکمران تسلیم کیا۔

ہز ہائی نس نے اپنی تقریر میں گورنمنٹ پاکستان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یقین دلایا کہ میرا خاندان جسطرح گورنمنٹ برطانیہ کا سچا دوست اور وفادار تھا اسی طرح اب مملکت پاکستان کا سچا خیر خواہ اور ہمیشہ وفادار رہیگا پاکستان کے قیام پر چترال پہلی ریاست ہے جس نے اس کے ساتھ الحاق کا اعلان کیا اور اپنی ہمسایہ ریاستوں کو بھی الحاق کی رغبت دلائی خصوصاً گلگت کے لوگوں کو جو پہلے ریاست چترال میں شامل تھے۔

(۳) ہز ہائی نس نے کہا کہ ہم نے کشمیر کی آزادی کے لئے اپنی خدمات پیش کیں اور تمام محاذوں پر مجاہدین چترال نے بڑی جانفشانی سے دشمن کا مقابلہ کیا اور کافی شہرت حاصل کی۔ اب بھی میں یقین دلاتا ہوں کہ وقت آنے پر میری ریاست کے لوگ کسی قسم کی جانی اور مالی قربانی سے دریغ نہیں کرینگے۔

(۴) میں پولیٹیکل ایجنٹ کی وساطت سے مملکت پاکستان سے عرض کرتا ہوں کہ ریاست چترال کے کچھ علاقے میرے دادا کے عہد میں اس وعدہ پر الگ کئے گئے تھے کہ بعد میں چترال کو مل جائیں گے وہ علاقے ابھی تک بھی واپس نہیں ملے لہذا ہم امید کرتے ہیں کہ حکومت پاکستان اس پر غور کرے گی اور وہ علاقے چترال کے ساتھ دوبارہ ملائے جائیں گے۔

(۵) میں ریاست کے تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جو میرے والد کی وفات پر میرے غم میں شریک رہے۔ اور پھر میرے ساتھ وفاداری کا عہد کیا۔ میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اپنی رعایا کی فلاح و بہبود اور ان کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرونگا۔ نیز میں ان کے ساتھ یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ ان کی خواہش کے مطابق ریاست کی پرانی حدود کو بحال کرانے کے لئے حکومت پاکستان کو وقتاً فوقتاً یاد دہانی کراتا رہونگا۔

(۶) میں وعدہ کرتا ہوں کہ ریاست چترال کی رعایا خصوصاً مولائی گروہ پر کسی قسم کی مذہبی پابندی نہیں ہوگی۔ اور ان کے مذہبی امور میں کسی قسم کی دخل اندازی نہیں کی جائے گی۔

(۷) میں اعلان کرتا ہوں کہ اگر میرے والد مرحوم کے عہد میں زمینوں کے معاملات میں کچھ ایسے فیصلے ہوئے ہوں جن پر رعایا مطمئن نہ ہوئی ہو تو ان پر دوبارہ غور کرونگا اور شریعت کے مطابق فیصلہ کرونگا۔

(۸) میں یہ بھی اعلان کرتا ہوں کہ باڈی گارڈ کے رخصتانہ میں اضافہ کرنے پر غور کیا جا رہا ہے اور عنقریب اس کا اعلان کرونگا۔

(۹) میں گورنروں، حاکموں، چارویلیوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ میری رعایا کے ساتھ انصاف سے کام لیں اور ان کے ساتھ ناجائز سلوک نہ کریں اگر ان کے خلاف ایسی شکایات پیش ہوئیں تو ان کے خلاف سخت قانونی کارروائی کرونگا۔ اس کے بعد جلسہ برخواست ہوا اور فوجی سلامی پیش کی گئی۔

ٹیکسوں کی معافی کا اعلان فروری ۱۹۴۹ء

ہز ہائی نس نے تخت نشینی کے چند دن بعد ایک عام دربار میں رعایا کے تمام ٹیکسوں کی معافی کا اعلان فرمایا جیسے ٹوٹیوں

کی قلنگ اور چلانے کی کلڈی پر محصول تھا۔ اور سالانہ پچیس ہزار روپیہ سے زیادہ آمدنی ہوا کرتی تھی۔ ان سب کو یک قلم معاف فرمایا اور تمام علاقوں میں معافی کا اعلان ہوا۔ اس پر رعایا نے عام خوشی کا اظہار کیا اور مساجد میں دعائیں مانگی گئیں۔

شورش اہل مستوج

مارچ ۱۹۴۶ء میں مستوج سے خبر ملی کہ وہاں کے بعض لوگوں نے حکومت کے خلاف تحریک شروع کی ہے اور حکام بالا کے نام تاریں ارسال کی ہیں۔ ہز ہائی نس کے حکم سے شاہزادہ برہان الدین خان (جو اس وقت کمانڈر انچیف کے عہدے پر فائز تھے) کو مستوج بھیجا گیا انہوں نے تحقیقات کے بعد کچھ گرفتاریاں کیں اور واپس آئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اتالیق سرفراز شاہ کو اس تحریک میں ملزم گردانا گیا۔ لہٰذا ہز ہائی نس کے حکم سے اتالیق سرفراز شاہ کو معہ اس کے متعلقین کے قید کر دیا گیا۔ اور ریاستی عدلیہ کی کونسل میں اس پر مقدمہ چلایا گیا۔ پھر اس کی جائیداد ضبط ہوئی اور ملازمت و عہدہ سے برطرف کر دیا گیا۔

مئی ۱۹۴۷ء میں کرنل شریف خان پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ جب چترال آئے تو حکومت پاکستان کی ہدایت پر معاملہ کی از سر نو تحقیقات کی۔ اور ان تحقیقات میں اتالیق سرفراز شاہ کو بیگناہ ثابت کیا لہٰذا گورنر سرحد کے حکم سے اسے قید سے رہا کر دیا گیا اور اس کی جائیداد اسے واپس دے دی گئی۔ پھر اس ضمن میں شہزادہ برہان الدین خان اور خان بہادر مہتر جو ولادم خان وزیر اعظم پشاور بلائے گئے اور ان کو بتلایا گیا کہ اس معاملہ میں چونکہ پولیٹیکل افسر چترال کے صلاح و مشورہ کے بغیر کارروائی کی گئی ہے لہٰذا یہ غلط ہے چنانچہ وہ چند ماہ وہاں گذار کر پھر واپس چترال آئے۔

ہوائی اڈہ کی تعمیر

مئی ۱۹۴۹ء میں بمقام سینگور ایک ہوائی میدان کی تعمیر پیر حسن الدین پولیٹیکل ایجنٹ چترال کی نگرانی میں شروع ہوئی۔ ہز ہائی نس نے اپنی ذاتی جائیداد سے نہ صرف تین سو جریب زمین حکومت کو پیش کی بلکہ ریاستی باڈی گارڈ اور سفر مینا کے کئی دستے اور سامان بھی اس تعمیر کے سلسلہ میں حکومت کو مہیا کئے۔ ریاستی عوام بھی رضاکارانہ طور پر کافی تعداد میں اس کی تعمیر میں شریک ہوئے۔ ابھی یہ میدان پایۂ تکمیل کو نہ پہنچا تھا۔ کہ پیر حسن الدین چترال سے تبدیل ہو گئے۔ اور یہ میدان ۱۹۵۱ء میں پوری طرح تیار ہو کر استعمال میں لایا جانے لگا۔

مسلم لیگ کا قیام ۱۹۴۶ء سے

چترال کے جو باشندے تجارتی کاروبار کے سلسلہ میں پشاور میں مقیم تھے انہوں نے پشاور میں پہلے سے چترال مسلم لیگ کے نام سے ایک تحریک شروع کی تھی اب وہ چترال آئے انہیں مولوی نور العین، حکیم محبوب اور غازی خان قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے یہاں کے عوامی لیڈروں سے رابطہ قائم کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں یہ عوامی تحریک ریاست کے طول و عرض میں پھیلنے لگی اور چترال میں مسلم لیگ کی ایک منظم پارٹی قائم ہوئی۔ جس کی صدارت کے لئے مولوی نور شاہ دین چرکنڈی

کو منتخب کیا گیا۔

۱۷ ستمبر ۱۹۴۹ء میں چترال کے پولو گراؤنڈ (جنالی) میں انکا ایک بہت بڑا جلسہ ہوا اور اسمیں انھوں نے ریاست میں مکمل ذمہ دار حکومت اور دیگر سوشل و زرعی اصلاحات کا مطالبہ کیا۔ اس موقع پر پیر احسن الدین پولیٹیکل ایجنٹ چترال اور سیف الرحمٰن بھی تشریف لائے۔ ہز ہائی نس نے اُن کی آواز پر اعلان کیا۔ کہ اگر آپ لوگ ریاست میں اسلامی حکومت شریعت کی بنیادوں پر چاہتے ہیں تو میں تسلیم کرتا ہوں کہ ریاست میں شریعت اسلامی جو پہلے سے نافذ تھی۔ وہ بدستور قائم رہیگی اور مکمل طور پر نافذ رہیگا۔ ذمہ دار حکومت کا مسئلہ ریاست کی موجودہ حالت میں ایک نیا سوال ہے جسکے متعلق میں حکومت پاکستان سے مشورہ کئے بغیر اعلان نہیں کر سکتا۔ لوگ اس اعلان سے مطمئن نہ ہوئے اور عام شور مچانے لگے۔ اس پر پولیٹیکل ایجنٹ نے ان کی آواز کو بیہودگی سے تشبیہ دی اور ہز ہائی نس کو ساتھ لیکر وہاں سے واپس چلے گئے۔ ۱۹ ستمبر ۱۹۴۹ء کو ہز ہائی نس خود پشاور گئے اور گورنر سرحد سے ملاقات کرکے واپس چترال آئے۔ اور شہزادگان چترال کو نظر بندی سے رہائی دلا کر اپنے ساتھ چترال لائے۔ گورنر سرحد صاحبزادہ خورشید احمد کے مفید اور نیک مشوروں سے شکریہ مراجعت ہوئے۔

ہز ہائینس کا تربیت پر پشاور جانا

۱۶ اکتوبر ۱۹۴۹ء کو ہز ہائی نس گورنر سرحد کے بلاوے پر پشاور گئے۔ اور کچھ عرصہ بعد پاکستان ایڈمنسٹریٹو اکیڈیمی میں تربیت حاصل کرنے لگے اس سے پیشتر وہ ملٹری اکیڈیمی کاکول میں تربیت پا رہے تھے۔ لیکن والد کی وفات پر کورس کو ادھورا چھوڑ کر واپس آنا پڑا تھا۔

ریاست میں انتظامیہ بورڈ

۹ دسمبر ۱۹۴۹ء کو ایک عام دربار میں خان رحیم داد خان پولیٹیکل افسر چترال نے بورڈ کے متعلق ہز ہائینس سیف الرحمٰن کا فرمان اور حکومت پاکستان کا حکمنامہ پڑھ کر سنایا کہ ہز ہائی نس نے اپنے دوران تربیت میں ریاست کے انتظام چلانے کے لئے بورڈ کا قیام منظور فرمایا ہے جس کی رو سے شاہزادہ شہاب الدین خان۔ اتالیق سرفراز شاہ اور سید نادر شاہ، خان رحیم داد کے زیر صدارت اس بورڈ کے ممبر ہوں گے۔ اور پھر ہر ایک ممبر کو علیحدہ علیحدہ ذمہ داریاں سپرد کی گئیں۔

بورڈ نے کام شروع کرتے وقت۔ بیگار کی بجائے ریاستی خرچ پر تعمیرات عامہ کا کام جاری کیا۔ اور بیگار کو موقوف کر دیا۔ اور مزدوروں کو باقاعدہ اجرت ملنے لگی۔ مالیہ و عشر کا انتظام جو پہلے سے بگڑ گیا تھا از سر نو باقاعدہ جاری کیا گیا۔ محکمہ پولیس کی از سر نو تنظیم کی گئی اور ان کو باقاعدہ تنخواہ ملنے لگی۔ عدلیہ کونسل کے ممبروں کی بجائے تین مقرر ہوئے جنھیں مسلم لیگ اور ریاستی لیگ کے نمائندے منتخب ہوئے تھے۔ ریاستی موٹر سروس قائم کی گئی جس کی لاریاں چترال و دروش کے درمیان چلنے لگیں یہ فیصلہ بورڈ نے عدلیہ کونسل کے

فیصلوں پر کیا۔ اور حکومت پاکستان نے بھی اس تجویز کی حمایت کی۔ کہ سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد تک جو مقدمات فیصل ہو چکے ہیں ان پر دوبارہ غور نہ ہوگا۔

مسلم لیگ کی عام تحریک

سنہ ۱۹۵۰ء میں جبکہ مسلم لیگ کا اثر و رسوخ کافی بڑھ چکا تھا۔ جنوبی اضلاع میں مزارعین اور مالکان زمین کے تنازعے شروع ہوئے جس میں حکومت نے مالکان زمین کو اپنی زمینوں پر مالکانہ حقوق کا حکم صادر فرمایا تو مسلم لیگ نے مزارعین کی حمایت میں خلاف قانون تحریک شروع کی اور حکومت کے خلاف مظاہرے کرتے ہوئے چترال پولو گراؤنڈ تک پہنچے اور لیگ کے دفتر پہ قبضہ کرنے کی کوشش میں پولیس پر حملہ کر دیا۔ اور جب انہیں منتشر ہونے کا حکم دیا گیا تو انکار کر دیا جس پر صدر بورڈ وزیرستان سکاؤٹ اور ریاستی پولیس کے دستوں کے ذریعہ لاٹھی چارج کرایا گیا اور ہجوم کو منتشر کر دیا گیا۔ یہ مسلم لیگ اور پولیس کی پہلی ٹکر تھی۔ مسلم لیگ کے چند لیڈروں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور جب ایک ماہ کے بعد حالات معمول پہ آ گئے تو ان لیڈروں کو رہا کر دیا گیا۔

اتحادی مسلم لیگ

سنہ ۱۹۵۰ء میں جب مسلم لیگ پارٹی نے حکومت میں جائز و ناجائز مداخلت کا پیشہ اختیار کیا تو چترال میں اتحادی لیگ کی تشکیل کی گئی۔ اس لیگ میں وہ طبقہ تھا جو مسلم لیگ کے انتہا پسندانہ خیالات کا مخالف تھا۔ انہوں نے اپنے آپ کو مسلم لیگ کے خلاف اتحادی مسلم لیگ کے نام سے منظم کیا۔ اور قلیل عرصہ میں اتنی ترقی کی کہ یوم آزادی پاکستان ۱۴ اگست کے دن ہزاروں لوگوں نے چترال میں جمع ہو کر جلوس نکالا۔

اس پارٹی کا نصب العین ہز ہائی نس کی جلد واپسی وطن اور ریاست میں آئینی حکمران کے ماتحت ایک ذمہ دار اسلامی حکومت کا قیام تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایک وفد ترتیب دیا جو اپریل ۱۹۵۲ء میں پشاور چلا گیا اور حکومت پاکستان کے گورنر صوبہ سرحد سے ملاقات کی اور ہز ہائی نس کی واپسی وطن کے لئے پرزور مطالبہ کیا۔ پشاور میں مقیم چترالی باشندوں نے بھی جلوس نکالا اور بورڈ توڑنے اور ہز ہائی نس کی واپسی وطن کے لئے مظاہرے کئے۔

معدنیاتی تحقیقات

سنہ ۱۹۵۱ء کے موسم گرما میں حکومت پاکستان کے جیالوجیکل ڈیپارٹمنٹ کے متعدد ماہرین نے چترال آکر ریاست کے مختلف حصوں کا وسیع دورہ کیا۔ اور مختلف قسم کے معدنی ذخائر کا پتہ چلایا۔ چنانچہ ان کی کوششوں سے دمیل نسار میں فولاد و لوہے کے وسیع ذخائر کا انکشاف ہوا۔ لیکن جب تک بیرونی علاقوں سے رسل و رسائل کا سلسلہ قائم نہ ہو جائے ان ذخائر سے فائدہ اٹھانے کا کوئی امکان نہیں۔

لاوری پہ جیپ کی سڑک

سنہ ۱۹۵۱ء میں ریاستی حکومت کے زیر انتظام لاوری کے سابقہ سواری کے راستہ کو وسیع کر کے جیپ موٹروں کی آمد و رفت کے قابل بنا دیا گیا۔ اسپر ریاستی

خزانہ سے پچیس ہزار روپیہ اور کچھ غلہ خرچ کیا گیا۔ ۶ نومبر ۱۹۵۱ء کو خان میر محمد خان صدر بورڈ نے اسکی رسم افتتاح ادا کی۔ ۱۹۵۲ء میں اس سڑک کی مزید توسیع کیلئے مسعود بٹالین نے کام شروع کیا۔ اور سڑک کو مزید توسیع دے کر موٹروں کی آمد و رفت کے قابل بنادیا۔

ریاست کیلئے نیا عبوری آئین

۱۵ اپریل ۱۹۵۳ء میں گورنمنٹ ہاؤس پشاور سے ایک سرکاری اعلان جاری کیا گیا کہ ہز ہائی نس مہتر سیف الرحمن نے ریاست کے لئے ایک عبوری آئین منظور فرمایا ہے جسکی رو سے ریاست میں دس ممبروں پر مشتمل ایک مشاورتی کونسل تشکیل کی جائیگی جس کی صدارت ریاست کے وزیر کریں گے۔ وزیر کی تقرری ہز ہائی نس گورنر جنرل کے مشورے سے کرینگے۔ جو ریاست کا کلی ذمہ دار اور ہز ہائی نس کا مشیر اعلیٰ ہوگا۔

ہز ہائی نس کے لئے پریوی پرس یعنی خرچ خاص کی صورت میں ایک رقم مخصوص کر کے ریاست کی آمدنی کا باقی حصہ مشیر اعلیٰ کے زیر احکام ریاست کے دیگر امور پر خرچ کرنے کا فیصلہ ہوا۔

ریاست کے باڈی گارڈ کو بھی توڑ کر اس کی جگہ پولیس فورس قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس پر وزیر کنٹرول کرینگے۔ نیز ہز ہائینس گورنر جنرل کے مشورہ سے چترال کے ایڈیشنل پولیٹیکل ایجنٹ مسٹر عزیز اعوان کو ریاست کا وزیر و مشیر اعلیٰ مقرر فرمایا۔ مشاورتی کونسل کے دس ممبر جس کے پانچ ممبر منتخب شدہ اور باقی پانچ نامزد شدہ ہوں گے ریاست کے بجٹ کی تجویز پر بحث کرنے اور ترقیاتی سکیموں کی سفارش کرنے کے مجاز ہوں گے۔

ہز ہائی نس سیف الرحمن کی پشاور سے تشریف آوری

۱۳ اپریل ۱۹۵۳ء کو ہز ہائینس ساڑھے تین سال کی تربیت مکمل کرنے کے بعد بذریعہ طیارہ چترال تشریف لائے جہاں رعایا کے تمام طبقوں نے ان کا پُرخلوص استقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔

مشاورتی کونسل کے انتخابات

۱۹۵ء میں پانچ منتخب نشستوں کے لئے انتخابات کرائے گئے ریاست کے لوگ دو طبقوں میں منقسم تھے یعنی مسلم لیگ اور اتحادی لیگ۔ مگر مسلم لیگ کی اکثریت تھی۔ اور وہ پہلے سے منظم تھے۔ انتخابات میں مسلم لیگ کے لیڈر کامیاب ہوئے اور عوام نے سیف اللہ جان کو دروش سے۔ مولوی نور شاہ دین کو چترال سے۔ سید افسر جان کو علاقہ خذر سے۔ صاحب نگین کو علاقہ مستوج سے اور ظفر احمد خان کو موڑکھو و تورکھو سے ممبر منتخب کیا۔

ہز ہائی نس کی طرف سے شاہزادہ شہاب الدین خان۔ خان عبدالقادر خان۔ کپتان عبدالرؤف خان صوبیدار عمرا خان اور سید شاہ عبدالحسن ممبر نامزد کئے گئے۔

گورنر صوبہ سرحد کی تشریف آوری

۱۵ اکتوبر ۱۹۵۳ء کو خواجہ شہاب الدین گورنر سرحد چترال آئے اور مشاورتی کونسل کی رسم افتتاح ادا کی۔ سابق

نظم و نسق کے ذمہ دار ابورڈ کو ختم کر دیا گیا۔ مسٹر عزت بخش اعوان ہز ہائی نس کے مشیر اعلیٰ مقرر ہوئے۔ گورنر صاحب نے نئے تھانہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور تعمیر شروع ہو گی۔ انتظام کے لئے پولیس فورس کا نظام قائم ہوا۔ جس کی قیادت کپتان عبدالخالق کو تفویض ہوئی۔ عبدالخالق باشندہ پشاور علوی خاندان کے سادات سے ہیں ۱۹۲۲ء سے ۱۹۳۰ء تک چترال سکاؤٹس کے ہیڈ کلرک رہے۔ پھر ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۷ء تک چترال سکاؤٹس میں کپتان کا منصب حاصل کیا۔ ملازمت ختم کرکے گھر چلا گیا۔ جب چترال میں نئے عبوری آئین کا نفاذ ہوا تو ہز ہائی نس کی خواہش پر دوبارہ چترال واپس آیا اور پولیس فورس کا افسر مقرر ہوا۔

ہز ہائی نس کے بڑے معتمد تھے تعلق بھی تھا کیونکہ اسکی اہلیہ یہاں سے تھی جب ہز ہائی نس کا انتقال ہوا تو وہ بھی اپنی اہلیہ کی بیماری کی وجہ سے گھر واپس چلا گیا۔ چترال میں انکا قیام دس سال رہا۔ وہ چترال کے حالات و ماحول سے پوری طرح واقف تھے۔ اور ہز ہائی نس کے سچے خیر خواہ تھے۔

باڈی گارڈ کا خاتمہ مارچ ۱۹۵۴ء میں رانا فرزند علی خان ایڈیشنل پولیٹیکل ایجنٹ چترال نے بموجب اعلان مصدرہ ۱۵ اپریل ۱۹۵۴ء باڈی گارڈ کو ختم کرنے کیلئے احکام صادر فرمائے جس کے مطابق باڈی گارڈ کا تمام اسلحہ و ایمونیشن و سامان پولیس فورس کے حوالہ کیا گیا اور باڈی گارڈ کے تمام افسر گھروں کو رخصت ہوئے۔

باڈی گارڈ کا قیام ۱۹۰۹ء میں ہوا تھا جس کی ابتدائی تعداد ایک ہزار تھی مگر بتدریج بڑھ کر اس وقت چھ ہزار نفوس پر مشتمل ایک بڑی فوج تھی۔ اس نے بیرکوٹ اور جنگ آزادی کشمیر کے مواقع پر جو کارنامے انجام دیئے وہ اپنی نظیر آپ ہیں۔

ریاست میں جدید نظام کا اعلان ۱۹۵۴ء میں

اپریل ۱۹۵۴ء میں رانا فرزند علی خان ایڈیشنل پولیٹیکل ایجنٹ چترال کی صدارت میں اجلاس کونسل ایڈوائزر ریاست کا پہلا باقاعدہ بجٹ پیش کیا گیا۔ جسمیں چالیس ہزار روپیہ کا خرچ آمدن سے زیادہ تھا اور اس خسارہ کی رقم سب سیڈی کی جمع شدہ رقومات سے پورا کرنیکا فیصلہ کیا گیا۔

مروجہ پرانے نظام کو ختم کرکے ریاست کے لئے نئے نظام کا اعلان صادر فرمایا جسکی رو سے گورنر سے چارویلو تک سب عہدے ختم کر دیئے گئے۔ اور ریاست کو دو ضلعوں اور چھ تحصیلوں میں تقسیم ان کے انتظام کے لئے دو ڈپٹی کمشنر اور چھ تحصیلدار مقرر ہوئے جس کی قیادت مشیر اعلیٰ کے سپرد ہوئی۔ اس طرح ان ادا حد

میں ریاست کے نظم و نسق میں ایک انقلاب عظیم لایا گیا۔ سابقہ نظام کا قالب صد ہا سال سے قائم تھا۔ اس کے عہدے گورنر۔ حاکم۔ اتالیق۔ چارویلو۔ آتسقال۔ براموش اور چہرپو اپنی اپنی ذمہ داریوں کے مالک تھے اور ریاست سے سالانہ دو ہزار من سے زائد غلہ وظیفہ پاتے تھے۔ جب عہدے ختم کردیئے گئے تو وہ وظائف سے بھی محروم ہو گئے۔ اور انہوں اپنی آئندہ معاش کا سوال بھی پیش نہ کیا۔ کیونکہ ریاست میں پنشن سسٹم بھی ختم ہے لہٰذا کوئی حق الخدمت باقی نہ رہا۔

نئی تنظیم کے منصب دار

شاہزادہ شہاب الدین خان و شاہزادہ اسد الرحمٰن ڈپٹی کمشنر مقرر ہوئے۔ اور مفتاح الدین۔ سعید خان۔ عبدالرحمٰن۔ مقتدا خان۔ سعدی خان اور عبدالجبار خان تحصیلوں میں تحصیلداری پر مامور کئے گئے۔

رانا فرزند علی خان نے ریاست کو ضلعوں اور تحصیلوں میں تقسیم کر کے باقاعدہ دستور العمل بنایا اور ریاست کیلئے ترقیاتی منصوبہ بھی بنایا اور باقاعدہ پہلا بجٹ بھی پیش کیا۔ رانا فرزند علی خان کی صحت اکثر خراب رہتی تھی۔ اس لئے ناسازئ صحت کی وجہ سے یہاں سے تبدیل ہو کر ماہ ستمبر کے آخر میں پشاور چلے گئے۔

ہز ہائی نس کی ناگہانی وفات

بتاریخ ۲ ماہ اکتوبر ۱۹۵۴ء ہز ہائینس سیف الرحمٰن گورنر جنرل سے ملاقات کیلئے پشاور تشریف لے گئے اور ۱۳ ماہ اکتوبر کو وہاں سے بذریعہ طیارہ واپس چترال مراجعت فرمائی۔ جب ان کا طیارہ لواری ٹاپ کے اوپر پہنچا تو یکایک دس ہزار کی بلندی سے نیچے زمین پر گر پڑا اور پاش پاش ہو گیا۔ ہز ہائی ہائینس جانبر نہ ہو سکے پائلٹ افسر مسٹر غزنوی بھی جاں بحق ہو گئے اور دونوں نے مرتبہ شہادت پایا۔ شام کو ہز ہائی نس کا جنازہ چترال پہنچایا گیا۔ اور دوسرے دن ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو شاہی قبرستان ژانگ بازار میں ہز ہائینس مہتر ناصر الملک مرحوم کے پہلو میں دفن ہو کر ابدی نیند سو گئے۔ ہزاروں اشکبار آنکھوں نے اس ناگہانی افسوسناک موت پر خون کے آنسو بہائے۔ حکومت پاکستان کی نمائندگی کرنے کے لئے نواب زادہ شیر افضل خان پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ اور سعد اللہ خان پولیٹیکل سیکرٹری گورنر سرحد چترال پہنچے اور مرحوم کے جنازہ میں شرکت کر کے پسماندگان خاندان شاہی سے ہمدردی کا اظہار کیا۔

ہز ہائی نس کی اولاد

شاہزادہ سیف الملک ناصر و شاہزادہ شجاع الرحمٰن ہیں اول الذکر کی والدہ ہز ہائی نس مہتر ناصر الملک مرحوم کی شاہزادی ہیں۔ اور دوسرے کی والدہ خان عبدالقادر خان سابق والئ اسمار کی صاحبزادی ہیں۔

ہز ہائی نس سیف الملوک ناصر

یکم نومبر ۱۹۵۴ء کو حکومت پاکستان کی جانب سے نوابزادہ شیر افضل خان پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ چترال آئے اور عام دربار منعقد کیا جسمیں ہز ہائی نس سیف الملوک ناصر کی تاجپوشی کا اعلان کیا گیا۔ اور دستار بندی ہوئی اور ریاست کا حکمران تسلیم کیا گیا۔ مبارکباد کی صدائیں ہر طرف سے بلند ہوئیں۔

ہز ہائینس کا یوم پیدائش ۱۲ اپریل ۱۹۵۰ء ہے تاجپوشی کے وقت ان کی عمر ساڑھے چار سال تھی۔ ہز ہائی نس کی کمسنی کی وجہ سے بالغ ہونے تک ان کی والدہ ماجدہ کو سرپرست مقرر کیا گیا۔ اور ریاست کے انتظام کیلئے پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ ریجنٹ مقرر ہوئے۔

۱۹۵۶ء میں مسٹر سعد اللہ خان پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ و ریجنٹ چترال۔ چترال میں آئے شاہزادوں اور سیاسی لیڈروں سے ملاقاتیں کی۔ اور ہز ہائی نس کی جائیداد کے انتظام و نگرانی کے لئے خان بہادر مہتر جو دلارام خان و شاہزادہ اسد الرحمن کو منتظم مقرر فرمایا۔

ہز ہائی نس سیف الملوک ناصر اور اس کے چھوٹے بھائی شاہزادہ شجاع الرحمن ۱۹۶۰ء سے ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم پا رہے ہیں۔

ہز ہائی نس سیف الرحمانؒ والئی چترال

ہز ہائی نس سیف الرحمان والئی چترال

ہز ہائی نس سر سیف الملک ناصر
والئے چترال

ضمیمہ تاریخ چترال

ریاست چترال کے ہمسایہ ممالک

والیٔ ریاست دیر کا خاندان اس خاندان کا مورث اعلیٰ آخوند الیاس تھا جو ذات میں یوسف زئی قبیلہ سے تھا۔ اس نے ہندوستان جا کر حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں منسلک ہو گیا اور ان کے نفس کمالات سے مستفیض ہو کر لاجبوک مقام میں آئے اور طرح اقامت ڈالی۔ ریاضتیں کیں اور بڑا مقام پایا۔ اور وہیں وفات پائی اور مدفون ہوئے۔ بڑے سرچشمہ کمالات کے بزرگوار تھے ان کی اولاد چار پانچ پشت تک صاحبزادے کہلائی۔ اس کے بعد جب قبائل یوسف زئی کا اقتدار بڑھتے ہوئے سندھ تک پہنچا۔ جہاں سلطان و پائندہ خیل قبائل رہتے ہیں۔ دونوں متحد ہو کر یہاں کے کفار پر ٹوٹ پڑے۔ اور ان کو شکست دے کر دور کر دیا اور دیر تک قبضہ جمایا۔ اور قوم کے اتفاق سے اخوند الیاس کے خاندان سے ظفر خان کو خان مقرر کیا۔ اور دیر شہر میں اس کی امارت قائم ہوئی۔ رفتہ رفتہ ترقی کر کے دیر میں آیا جہاں مستقل طور پر دارالحکومت کی بنیاد ڈالی۔ ان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا اللہ یار خان حکمران بنا جس کے بعد حکمرانوں کا سلسلہ حسب ذیل ہے۔

خان قاسم خان۔ خان غزن خان۔ خان رحمت اللہ خان۔ نواب محمد شریف خان۔ نواب اورنگزیب خان۔ نواب شاہ جہان خان۔ نواب شاہ محمد خسرو خان موجودہ والی دیر۔

ریاست چترال و دیر کے خاندانوں کے تعلقات

(۱) خان قاسم خان کی منکوحہ مہتر شاہ فاضل ابن شاہ کٹور اول کی شہزادی تھی۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں مہتر شاہ کٹور ثانی کی حمایت میں محمد علی خان والی براول کے ساتھ نو ہزار فوج ہمراہ لیکر اوسون کے مقام علاقہ دروش میں مہتر خیر اللہ خوشوقتیہ کے خلاف جنگ میں شرکت کی تھی جس کے نتیجہ پر مہتر خیر اللہ

گرفتار ہوکر قتل ہوئے

(۲) خان قاسم خان جب اپنے بڑے لڑکے محمد سعید خان کے ہاتھ ناحق قتل ہوئے۔ تو یہ تخت پر قابض ہوا اسکا چھوٹا لڑکا غزن خان اسوقت چار سال کا تھا۔ اپنی والدہ اور رضاعی باپ کے ساتھ راہ فرار اختیار کرکے چترال پہنچا۔ یہاں شاہ کٹور ثانی کے دامن تربیت میں پرورش پائی۔ جب سن کمال کو پہنچا تو شاہ کٹور ایک بڑی فوج ہمراہ لیکر دیر گیا۔ تاکہ محمد سعید خان سے حکومت چھڑا کر غزن خان کے حوالہ کرے۔ متواتر جنگ میں مصروف رہ کر آخر اس کو شکست دی اور وہ قتل ہوا۔ اور حکومت دیر خان غزن خان کے قبضہ میں آگئی۔ شاہ کٹور نے اپنی شہزادی بھی غزن خان کے نکاح میں دے کر روانہ کر دیا۔ اور سلطان و پائندہ خیل قبائل کو بڑے انعامات سے ان کی حمایت پر خوش کر کے دیر سے واپس مراجعت کی۔ محمد سعید خان مقتول کی والدہ چترال کے عوام سے تھی اس کی اولاد خانزادگان کوشٹے دیر میں آباد ہے۔ اس کے بعد اس خاندان کی حکومت مسلسل چلی آتی ہے۔

(۳) خان غزن خان اپنے عہد حکومت میں شاہ کٹور ثانی کی حمایت پر جو گوہر امان کے خلاف تھا۔ ایک بھاری لشکر کے ساتھ چترال آیا تھا۔ جو موڑ گول مقام میں اپنی فوج کے ساتھ قیام پذیر ہوا۔ مگر ان کے نیک مشوروں سے جنگ نہیں ہوئی صلح سے فیصلہ ہوا۔ اسلئے وہ اپنی فوج کے ساتھ واپس چلا گیا۔ اسی طرح مہتر شاہ افضل ثانی کے عہد میں شہزادہ تجمل شاہ کے خلاف خانہ جنگی کے واقعات میں مع فوج چترال آیا تھا واپس چلا گیا۔

(۴) [illegible] میں خان غزن خان کا انتقال ہوا۔ انکا بڑا لڑکا حامد خان تخت نشین ہوا مگر جلد ہی وفات پا گیا۔ اور خان رحمت اللہ خان حکمران قرار پایا۔ خان رحمت اللہ خان کی منکوحہ مہتر شاہ افضل ثانی کی شہزادی تھی۔ ان کے عہد میں مہاراجہ رنبیر سنگھ والی کشمیر جب چترال کی طرف سے دوبارہ حملوں سے خائف ہوا تو خان موصوف کے ذریعہ مہتر امان الملک کے پاس صلح و دوستی کا پیغام بھیجا۔ جو منظور ہوا۔ مہاراجہ کشمیر کو خان موصوف سے گہری دوستی تھی۔ اسی لئے جب چترال کے رضاخیل اکابر مہاراجہ کشمیر کے ہاتھ قید ہوئے تو خان موصوف کی سفارش سے آزاد ہوکر چترال واپس آئے۔

(۵) در بندیامہ خون کی جنگ میں میر جہاندار شاہ والئ بدخشان کے خلاف تھی۔ خان رحمت اللہ خان اپنے ولیعہد خان محمد شریف خان کے ساتھ ایک بڑی فوج کے ساتھ چترال گئے جنہوں نے دراسن تورکہو اور نسہ گول کے محاذوں میں منقسم ہوکر لڑائی لڑی اور تا اختتام جنگ وہاں موجود رہے۔

(۶) مہتر امان الملک مرحوم کی بڑی بیگم خان غزن خان کی شہزادی تھی۔ جو مہتر افضل الملک اور مہتر نظام الملک کی والدہ تھیں۔ نواب محمد شریف خان کے عہد میں جب شہزادہ شیر افضل خان چترال سے جلاوطن ہوکر کابل سے دیر واپس آیا تو چترال و دیر کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوگئی۔ مگر جب نواب صاحب کی اصل

حقیقت سمجھا دی گئی۔ تو انہوں نے خود چترال تشریف لے جا کر شاہ امان الملک کے ساتھ اپنے سابقہ تعلقات کو خوشگوار بنایا۔

(۷) نواب محمد شریف خان کی دو بیٹیاں ہز نظام الملک و شہزادہ شاہ ملک کے عقد ازدواج میں تھیں اور ان کی شہزادی سر شجاع الملک کے سلک ازدواج میں منسلک تھی۔ جو شہزادہ مطاع الملک و کرنل خسرو ملک کی والدہ تھیں۔ نواب اورنگ زیب خان مرحوم ۱۹۲۵ء میں بغرض حمام گرم چشمہ تشریف لایا تھا۔ جبکہ سر شجاع الملک مرحوم سفر حج میں تھے ہز ہائینس کے حکم سے نواب صاحب کا شایان شان استقبال ہوا۔ اور ریاستی باڈی گارڈ کے دستوں نے شاندار فوجی سلامی سے انکا خیر مقدم کیا۔

سر شجاع الملک مرحوم کی ہمشیرہ نواب صاحب کے عقد ازدواج میں منسلک تھیں۔ اور نواب شاہجہان خان کی شہزادی سر محمد ناصر الملک سے بیاہی گئی تھی۔ اسی طرح ان دونوں خاندانوں میں متعدد رشتہ داریاں اور تعلقات کے سلسلے قدیم سے استوار تھے؛

والی ریاست سوات کا خاندان!

موجودہ والی ریاست سوات جناب میجر جنرل عبدالحق جہان زیب خان بالقابہٗ جناب گل شہزادہ عبدالودود صاحب کے فرزند گرامی ہیں جو بادشاہ صاحب سوات کے نام سے مشہور ہیں حضرت اخوند صاحب غوث سوات علیہ الرحمتہ کے دو صاحبزادے تھے۔ بڑے کا نام میانگل عبدالحنان اور چھوٹے کا نام میانگل عبدالخالق تھا۔ اخوند صاحب کے یہ چھوٹے صاحبزادے یعنی میانگل عبدالخالق ان کے جانشین ثابت ہوئے۔ بادشاہ صاحب سوات عبدالخالق صاحب کے فرزند ارجمند اور اخوند صاحب علیہ الرحمتہ کے نواسے ہیں حضرت اخوند صاحب سوات کہ جن کا نام گرامی عبدالغفور صاحب تھا۔ بڑے جلیل القدر بزرگوار تھے۔ اور وات کے مہمند قبائل سے تھے۔ آپ تحصیل علم کے لئے پشاور گئے اور تکمیل علوم کے بعد جذبات معنوی کے طالب ہوئے۔ اور حضرت محمد شعیب تورڈیرے علیہ الرحمتہ کے حلقۂ ارادت میں منسلک ہوگئے اور مرشد گرامی کی توجہات سے سلوک معرفت میں بڑے کمالات کے سرمایہ دار ہوئے حضرت تورڈیری علیہ الرحمتہ حضرت آدم بنوری کی اولاد سے تھے۔ (رحمتہ اللہ علیہ) اور انکا بڑا مقام تھا۔ ان کی تعریف میں اسقدر کہدینا کافی ہے کہ غوث سوات ایسے بزرگ گرامی انسان ان کے دامن تربیت میں پروان چڑھے۔ اور مشہور آفاق ہوئے۔ جن سے روحانیت پھولی پھلی۔ اخوند علیہ الرحمتہ جب وہاں سے واپس آئے تو بیگی مقام میں سکونت اختیار فرمائی۔ جو دریائے سندھ کے کنارے تورڈیرے اور نوشہرہ کے درمیان واقع ہے۔ اسی لئے ابتداءً

آپ اخوند صاحب بگی کے نام مشہور تھے۔ جب انگریزوں کی عملداری پشاور تک پہنچی تو اخوند صاحب نے وہاں سے کوچ فرمایا۔ اور سوات میں آ گئے۔ جہاں سیدو شریف مقام میں طرح اقامت ڈالی۔ ان کی کرامات اظہر من الشمس ہیں۔ گروہ علمائے پشاور، سوات، کابل، غزنی اور قندھار کے علاوہ بدخشان و بخارا اور چترال کے علاقوں سے آپ کے دامن و عتبۂ شریف کی تقبیل سے تبرک پاتے تھے۔ اور حلقۂ ارادت میں منسلک ہوتے تھے۔ اور بڑے بڑے ارباب کمال ان کے دامن تربیت سے فیض یاب تھے۔ جیسے پیر بابا صاحب وپیر صاحب مانکی شریف و پیر صاحب بڈے و اخوند زادہ مشک عالم صاحب غزنی و ملا صاحب اشرت وغیرہ ان کے مشاہیر مشائخ سے یاد ہوتے ہیں۔ مصنف تاریخ چترال مرزا محمد غفران صاحب مرحوم بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے زمانۂ طالب علمی پشاور کے دوران غوث زمان حضرت اخوند صاحب سوات علیہ الرحمتہ کے چہرۂ مبارک کی زیارت اور دست بوسی سے مشرف اندوز ہونے کی سعادت حاصل کی تھی۔ جس پر مجھے بڑا فخر ہے۔

حضرت ممدوح نے بڑی عمر پا کر ۱۲۹۵ھ میں انتقال فرمایا۔ تغیرہ سے بحساب ابجد انکا سال وفات نکلتا ہے۔

حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمتہ کے شاہی خاندان چترال سے بھی تعلقات تھے۔ یعنی مہتر امان الملک مرحوم کی شہزادی میاں گل عبدالخالق صاحب کے عقد ازدواج میں تھیں۔ موجودہ بادشاہ صاحب یعنی گل شہزادہ عبدالودود صاحب اپنی شہزادی کے فرزند ارجمند ہیں۔ حقیقہ محترمہ شہزادہ شاہ ملک صاحب مرحوم کی حقیقی ہمشیرہ تھیں۔ شہزادہ شاہ ملک مرحوم کی اولاد کو ان کے دربار میں بڑا اثر و رسوخ و اعزاز کا مرتبہ حاصل تھا۔

بادشاہ صاحب سوات نے جب سوات ریاست کی عنان حکومت سنبھالی تو اپنی خداداد لیاقت کے جوہر سے ریاست میں ایک نئے دور کا آغاز کیا۔ اور ضوابط حکومت کے لئے اسلامی دستور العمل بنایا۔ جس کے آئین میں ترقیات کے بڑے بڑے منصوبے ایجاد کئے۔ اور سوات کو ایک بہترین ریاست کی شکل میں لا کر امن وامان قائم کر دیا۔ اور ترقیات کی منازل طے کر کے اس کو دیگر ترقی یافتہ ممالک کے ہمقرین بنایا۔ سوات کا صدر مقام سیدو شریف ہے اور اس وادی کے مناظر قدرتاً دلکش ہیں۔ اس لئے اب اسکا مقام پاکستان کے دلکش ترین خطوں میں شمار ہوتا ہے۔

بادشاہ صاحب چند سالوں سے ریاست کی عنان حکومت اپنے ولیعہد فرزند ارجمند میجر جنرل عبدالحق جہانزیب خان صاحب دام اقبالہٗ کے سپرد کر کے خود سفید محل میں جو سنگ مرمر کی ایک عالیشان عمارت ہے۔ آرام سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہاں کی جدید عمارتیں ترقی یافتہ ممالک کی شان دکھلاتی ہیں۔ بادشاہ صاحب کی عمر شریف اب اکیاسی سال کی ہے۔ مگر نہایت تندرست رہتے ہیں۔ ہمت و

جرات کے سبب نوجوان معلوم ہوتے ہیں۔

حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمۃ کے خدام اور ارادتمندوں میں ریاست چترال کے باشندوں سے بخت علی کا نام بھی اس لئے بلند ہے کہ اس نے غوث سوات کی دستگیری سے خوشنودی حاصل کی تھی اور اس کی اولاد بادشاہ صاحب کے عہد میں اعزاز کی مستحق ہوئی اور نوازش پائی۔ جو احمد علی و حضرت علی کے ناموں سے ریاست سوات کی فوجی و ملکی خدمات پر مامور تھے۔ اور ترقی پائی۔ آجکل ان کا خاندان ریاست سوات سے باہر رہتا ہے۔ میجر سید غفار پاکستان کے فوجی افسر ہیں جو احمد علی کے فرزند ہیں ان کی قومیت یہاں کا مدت سے مشہور ہے کہ اس قوم کا بانی علاقہ باشگل حال نورستان کا باشندہ تھا۔ یہاں آیا اور متوطن ہوگیا۔ ریاست سے زمین و جائیداد پائی۔ باشگل کے باشندے چونکہ عرب سے وہاں آئے تھے لہذا یہ قوم اپنا نسب قریش بتاتی ہے۔

اہل سوات قدیم سے ریاست چترال کی ہمسائیگی کے مدنظر یہاں کے حکمرانوں کے جنگی معاملات میں امداد و تعاون کے کارنامے رکھتے ہیں۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ریاست چترال کے دوم حکمران شاہ سنگین علی [illegible] میں جب شہنشاہ ہندوستان اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں دوبارہ اپنی حکومت حاصل کرنے کے لئے مالی امداد حاصل کرنے میں کامیاب ہوکر ہندوستان سے واپس سوات آئے تو اہل سوات کا ایک منظم لشکر ان کی کمک میں منظم ہوکر لاسپور کے راستہ مستوج پہنچا۔ اور دشمن کو جنگ میں شکست دی۔ پھر وہاں سے چترال پہنچے۔ یہاں بھی فتحیاب ہوئے اور چترال میں دوبارہ تیموری خاندان کی بادشاہت قائم ہوگئی۔ اہل چترال نے قسم کھائی تھی کہ جب تک سنگین علی کو چترال نہ بٹھائیں گے واپس نہ جائیں گے۔ وہ اپنے وعدے پر قائم رہے اور فتحیابی کے بعد وہ یہ کے اٹھتے واپس چترال پہنچ گئے۔ مولانا محمد سیر تاریخ میں اہل سوات کی بہادری کی بڑی تعریف لکھی ہے۔ جس میں سے دو بیت یہاں پیش کئے جاتے ہیں ؎

یلان سواتی بجوشش آمدند — بہ تیم وہ سے پر خروش آمدند

بناحاہ باہم در آمیختند — نشان قیامت برانگیختند

اس طرح یہاں کے حکمرانوں کے متعدد واقعات ہیں کہ جنہیں اہل سوات کی امدادی فوج کا ذکر موجود ہے۔ بادشاہ بن شاہ عالم یہاں سے جلاوطن ہوکر مدتوں سوات میں رہا تھا۔ اور مہتر سلیمان شاہ خوشوقتیہ شاہ کٹور کے خلاف وہ دوبارہ سوات سے کمک لایا تھا۔ اور جنگ کی تھی۔ اہل سوات کے زمانہ قدیم سے چترال کے ساتھ ہمسائیگی کے تعلقات وابستہ رہے ہیں جو تاریخ میں یادگار رہیں گے۔

فقط

غلام مرتضیٰ مؤلف
تاریخ چترال

تاریخ چترال کے تتمہ

مختصر حالات دورِ نئے پاکستان متعینہ چترال اور عہدِ پاکستان کے فیوض و برکات کا ایک مختصر تذکرہ بھی جو ریاست میں نافذ ہوئے ہیں ناظرین کی خدمت میں پیش کر کے اس کی تمہید کو بنام نامی عظمت مآب فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صدر جمہوریہ اسلامیہ پاکستان سے منسوب کرتا ہوں بلحاظ ان کارناموں کے جو اس عظیم المرتبت ارضِ مشرق کے مردِ مجاہد کی کوششوں سے دنیائے اسلام پاکستان نشاۃ ثانیہ کے دور سے گذر رہا ہے اور ان کی ولولہ انگیز قیادت اور خداداد لیاقت سے پاکستان میں سیاسی استحکام اور اقتصادی خوشحالی کا دور دورہ ہے۔ ریاست چترال بھی اُن کے دورِ مبارک میں ترقی اور خوشحالی کی راہ پہ گامزن ہے۔

ناظرین کو معلوم ہے کہ مملکت پاکستان کا انتہائی شمالی علاقہ جو ریاست چترال کے نام سے مشہور ہے زمانۂ قدیم سے اپنے جغرافیائی محل وقوع کی وجہ سے بڑی اہمیت کا مالک رہا ہے۔ اور آج بھی نہ صرف مملکت اسلامیہ پاکستان بلکہ نئے بین الاقوامی سیاسی حالات میں قوموں کی صف بندی میں پاکستان کے اختیار کردہ راستہ کی روشنی میں چترال بجا طور پر آزاد دنیا کی ایک دور افتادہ اہم چھاؤنی ہے۔ راقم الحروف نے اس دور افتادہ علاقہ کے ماضی و حال کی تاریخ سے اہل پاکستان کو روشناس کرانے کیلئے یہ تاریخ جدید چترال تالیف کی ہے۔

۳۱، دسمبر ۱۹۶۱ء

کمترین

غلام مرتضےٰ مؤلف تاریخ چترال

عہدِ پاکستان کے افسرانِ متعینہ چترال کے مختصر حالات

۱۹۴۹ء سے دسمبر ۱۹۶۱ء تک

(۱) **پیر احسن الدین پی اے ایس** غیر منقسم ہند میں آئی سی ایس افسر تھے ماہ مئی ۱۹۴۹ء میں پولیٹیکل ایجنٹ مقرر ہو کر چترال آئے۔ اسوقت ریاست میں سیاسی شورش وغیرہ کی وجہ سے حکمران اور عوام کے تعلقات کشیدہ ہوگئے تھے۔ مگر پیر احسن الدین نے اپنی نیک کوششوں سے اختلافات کو مٹانے میں ایک حد تک کامیابی حاصل کی۔ ان کے دوران چترال میں ایک سیاسی تحریک نے جنم لیا اور تحریک مسلم لیگ کا آغاز ہوا۔ آپ نے سیاسی تحریک کے سربراہوں کو قانون کی حد کے اندر امن پسندہ کر کام کرنے کی تبلیغ کی اور انھیں خدمتِ عوام کے اصلی اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا۔ اور ہز ہائینس سیف الرحمٰن کو بھی نیک مشوروں سے مستفید کیا۔ آپ ستمبر ۱۹۴۹ء میں یہاں سے تبدیل ہو کر چلے گئے۔ چترال کے عوام ان کو عزت و احترام سے یاد کرتے ہیں۔ صاحب موصوف کے دور میں چترال میں ہوائی اڈہ کی تعمیر کا کام شروع ہوا جو ان کی یادگار ہے۔

۲۔ **خان رحیمداد خان** آپ اکتوبر ۱۹۴۹ء میں اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ چترال مقرر ہو کر چترال آئے دو ماہ بعد ہز ہائینس سیف الرحمٰن کی ریاست سے غیر موجودگی کے دوران ایک انتظامیہ بورڈ چترال میں تشکیل کی گئی جس میں خان رحیمداد خان صدر مقرر ہوئے اور اس مشکل وقت میں بورڈ کے دیگر اراکین کے ساتھ ملک کی بگڑی ہوئی حالت کو معمول پر لانے کے لئے کافی کوشش کی اندر ملک میں قانون کا احترام اور امن و امان قائم کیا۔ شر پسند عناصر کو سختی سے دبایا اس طرح حالات معمول پر آگئے۔ آپ مئی ۱۹۵۰ء کو یہاں سے تبدیل ہو کر چلے گئے۔ گذشتہ سال ان کا انتقال ہوا ہے

خان میر عجم خان آپ مئی ۱۹۵۰ء میں چترال کے اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ مقرر ہو کر آئے ایک سال بعد ان کو ترقی دے کر ایڈیشنل پولیٹیکل ایجنٹ چترال مقرر کیا گیا آپ نے انتظامیہ بورڈ کی صدارت پر رہ کر ریاست کے نظم و نسق خاصی دلچسپی لی۔ خصوصاً عدالتی معاملات میں اپنے دور رس ذہنی اور منصف مزاجی لطافت کا ثبوت دیا۔ خان موصوف نے ریاست میں تعلیم کی ترقی میں نمایاں حصہ لیا۔ اور انکی کوشش سے ریاست کے ہر گاؤں میں پرائمری سکول کھولے گئے جنکی

تعداد ستر سے زیادہ تھی۔ اسلامی دینی تعلیم کیلئے دروش و چترال میں دارالعلوم بنائے۔ چترال و دروش کے مڈل سکولوں کو ہائی کا درجہ دیا۔ انہی کی کوشش سے لاوری درہ پر جیب گاڑیوں کی آمدورفت کے لئے دو ماہ کے قلیل عرصہ میں سڑک مکمل کی گئی۔

انہیں کے عہد چترال میں ایک نئی پارٹی وجود میں آئی جسے اتحادی لیگ کا نام دیا گیا پارٹی کا نصب العین ہزہائی نس سیف الرحمٰن کی واپسی تھی ان کے دور میں باوجود سیاسی تحریکات کے ریاست میں امن و امان قائم رہا تو مبر ۱۹۵۲ء میں آپ یہاں سے تبدیل ہو کر چلے گئے۔ آپ کی حلیم طبعی لوگوں کے دلوں پر نقش ہے۔

۴۔ لیفٹننٹ کمانڈر عزت بخش اعوان

آپ نومبر ۱۹۵۲ء میں چترال کے ایڈیشنل پولیٹیکل ایجنٹ اور صدر بورڈ کا عہدہ سنبھالا۔ انکو تعمیرات کا خاص شوق تھا چنانچہ انہوں نے یہاں لائبریری قائم کی اور انکے ہی بلڈنگ بنائی ہائی سکول کی تعمیرات میں اضافہ کیا۔ پولیس سٹیشن تعمیر کی لاوری روڈ پر مسٹر اعوان لاج تعمیر کیا۔ آپ نے ملک کے معاشرتی و تعلیمی ترقی پر بھی توجہ دی چترال میں انٹرمیڈیٹ کالج کھولنے کی تجویز بنائی۔ یہاں سے لڑکوں کو پولیس ٹریننگ کے لئے ہنگو پولیس سنٹر میں بھیجا اور چند لڑکوں کو زراعتی تربیت حاصل کرنے کے لئے پشاور بھیجا۔ ان کے عہد میں چترال میں پہلی بار اعلیٰ قسم کے گندم کا تخم سرکاری طور پر درآمد کر کے عوام میں تقسیم کیا گیا اور کامیاب رہا۔

اپریل ۱۹۵۳ء میں ہزہائی نس سیف الرحمٰن کے واپسی پر انتظامیہ بورڈ توڑ دیا گیا۔ اور نئے اصلاحاتی ایکٹ کے تحت ریاست کے لئے ایڈوائزری کونسل کا قیام عمل میں آیا۔ تو مسٹر اعوان ریاست کے چیف ایڈوائزر اور وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ آپ پولو بھی بڑی شوق سے کھیلتے تھے۔ لیکن چند ہی ماہ میں آپ یہاں سے تبدیل ہو کر چلے گئے۔

۵۔ رانا فرزند علی خان

آپ پولیس سروس آف پاکستان کے ریٹائرڈ افسر تھے۔ دسمبر ۱۹۵۴ء میں ایڈیشنل پولیٹیکل ایجنٹ و مشیر اعلیٰ چترال کا عہدہ سنبھالا۔ آپ ریاست کی مشاورتی کونسل کے صدر بھی تھے۔ آپ نے پرانے نظام کا خاتمہ کر کے ریاست کی جدید تنظیم کی بنیاد رکھی۔ گورنریوں، حاکموں، چارویلوں وغیرہ کے عہدوں کو ختم کر کے ریاست کو دو اضلاع اور چھ تحصیلوں میں تقسیم کیا۔ انکے انتظام کے لئے ڈپٹی کمشنر اور تحصیلدار مقرر کئے۔ نیز اور محکمہ جات ریاست کو از سر نو منظم کیا۔ اور ہر ایک محکمہ کے لئے باقاعدہ دستور العمل بنایا جو آج تک رائج ہے۔ آپ نے ریاست کی ترقی کے لئے پنجسالہ ترقیاتی منصوبہ بنایا اور ریاست کے مالیات کو پہلی دفعہ باضابطہ بنا کر پہلا باقاعدہ بجٹ پیش کیا۔ اور ریاست کے ملازمین کی باقاعدہ تنخواہیں مقرر کیں ریاست کی باڈی گارڈ توڑ دی گئی۔ اور تمام اسلحہ وامونیشن پولیس فورس کے حوالہ کیا گیا۔ باڈی گارڈ کا نظام بھی ان کے عہد میں ختم ہوا۔ آپ ایک مستقل مزاج، سنجیدہ اور انسانی عزائم کے مالک تھے۔ ریاست میں

موجودہ طرز حکومت کے بانی اور یہاں کی قدیم مروجہ طرز حکومت کے ناسخ آپ کہلاتے ہیں۔ آپ اکتوبر ۱۹۵۴ء میں یہاں سے تبدیل ہو کر چلے گئے۔

۶۔ سردار محمد بہرام خان پی سی ایس

آپ ڈیرہ اسماعیل خان کے اسماعیل زئی خاندان کے چراغ ہیں۔ اکتوبر ۱۹۵۴ء میں چترال کے ایڈیشنل پولیٹیکل ایجنٹ و مشیر اعلیٰ کے عہدہ کا چارج لیا۔ آپ کی تشریف آوری کے فوراً بعد ہی ہز ہائی نس سیف الرحمٰن کا طیارہ کے حادثہ سے انتقال ہو گیا۔ اور ریاست میں پھر سیاسی سرگرمیاں بڑھ گئی تھیں لیکن آپ نے اپنے تجربے و قابلیت سے ان مشکلات پر قابو پا لیا۔ آپ کے دور میں تعلیمی اور دیگر محکموں میں کافی ترقی ہوئی۔ متعدد نئے پرائمری سکول کھولے اور کئی پرائمری سکولوں کو مڈل کا درجہ دیا۔ آپ نے یہاں سے اون و ریشم کاری کی تربیت کے لئے لڑکوں کو باہر بھیجا۔ آپ عوام میں ہر دلعزیز تھے۔ جنوری ۱۹۵۷ء کو یہاں سے تبدیل ہو کر چلے گئے۔

۷۔ نواب زادہ محمد ایوب خان

آپ جنوری ۱۹۵۷ء میں تشریف لائے اور اپنے عہدہ کا چارج لیا۔ آپ کے عہد میں چترال کے عوام کی ترقی و خوشحالی کے لئے کافی کام ہوئے سب سے اہم واقعہ یہ تھا کہ ریاست کی تاریخ میں پہلی بار عوام کے لئے حکومت کی طرف سے آٹھ ہزار من گندم رعایتی نرخ پر منظور ہوئی جس سے ملک میں غلہ کی قلت کافی حد تک دور ہو گئی۔ بعد میں غلہ اور بھی زیادہ کیا گیا۔ دوسرا اہم واقعہ چترال سے مستوج کی طرف جیپ کی سڑک کی تکمیل تھا۔ چنانچہ ۱۹۵۷ء کی گرمیوں میں پہلی بار جیپ لونی تک پہنچائی گئی۔ مغربی پاکستان کے گورنر مشتاق احمد گورمانی (؟) بھی اسی سال چترال کے دورہ پر آئے۔ نواب زادہ صاحب نے ریاست بھر کا دورہ کیا۔ انھوں نے ریاست کے ایڈمنسٹریشن کو برے عناصر سے پاک صاف کرنے کے لئے سنگین قدم اٹھائے اور کئی اعلیٰ افسروں کو بدعنوانیوں کی وجہ سے معزول کر دیا اور انہوں نے قاضی القضاۃ کا عہدہ ختم کر کے دوبارہ میزان شریعت کا محکمہ قائم کیا۔

موصوف نے چترال کے قومی کھیل پولو کو از سر نو فروغ دے کر نوجوانوں کی دلجوئی کی۔ آپ نے چترال پولو ایسوسی ایشن قائم کیا جس کے سربراہ ہز ہائی نس چترال کی جانب سے وہ خود صدر مقرر ہوئے۔ تاکہ ملک میں پولو کی ترقی کے لئے کوشش جاری رہے۔

آپ کے عہد میں ہی اکتوبر ۱۹۵۸ء میں مارشل لاء کا نفاذ ہوا اور انقلابی حکومت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی زیر صدارت قائم ہوئی۔

نواب زادہ صاحب دسمبر ۱۹۵۹ء میں یہاں سے تبدیل ہو کر چلے گئے اور ترقی پا کر مالاکنڈ کے پولیٹیکل ایجنٹ اور چترال کے ریجنٹ مقرر ہوئے۔

(۸) سید عمران شاہ ایم اے ایل ایل بی

سادات خاندان کے چشم و چراغ دسمبر ۱۹۵۹ء میں چترال تشریف لائے اور اپنے عہدہ کا چارج لیا۔ آپ ایک انصاف پسند

جوانسال افسر ہیں۔ اور اپنے دورِ وزارت میں ریاست کے چپہ چپہ کا دورہ کیا۔ اور عوام کے ساتھ رابطہ قائم کیا آپ نے چترال کے تعلیمی و دیگر ترقیاتی کاموں پر خاص توجہ دی۔ چنانچہ ان کی کوششوں سے پہلی بار حکومت پاکستان کی طرف سے چترال طالب علموں کو کالج کی تعلیم کے لئے وظیفے منظور ہوئے۔ اور ریاست کے اندر بھی طلباء کو وظیفے دیئے گئے۔

آپ کی کوششوں سے ڈویژنل ترقیاتی کونسل کی طرف سے دو لاکھ روپے نہر و آبپاشی کی سکیموں کے لئے منظور ہوئے۔ آپ کے عہد کی سب سے نمایاں یادگار نہر غوچہار کوہ کا آغاز ہے جو بمبرت نالہ سے لاکر ایون گاؤں کے اوپر غوچہار کوہ کے میدان کو سیراب کرنے کے لئے شروع کی گئی ہے۔ اس اسکیم کے مکمل ہونے پر ہزاروں جریب زمین سیراب ہو کر آباد ہونے کی امید ہے۔

آپ نے کلاش کافروں کی ترقی و امداد پر بھی خاص توجہ دی۔ اور سود در سود کے ذریعہ ان کی جو زمینیں دوسرے لوگوں کے پاس رہن تھیں ان کی واپسی کا حکم دیا گیا۔ جنگلات کی حفاظت کے لئے قانون بنائے۔

سید عمران شاہ صاحب نے قومی کھیل پولو میں بھی کافی دلچسپی لی۔ اور ان ہی کی زیر قیادت چترال کی پولو ٹیم نے پشاور کے دورہ پر ایک شاندار مقابلہ میں گلگت ایجنسی کی مشترکہ ٹیم کو نو گولوں سے ہرا دیا اس ٹیم میں چترال کے حیدر قلی خان۔ افواد الملک۔ مظفر علی خان۔ سید عبدالودود۔ دوستی خان اور عبداللہ خان تھے۔ آپ مئی ۱۹۶۰ء میں پولیٹیکل ایجنٹ کرم کے عہدہ پر ترقی پا کر یہاں سے تشریف لے گئے۔

۹۔ خان نصر من اللہ خان

مئی ۱۹۶۰ء میں جب چترال کے وزیر اعظم و ایڈیشنل پولیٹیکل ایجنٹ مقرر ہو کر تشریف لائے اور آپ نے آتے ہی سب سے پہلے ملک کی زبان کھوار سیکھ کر ایک مثال قائم کی۔ انھوں نے ریاست کے کونہ کونہ کا دورہ کیا اور عوام سے ان کی اپنی زبان میں خطاب کر کے ان کی مشکلات و ضروریات کا جائزہ لیا اور پھر ان کو رفع کرنے کی کوشش کی۔

آپ نے اپنے عہد وزارت میں ملک کی خوراک کے مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی اور حکومت پاکستان سے امدادی طور پر غلہ حاصل کیا۔ اور ریاست کے اپنے عشر پر ذاتی کنٹرول رکھ کر دانہ دانہ عاشروں سے وصول کر لیا۔ اس طرح ملک میں عام طور پر خوراک کی جو قلت حکومتی غلہ ہونے کے باوجود پائی جاتی تھی ان کے دور میں بالکل رفع ہو گئی۔ اور ان کی کوششوں سے پچیس ہزار من گندم حکومت پاکستان نے رعایتی نرخ پر ریاست کو عطا کی۔

خان موصوف کی کوششوں سے چترال میں لیڈی ڈاکٹر کا تقرر عمل میں آیا۔ اور سلیقہ ویلفیر سنٹر میں باقاعدہ کام شروع ہو گیا۔ انہوں نے دواری درہ پریال میں ہلاک شدگان پچاس آدمیوں کے پسماندگان کے لئے حکومت کی طرف سے بیس ہزار روپے امداد منظور فرما کر تقسیم کئے۔ آپ کے عہد میں ریاست کی از سر نو مردم شماری بھی کی گئی۔ ویلیج ایڈ کا محکمہ شروع ہوا۔ زنانہ سکول کو مڈل کا درجہ دیا گیا۔ اور مچھلیوں کی

اورلش کا محکمہ قائم کیا۔ بریر۔ اشرت۔ دمیلنسار۔ تریچ میں سرکاری خرچ پر ڈسپنسریاں کھولی گئیں۔ اور ایڈوائزری کاؤنسل کی سہ ماہی میعاد ختم ہونے پر اس کو ختم کر دیا گیا۔ دروش میں نئے پولیس سٹیشن کی عمارت مکمل ہو گئی۔ اس طرح آپ کے عہد میں مختلف محکموں نے ارتقائی منازل طے کیں کہ آپ چترال سے تشریف لے گئے۔

۱۰۔ کپتان اشرف حسین آپ نے مارچ ۱۹۶۱ء میں چترال کے وزیراعظم و ایڈیشنل پولیٹیکل ایجنٹ کے عہدہ کا چارج لیا۔ اور عہدہ سنبھالتے ہی ریاست کی بہبود و ترقی کے لئے ہر قسم کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے اپنی تشریف آوری کے فوراً بعد ہی ریاست کے تمام ملازمین کی تنخواہوں میں عام اضافہ کا اعلان کیا۔ جس سے ایڈمنسٹریشن پر بہت اچھا اثر ہوا۔ اور آپ کے دور میں ریاست کے ترقیاتی منصوبوں پر کام کی رفتار تیز تر ہو گئی۔ دوسرے پنجسالہ منصوبہ کے تحت ترقیاتی منصوبوں نیز ڈویژنل کونسل پشاور کی سکیموں وغیرہ پر تیزی سے کام شروع ہے۔ اور اکثر تکمیل تک پہنچ چکے ہیں۔ جیسا کہ نشٹ بونی لشٹ اور مبلیپ کی نہریں مکمل ہو چکی ہیں۔

ریاست میں نرسری کا زراعتی فارم قائم کیا گیا ہے۔ اور اگریکلچر اسسٹنٹ کی تقرری بھی ہو چکی ہے۔ ان کی کوششوں سے پشاور و چترال کے درمیان ہوائی سروس شروع ہوئی جو ان کے عہد کا پہلا کارنامہ ہے۔ اور دوسرا اہم ترین کام ریاست میں بنیادی جمہوریت کے تحت یونین کونسلوں کا قیام ہے۔ جن کے انتخابات یکم جنوری ۱۹۶۲ء تک ختم ہو جائیں گے۔

فقط ۲۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

عہد پاکستان کے فیوض و برکات ریاست چترال میں

(۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۱ء تک)

۱۹۴۷ء میں جب مملکت پاکستان عالم وجود میں آیا۔ چترال پہلی سرحدی ریاست تھی جس نے پاکستان میں شمولیت کا اعلان کیا۔ اس وقت سے اب تک چترال کی پسماندہ ریاست نے حکومت پاکستان کے زیر سایہ جس قدر ترقی حاصل کی ہے وہ قابل فخر ہے۔ اور چترال اپنی قسمت پر نازاں ہے کہ اسلامی حکومت پاکستان کا ایک آزاد حصہ بن کر اس نے ترقی کی منازل طے کیں۔ اور آج پاکستان کی برکت سے دوسرے ترقی یافتہ حصوں کے مدمقابل کھڑا ہے۔ حکومت پاکستان کے فیوض و برکات کا جو اس مختصر ملک و آبادی کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکے ہیں اس مختصر مضمون میں اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ہے لیکن پھر بھی چند مختصر الفاظ میں ایسے روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔

۱۔ تعلیم: حکومت پاکستان کے قیام کے بعد اس ریاست میں سب سے زیادہ اہمیت تعلیم کو دی گئی ہے تاکہ ملک کا بچہ بچہ زیور تعلیم سے آراستہ ہو۔ قیام پاکستان سے قبل ساری ریاست میں ایک مڈل سکول اور چند مکتب تھے۔ لیکن تعلیمی میدان میں ہماری ترقی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آج ریاست میں دو ہائی سکول اور تقریباً اسی پرائمری سکول ہیں۔ چترال میں زنانہ مڈل سکول اور دروش میں زنانہ لوئر مڈل سکول بھی جاری و قائم ہیں۔ چترال و دروش میں اسلامی تعلیمات کے لئے دارالعلوم بھی قائم ہو چکے ہیں۔ حکومت پاکستان نے ریاست کے مالی حالات کے مدنظر یہاں کے تعلیمی اخراجات کا بار گراں بہت حد تک اپنے ذمے لیا ہوا ہے۔ چنانچہ چترال کے طلباء کو پشاور و دیگر کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے اکتالیس وظیفے عطا کئے ہیں۔ نیز ریاست کے اندر بھی (۴۳) تینتالیس طلباء کو وظائف دے رہی ہے۔ زنانہ مڈل سکول کے سارے اخراجات خود برداشت کر رہی ہے اور چترال و دروش ہائی سکول کے اخراجات بھی اپنے ہاتھ میں لینے کا معاملہ زیر غور ہے۔ اس کے علاوہ لونی میں ہائی سکول گورنمنٹ کے خرچ پر بنانے و چلانے کا بھی منصوبہ بنایا گیا ہے۔ ریاست میں تعلیم مفت ہے اور نادار طلباء کو مفت خوراک و رہائش کی مراعات بھی حاصل ہیں۔ طلباء کو جنگلات و دیگر شعبوں میں ٹریننگ کے لئے ہر سال تربیت گاہوں کو بھیجا جاتا ہے۔

۲۔ صحت عامہ: قیام پاکستان سے پہلے چترال و دروش میں ایک ایک ہسپتال تھے لیکن گذشتہ چند سالوں کے اندر بارہ ڈسپنسریاں (شفاخانے) ریاست کے مختلف حصوں میں کھولے گئے ہیں جہاں تربیت یافتہ

کیا اور ضرورت پڑنے پر علاج کرتے ہیں۔ موجودہ ہسپتالوں میں ادویہ و دیگر اشیائے ضروریات کو زیادہ کیا گیا ہے۔ وبائی امراض دق وغیرہ کے خلاف مہم چلانے کے لئے ہر سال میڈیکل ٹیم چترال آتی ہے ایک مبلغہ سنٹر چترال میں کھولا گیا ہے جس کے لئے لیڈی مبلغہ وزیٹر بھی آچکی ہے۔ دروش میں مبلغہ سنٹر زیر تعمیر ہے ایک لیڈی ڈاکٹر کی تقرری بھی کی گئی ہے۔ پنجسالہ منصوبہ کے ماتحت لوٹ کوہ میں ہسپتال اور متعدد دیگر مقامات پر شفاخانوں کا پروگرام ہے نیز حیوانات کے ہسپتال بھی قائم کئے جائیں گے۔

(۳) سڑکیں:- حکومت پاکستان کے قیام کے بعد سڑکوں پر خاص توجہ دی جا رہی ہے پہلے چترال و دروش کے درمیان موٹر کی سڑک تھی۔ اور چترال سے آگے خچر کی سڑک تھی۔ اور موٹریں دیر تک آتی تھیں۔ گذشتہ چند سالوں کے اندر لاریوں کی سڑک لواری ٹاپ تک پہنچائی گئی ہے۔ اور وہاں سے اشرت تک جیپ کی سڑک تعمیر ہو گئی ہے اشرت سے چترال تک لاریوں کی باقاعدہ آمد و رفت جاری ہے۔ چترال سے مستوج روڈ کی مرمت جیپ چلنے کے قابل بنا دیا گیا ہے۔ گہیرت سے بریر اور دروش سے ارندو تک جیپ سڑک تیار ہو چکی ہے اور چترال سے گرم چشمہ اور چترال سے بمبرت تک جیپ سڑک بننے کا منصوبہ زیر غور ہے۔ لواری پر تمام موسموں میں کام آنے والی سڑک کا منصوبہ زیر تعمیر ہے۔ اور چند سالوں کے اندر یہ منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیگا۔ لواری کے نیچے سے سرنگ نکالنے کا منصوبہ بھی زیر تجویز ہے اور اس کا سروے بھی کیا جا چکا ہے۔

۴۔ آب پاشی کی اسکیمیں:- ریاست چترال خوراک کے سلسلہ میں کم پیداوار والا علاقہ ہے۔ اور یہاں غلہ کی قلت رہتی ہے۔ آبادی زیادہ ہوتی جاتی ہے اور قابل کاشت زمین کم ہے۔ اس کمی کو دور کرنے کیلئے جا بجا بنجر زمینوں کو آباد کرنے پر حکومت زیادہ سے زیادہ توجہ دے رہی ہے چنانچہ گذشتہ چند سالوں میں متعدد جگہ چھوٹی چھوٹی سکیمیں مکمل ہو چکی ہیں اب حکومت نے بڑی بڑی سکیموں پر عملدرآمد شروع کر دیا ہے چنانچہ بمبرت نالہ سے غوچہار کوہ کے وسیع میدان کے لئے نہر نکالنے کا کام شروع ہے اور پندرہ میل میں سے تقریباً پانچ میل مکمل ہو چکا ہے اسکی تکمیل پر ہزاروں جریب زمین زیر آب آئے گی۔ اسی طرح شمالی چترال میں اجیان لشٹ۔ بجروٹی۔ دماغ لشٹ وغیرہ کی سکیمیں بھی شروع ہو چکی ہیں۔ حکومت پاکستان نے اپنے خزانہ سے ان کے لئے تقریباً دو لاکھ روپے منظور کئے ہیں۔

۵۔ خوراک:- ریاست میں خوراک کی کمی کو دور کرنے کے لئے فوری امداد کے طور پر حکومت نے اب تک پچاس ہزار من گندم بطور امداد دی ہے اور اس کا کرایہ پشاور سے چترال تک خود برداشت کر کے پشاور کی قیمت خرید پر یہاں کے لوگوں پر فروخت کی جا رہی ہے جس کی وجہ سے عوام کی مشکلات خوراک کے بارے میں بہت حد تک کم ہو گئی ہیں۔

(۶) صنعتی سکیمیں:- حکومت پاکستان نے ریاست [illegible] حالات کے مدنظر یہاں متعدد ترقیاتی صنعتی سکیمیں شروع کی ہیں تاکہ ملک کے لوگ اپنی گھریلو صنعتوں کو ذریعہ ترقی دے کر فارغ البالی حاصل

کریں۔ چنانچہ اون کے بننے اور اسکی تربیت کا ایک سنٹر یہاں کھولا گیا ہے۔ جہاں مقامی لڑکوں کو اچھے طریقے بہتر اون کاتنے۔ بننے اور کپڑے بنانے کے طریقے سکھائے جاتے ہیں۔ اسکے علاوہ

(۲) ریشم کاری کا سنٹر بھی کھولا گیا ہے۔ جہاں ریشم کے کپڑے پالنے اور ان سے ریشمی تار نکالنے اور ان سے ریشمی تار نکالنے کا کام سکھایا جاتا ہے۔ دونوں صنعتیں یہاں ترقی پر ہیں اور عوام کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔

(۳) حال ہی میں دیہات سدھار کا ادارہ بھی یہاں کھولا گیا ہے۔ تاکہ دیہات میں عوام کو اپنی اصلاح و ترقی کے راستے بتائے جائیں۔ اور ان کے اندر اپنی مدد آپ کا جذبہ پیدا کر کے ان کو ان کی ترقی میں مدد دی جائے۔ اس مقصد کے لئے یہاں کے تعلیم یافتہ طلباء کو پشاور میں تربیت دے کر ہر گاؤں میں بھیجا جائے گا

(۴) ان کے علاوہ اب زراعت کے ترقی کا محکمہ قائم کیا جا چکا ہے جسکے زیر اہتمام زرعی فارم قائم ہو گئے ہیں پودوں کی حفاظت چرچوں کو مارنے اور مصنوعی کھاد کی تقسیم کا کام شروع ہو چکا ہے۔ امید ہے کہ چترال جیسے زراعتی ملک میں اس محکمے کا اجرا عوام کیلئے بہت فائدہ مند ہوگا۔ میوہ دار درختوں کی افزائش کا محکمہ اس محکمہ کا ایک بہترین مقصد ہے۔ کہ جس سے میووں کی پیداوار میں مزید اضافہ ہونے سے عوام کے اقتصادی حالات میں ترقی کے ذرائع حاصل ہونگے۔

(۵) چترال میں مچھلیوں کی افزائش کے لئے بھی محکمہ کھولا جا چکا ہے۔ جو ڈسٹرکٹ ڈیولپمنٹ افسر کے ماتحت ہے یہ محکمہ جا بجا مچھلیوں کی افزائش کے لئے ذخیرے قائم کر رہا ہے۔

(۶) حکومت پاکستان نے ملک کے جنگلات کی ترقی اور ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لئے فارسٹ ورکنگ پلان بنانے کا بندوبست کیا ہے جس کے لئے جنگلات کے ماہرین یہاں کام کر رہے ہیں۔ اسکے نتیجہ پر ایک طرف جنگلات سے ریاست کو زیادہ سے زیادہ فائدہ ہوگا۔ بلکہ اسکے ساتھ ساتھ نئے جنگل لگانے اور موجودہ جنگلات کی حفاظت کا بھی انتظام بہتر طریقے سے کیا جا سکیگا۔

(۷) ریاست کی معدنیات کو نکالنے اور ان کو ترقی دینے پر بھی کافی توجہ دی جا رہی ہے۔ فی الحال انٹی منی کی کان پر کام ہو رہا ہے۔ لیکن معدنیاتی ماہرین ریاست کے تمام حصوں کا سروے کر کے معدنیات کی تلاش و تحقیق میں مصروف ہیں اور جلد از جلد ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا امکان ہے۔

(۸) چترال کو ریڈیو ٹیلیفون کے ذریعہ پاکستان کے دوسرے حصوں کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے۔ جو تار وغیرہ کے علاوہ اس کے بیرونی ملکوں سے تعلق کا بہتر ذریعہ ہوگا۔

(۹) حکومت پاکستان نے عوام چترال کے ساتھ ہمدردی کی ایک بہترین مثال یہ قائم کی ہے کہ گذشتہ سال قادری کے ہلاک شدگان کے لئے بیس ہزار روپیہ کی امداد فرمائی جو ان کے ورثاء میں تقسیم کر کے ان کے غم اور مصیبت کو

کو دور کرنے میں معاون بنی۔ اسکے علاوہ چار ہزار روپیہ سیلاب زدگان کی امداد کیلئے عطا فرمایا جو ان کی بے سروسامانی میں کام آیا۔

(۹) چترال و پشاور کے درمیان آمد و رفت کو آسان بنانے کے لئے ہوائی سروس کا اجرا کیا۔ چنانچہ یہ سروس جاری ہو چکی ہے۔

(۱۰) حال ہی میں بنیادی جمہوریتوں کی سکیم بھی چترال میں جاری کی گئی ہے۔ جس کے ذریعے عوام کو ملک کے ترقیاتی کاموں میں بیش از بیش حصہ لینے کے مواقع ملینگے۔ اور ریاست مزید ترقی کر سکیگی۔